بحول الله تعالیٰ

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

کتاب ثانی - جلد دہم

جسمیں

حاکم بامر اللہ کی خلافت سے بنوامیہ و بنی حمود کی دوبارہ حکومت قائم ہونے تک کے واقعات، شام پر ترکوں کا قبضہ، بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ، عیسائیوں اور مصریوں کا مقابلہ، بربر کی بغاوت، مستعین کی بیعت، حصار قرطبہ وغیرہ اور وجہ تسمیہ اندلس، قرطبہ کی بعض عمارات و جامع مسجد کی مفصل کیفیت کا پورا پورا خاکہ کھینچ کر دکھلایا گیا ہے

مترجمہ

عالیجناب علامہ حکیم احمد حسین صاحب ممبر بورڈ آف انڈین مڈین یو۔پی

مؤلف

سوانح عمری سلطان صلاح الدین یوسف فاتح بیت المقدس و حیات سلطان نورالدین محمود زنگی

سنہ ۱۳۴۶ھ
۱۹۲۷ء

باہتمام منشی حامد حسین صاحب یونانی دواخانہ پریس الہ آباد میں چھپکر شائع ہوا

طبع سوم

۱۰۰۰ جلد

قیمت فی جلد ... ملے،

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

کی

تیرہ جلدیں

اس ترجمہ کی ۵ جلدیں چھپکر شائع ہوگئی ہیں۔ کتاب کیا ہے علم تاریخ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے جس کے دیکھنے اور خریدکرنے کے بعد علم تاریخ کی دوسری کتابوں کی خریداری کی ضرورت باقی نہیں رہتی حق یہ ہے کہ جس پایہ کی اصل کتاب ہے اُسی حیثیت کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ عبارت سلیس، عام فہم اور بامحاورہ ہے جابجا حسب ضرورت فاضل مترجم نے نوٹس بھی لکھے ہیں جنکا ماخذ تاریخ کامل ابن اثیر، ابوالفداء اور نفح الطیب وغیرہ کتب تواریخ ہیں۔

اُردو زبان کی اس سے زیادہ اور کیا خوش قسمتی ہوسکتی ہے کہ علامہ ابن خلدون جیسی عربی تاریخ کا ترجمہ اس زبان میں شائع ہورہا ہے۔ کئی کروڑ مسلمانان ہند جو زبان عربی سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے اپنے اسلاف کے کارناموں سے ناواقف تھے اس ترجمہ کے بدولت اب وہ اچھے خاصے مورخ بن جائیں گے اس سے زیادہ اچھا ذریعہ انکی واقفیت کا کیا ہوسکتا ہے کہ وہ اس ترجمہ تاریخ کو خرید فرماکے اول سے آخر تک دیکھ جائیں۔ دیکھیں تو ان میں کیسے غیرت، خودداری، اولوالعزمی، ثابت قدمی، ہمدردی اور قوم پرستی کا مادہ نہیں پیدا ہوتا۔

ابن خلدون میں حضرت نوح علیہ السلام سے آٹھویں صدی ہجری تک کے حالات کمال بسط و تحقیق سے درج کیے گئے ہیں۔ کل انبیاء کرام سلاطین عظام جانشینان نبی علیہ السلام اور حکمرانان اسلام کی معاشرت و تمدن اور ملکداری پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ کاغذ سفید چکنا۔ رائل سایز۔ قیمت جلد اول، دوم، سوم، چہارم اور ششم کی قیمت فی جلد دو روپیہ آٹھ آنہ اور جلد دہم، یازدہم پنجم، ہفتم، ہشتم، نہم اور دوازدہم، سیزدہم فی جلد تین روپیہ مجموعی قیمت ۳۵؎ محصول ڈاک ذمہ خریدار کل جلد و یکمشت خرید ارکو محصول ڈاک معاف۔

المشتہر

حامد حسین مالک رسالہ الاسلام محلہ سبزی منڈی الہ آباد

فہرست

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدونؒ

جلد دہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ سبحانہ عربی کی مستند و معتبر تاریخ کتاب العبر و دیوان المبتدا و الخبر فی ایام العرب و العجم والبربر و من عاصرہم من ذوی السلطان الاکبر تالیف امام علامہ عبد الرحمن ابن خلدون مغربی اشبیلی حضرمی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ترجمہ کی دسویں جلد نے اردو لٹریچر میں ایک معقول اور بین اضافہ ہی نہیں کیا بلکہ اسکی خوبی اور اوصاف کو دوبالا کر دیا ہے۔ اس جلد کی سیر کرنے والوں کو بہت سے ایسے مضامین نظر آئیں گے جس سے اسوقت تک بتیرونکے چشم و گوش آشنا نہیں ہوئے ہونگے۔ یورپ افریقہ اور سواحل بربر وغیرہ وغیرہ میں اسلامیوں کا جاہ و جلال شاہان یورپ کا انکے علم حکومت کے آگے مطیع و منقاد ہونا ایک ایسا و عجیب نظارہ پیش نظر کرتا ہے کہ انسان ششدر رہجاتا ہے مجھکو اس امر کا نہایت افسوس ہے کہ شائقین فن تاریخ کو ایک سال کے انتظار کے بعد ترجمہ کتاب موصوف کی صرف ایک ہی جلد کا مطالعہ نصیب ہوا جسکو وہ نہایت قلیل مدت میں ملاحظہ فرما کے پھر اگلی جلد کا (اگلے سال تک انتظار فرماتے رہیں گے مگر اسکا علاج نہ آپکے پاس ہے اور نہ میرے پاس۔ واللہ یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید

اس جلد میں جابجا مطالب واضح کرنیکی غرض سے میں نے اکثر کتاب نفح الطیب اور تاریخ کامل ابن اثیر وغیرہ کتب تواریخ عربیہ سے مدد لی ہے کہیں کہیں مغربی تاریخوں سے بھی التقاط کیا ہے مگر نہایت کم اور شاذ و نادر

۱۹- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ
مطابق
۲۵- دسمبر ۱۹۰۷ع

احمد حسین غفر اللہ لہ
الہ آباد

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

کتاب ثانی جلد دہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وفات معز

پندرھویں ربیع الآخر ۳۶۵ھ کو معز[1] لدین اللہ علوی نے اپنی خلافت و حکومت کا تیئسواں سال پورا کر کے مصر میں وفات پائی۔ اسکی ولیعہدی اور وصیت کے مطابق اسکا بیٹا نزار سریر خلافت پر متمکن ہوا اور "العزیز باللہ" کا مبارک خطاب اختیار کیا۔

عزیز نے زمام حکومت اپنے قبضۂ اقتدار میں لے کے بنظر مصلحت ملکی و سیاسی اپنے باپ کے واقعۂ انتقال کو عید الاضحیہ سنہ مذکور تک مخفی رکھا۔ بروز یوم النحر عید گاہ میں گیا عامۂ مسلمین کے ساتھ نماز ادا کی، خطبہ دیا، اپنے حق میں دعا کی اور اپنے باپ کے مرنے کا حال ذکر کر کے مراسم عزاداری ادا کئے۔

نوٹ [1] معز لدین اللہ ابو تمیم معد بن منصور باللہ اسمعیل بن قائم بامر اللہ ابو القاسم محمد بن مہدی ابو محمد عبید اللہ علوی حسینی بمقام مہدیہ افریقہ میں گیارہویں رمضان ۳۱۹ھ کو پیدا ہوا، پینتالیس سال چھ ماہ کی عمر پائی دولت عبادیہ کا یہ پہلا خلیفہ تھا جسنے مصر پر قبضہ حاصل کیا تھا۔ تاریخ کامل جلد ۸ صفحہ ۲۲۳ مطبوعہ مصر۔

بعد اسکے یعقوب بن کلس کو جیسا کہ اس کے باپ کے زمانہ میں تھا عہدۂ وزارت پر اور بلکین بن زیری کو گورنری افریقہ پر بحال و قائم رکھا۔ علاوہ گورنری افریقہ کے عبداللہ بن یخلف کتامی کے ماتحت صوبوں یعنی طرابلس، سرت اور جرابیہ کو بھی موخرالذکر کی گورنری میں ملحق و شامل کر دیا۔ اہالی مکہ و مدینہ نے گذشتہ موسم حج میں معز کی اطاعت قبول کر لی تھی اور اسکے نام کا خطبہ پڑھتے تھے، مگر عزیز کی تخت نشینی پر عزیز کے نام کا خطبہ نہ پڑھا اس بنا پر عزیز نے سرزمین حجاز پر فوج کشی کی چنانچہ اسکی سپاہ نے مکہ و مدینہ پر پہنچکے محاصرہ ڈالدیا، رسد و غلہ کی آمد بند ہوگئی اہل حرمین نے مجبورانہ اطاعت قبول کی۔ مکہ معظمہ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ان دنوں مکہ معظمہ کی گورنری پر عیسیٰ بن جعفر تھا اور مدینہ منورہ کی حکومت پر طاہر بن مسلم۔ اتفاق سے اسی سال اس نے وفات پائی تب بجائے اسکے اسکا بھائی مقرر کیا گیا

بقیہ حالات افتکین | جسوقت معز کا انتقال ہو گیا اور بجائے اسکے سریر حکومت پر عزیز متمکن ہوا افتکین نے فوجیں فراہم کرکے علم مخالفت بلند کر دیا اور اسکے اُن بلاد پر یلغار کر دیا جو ساحل شام پر واقع تھے۔ چنانچہ سب کے پہلے صیدا کا محاصرہ کیا۔ ابن الشیخ اور ظالم بن موہوب عقیلی مع سرداران مغاربہ اسوقت صیدا میں موجود تھے، فوجیں مرتب کرکے افتکین سے مقابلہ کرنے کو نکل پڑے۔ بیحد سخت اور خونریز جنگ کا آغاز ہوا، افتکین لڑتے لڑتے پیچھے ہٹا، مغربی فوجیں کامیابی اور کثرت کے جوش میں آگے بڑھتی چلی آئیں یہانتک کہ اپنے مورچہ سے بہت دور نکل آئیں، اسوقت افتکین اپنی فوج کو مجتمع کرکے مغربی فوجوں پر ٹوٹ پڑا پھر کیا تھا مغربی فوجیں گھونگھٹ کھا گئیں۔ چار ہزار فوج کھیت رہی۔ اس سے افتکین کے حوصلے بڑھ گئے عکہ کا قصد کیا اور اسپر محاصرہ ڈال کے طبریہ کیجانب بڑھا یہاں کے باشندوں کے ساتھ بھی وہی معاملات کئے جو اہل صیدا کے ساتھ کئے تھے۔ بعدہٗ دمشق کی طرف لوٹ کھڑا ہوا عزیز نے اسکی بابت اپنے وزیر یعقوب بن کلس سے مشورہ کیا یعقوب نے یہ رائے دی کہ اسکے مقابلہ پر جوہر کاتب بھیجا جائے۔ عزیز نے اس رائے کے مطابق فوجیں آراستہ کرکے جوہر کو افتکین کے

روک تھام کرنے کو روانہ کیا۔ اس اثناء میں افتکین دمشق پہنچ گیا تھا اُسکو اسکی خبر لگی تو اس نے اہل دمشق کو مجتمع کرکے کہا "تم لوگ خوب جانتے ہو کہ میں نے تمہاری رضامندی سے تم پر حکومت کی اور تمہاری استدعا پر ایسے بڑے ذمہ داری کے کام کو اپنے ہاتھ میں لیا' اب چونکہ عزیز والی مصر و افریقہ کا مقابلہ ہے میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم لوگ کسی مصیبت میں مبتلا ہو اس وجہ سے میں تم لوگوں سے علیحدہ ہوا چاہتا ہوں" اہل دمشق یہ سن کے متحد الکلمہ ہو کے بولے "ہم لوگ آپ سے جدا نہوں گے اور جان و مال کو آپ پر تصدق کر دیں گے" افتکین نے اس عہد اقرار پر ان لوگوں سے قسم لی اور جوہر کے مقابلہ کرنے پر تل گیا۔ ماہ ذلیقعدہ ۳۶۵ھ کو جوہر مع اپنی سپاہ کے دمشق پہونچ گیا اور نہایت حزم و احتیاط سے اس پر محاصرہ ڈالدیا' دو ماہ کامل محاصرہ کئے رہا، لڑائیاں ہوتی رہیں' فریقین کے ہزارہا آدمی مارے گئے' بالآخر افتکین نے طول محاصرہ سے گھبرا کے اعصم بادشاہ قرامطہ کو یہ واقعات لکھ بھیجے اور اس سے مدد طلب کی۔ چنانچہ بادشاہ قرامطہ اپنا لشکر مرتب کرکے احساء سے دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ شام اور عرب کا جم غفیر اسکے پاس آ آ کے مجتمع ہو گیا جسکی تعداد پچاس ہزار کے قریب تھی۔ جوہر نے یہ خبر پاکے دمشق کا محاصرہ اُٹھا لیا اور اس خوف سے کہ مبادا دو دشمنوں کے درمیان میں نہ آ جاؤں چلتا پھرتا نظر آیا' مگر افتکین اور بادشاہ قرامطہ نے نہایت تیزی سے طے مسافت کرکے جوہر کو رملہ میں جا کے گھیر لیا۔ اور انکا پانی بند کر دیا۔ جوہر رملہ چھوڑ کے عسقلان چلا گیا۔ افتکین اور بادشاہ قرامطہ نے عسقلان پر بھی دھاوا کر دیا اور اس پر بھی محاصرہ ڈالدیا۔ رسد و غلہ کی آمد بند ہو گئی۔ نہایت سختی سے بسر ہونے لگی جوہر نے افتکین سے مصالحت اور سازش کی بابت خط و کتابت شروع کی اور بادشاہ قرامطہ اسکو اس سے روک رہا تھا آخر کار جوہر نے ملاقات کرنیکی درخواست کی افتکین نے منظور کر لی' دونوں ایک مقام

نوٹ سلہ شہر رملہ سے تین کوس کے فاصلہ پر نہر طواحنین تھی اسی سے شہر میں پانی جاتا تھا افتکین اور بادشاہ قرامطہ نے اسی نہر پر اپنے مورچے قائم کئے تھے اور شہر میں پانی کا جانا بند کر دیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۶۱ مطبوعہ مصر

سو عود پر ملے۔ جوہر کہنے لگا "یہ قتل و خونریزی تمہاری وجہ سے ہوئی ہے تمکو برابر مصالحت کا پیام دے رہا تھا" افتکین نے جواب دیا "میں اس معاملہ میں معذور ہوں یہ سارا ساختہ پرداختہ بادشاہ قرامطہ کا ہے" اسی قسم کی دونوں میں تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی آخر میں یہ طے پایا کہ افتکین محاصرہ اٹھالے اور جوہر اپنے آقائے نامدار عزیز سے اس حسن سلوک کا معاوضہ دلوائے اس امر کے طے ہونے پر جوہر نے ایفاء وعدہ کی قسم کھائی۔ افتکین اپنے لشکر گاہ میں واپس آیا اور بادشاہ قرامطہ سے کل حالات بتلائے۔ بادشاہ قرامطہ نے افتکین کو اس پر نصیحت و فضیحت کی جوہر کی چالاکیاں اور مکاری بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ محاصرہ اٹھالینے کے بعد جوہر اپنے آقائے نامدار عزیز کے پاس جائیگا اور اس تیاری سے ہم لوگوں پر حملہ آور ہوگا کہ جسکا جواب دینا ہمارے امکان سے باہر ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے قول و اقرار سے منحرف ہوجاؤ۔ افتکین نے بادشاہ قرامطہ کی اس نصیحت پر توجہ نہ کی اور جوہر کو معہ اسکے ہمراہیوں کے مصر جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ جوہر محاصرہ سے نجات پاکے مصر کی جانب روانہ ہوا۔ عزیز کے دربار میں پہنچ کے کل واقعات عرض کئے۔ اور سمجھا بوجھا کے ان لوگوں پر فوجکشی کرنے پر ابھار دیا۔ عزیز نے جوہر کے کہنے کے مطابق فوجیں آراستہ کر کے چڑھائی کردی۔ مقدمۃ الجیش پر جوہر تھا۔ افتکین اور بادشاہ قرامطہ یہ خبر پاکے رملہ چلے آئے تھے اور فراہمی لشکر کی فکریں کرنے لگے اس عرصہ میں عزیز نے محرم ۳۶۷ھ میں پہونچکر رملہ کے باہر مورچے قائم کئے اور افتکین سے کہلا بھیجا کہ تم میری اطاعت قبول کرلو میں تمکو اپنے لشکر کا سردار مقرر کردونگا، جاگیریں دونگا، جس ملک کو پسند کروگے اسکی حکومت عطا کردوں گا۔ اور اس امور کے طے کرنے کو مجھ سے آکر ملجاؤ" افتکین صف لشکر سے نکل کر پیادہ پا دونوں لشکروں کے درمیان میں آکے کھڑا ہوا اور عزیز کے قاصد سے کہا "تم جاکر امیر المومنین سے بہ ادب تمام میرا یہ پیام کہدو کہ اگر چند ساعت پیشتر یہ پیام مجھے ملجاتا تو مجھے اسکی تعمیل میں عذر نہ تھا مگر اب یہ ناممکن ہے"۔ قاصد افتکین سے رخصت ہوکر عزیز کے لشکر کی جانب روانہ ہوا اور افتکین نے عزیز کے میسرہ پر حملہ کردیا۔ اس حملہ میں عزیز کے میسرہ کو ہزیمت

ہوئی ایک گروہ کثیر کام آیا۔ عزیز نے اس امر کا احساس کرکے اپنے میمنہ کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور خود بھی حملہ آور ہوا۔ افتکین اور شاہ قرامطہ کو ہزیمت ہوئی مغربی فوجوں نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں تقریباً بیس ہزار فوج منہزم گروہ کی کھیت رہی۔

کامیابی کے بعد عزیز اپنے خیمہ میں واپس آیا، فتحمند گروہ نے قیدیان جنگ کو پیش کرنا شروع کیا۔ جو شخص قیدی پیش کرتا تھا اسکو خلعت دیجاتی تھی۔ عزیز نے منادی کرادی کہ جو شخص افتکین کو گرفتار کرلائے گا اسکو ایک لاکھ دینار دیئے جائینگے۔ اتفاق سے مفرج بن دغفل طائی سے اور افتکین سے ملاقات ہوگئی، افتکین نے پیاس کی شکایت کی مفرج نے اسکو پانی پلایا اپنے جائے قیام میں ٹھہرا کے عزیز کے پاس گیا اور اسکو افتکین کا پتہ بتلاکے ایک لاکھ دینار وصول کرلئے پس جسوقت افتکین عزیز کے روبرو پیش کیا گیا چونکہ عزیز کو اسکے مارے جانے کا یقین کامل ہوچکا تھا اسوجہ سے بیحد مسرت ہوئی اور کمال توقیر سے افتکین کے لئے خیمہ نصب کرایا۔ جو کچھ مال و اسباب اس کا لوٹ لیا گیا تھا وہ سب کا سب واپس کرادیا اور معہ اسکے مراجعت کرکے مصر آیا اپنے خاص مصاحبت کا اعزاز عنایت کیا۔ حجابت کے عہدہ سے ممتاز فرمایا۔

بعد اسکے ایک شخص کو اعصم قرمطی بادشاہ قرامطہ کو بھی واپس لانیکی غرض سے مامور کیا۔ چنانچہ اس شخص نے اعصم قرمطی سے طبریہ میں جاکے ملاقات کی اور اس سے عزیز کے پاس مصر چلنے کو کہا، اعصم نے مصر جانے سے انکار کیا۔ اس شخص نے عزیز کو اس واقعہ سے مطلع کیا، عزیز نے بیس ہزار دینار اعصم کو بھیجے اور اسیقدر ہر سال دینے کا وعدہ کیا مگر اعصم اس پر مصر نہ گیا اور اسیوقت طبریہ سے احسار چلا آیا۔

ان واقعات کے بعد افتکین کو وزیر یعقوب بن کلس نے اسوجہ سے کہ افتکین عزیز کے ناک کا بال ہو رہا تھا زہر دے دیا۔ عزیز کو اسکی خبر لگ گئی گرفتار کراکے چالیس روز تک قید میں رکھا اور پانچ لاکھ دینار جرمانہ لے کے رہا کردیا اور بدستور عہدہ وزارت پر مامور کیا۔ ماہ ذیقعدہ ۳۶۳ھ میں جوہر کاتب نے وفات پائی بجائے اسکے اسکا بیٹا حسن

مقرر کیا گیا "قائد القواد" کا مبارک لقب مرحمت ہوا۔

افتکین نے اپنے زمانہ حکومت میں قسام نامی ایک شخص کو دمشق میں اپنی نیابت پر مامور کیا تھا افتکین کے دمشق چھوڑنے کے بعد اسکا رعب داب بڑھ گیا، کچھ لوگ اسکے مطیع و تابع ہو گئے رفتہ رفتہ چند شہروں پر قابض بھی ہو گیا۔ پس جب افتکین اور قرامطہ کو ہزیمت ہوئی تو عزیز نے اپنے نامی سپہ سالار ابو محمود بن ابراہیم کو والی دمشق مقرر کر کے دمشق روانہ کیا۔ اس وقت دمشق اور اسکے قرب و جوار کے شہروں پر قسام، قابض و متصرف ہو رہا تھا۔ اور عزیز کے نام کا خطبہ پڑھ رہا تھا اسکی موجودگی میں ابو محمود کی کچھ پیش نہ گئی۔ قسام بدستور کرسی حکومت پر متمکن رہا اسی اثناء میں ابو تغلب بن حمدان والی موصل عضد الدولہ سے شکست کھا کے دمشق کی طرف آیا قسام نے اسکو اس خیال سے کہ مبادا یہ خود خواہ بحکم عزیز یا دھینگ دھینگا پن سے شہر پر قبضہ نہ جمائے دمشق میں داخل نہ ہونے دیا اس باعث سے مابین ابو تغلب اور قسام کے ناصافی پیدا ہو گئی اور نوبت جدال و قتال کی پہنچ گئی۔ بالآخر ابو تغلب طبریہ چلا گیا اسکے بعد عزیز کا لشکر بسر گروہی سپہ سالار فضل دمشق آ پہنچا۔ اور قسام پر دمشق میں محاصرہ ڈال دیا۔ مگر اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ یہ لشکر بے نیل مرام عزیز کے پاس چلا گیا تب عزیز نے ۳۶۵ھ میں ایک دوسری فوج بسر کردگی سلیمان بن جعفر بن فلاح دمشق روانہ کی۔ سلیمان نے دمشق کے باہر پڑاؤ کیا۔ قسام نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دیا انہوں نے لڑ کر سلیمان کو اس مقام سے جہاں کہ اس نے پڑاؤ کیا تھا ہٹا دیا۔

انہیں دنوں مفرج بن جراح امیر بنی طے اور کل عرب سرزمین فلسطین میں مقیم تھے۔ انکی جماعت اور نیز شوکت و شان بڑھ گئی تھی۔ قرب و جوار کے سرحدی شہروں کو قتل و غارتگری سے پامال کر رہے تھے عزیز نے ایک لشکر انکی سرکوبی کو بسر افسری اپنے سپہ سالار بلتکین ترکی کے روانہ کیا چنانچہ یہ لشکر کوچ و قیام کرتا ہوا رملہ کی جانب روانہ ہوا قبیلہ قیس کا ایک گروہ کثیر اسکے لشکر میں آملا بعد ازاں مفرج بن جراح اور بلتکین سے مڈبھیڑ ہو گئی بلتکین نے چند دستہ فوج کو پہلے

سے کمینگاہ میں بٹھا رکھا تھا، مفرج کو اس وجہ سے ہزیمت ہوئی بھاگ کر انطاکیہ پہنچا۔ والی انطاکیہ نے اسکو پناہ دے دی اس عرصہ میں بادشاہ روم نے قسطنطنیہ سے بلاد شامیہ کی جانب خروج کیا۔ مفرج کو اس سے خطرہ پیدا ہوا، بکجور خادم سیف الدولہ والی حمص کو اس واقعہ سے مطلع کر کے امداد طلب کی بکجور نے مفرج کی استدعا منظور کر لی اور کماحقہ اسکی مدد کی۔

بعد اسکے بلتکین نے دمشق کی جانب رخ کیا اور قسام سے یہ کہلا بھیجا کہ میں کسی غرض سے نہیں آیا محض اصلاح حال شہر کی وجہ سے آیا ہوا ہوں، قسام کے ساتھ جیش بن صمصامہ ہمشیرہ زادہ ابومحمود بھی دمشق ہی میں موجود تھا۔ بعد ابومحمود کے سند حکومت دمشق اسی کو مرحمت ہوئی تھی۔ بغرض قسام شہر دمشق سے نکل کے بلتکین کے پاس آیا، بلتکین نے اس کو معہ اسکے ہمراہیوں کے شہر کے باہر قیام کرنے کو کہا۔ اس سے قسام کو خطرہ پیدا ہوا اور شہر کی جانب لوٹ کھڑا ہوا اور لڑائی کی تیاری کر دی۔ خم ٹھونک ٹھونک کے دونوں حریف میدان جنگ میں آگئے اتفاق یہ کہ اس معرکہ میں قسام کے ہمراہیوں کو ہزیمت ہوئی۔ بلتکین نے اطراف شہر میں داخل ہو کے قتل و غارتگری کا بازار گرم کر دیا، مکانات میں آگ لگا دی۔ اہل شہر نے گھبرا کر بلتکین سے امن کی درخواست کرنیکی رائے قائم کی اور اسی غرض سے اسکی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ بلتکین نے ان لوگوں کو حاضری کی اجازت دے دی۔ قسام کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی سنتے ہی بدحواس ہو گیا مگر چارہ کار کچھ نہ تھا۔ اہل شہر نے بلتکین کی خدمت میں حاضر ہو کے اپنے لئے اور نیز قسام کے لئے امن حاصل کر لی۔ ہنگامہ کارزار فرو ہو گیا، خلائق اپنے اپنے مکانات میں آ آ کے آباد ہوئی بلتکین نے اپنی جانب سے خطلخ نامی ایک امیر کو شہر کی حکومت پر مامور کیا۔ چنانچہ خطلخ محرم ۳۷۶ھ میں امارت کا جھنڈا لئے ہوئے شہر میں داخل ہوا۔ اسکے دوسرے دن قسام کسی خیال سے روپوش ہو گیا، بلتکین کے ہمراہیوں نے قسام اور ان کے مصاحبوں کے مکانات لوٹ لئے قسام نے یہ خیال کر کے کہ اب جانبری دشوار ہے اپنے کو بلتکین کے دربار میں حاضر کر دیا اور معذرت کی بلتکین نے اسکی معذرت قبول کر لی اور اس کو بعزت اور

احترام مصر روانہ کر دیا عزیز نے اپنی بے نظیر فیاضی و رحم دلی سے اسکو بھی امن عنایت کی۔
بکجور جو کہ سیف الدولہ کا خادم اور اسکی جانب سے حمص کا گورنر تھا اُن دنوں جبکہ دمشق عزیزیہ اور قسام کی فوجوں کا میدان کارزار بنا ہوا تھا حمص سے عزیز کے لشکر کو رسد و غلہ بھیج رہا تھا اور اپنی اس حسن خدمت کی اطلاع عزیز کو دیتا جاتا تھا۔ بعد ان واقعات کے ۳۷۳ھ میں ابو المعالی اور بکجور میں چل گئی۔ بکجور نے عزیز سے اسکی شکایت کی، عزیز نے ابو المعالی کی گوشمالی اور اسکو حکومت دمشق دینے کا وعدہ کیا۔ اسی اثناء میں اتفاق یہ پیش آیا کہ مغربیوں نے مصر میں وزیر السلطنت ابن کلس کے خلاف بغاوت کر دی اور اُسکے قتل پر تل گئے۔ اس ہنگامہ کے فرو کرنے کی غرض سے عزیز کو دمشق سے بلتکین کے بلانے کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ عزیز نے بلتکین کو دمشق سے طلب فرمالیا اور بجائے اسکے بکجور کو دمشق کی زمام حکومت سپرد کی ماہ رجب ۳۷۳ھ میں بکجور علم حکومت لئے ہوئے دمشق میں داخل ہوا چونکہ اسکو کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ابن کلس وزیر السلطنت عزیز کو منع کر رہا تھا کہ بکجور کو حکومت دمشق نہ دیجائے اس عداوت و کینہ سے بکجور نے دمشق میں داخل ہوتے ہی ابن کلس کے آوردوں اور اس کے ہواخواہوں کو پامال کرنا شروع کیا۔ تھوڑے دنوں بعد رعایائے دمشق کو بھی ایذائیں پہونچانے لگا۔ ابن کلس کو اسکی خبر لگ گئی موقع پاکے عزیز سے اسکی شکایت جڑ دی کہ بکجور والی دمشق بڑا متمرد و سرکش ہو گیا ہے ظلم و جفا کاری اسکا شیوہ ہو رہا ہے اگر معزول نہ کیا جائے گا تو صوبہ دمشق ویران ہو جائے گا پس عزیز نے ۳۷۸ھ میں ایک لشکر عظیم بسر افسری منیر خادم کو بکجور کے ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کیا، روانگی کے بعد نزال والی طرابلس کو اسکی امداد کرنے کو لکھا بکجور نے بھی اس واقعہ سے مطلع ہو کے گرد و نواح کے عرب کو مجتمع کر لیا اور آلات حرب سے ان کو مسلح کر کے خم ٹھونک کر میدان جنگ میں آ گیا مگر پہلے ہی حملہ میں شکست کھا کے بھاگ کھڑا ہوا اودھر بکجور یہ خیال کر کے کہ مبادا نزال نہ آ جائے اہل دمشق کے لئے امان حاصل کر کے رقہ چلا گیا اور اس پر مستولی و متصرف ہو گیا۔ اُدھر منیر نے بھی دمشق میں داخل ہو کے کامیابی کے ساتھ قبضہ

حاصل کر لیا۔ استقلال و استحکام سے حکمرانی کرنے لگا۔ ابن اقوہ کے بعد بکجور نے دمشق سے رقہ میں پہنچ کے سعد الدولہ والی حلب سے حمص کی حکومت کی درخواست کی سعد الدولہ نے کسی مصلحت سے اسکو منظور نہ کیا۔ اس بنا پر بکجور نے عزیز سے سعد الدولہ پر فوج کشی کرنیکی اجازت طلب کی۔ عزیز نے بکجور کی درخواست منظور فرما کے فوجیں عنایت کیں اور نزال والی طرابلس کو اسکی کمک اور امداد کرنے کو لکھ بھیجا۔ چنانچہ بکجور نے فوجوں کو مرتب کر کے سعد الدولہ پر چڑھائی کر دی۔ سعد الدولہ نے بھی مدافعت و مقابلہ کی غرض سے فوجیں فراہم کر لیں اور حلب سے نکل کے میدان جنگ میں آ گیا۔ نزال نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی تھی کہ جس طرح سے ممکن ہو جنگ کے وقت بکجور کو دغا دیجائے۔ اسکو اس امر پر علیسی ابن نسطورس وزیر السلطنت نے ابھارا تھا جو بعد ابن کلس کے قلمدان وزارت کا مالک ہوا تھا۔ انہیں دنوں عامل انطاکیہ نے بادشاہ روم سے امداد کی درخواست کی تھی اور اس نے ایک فوج کثیر التعداد اسکی کمک پر بھیجدی تھی۔ الغرض نزال نے اپنے منصوبہ کے مطابق ان عربوں سے جو بکجور کے رکاب میں تھے معرکہ جنگ کے وقت بھاگ جانے کی بابت سازش کر لی اور ان سے اس معاملہ کے انجام ہو جانے پر بڑے بڑے وعدے کئے۔ پس جسوقت دونوں فوجوں کا مڈبھیڑ ہوا۔ بکجور کو کسی ذریعہ سے اس سازش کی خبر لگ گئی مرنے پر کمربستہ ہو کر بقصد سیف الدولہ حملہ آور ہوا اور لولو کبیر (سیف الدولہ خادم) کا ایک ہی وار سے کام تمام کر دیا۔ سیف الدولہ نے لولو کبیر کو خاک و خون پر تڑپتا ہوا دیکھ کے بکجور پر حملہ کیا۔ بکجور شکست کھا کے بعض قبائل عرب میں جا چھپا اور دو چار روز کے بعد اپنی حالت درست کر کے سیف الدولہ پر پھر حملہ آور ہوا اگر پہلے ہی حملہ میں خود بکجور کے میدان جنگ سے پاؤں اکھڑ گئے اور اثناء دار و گیر میں مارا گیا۔ سعد الدولہ نے اسکے مال و اسباب کو ضبط کر کے رقہ کی جانب کوچ کیا اور اس پر قابض و متصرف ہو گیا۔ بکجور کے لڑکوں نے عزیز کو اپنے باپ کے مارے جانے کا واقعہ لکھ بھیجا اور اس سے سعد الدولہ سے سفارش کرنے کی بابت تحریک کی چنانچہ عزیز نے سعد الدولہ کے پاس بکجور کے لڑکوں کی سفارش کا خط بذریعہ ایک قاصد کے روانہ کیا

عظیم الشان تھے۔

منجملہ ان وزراء کے بارزی تھا۔ یہ باوجود وزارت پناہ ہونے کے قاضی القضاۃ اور داعی الدعاۃ بھی تھا۔ اس سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ اسکا نام سکہ پر سکوک کیا جائے۔ اس نے اسکو نامنظور کیا اور بخیال اسکے کہ میں مجبور نہ کیا جاؤں غریب الوطنی اختیار کرلی۔ مقام تنیس میں کسی نے مار ڈالا۔

ابوسعید تستری بھی دولت علویہ کا ایک نامور وزیر تھا یہ پہلے یہودی تھا مگر عہدہ وزارت پر پہنچنے سے مسلمان ہوگیا تھا۔

جرجانی بھی اسی سلسلہ کا ایک جلیل القدر شخص تھا اسکو کسی امر کی بابت لکھنے کو منع کیا گیا تھا اسنے اسکی تعمیل نہ کی اس پر حاکم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کی قسم کھالی اور معزول کردیا۔ مگر پھر اسکے تیسرے روز عہدۂ وزارت پر بحال کردیا گیا۔ اور خلعت خوشنودی سے سرفراز و ممتاز ہوا

ابن ابی کدینہ نے تیرہ مہینے وزارت کی بعد ازاں معزول ہوکر مار ڈالا گیا۔

ابوالطاہر بن باشاد وزیر السلطنت دیندار آدمیوں سے تھا اس نے وزارت سے استعفا دے کے جامع مصر میں گوشہ گزینی اختیار کرلی۔ ایک روز رات کے وقت چھت پر سے گر کر مر گیا۔

وزیر السلطنت ابوالقاسم بن مغربی آخری وزیر تھا اسکے بعد بدر جیمالی زمانہ حکومت خلیفہ مستنصر میں سیف الدولہ کے قلمدان وزارت کا مالک ہوا۔ اسکے دور دولت میں بدر نے بہت بڑے زور وشور سے وزارت کی اور اسکے بعد بھی یہ اُسی حالت پر رہا جیسا کہ ان کے حالات کے ضمن میں بیان کیا جائیگا۔

قضاۃ کے حالات نعمان بن محمد بن منصور بن احمد بن حیون زمانہ حکومت معزلدین اللہ علوی میں قیروان کا قاضی تھا۔ جب معز مصر میں آیا تو نعمان بھی اسکے رکاب میں تھا مصر میں پہنچ کے معزلدین اللہ نے نعمان کو عہدۂ قضا مرحمت کیا تاآنکہ اس نے اسی عہدہ پر وفات پائی

بجائے اسکے اسکا بیٹا علی مامور ہوا سنہ ۳۷۴ھ میں یہ بھی مرگیا تو عزیز نے اسکے بھائی ابوعبداللہ محمد کو عہدہ قضا پر مامور کیا، خلعت دی اور اپنے ہاتھ سے اسکے گلے میں تلوار حمائل کی۔ معز نے اسکے باپ سے اسی محمد کو مصر میں عہدہ قضا دینے کا وعدہ کیا تھا سنہ ۳۸۹ھ عہد خلافت حاکم میں اس نے بھی وفات پائی یہ شخص بہت بڑا جلیل القدر، کثیر الاحسان اور عدالت و افتا میں بیحد محتاط تھا، اسکا زمانہ قضا خلائق کے لئے رحمت الٰہی کا ایک نمونہ تھا بعد اسکے اسکا چچا زاد بھائی ابوعبداللہ حسین علی بن لقمان عہد خلافت حاکم میں عہدہ قضا سے سرفراز کیا گیا بعد چندے سنہ ۳۹۴ھ میں معزول کردیا گیا اور قتل ہوکر جلا دیا گیا بعد اسکے ملک بن سعید القارقی مامور ہوا تا آنکہ سنہ ۴۰۵ھ اطراف قصور میں حاکم نے اسکو سزائے موت دی، خلیفہ حاکم کی آنکھوں میں اسکی بہت بڑی عزت تھی۔ امور سلطنت میں اسکو دخل تام تھا اور خلوت و جلوت میں یہ خلیفہ حاکم کا ہمراز و مصاحب تھا۔ ملک کے مارے جانے پر احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی العوام عہدہ قضا سے سرفراز کیا گیا یہی شخص دولت علویہ کے آخری دور تک عہدہ قضا پر رہا۔

قاضی کے متعلق دادرسی اور دعوت کی خدمت سپرد رہا کرتی تھی اور گاہے گاہے داعی الدعاۃ کا عہدہ قاضی سے لے لیا جاتا تھا اور اس خدمت پر ایک دوسرا شخص مامور ہوا کرتا، قاضی ان عہدہ داران دولت سے تھا جو جمعہ اور عیدوں میں خلیفہ کے ساتھ بوقت خطبہ دینے کے منبر پر چڑھا کرتے تھے۔

حاکم بامر اللہ کی خلافت ہم اوپر بیان کرآئے ہیں کہ عزیز نے سنہ ۳۸۱ھ میں جہاد کا اعلان کیا تھا اور رومیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے فوجیں آراستہ کرکے خروج کردیا تھا کوچ و قیام کرتا ہو بلبیس پہنچا۔ بلبیس میں پہنچ کے ایسے چند امراض میں مبتلا ہوا کہ انہیں کے صدمہ سے آخری رمضان سنہ ۳۸۶ھ میں اپنی حکومت و خلافت کے ساڑھے گیارہ سال پورے کرکے مرگیا۔ بعد اسکے اسکا بیٹا ابو علی[۱] منصور سریر خلافت پر متمکن ہوا الحاکم بامر اللہ

[۱] ابو علی منصور کی عمر بوقت تخت نشینی گیارہ سال کی تھی۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۴۳ مطبوعہ لندن۔

کا خطاب اختیار کیا۔ ارجوان خادم اسکے عہد حکومت میں بھی امور سلطنت کا منصرم اور اس پر مستولی و متغلب تھا جیسا کہ اسکے باپ عزیز کے عہد حکومت میں تھا اور ابو محمد حسن بن عمار ہر کام میں ارجوان کا ردیف و شریک تھا۔ ارجوان محلسرائے شاہی میں حاکم کے ساتھ رہتا تھا اور ابو محمد حسن امور سلطنت کی نگرانی کر رہا تھا اس نے آہستہ آہستہ کل انتظامی اور مالی صیغوں پر قبضہ کر لیا "امین الدولہ" کے لقب سے اپنے کو ملقب کیا۔ کتامہ کی بن آئی رعایا کے مال اور عزت کو اپنی خواہشات نفسانی کا شکار کرنے لگے منجوتکین کو یہ امر اور نیز ابو محمد کا ہر کام میں پیش پیش ہونا ناگوار گزرا ارجوان کو لکھ بھیجا کہ اگر تم میری موافقت کرو تو میں علم حکومت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کر دوں ارجوان کا دل ابو محمد سے تو پک ہی گیا تھا منجوتکین سے سازش کر لی۔ چنانچہ منجوتکین نے خودسری کا اظہار کر کے ایک فوج دمشق سے مصر کو روانہ کی جسکا سردار سلیمان بن جعفر بن فلاح تھا ابو محمد کو اسکی اطلاع ہوئی تو اسنے بھی مصری لشکر کو اس طوفان کے روک تھام کرنے کو روانہ کیا۔ مقام عسقلان میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا ایک سخت و خونریز جنگ کے بعد منجوتکین کو ہزیمت ہوئی دو ہزار آدمی اسکے کھیت رہے اور خود بھی اثنار دار و گیر میں گرفتار کر لیا گیا اور پابزنجیر مصر بھیج دیا گیا۔ ابو محمد نے مصلحتاً مشرقی فوجوں کو ملانے کی غرض سے منجوتکین کو رہا کر دیا اور اپنی طرف سے ملک شام پر ابو تمیم سلیمان بن فلاح کتامی کو مامور کیا اسنے طبریہ میں پہونچ کے اپنے بھائی علی کو سند حکومت عطا کر کے دمشق بھیجا اہل دمشق نے علی کی سرداری تسلیم نہ کی لڑنے پر آمادہ ہوئے۔ ابو تمیم نے اہل دمشق کے پاس اپنی سفارت بھیجی اور انکو سرکشی اور مخالفت کے عواقب امور سے ڈراتے ہوئے اپنے جاہ و جلال کی دھمکی بھی دی۔ اہل دمشق نے ڈر کر اطاعت قبول کر لی اور علی کی سرداری و حکومت تسلیم کر کے شہر پناہ کے دروازے کھولدئے۔ علی نے شہر میں داخل ہوتے ہی دُند مچادی خونریزی اور غارتگری کا بازار گرم کر دیا کسی کو قید کیا کسی کو قتل کیا۔ ابو تمیم کو اسکی خبر لگی فوراً دمشق آ پہنچا اور اہل دمشق

کو علی کے پنجۂ غضب سے نجات دیکے علی کو دمشق سے طرابلس کی حکومت پر تبدیل کر دیا اور طرابلس کے سابق حکمران جیش بن صمصامہ کو معزول۔

جیش نے معزولی کے بعد مصر کا راستہ لیا۔ تھوڑے دنوں کے سفر کے بعد مصر میں داخل ہوا ارجوان کے پاس آمد و رفت شروع کی جیش اور ارجوان نے متفق ہو کے یہ رائے قائم کی کہ ابو محمد اور کل سرداران کتامہ کو جو اسکے مصاحب و مشیر ہیں جس طرح سے ممکن ہو مملکت مصر سے نکال دینا چاہا۔ اس سازش میں شکر خادم عضد الدولہ بھی شریک تھا۔

شکر عضد الدولہ کا خادم خاص تھا بعد وفات عضد الدولہ واد بار شرف الدولہ برادر عضد الدولہ مصر چلا آیا تھا اور عزیز کے دربار میں پہنچ کے ایک قسم کا رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ اسی تعلق سے یہ ارجوان اور جیش کے ساتھ رہا کرتا تھا۔

اتفاق سے ابو محمد کو اس سازش کی اطلاع ہوگئی۔ اسنے بھی ارجوان وغیرہم اپنے مخالفین کے زیر کرنے کی تدبیریں شروع کر دیں۔ جاسوسوں نے ارجوان تک یہ خبر پہنچادی پھر کیا تھا دونوں فریق میں فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہوگئی مشرقی اور مغربی فوجوں نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں۔ کشت و خون شروع ہو گیا۔ اس معرکہ میں مغربیوں کو ہزیمت ہوئی۔ ابو محمد بخوف جاں روپوش ہو گیا۔ ارجوان نے حاکم کی خدمت میں حاضر ہو کے کل واقعات عرض کئے اور اسکو سریر خلافت پر جلوہ افروز کر کے اسکی خلافت و حکومت کی دوبارہ بیعت لی۔

تجدید بیعت کے بعد۔ ارجوان نے سپہ سالاران دمشق کو ابو تمیم کی گرفتاری کی بابت ایک خفیہ تحریر بھیجدی کسی کو کانوں کان خبر نہوئی سپہ سالاران دمشق اور اہل شہر نے دفعتہً یورش کر کے ابو تمیم کے گھر بار اور خزانہ کو لوٹ لیا۔ کتامہ کی خونریزی شروع ہوگئی۔ فتنہ و فساد کا دروازہ کھل گیا ایک مدت تک دمشق میں اس فساد کی آگ مشتعل رہی عوام الناس اور بازاری امور سلطنت پر مستولی ہو گئے۔

بعد اسکے ارجوان نے ابو محمد کی تقصیر معاف کر دی دربار شاہی میں حاضر ہونے کی اجازت

دی اور اسکی تنخواہ مقرر کر کے بدستور قدیم مکان میں قیام کرنے کا حکم دیا۔

انھیں واقعات کے اثنا میں اہل شام میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ اہل صوبہ باغی ہو گئے ایک ملاح قلاقہ نامی کو اپنا امیر بنا لیا۔ مفرج بن دغفل بن جراح نے بھی علم خلافت کی اطاعت سے انحراف کر کے خود سری اختیار کر لی۔ رملہ میں پہونچ کے قتل و غارتگری شروع کر دی۔ دوقس بادشاہ روم بھی جو ایسے مواقع کا منتظر اور حکومت اسلامیہ کا قدیمی رقیب تھا قلعہ افامیہ پر چڑھ آیا اور اسکا محاصرہ کر لیا۔ ارجوان نے ان واقعات سے مطلع ہو کے ایک عظیم فوج کو بسر افسری جیش بن صمصامہ رملہ کی جانب روانہ کیا اور دوسری فوج کو بسر کردگی ابو عبداللہ حسین بن ناصر الدولہ بن حمدون صور کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابو عبداللہ نے صور کے قریب پہنچ کے بری اور بحری لڑائی شروع کر دی۔ قلاقہ نے بادشاہ روم سے امداد طلب کی بادشاہ روم نے ایک بیڑہ جنگی کشتیوں کا قلاقہ کی کمک پر بھیجدیا بہت بڑی خونریزی کے بعد اسلامی بیڑہ کو فتحیابی نصیب ہوئی۔ رومی شکست کھا کے بھاگ گئے اہل صوبہ نے بمجبوری گردن اطاعت جھکا دی ابو عبداللہ نے صور پر قبضہ کر کے قلاقہ کو گرفتار کر لیا اور پابزنجیر ایک دستہ فوج کی حراست میں مصر روانہ کر دیا۔ مصر میں پہنچنے کے بعد قلاقہ کی کھال کھینچ لی گئی اور صلیب پر چڑھا دیا گیا۔

جیش بن صمصامہ مفرج بن دغفل کی سرکوبی کو رملہ بھیجا گیا تھا مفرج یہ خبر پاکے جیش کے مقابلہ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ جیش کوچ و قیام کرتا ہوا دمشق پہونچا۔ اہل دمشق ملنے کو آئے جیش بعزت و احترام ان لوگوں سے ملا ان کے ساتھ احسانات کئے۔ انکے تکالیف رفع کیں اور پھر وہاں سے افامیہ کی جانب کوچ کیا جہاں پر کہ دوقس بادشاہ روم معہ اپنے لشکر کے پڑاؤ کئے ہوئے تھا اور بلاد اسلامیہ کو پامال کر رہا تھا۔ افامیہ پر عساکر اسلامیہ اور رومی لشکر سے صف آرائی ہو۔ اولاً جیش اور اسکے ہمراہی شکست کھا کے بھاگ گئے صرف بشارت اخشیدی بن فرارہ پندرہ سو سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں ٹھہرا ہوا لڑتا رہا۔ اور دوقس بادشاہ روم اپنے جھنڈے کے نیچے معہ اپنے لڑکوں اور چند غلاموں کے کھڑا ہوا رومیوں کی قتل

و غارتگری اور مسلمانوں کی پامالی دیکھ رہا تھا اخشیدی کے ہمراہیوں میں سے ایک کردی لوہے کا لٹھ موسوم بہ خشت لئے ہوئے دوقش کی جانب چلا۔ دوقش نے یہ خیال کر کے کہ شاید یہ امن حاصل کرنے کی غرض سے آرہا ہے اپنی حفاظت نہ کی کردی نے قریب پہنچ کے دوقش پر حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں اسکو مار ڈالا۔ دوقش کے مارے جانے سے رومی لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور جیش کی فوج جو میدان جنگ سے گھونگھٹ کھا گئی تھی پھر لوٹ پڑی انطاکیہ تک قتل و قید کرتی اور ان کے مال و اسباب کو لوٹتی ہو چلی گئی۔

اس فتحیابی کے بعد جیش نے دمشق کے باہر ایک میدان میں قیام کیا کسی مصلحت سے دمشق میں نہ گیا۔ نوجوانان دمشق کے سرداروں کو جو بانی مبانی ہنگامہ کے ہوئے تھے طلب کر کے اپنی مصاحبت کا اعزاز عنایت کیا اور انہیں میں سے ایک گروہ کو اپنا حاجب بھی بنایا روزانہ ان لوگوں کے لئے نفیس نفیس کھانے پکواتا اور بکمال دریا دلی سے ان کو معہ ان لوگوں کے جو ان کے ساتھ ہوتے کھلواتا تھا۔ اسی طریقہ سے ایک زمانہ گذر گیا۔ بعد چندے ایک روز جب یہ لوگ کھانے کے کمرے میں گئے اپنے غلاموں کو اشارہ کر دیا انہوں نے دروازے بند کر کے تلواریں نیام سے کھینچ لیں اور ان لوگوں کے جان و تن کا فیصلہ کرنے لگے تقریباً تین ہزار آدمی مارے گئے۔ ان لوگوں کے مارے جانے سے جیش کے قلب کو اطمینان حاصل ہوا۔ معہ اپنی فوج کے دمشق میں گیا اور اسکا چکر لگا کے شرفاء و روساء شہر کو دربار میں حاضر ہونیکی اجازت دی۔ جب وہ لوگ دربار میں آگئے تو ان لوگوں کے روبرو نوجوانان دمشق کے سرداروں کو قتل کروایا اور انہیں شرفاء و روساء شہر کو بطور وفد کے معز کی طرف روانہ کیا۔ اس سے فتنہ و فساد کی آگ جو مدت مدید سے مشتعل ہو رہی تھی فرو ہو گئی لوگ امن و امان سے اپنے اپنے مکانوں میں رہنے لگے۔

ان واقعات کے چند دنوں بعد جیش نے بعارضہ بواسیر وفات پائی بجائے اسکے اسکا بیٹا محمود بن جیش دمشق میں حکمرانی کرنے لگا۔

جیش کی وفات سے ارجوان کے بازو کمزور پڑ گئے ، سیل بادشاہ روم سے نامہ و پیام کر کے دس برس کے لئے مصالحت کر لی اور ایک فوج برقہ اور طرابلس غرب کے مفتوح کرنے کو روانہ کی چنانچہ اس فوج نے ان دونوں مقامات کو بزور تیغ فتح کر لیا۔ اور ارجوان نے انکی حکومت پہ یانس صقلی کو متعین کیا۔

چونکہ ارجوان کو حاکم والی مصر کی مزاج میں درخور زیادہ پیدا ہو گیا تھا، سیاہ و سفید جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا اور یہ امراب حاکم کو نامطبوع و ناپسند معلوم ہونے لگا نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ ۳۸۹ھ میں حاکم نے ایک بیجا الزام لگا کے ارجوان کو سزاے موت دیدی۔

ارجوان ایک خواجہ سرا تھا اور پیدائشی مخنث تھا اسکا وزیر فہد بن ابراہیم نصرانی تھا' حاکم نے بعد قتلِ ارجوان' فہد کو اپنے قلمدان وزارت کا مالک بنایا۔ بعد چندے حسین بن عمار کو بعد ازاں حسین بن جوہر سپہ سالار افواج کو بھی قتل کر ڈالا۔ پھر یہ خبر پاکے کہ حسان بن مفرج طائی اطراف حلب میں لوٹ مار کر رہا ہے چند فوجیں بسرافسری یارختکین حلب کی طرف روانہ کیں' جسوقت یہ فوجیں غزہ سے عسقلان کی جانب بڑہیں حسان اور اسکے باپ مفرج نے دفعتہً اُن پر حملہ کر دیا۔ یارختکین اور اسکے رکاب کی فوج کو ہزیمت ہوئی۔ یارختکین کے ہمراہیوں میں سے کثیر التعداد آدمی کام آئے۔ حسان نے عسقلان کے قرب وجوار کو تخت و تاراج کیا' رملہ پر قابض ہو گیا۔ فوجی قوت بھی بڑہالی۔ اور ابو الفتوح حسن بن جعفر (علوی حسنی) امیر مکہ کو مکہ معظمہ سے طلب کر کے خلافت و امارت کی بیعت کی "اُمیر المومنین" کے لقب سے مخاطب کرنے لگا۔ پھر حاکم نے حسان اور مفرج کو بحکمت عملی نامہ و پیام بھیج کے ملا لیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ابو الفتوح کو مکہ معظمہ واپس کر دیا اور بدستور قدیم حاکم کا غاشیہ اطاعت اپنے دوش پر رکھ لیا ابو الفتوح نے بھی مکہ معظمہ میں پہنچ کے حاکم کے نام کا خطبہ پڑہا اور اس کے علم حکومت کا مطیع ہو گیا۔

حاکم نے ان لوگوں کی متحدہ قوت کے توڑنے کے بعد اپنی فوجوں کو بسرکردگی علی بن

جعفر بن فلاح شام کی جانب روانہ کیا۔ علی نے سب کے پہلے رملہ پر چڑھائی کی حسان بن مفرج مقابلہ نہ کر سکا، ہزیمت کھا کے بھاگا۔ علی نے ان شہروں پر قبضہ کر کے اسکے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور نیز اُن کل قلعات پر جو جبل شرات میں حسین کے قبضہ میں تھے قبضہ کر لیا۔ ماہ شوال ۳۹۰ھ میں قرب وجوار کے شہروں کو فتح کرتا ہوا دمشق پہونچا اور اس پر بھی کامیابی کے ساتھ قابض و متصرف ہو گیا۔ مفرج اور اسکا بیٹا حسان تقریباً دو برس تک بحالت فقر و فاقہ اِدھر اُدھر مارا پھرا تا آنکہ مفرج نے اسی حالت میں انتقال کیا۔ حسان کی رہی سہی توانائی جاتی رہی گھبرا کر حاکم والی مصر سے امن کی درخواست کی حاکم نے اسکو امن دی اور جاگیر بھی مرحمت کی۔ تھوڑے دنوں بعد حسان بطور وفد حاکم کے دربار میں حاضر ہوا حاکم نے اسکی عزت افزائی کی اور جائزہ مرحمت کیا۔

خروج ابورکوہ ابورکوہ کی نسبت یہ گمان کیا جاتا ہے کہ اسکا نام ولید تھا ہشام بن عبدالملک بن عبدالرحمٰن اموی تاجدار اندلوسیہ عظمیٰ کا بیٹا تھا جسوقت منصور بن ابی عامر اندلوسیہ عظمیٰ پر مستولی ہو گیا اور شاہزادگان بنو امیہ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کرنے لگا اُس وقت یہ ابورکوہ جسکی عمر غالباً بیس برس کی رہی ہوگی بخوف جان چھپکر قیروان بھاگ گیا اور وہیں پر چندے ٹھہرا ہوا لڑکوں کو پڑھاتا رہا بعدازاں مصر چلا آیا۔ اور حدیث کی کتاب شروع کر دی پھر یہاں سے بھی برداشتہ خاطر ہو کر مکہ و یمن ہوتا ہوا شام پہونچا اور اپنے باپ ہشام کے لڑکوں میں سے قائم کی امارت کی ترغیب دینے لگا۔

اسکی کنیت ابورکوہ اسوجہ سے ہوئی کہ یہ صوفیوں کی عادت کے مطابق کوزہ آب اپنے ہمراہ رکھتا تھا۔

شام میں تھوڑے دنوں قیام کر کے پھر اطراف مصر میں واپس آیا اور ہلال بن عامر کے بادیہ میں بنی قرہ کے پاس مقیم ہوا لڑکوں کو قرآن کی تعلیم دیتا اور لوگوں کی امامت کرتا تھا۔ اس حالت سے ایک مدت گذر گئی جب بنی قرہ سے مراسم اتحاد پیدا ہو گئے تو جو کچھ اسکے

دل میں تھا اسکو ظاہر کر کے قائم کی امارت وحکومت کی دعوت دینے لگا چونکہ حاکم بامر اللہ علوی نے ہر طبقہ کے آدمیوں پر قتل وغارت کا ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا تھا امراء وشرفاء اور روساء ملک وملت بتنگ آگئے تھے، بنی قرہ کے ایک گروہ کو بھی بوجہ انکے فتنہ وفساد کے قتل کر کے جلا دیا تھا، اسوجہ سے ان لوگوں نے ابورکوہ کے کہنے کو بسر وچشم تسلیم کیا اور اسکے مطیع ومنقاد ہو گئے، اسکے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ان سے اور لواتہ مزاتہ اور زناتہ سے جو انکے جوار میں رہتے تھے لڑائیاں ہوتی تھیں مگر ان سبھوں نے ان لڑائیوں کو بالائے طاق رکھ کے بالاتفاق ابورکوہ کے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ یہاں والی برقہ نے حاکم علوی والی مصر کو اس کی اطلاع دی، حاکم نے ان لوگوں سے تعرض کرنے کی ممانعت کر دی ابورکوہ نے ان لوگوں کو مجتمع کر کے برقہ پر چڑھائی کر دی۔ والی برقہ نے ان سے زمادہ میں صف آرائی کی۔ اتفاق یہ کہ والی برقہ کو ہزیمت ہوئی سارا مال واسباب اور آلات جنگ لوٹ لیے گئے اور اثناء دار وگیر میں خود بھی مارڈالا گیا۔ ابورکوہ نے اس کامیابی کے بعد داد دہش اور عدل گستری شروع کر دی۔

حاکم کو اس ہزیمت کی خبر لگی تو اسکے بھی ہوش درست ہو گئے اپنے سپاہیوں اور عمال کو جور تعدی قتل اور غارتگری کی ممانعت کر دی اور ایک قلیل مدت میں پانچ ہزار سواروں کو مرتب ومسلح کر کے بسرافسری ابوالفتوح فضل بن صالح سپہ سالار ابورکوہ کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ ابوالفتوح منزل بمنزل سفر کرتا ہوا ذات الحمام تک پہونچا۔ ذات الحمام اور برقہ میں دو منزل کی مسافت تھی مگر یہ مسافت نہایت دشوار گذار تھی پانی کا کہیں نام ونشان نہیں تھا، ان منزلوں میں نہ دریا تھا اور نہ نہر، کنوؤں میں بدقت تمام بہت دور پانی نکلتا تھا اور وہ بھی قلیل۔ ابورکوہ نے یہ سنکے کہ ابوالفتوح پانچہزار سواروں کی جمعیت سے آرہا ہے اپنے ایک سپہ سالار کو حکم دیا کہ دونوں منزلوں کے کنوؤں کا پانی اس قدر نکال لو کہ وہ عدم کے حکم میں ہو جائیں سپہ سالار مذکور نے اس حکم کی کمال مستعدی سے تعمیل کی بعد ازاں ابورکوہ نے جس وقت کہ حریف

حملہ آور اس دشوار گزار منزل میں آگیا مدافعت و مقابلہ کی غرض سے اپنی فوج کو مرتب کیا اور اس میدان میں آپہونچا جہاں کہ شدت تشنگی سے ابوالفتوح اور مصری فوج کا برا حال ہو رہا تھا۔ ابورکوہ کی فوج حریف مقابل سے بھڑ گئی' ابورکوہ کھڑا ہوا جنگ کا تماشہ دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ کتامہ کی ایک گروہ نے حاضر ہو کے اطاعت کی گردن جھکا دی' ابورکوہ نے امن دی اور اپنے لشکر میں داخل کر لیا۔ اس سے حاکم کا لشکر بہت بے سروسامانی سے ہزیمت اٹھا کر مصر کی جانب بھاگا ہزاروں کا کام تمام ہو گیا۔ ابورکوہ مظفر و منصور برقہ واپس آیا متعدد فوجیں شبخون مارنے اور غارتگری کرنے کو صعید اور سرزمین مصر کی جانب روانہ کیں۔ حاکم کو اس واقعہ سے بیحد صدمہ ہوا خود کردہ پر پچھتایا' ادھر اس نے فوجیں آراستہ کر کے علی بن فلاح کو امیر بنا کے ابورکوہ کے سر کرنے کو بھیجا' اُدھر اہل مصر نے درپردہ ابورکوہ کو لکھ بھیجا کہ ہم لوگ حاکم کے جور و تعدی سے تنگ آ گئے ہیں' آپ مصر پر حملہ کیجئے ہم لوگ ساتھ دینے کو تیار ہیں' منجملہ ان لوگوں کے جنہوں نے اس قسم کی خط و کتابت ابورکوہ سے کی تھی حسن بن جوہر کماندر انچیف تھا' ابورکوہ اس سے مطلع ہو کے برقہ سے صعید کی جانب بڑھا۔ حاکم نے یہ خبر پا کے اپنے ممالک محروسہ کی کل فوجیں طلب کر لیں اور انکو سامان جنگ عطا کر کے ابورکوہ کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ اس فوج میں علاوہ عرب کے سولہ ہزار جنگ آور تھے فضل بن عبداللہ اسکا افسر اعلیٰ تھا۔ سب کے پہلے بنی قرہ سے صف آرائی کی نوبت آئی' بنی قرہ کو شکست ہوئی انکے سرداروں میں سے عبدالعزیز بن مصعب' رافع بن طراد اور محمد بن ابی بکر مارا گیا' بعد اسکے فضل نے اپنی حکمت عملیوں سے سرداران بنی قرہ کو ملانا شروع کیا۔ چنانچہ ماضی بن مقرب نے جو بنی قرہ کا سربر آوردہ سردار تھا فضل سے مل گیا۔ اتنے میں علی بن فلاح بھی آ گیا اسنے ایک دستہ فوج فیوم کی طرف روانہ کیا' بنی قرہ نے پسپا کر دیا۔ حاکم نے مصر سے ایک تازہ دم فوج اس ہزیمت خوردہ لشکر کی کمک کو روانہ کیا۔ ابورکوہ اس امدادی فوج کو روکنے کی غرض سے ہرمین کی جانب گیا اور اسی دن لوٹ بھی آیا' ماضی

نے فضل کو اسکی خبر کر دی اس نے بھی جنگ و مقابلہ کی غرض سے قیوم کی جانب کوچ کیا۔ اثنائے راہ میں مقام رأس برکہ پر دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا ابورکوہ کی فوج میدان جنگ سے گھونگھٹ کھائی، بنی کلاب وغیرہم فضل سے امن حاصل کر کے ابورکوہ سے علیحدہ ہو گئے علی بن فلاح تو میدان کارزار سے اپنے لشکر گاہ میں واپس آیا اور فضل، ابورکوہ کی تلاش و تعاقب میں بڑھا ماضی نے پہلے بنی قرہ کو دم پٹی دے کے ابورکوہ کی ہمراہی سے علیحدہ کر دیا بعدہ خود بھی ابورکوہ کو یہ سمجھا کے کہ تم اب نوبہ میں جا کے اپنی جان بچاؤ علیحدہ ہو گیا۔ ابورکوہ بحال پریشان نوبہ کے ایک قلعہ پر پہنچا، اہل قلعہ نے قلعہ میں داخل ہونے سے روکا، ابورکوہ نے کہا میں خلیفہ حاکم بامر اللہ کا قاصد ہوں والی قلعہ کے پاس پیام لایا ہوں" اہل قلعہ نے جواب دیا "ہم بادشاہ نوبہ سے تمہاری بابت دریافت کر لیں تو قلعہ میں آنے کی اجازت دیں" ابورکوہ یہ سنکے قلعہ کے دروازہ پر ٹھہر گیا، اہل قلعہ کو قلعہ میں داخل ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تو ابورکوہ ہے فوراً اسکو حراست میں لے لیا اور بادشاہ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔

بادشاہ نوبہ اسوقت ایک صغیر السن لڑکا تھا جو اپنے باپ کے انتقال کے بعد سریر حکومت پر متمکن ہوا تھا۔ شدہ شدہ فضل کو اسکی خبر لگ گئی فضل نے بادشاہ نوبہ کے پاس اپنی سفارت بھیجی، ابورکوہ کو اس سے طلب کیا۔ چنانچہ بادشاہ نوبہ نے ابورکوہ کو شجرہ بن مینا اپنے ایک سرحدی صوبہ دار کے پاس بھیجدیا اور یہ لکھدیا کہ اسکو حاکم بامر اللہ کے نائب کو دیدو بس شجرہ نے ابورکوہ کو فضل کے سفیر کے حوالہ کر دیا۔ فضل نے اسکو ایک علیحدہ خیمہ میں ٹھہرایا اور دوسرے دن مصر روانہ کر دیا۔ مصر پہنچنے پر حاکم نے ابورکوہ کو اونٹ پر سوار کرا کے سارے شہر میں تشہیر کرائی اور قتل کرنے کی غرض سے قاہرہ کے باہر لیجانے کا حکم دیا، ہنوز مقتل میں نہ پہنچنے پایا تھا کہ ابورکوہ کا طائر روح قفس عنصری چھوڑ کر پرواز کر گیا۔ پھر بھی سر اوتار کر اسکی نعش کو صلیب پر چڑھا یا یہ واقعات ۳۹۷ھ کے ہیں۔

حاکم نے اس حسن خدمت کے صلہ میں، فضل کی کمال عزت افزائی کی، مدارج علیا پر پہنچایا

پھر بعد چند دنوں کے کسی بات پر ناراض ہو کر قتل کر ڈالا۔

بقیہ اخبار حاکم حسن بن عمار حاکم بامر اللہ کے عہد حکومت کا ناظم و مدبر تھا حسن کتامہ کا سردار اور پشت پناہ تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ ارجوان خادم خلیفہ حاکم بامر اللہ کی ناک بال ہو رہا تھا۔ خلافت پناہ کے خادموں اور کتامیوں میں ایک مدت سے رقابت اور باہم چشمک چلی جاتی تھی ایسا اوقات یہ رنجش و کشیدگی جدال و قتال کی صورت اختیار کر لیا کرتی تھی۔ چنانچہ ۳۸۷ھ میں مغربیوں اور خادموں میں چل گئی اُدھر سے حسن سوار ہو کر آمادہ جنگ و پیکار ہوا اُدھر سے ارجوان۔ دونوں حریف میں متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر کار دونوں حریف قتل و خونریزی سے رُک گئے حسن معزول کر دیا گیا۔ ساری عزت و توقیر خاک میں رل گئی، خانہ نشین ہو گیا اور ارجوان امور سلطنت کا نظم و نسق کرنے لگا۔ کاتب بن فہر بن ابراہیم کو دادرسی کی خدمت سپرد کی گئی اور بجائے صندل کے برقہ کی حکومت یانس افسر پولیس کو مرحمت ہوئی۔ اس اثناء میں ۳۸۹ھ کا دور آ گیا اور ارجوان خادم قتل کر ڈالا گیا۔ عنان حکومت سپہ سالار عبداللہ بن حسین بن جوہر کے قبضہ اقتدار میں دی گئی۔ کاتب بن فہر بدستور سابق اپنا مفوضہ کام کرتا رہا۔

۳۹۰ھ میں منصور بن بلکتین بن زیری والی افریقہ کے دائرہ حکومت سے طرابلس نکال لیا گیا۔ عزیز کے خادموں میں سے یانس نامی ایک شخص مامور کیا گیا۔ جوں ہی یانس وارد طرابلس ہوا منصور کے گورنر عصولہ بن بکار نے زمام حکومت یانس کے سپرد کر دی اور خود معہ اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کے حاکم کی خدمت میں حاضر ہونے کو چل کھڑا ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عصولہ کے ساٹھ سے زائد لڑکے تھے پینتیس حرم (لونڈیاں) تھیں حاکم نے اس سے بعزت اور احترام ملاقات کی قیام کے لئے محل سرا خاص میں جگہ عنایت فرمائی۔ جاگیریں اور وظائف مقرر کئے پھر بعد چندے صوبہ دمشق کی سند حکومت عنایت فرما کے دمشق کی جانب روانہ کر دیا۔ مگر افسوس ہے کہ عصولہ کی زندگی کا حکومت دمشق حاصل

ہونے کے ایک برس بعد خاتمہ ہوگیا۔

۳۹۲ھ میں فلفول بن خزرون مغراوی نے حاکم والی مصر کو یہ اطلاع دی کہ طرابلس پھر منصور بن بلکتین کے دائرہ حکومت میں داخل ہوگیا ہے۔ حاکم نے ایک عظیم فوج بسرافسری یحییٰ ابن علی اندلسی طرابلس کی حمایت کو روانہ کیا۔

یحییٰ کا بھائی جعفر خلفاء عبیدیہ مصر کی طرف سے زاب کا گورنر تھا لیکن کسی وجہ سے عبیدیوں سے منحرف ہوکر بنو امیہ کے ہواخواہوں میں داخل ہوگیا تھا چنانچہ یہ اور اس کا بھائی یحییٰ اسوقت سے برابر حکمرانان بنو امیہ کی ہواخواہی کرتے چلے آتے تھے تاآنکہ منصور بن ابی عامر نے کسی الزام میں جعفر کو قتل کر ڈالا اُسوقت اسکا بھائی یحییٰ مصر میں عزیز کے پاس چلا آیا اور اسکی خدمت میں رہنے لگا پس جب حاکم بامر اللہ کا دور حکومت آیا اور فلفول کی طلاعی عرضداشت مشعر باین مضمون کہ اہل طرابلس نے منصور بن بلکتین کی اطاعت پھر قبول کر لی ہے دربار حکومت مصر میں پہونچی تو حاکم نے اسی یحییٰ کو اس مہم کا سردار بنا کے طرابلس کی جانب روانہ کیا جیسا کہ ابھی ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

بنو قرہ اور یحییٰ سے مقام برقہ میں مقابلہ ہوا۔ بنو قرہ نے یحییٰ کی جماعت کو منتشر کر دیا یحییٰ نے بمجبوری مصر کی جانب مراجعت کی اور یانس نے برقہ سے طرابلس کی طرف کوچ کیا۔

عضولہ والی دمشق کے انتقال کے بعد مفلح خادم مامور کیا گیا مفلح کے بعد علی بن فلاح نے زمام حکومت دمشق اپنے ہاتھ میں لی اور یانس کے بعد برقہ کی حکومت صندل اسود کو مرحمت ہوئی۔

۳۹۸ھ میں حسین ابن جوہر وزیر صیغہ جنگ کسی وجہ سے معزول کیا گیا امور سلطنت کا نظم ونسق صالح بن علی بن صالح رودباری کے سپرد ہوا حسین کی بداقبالی صرف معزولی ہی پر ختم نہیں ہوئی بلکہ اسکے تھوڑے ہی دنوں بعد قتل کر ڈالا گیا حسین کو قتل ہوئے زیادہ زمانہ نہ گذرنے پایا تھا کہ اسکا جانشین صالح بھی بار حیات سے سبکدوش کر دیا گیا بجائے اسکے کافی بن نصر بن عبدون صیغہ جنگ اور سیاسی امور کا وزیر مقرر کیا گیا۔ پھر اس سے بھی بعد چندے زمام

حکومت لے لی گئی زرعہ بن عیسیٰ بن نسطورش حکمرانی کرنے لگا مگر اسکی وزارت اور دور حکومت کو بھی استحکام حاصل نہ ہو سکا وزارت کے تھوڑے ہی دنوں بعد معزول کر دیا گیا، خانہ نشین ہو گیا تب ابو عبداللہ حسن بن طاہر وزان قلمدان وزارت کا مالک ہوا۔

ان تغیرات اور وزارت کی تبدیلیوں کا سبب یہ تھا کہ حاکم بامر اللہ ایک متلون مزاج شخص تھا ظلم وجور کی بھی عادت تھی، سخت گیر اسدرجہ تھا کہ اراکین سلطنت ہر وقت لرزاں رہتے تھے جرجرانی وغیرہ کے ہاتھ کٹوائے، قتل کرایا۔ اکثر بخوف جان وآبرو شہر چھوڑ کر بھاگ گئے کچھ لوگوں نے امان کی درخواست کی۔ چنانچہ حاکم نے ان لوگوں کو امان نامہ لکھ دیا۔ قصہ کوتاہ ظلم وعدل اور خوف وامن، پابندی مذہب اور غیر پابندی مذہب میں اسکی حالتیں بدلتی رہتی تھیں، اس پر کفر کا فتویٰ دینا اسوجہ سے کہ اس نے نماز پنجگانہ کے چھوڑ دینے کا فرمان جاری کیا تھا غیر صحیح ہے کوئی صاحب عقل اسکا قائل نہیں ہو سکتا، اور بالفرض اگر اس سے اس قسم کے افعال سرزد ہوتے تو اسی وقت قتل کر ڈالا جاتا۔ ہاں اسکا مذہباً رافضی ہونا البتہ معروف ومشہور ہے مگر باوجود اسکے اس معاملہ میں بھی اسکے تلون مزاجی کی وہی کیفیت تھی کبھی تراویح پڑھنے کی اجازت دیتا تھا، گاہے قطعی ممانعت کر دیتا تھا، علم نجوم میں اسکو دخل تام تھا اور اسکے احکام وتاثیرات کو بھی دل سے مانتا تھا، اسکی نسبت یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اسنے عورتوں کو بازاروں میں نکلنے کی ممانعت کر دی تھی۔ ایک مرتبہ اس سے شکایت کی گئی کہ روافض نے اہل سنت جماعت سے نماز تراویح اور نماز جنازہ پڑھنے کی حالت میں تعرض کیا اور ان پر پتھر برسائے۔ اسنے اسیوقت ایک فرمان لکھوایا جو آئندہ جمعہ کو جامع مصر کے منبر پر پڑھا گیا وہو ہذا:—

اما بعد فان امیر المومنین یتلو علیکم اٰیۃ من کتاب اللہ المبین لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ	اما بعد امیر المومنین تمہارے روبرو اللہ تعالیٰ کی روشن کتاب (قرآن) کی آیت تلاوت کرتے ہیں۔ دین کی بابت زبردستی نہیں ہدایت اور گمراہی واضح ہو چکی ہے پس جو شخص کفریات سے منکر ہوا اور اللہ

فقد استمسك بالعروة الوثقى لا انفصام
لها والله سميع عليم مضى امس بمافيه
واتى اليوم بما يقتضيه معاشر المسلمين نحن
الائمة وانتم الامة انما المومنون اخوة
فاصلحوا بين اخويكم اتقوا الله لعلكم ترحمون
من شهد الشهادتين ولا يحل عراوة بين
اثنين تجمعهم هذه الاخوة عصم الله بها
من عصم وحرم لها ماحرم من كل محرم
من دم ومال ومنكح الصلاح
والاصلاح بين الناس اصلح والفساد
والافساد بين العباد يستقبح يطوى ماكان
فيما مضى فلا ينشر ويعرض عما
انقضى فلا يذكر ولا يقبل على مامر
وادبر من اجراء الامور على ما كانت
عليه فى الايام الخاليه ايام ابائنا الائمة
المهتدين سلام الله عليهم اجمعين مهديهم
بالله وقائمهم بامر الله ومنصورهم
بالله ومعزهم لدين الله وهم
اذ ذاك بالمهدية والمنصورية
واحوال القيروان تجرى فيها ظاهرة
غير خفيه ليست بمستورة عنهم

ایمان لایا تو اسنے بیشک مضبوط رسی پکڑلی ہے جو ٹوٹنے والی
نہیں ہے اور اللہ سنتا ہے اور جانتا ہے کل کا دن معہ
لواحق کے گذرگیا اور آج کا دن معہ اپنے ضروریات
کے آگیا۔ اے گروہ مسلمانان ہملوگ ائمہ ہیں
اور تم لوگ امت ہو بیشک کل مسلمان ایک دوسرے
کا بھائی ہے پس بھائیوں میں میل کرادو اور اللہ سے
ڈرتے رہو امید کیجاتی ہے کہ تم پر رحم کیا جائیگا جو شخص
توحید و رسالت کا اقرار کرے اور دو شخصوں میں نفاق
نہ ڈالے وہ سب اس اخوت اسلامی میں داخل ہیں اسکے
ذریعہ سے جسے اللہ کو بچانا ہوا بچایا اور جسکو روکنا ہوا
اسکو محرمات خون مال اور جائز عورت سے روکا صلاحیت
اور اصلاح خلق بہتر و عمدہ چیز ہے فساد اور فتنہ پردازی
خلائق نازیبا و قبیح امر ہے گذشتہ باتوں کا تذکرہ نہ کیا جائے
اور زمانہ ماضیہ سے اعراض کرکے اسکا ذکر ترک کردیا
جائے اور جو اس سے پیشتر گذرچکا اسکو پیش نظر نکرنا چاہیے
اُن امور اور واقعات سے جو زمانِ ماسبق میں گذر گئے
علی الخصوص ہمارے آباء مہتدین کے عہد حکومت کے
تذکرے اللہ تعالی کا سلام اُن سب پر ہو وہ کون ہیں
کہ مہدی باللہ قائم بامر اللہ منصور باللہ اور معز لدین اللہ
وغیرہم ہیں اور وہ سب راست پر تھے اور منصور تھے اور
قیروان کا حال ظاہر غیر پوشیدہ ہے نہ ان لوگوں سے

ولا مطوية بصوم الصائمون على
حسابهم ويفطرون ولا يعارض اهل
الرويه فيما هم عليه صائمون و
مفطرون صلوة الخمس للذين بها
جاء هم فيها يصلون وصلوة الضحى
وصلوة التراويح لا مانع لهم منها
ولا هم عنها يدفعون يخمس في التكبير
على الجنائز المخمسون ولا يمنع من التكبير
عليها المربعون يوذن بحي على خير العمل
المؤذنون ولا يؤذى بها يوذنون
لا يسب احد من السلف ولا يحتسب
على الواصف فيهم بما يوصف
والخالف فيهم بما خلف لكل
مسلم مجتهد في دينه اجتهاده والى ربه
ميعاده عنده كتابه وعليه حسابه
ليكن عباد الله على مثل هذا اعملكم منذ
اليوم لا يستعلي مسلم على مسلم بما اعتقده
ولا يعترض معترض على صاحبه فيما
اعتمده من جميع ما نصه
امير المؤمنين في سجله هذا وبعده
قوله تعالى يا ايها الذين امنوا عليكم

وہ مخفی ہے نہ سربستہ راز ہے۔ روزہ دار اپنے اپنے مذہب کے مطابق روزے رکھیں اور افطار کریں کوئی شخص کسی شخص سے خواہ روزہ دار ہو یا افطار کر رہا ہو تعرض نہ کرے نماز پنجگانہ جو مذہبا فرض ہے ہر شخص ادا کرتا رہے۔ نماز چاشت اور نماز تراویح سے انکو کوئی مانع نہو اور نہ اس سے انکو کوئی روکے۔ نماز جنازہ پر پانچ تکبیر کہنے والے پانچ تکبیریں کہیں اور چار تکبیر کہنے والے بھی چار تکبیروں کے کہنے سے منع نہ کیے جائیں موذن اذان میں حی علی خیر العمل پکاریں اور جو شخص اذان میں اسکو نہ کہے وہ ستایا نہ جاسے۔ گذشتہ اصحاب کو گالی نہ دیجائے اور نہ انکی تعریف کرنے والوں سے جیسا کہ انکی تعریف کیجاتی ہے مواخذہ کیا جائے اور اس بارہ میں جو انکا مخالف ہو وہ مخالف رہے ہر مسلمان مجتہد دینی معاملات میں اپنے اجتہاد کا ذمہ وار ہے اور اللہ تعالی کے سامنے ہکو جانا ہے اسکے پاس اسکی کتاب ہے اور اسی پر اسکا حساب مناسب ہے! اے بندگان خدا آج کے دن سے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے تم عمل درآمد کرو اور کوئی مسلمان دوسرے مسلمان پر اسکی اعتقادات میں دست اندازی نہ کرے اور نہ کوئی شخص اپنے اپنے دوست کے مذہبی خیالات سے متعرض ہو ان سب باتوں کو امیر المومنین نے اس فرمان میں

اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ	تحریر فرمایا ہے اور بعد اس کے قول اللہ تعالیٰ کا یہ ہے۔ اے ایمان والو تم اپنی ذات کا خیال رکھو جو شخص گمراہ ہو جائیگا وہ تمکو کچھ ضرر نہ پہونچائیگا جبکہ تم ہدایت ہو گئے تم سب کا اللہ تعالیٰ کی طرف مرجع ہے پس تمکو وہ آگاہ کریگا جو تم کر رہے ہو۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ فرمان ماہ رمضان المبارک سنہ ۳۹۳ھ کو لکھا گیا تھا۔

ظاہر کی تخت نشینی بعد ان واقعات کے حاکم بامر اللہ ابو علی منصور بن عزیز باللہ نزار بن معز علوی والی مصر جسکی سوانح اور عہد حکومت کے حالات ابھی تم اوپر پڑھ آئے ہو مقام برکت الجیش مصر میں مقتول پایا گیا۔ یہ اکثر شب کے وقت گدھے پر سوار ہو کر شہر کا چکر لگایا کرتا تھا اور کوہ مقطم پر ایک مکان بنا رکھا تھا اسمیں عبادت کی غرض سے تنہا جاکر رہا کرتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ روحانیت کواکب کی جذب کرنے کو وہاں جاتا تھا چنانچہ ستائیسویں شوال سنہ ۴۱۱ھ کو حسب دستور رات کے وقت اپنے گدھے پر سوار ہو کر چلا۔ دو سوار ساتھ ہو لئے۔ اس نے دونوں سواروں کو یکے بعد دیگرے واپس کر دیا اور خود غائب ہو گیا پھر لوٹ کر دو چار روز تک نہ آیا۔ اراکین دولت اسکے آنیکا انتظار کرتے رہے۔ بالآخر مظفر صقلی قاضی اور بعض مصاحبین ڈھونڈھنے کو کوہ مقطم کی طرف روانہ ہوئے۔ جوں ہی پہاڑ پر چڑھے اسکی سواری کے گدھے کو دیکھا کہ ہاتھ پاؤں کٹا ہوا مردہ پڑا ہے۔ نشان پا لیتے ہوئے آگے بڑھے تو اسکے کپڑے کو پایا جو پارہ پارہ ہو گیا تھا اور جسمیں چھریوں کے زخم کے چند نشانات موجود تھے۔ اس سے ان لوگوں نے اسکے قتل ہو جانیکا یقین کر لیا

[1] حاکم بامر اللہ مقام قاہرہ میں شب پنجشنبہ تیسویں ربیع الاول سنہ ۳۷۵ھ کو پیدا ہوا سنہ ۳۸۳ھ میں اسکی ولیعہدی کی بیعت اسکے باپ کی حالت حیات میں لیگئی سنہ ۳۸۶ھ میں بعد وفات اپنے باپ کے تخت نشین ہوا متلون طبع غیر مستقل مزاج آدمی تھا۔ اسکے واقعات عجیب وغریب ہیں۔ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۲۷ مطبوعہ مصر۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حاکم کی بہن کی نسبت حاکم کے کانوں تک یہ خبر پہونچی کہ اسکے پاس اجنبی مرد آیا جایا کرتے ہیں اس بنا پر حاکم نے اپنی بہن کو دھمکایا۔ حاکم کی بہن نے ناراض ہو کر سپہ سالاران کتامہ سے ابن دواس نامی سپہ سالار کو بلا بھیجا اور اُس سے یہ کہا "میرا بھائی بدعقیدہ ہو گیا ہے اس سبب سے مسلمانوں کے قدم ڈگے جاتے ہیں بہتر یہ ہے کہ اسکو تم مارڈالو دیکھو اگر تم اس راز کو افشا کر دو گے تو نہ ہماری جان کی خیر ہے اور نہ تمہاری جان کی اگر تم اس خدمت کو پوری طور سے انجام دیدو گے تو میں تمکو بہت بڑا عہدہ دونگی اور جاگیریں بھی عنایت کرونگی" ابن دواس تو حاکم کا مخالف ہی تھا علاوہ بریں حاکم کو مار ڈالنے سے آیندہ تمام خطرات سے اُسکو نجات ملتی تھی بے تامل حاکم کے قتل پر تیار ہو گیا چنانچہ دو شخصوں کو حاکم کے قتل کرنے کو اسکی خلوت میں بھیجا اور جب ان لوگوں نے اسکو مار ڈالا اور ارکین دولت کو اسکے مارے جانے کا یقین ہوا تو سب کے سب مجتمع ہو کے اس کی بہن بنت الملک کے پاس گئے۔ ابن دواس بھی حاضر ہوا سبھوں نے متفق ہو کے علی بن حاکم کو سریر خلافت پر متمکن کیا۔ اسوقت یہ ایک نوعمر لڑکا تھا ہنوز سن بلوغ کو نہیں پہونچا تھا غرض علی بن حاکم نے بیعت خلافت لینے کے بعد "الظاہر لاعزاز دین اللہ" کا خطاب اختیار کیا۔ تمام ممالک محروسہ میں گشتی فرامین بیعت خلافت لینے کی غرض سے روانہ کئے گئے۔

بیعت لینے کے دوسرے دن ابن دواس سپہ سالار معہ اور سپہ سالاروں کے بنت الملک ہمشیر حاکم کی خدمت میں حاضر ہوا بنت الملک نے اپنے خادم کو اشارہ کر دیا اُس نے لپک کے ابن دواس کو تلوار پر اٹھا لیا تا آنکہ انھیں سپہ سالاروں کے روبرو ابن دواس مار ڈالا گیا بنت الملک برابر کہتی جاتی تھی۔ "یہ حاکم کے خون کا بدلہ ہے" "یہ حاکم کے خون کا بدلہ ہے" کسی نے دم تک نہ مارا۔

ابن دواس کے مارے جانے اور خلیفہ ظاہر کے تخت نشین ہونے کے بعد بنت الملک امور سلطنت کی نگرانی کرنے لگی۔ چار برس تک زمام حکومت اسکے قبضہ میں رہی اسکے مرنے کے بعد خدام خلافت معتضاد اور تا فرین وزان امور مملکت کے سیاہ و سپید کرنے کے مالک ہوئے۔ قلمدان وزارت ابوالقاسم بن احمد جرجرائی کے سپرد ہوا۔ اس نے اپنے عہد وزارت میں زمام حکومت اپنے قبضہ

میں لے لی تھی کسی کی کچھ نہیں چلتی تھی۔

انہیں واقعات کے اثنار میں ملک شام میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ بنی کلاب سے صالح بن مرداس نے حلب پر قبضہ کر لیا، بنو جراح نے اسکے گرد ولواح کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا ظاہر کو اسکی اطلاع ہوئی فوجیں مرتب و آراستہ کر کے ۴۲۰ھ کو زریری والی فلسطین کو شام کی جانب روانہ کیا۔ صالح بن مرداس سے اور اس سے مقابلہ ہوا صالح اور اسکا چھوٹا لڑکا مارا گیا زریری نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور حلب کو بھی شبل الدولہ نصر بن صالح کے قبضہ سے نکال کے اسکو قتل کر ڈالا۔

قبل اس واقعہ کے جبکہ شبل الدولہ فلسطین میں تھا اس سے اور ابن جراح کے ان بن ہو گئی تھی اور متعدد لڑائیاں ہوئی تھیں انہیں لڑائیوں کے سلسلہ میں شبل الدولہ رملہ سے قیساریہ میں جاکے پناہ گزیں ہو گیا تھا۔ ابن جراح نے رملہ کو جلا کے خاک و سیاہ کر دیا اور شبخون مارنے کی غرض سے قرب و جوار میں اپنی فوج کو پھیلا دیا اس لوٹ اور غارتگری کا سیلاب بڑھتے بڑھتے عریش تک پہونچا۔ اہل بلبیس اور اہل قرافہ بخوف جان و آبرو جلاوطن ہو کر مصر چلے گئے بعد اسکے صالح بن مرداس نے عرب کو مجتمع کر کے دمشق پر چڑھائی کی ان دنوں دمشق میں ذوالقرنین ناصر الدولہ بن حسین حکومت کر رہا تھا حسان بن جراح نے یہ خبر پا کے ذوالقرنین کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔ اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ فریقین میں مصالحت ہو گئی۔ صالح بن مرداس نے دمشق سے محاصرہ اٹھا کے حلب پر فوج کشی کر دی اور اسکو شعبان کتامی کے قبضہ سے نکال لیا بعد اسکے خلیفہ ظاہر والی مصر نے مغربی فوجیں بسر افسری زریری روانہ کیں جیسا کہ تم اوپر پڑھ آئے ہو اور اس نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔

مستنصر کی خلافت پندرھویں شعبان ۴۲۷ھ کو خلیفہ الظاہر لاعزاز دین اللہ ابو الحسن علی بن حاکم علوی والی مصر نے وفات پائی، تقریباً سولہ برس خلافت کی اکتیس سال کی عمر پائی)۔

خلیفہ ظاہر کے انتقال کے بعد اسکا بیٹا ابو تمیم معدّ نے سریر خلافت پر قدم رکھا المستنصر باللہ کا خطاب اختیار کیا۔ زمام حکومت ابو القاسم علی بن احمد جرجرای وزیر السلطنت نے اپنے ہاتھ

میں لی جو سابق خلیفہ کے عہد حکومت میں بھی عہدہ وزارت سے سرفراز تھا۔

ان دنوں حکومت دمشق پر زریری مامور تھا جسکا اصلی نام انوشتکین تھا اسنے اپنے عادلانہ برتاؤ سے ملک میں امن و سکون پیدا کر دیا تھا۔ ملک کے کسی گوشہ سے بغاوت اور فتنہ و فساد کی آواز تک نہیں سنی جاتی تھی مگر وزیر السلطنت ابوالقاسم کو اس سے دلی عناد تھا اور ہمیشہ اسکی بیخکنی کی فکر میں رہا کرتا تھا' ایک مدت کے غور و فکر کے بعد زریری کے سکرٹری (ابوسعید) سے خط و کتابت شروع کی اور اسکے ذریعہ سے زریری کو علم حکومت علویہ کی مخالفت پر اُبھارنے لگا زریری نے اس مخالفت کو ناپسندیدہ تصور کرکے ابوسعید کو اپنے دربار سے نکلوا دیا اس وجہ سے مابین ابوسعید اور زریری کشیدگی اور منافرت پیدا ہوگئی' اتفاق سے انہیں ایام میں زریری کے لشکر کے چند سپاہی کسی ضرورت سے مصر آئے ہوئے تھے۔ وزیر السلطنت نے ان لوگوں کو بھی دم پٹی دے کے اپنا بنا لیا چنانچہ ان سپاہیوں نے بعد واپسی بقیہ لشکریوں کو سمجھا بوجھا کے زریری پر دفعتہً حملہ کرنے پر آمادہ و تیار کر لیا۔ زریری کو کسی ذریعہ سے اسکی خبر لگ گئی زریری نے انکی اصلاح کی کوشش کی مگر جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو دمشق کو خیر آباد کہہ کے بعلبک کی طرف چلا گیا یہ واقعہ ۴۳۳ھ کا ہے گورنر بعلبک نے زریری کو شہر میں داخل نہونے دیا تب اسنے حماۃ کی طرف قدم بڑھایا۔ والی حماۃ نے بھی اسکی حمایت نہ کی زریری کو غصہ آگیا۔ آمادہ جنگ ہوا۔ اثنار جنگ میں رسد و غلہ کی فراہمی کی غرض سے قرب و جوار کے شہروں پر غارتگری کا ہاتھ بھی صاف کرنے لگا۔ چند دنوں کے بعد فوج کی کمی محسوس ہوئی۔ کفرطاب سے اپنے ایک دوست[1] کو اپنی کمک پر بلا بھیجا۔ چنانچہ والی کفرطاب دو ہزار پیادے لئے ہوئے امداد کو آپہونچا زریری نے سعدان لوگوں کے حلب کی جانب کوچ کر دیا اور وہاں پر پہونچ کے ماہ جمادی الآخرہ سنہ مذکور میں جان بحق تسلیم کر دی۔

زریری کی وفات سے شام کے امن عامہ میں خلل و تغیر پیدا ہوگیا، قرب و جوار کے عرب باشندوں کو طمع دامنگیر ہوگئی۔ وزیر السلطنت ابوالقاسم نے انتظاماً حکومت دمشق پر حسین بن حمدان کو مامور کیا

[1] اس شخص کا نام مقلد بن منقذ کنانی تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ لیدن جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۳

اسکی آخری اور انتہائی کوشش یہ تھی کہ یہ شام کو باغیان دولت علویہ کے حملوں سے بچاتا رہا۔ مگر کامیاب نہوا، حسان بن مفرج طائی نے فلسطین کو دبا لیا، معزالدولہ بن صالح کلابی نے حلب پر فوج کشی کرکے شہر پر قبضہ کرلیا۔ باقی رہا قلعہ حلب چند دنوں تک مفتوح نہ ہوا اہل قلعہ نے دروازے بند کرلئے بارگاہ خلافت مصر سے امداد کی درخواست کی۔ جب دربار خلافت سے کوئی امداد و کمک نہ پہونچی تو اہل قلعہ نے قلعہ کو اپنے حریف معزالدولہ بن صالح کے سپرد کردیا پس اس نے قلعہ پر بھی قبضہ کرلیا۔

عرب افریقیہ میں

۴۴۳ھ میں معز بن بادیس نے ملک افریقیہ میں عبیدیوں کے علم حکومت کی مخالفت کا جھنڈا بلند کیا خلیفہ مستنصر علوی کا خطبہ و سکہ موقوف کرکے خلیفہ عباسی کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ خلیفہ مستنصر نے اس واقعہ سے مطلع ہوکے تہدید آمود خط لکھا۔ جسکا معز نے بھی جواب ترکی بہ ترکی دیا۔

اس واقعہ کے بعد مصر کی وزارت میں تبدیلی واقع ہوئی۔ ابوالقاسم وزیرالسلطنت معزول کردیا گیا بجائے اسکے حسین بن علی تازوری قلمدان وزارت کا مالک ہوا چونکہ یہ خاندان وزارت سے نہ تھا اسوجہ سے خلیفہ مستنصر نے اسکو اُن خطابات سے مخاطب نہ کیا جن خطابات سے وزرا سابق کو خطاب کیا کرتا تھا۔ اس سے پیشتر خلفاء مصر اپنے وزرار کو "عبدہ" سے مخاطب کیا کرتے تھے لیکن خلیفہ وقت نے اسکو "صنیعۃ" سے مخاطب کیا۔ تازوری کو یہ ناگوار گذرا اور پردہ خلافت علویہ کی بیخکنی کرنے لگا۔ ادھر قبائل زغبہ اور رباح بطون ہلال میں باہم مصالحت کراکے افریقیہ کی جانب روانہ کیا اور ان سے یہ عہد و پیماں کرلیا کہ جن جن ملکوں کو تم فتح کرلوگے وہ سب تمہارے مقبوضہ اور مملوکہ تصور کیئے جائینگے۔ اُدھر معز والی افریقیہ کو یہ پیام بھیجا امابعد فقد ارسلنا الیک خیولاً وحملنا علیہا رجالاً فحولاً لیقضی اللہ امراً کان مفعولا" (ہم نے تمہارے پاس مردان جنگ، زور آور کو بھیجا ہے تاکہ اللہ تعالی جو کچھ کرنے والا ہے اُسکو پورا کرے)۔

غرض عرب کا یہ گروہ کوچ و قیام کرتا ہوا برقہ کی سرزمین میں پہنچا ملک سرسبز و شاداب تھا

مگر ویران پڑا ہوا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ معز نے برقہ کے قدیم رہنے والے قبیلہ زناتہ کو جلاوطن کر دیا تھا۔ پس عرب نے برقہ میں پہنچتے ہی طرح اقامت ڈال دی اور رہنے لگے۔ رفتہ رفتہ معز تک یہ خبر پہونچی حقارت کی نگاہ سے عرب کے اس گروہ کو دیکھ کے غلاموں کی خریداری شروع کر دی تھوڑے دنوں میں تیس ہزار غلام خرید کر لئے۔ اس اثناء میں بنو رغبہ نے طرابلس پر ۴۴۶ھ میں قبضہ حاصل کر لیا۔ ہتوریاح، اثبج میں اور بنوعدی افریقہ میں قتل و غارتگری کرتے ہوئے گھس پڑے۔ سارا ملک خونریزی اور لوٹ مار سے بھر گیا۔ بعد اسکے انہیں عربوں کے امراء میں سے چند لوگ بطور وفد (ڈیپوٹیشن) معز کے دربار خلافت میں گئے۔ اس وفد کا سردار بنی مرداس کا ایک شخص یونس بن یحییٰ نامی تھا۔ معز نے اس وفد کی بڑی آؤ بھگت کی جائزے دیئے صلے مرحمت کئے اور انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا مگر اس تواضع اور مدارات نے کچھ بھی کام نہ کیا ان وفود نے اپنے ملک میں پہونچکر اپنی قوم کے ساتھ پھر وہی لوٹ مار کرنے لگے جیسا کہ اس سے پیشتر کر رہے تھے اسوقت افریقہ مصیبتوں اور طرح طرح کی بلاؤں کا مورد بنا ہوا تھا۔ ایسی خونریزی ایسی غارتگری افریقہ میں کبھی نہ دیکھی گئی اور نہ سنی گئی مجبوری معز نے ان لوگوں کی سرکوبی کی غرض سے فوجیں مرتب کیں صنہاجہ اور سوڈان کے تیس ہزار جنگ آوروں کو ساتھ لیکر افریقہ کی حمایت کو نکل کھڑا ہوا اسکے مقابلہ پر عرب تین ہزار کی جمعیت سے آیا ہوا تھا۔ اتفاق یہ کہ باوجود کثرت فوج کے معز کو ہزیمت ہوئی صنہاجہ کا گروہ بےحد پامال ہوا۔ معز نے بھاگ کر قیروان میں دم لیا۔ بعد اسکے بروز عید قرباں جس وقت کہ عرب کا گروہ نماز

۱۔ یہ مقابلہ مقام حیدران میں ہوا تھا۔ ایک پہاڑ ہے جس سے بنی بوم کی مسافت پر قیروان واقع ہے۔ عرب کا گروہ ابتداءً اس ٹڈی دل لشکر کو دیکھ کے گھبرا گیا تھا۔ یونس نے اس امر کا احساس کرکے کہا آج کا دن بھاگنے کا نہیں ہے۔ عرب کے گروہ نے جواب دیا "اچھا پھر ہم ان پر کسطرح نیزہ ماریں کیونکہ یہ لشکر از سرتاپا لوہے میں غرق ہے"۔ یونس نے جواب دیا "آنکھوں میں نیزے مارو"۔ پس عرب نے وقت جنگ ایسا ہی کیا اور اسی مناسبت سے اس لڑائی کا نام یوم العین ہوا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۹ مطبوعہ لیدن۔

میں مشغول تھا معز نے پھر حملہ کیا عرب نے اس واقعہ میں بھی معز کو پسپا کر دیا۔ یہ ہزیمت پہلی ہزیمت سے بڑھی چڑھی تھی۔ پھر سہ بارہ معز نے زناتہ اور صنہاجہ کی فوجوں کو فراہم کر کے عرب پر حملہ کیا اور ناکامی کے ساتھ پسپا ہوا اس واقعہ میں اسکے لشکر کے تین ہزار آدمی کام آئے۔ عرب کا فتحمند گروہ ہزیمت خوردوں کا مصلائے قیروان تک تعاقب کرتا چلا گیا اور ہمراہیان معز ہزیمت پر ہزیمت اٹھاتے ہوئے بھاگے جاتے تھے ایک گروہ کثیر منہزم گروہ کا مارا گیا معز نے اپنے سپاہیوں کو رسد و غلہ کی فراہمی کی غرض سے قیروان میں داخل ہونیکی اجازت دی۔ جوں ہی معز کا لشکر قیروان میں داخل ہوا عوام الناس سے مڈبھیڑ ہو گئی اس واقعہ نے باقی ماندوں کا دارا نیارا کر دیا۔

سنہ ۴۴۶ھ میں عرب نے قیروان پر حملہ کیا معز نے اگرچہ حفاظت کا بخوبی انتظام کر لیا تھا مگر پھر بھی یونس بن یحییٰ سردار عرب نے شہر باجہ پر قبضہ کر لیا۔ معز نے گھبرا کے اہل قیروان کو مہدیہ میں جا کے قلعہ نشین ہو جانے کا حکم دیا۔ ان دنوں مہدیہ کی عنان حکومت تمیم کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ تمیم معز کا بیٹا تھا سنہ ۴۴۵ھ میں معز نے اسکو مہدیہ کی حکومت پر متعین کیا تھا سنہ ۴۴۹ھ میں معز بھی عرب کی روزانہ چھیڑ چھاڑ سے تنگ آ کے قیروان سے مہدیہ چلا گیا۔ عرب کی بن آئی غارتگری شروع کر دی۔ قیروان اور اسکے قرب و جوار کے کل شہروں اور قلعوں کو آزادی کے ساتھ تاخت تاراج کیا جیسا کہ آئندہ انکے حالات کے ضمن میں بیان کیا جائیگا۔

بعد اسکے دار الخلافت بغداد میں بساسیری (بنی بویہ کا ایک غلام تھا) کی سازش سے بزمانہ انقراض حکومت بنی بویہ و مغلوبیت سلاطین سلجوقیہ خلیفہ مستنصر علوی مصری کے نام کا خطبہ پڑھا گیا جیسا کہ ہم اونکے حالات میں بیان کرنے والے ہیں۔

قتل ناصر الدولہ خلیفہ مستنصر کی ماں اگرچہ عورت تھی مگر امور سلطنت میں اسکی حکومت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا وزارت کی تبدیلی اور تقرری اسی کے قبضہ میں تھی وزراء دولت متغلب اور متصرف ہونیکے لئے ترکوں کو اپنی فوج میں بھرتی کر لیا کرتے تھے لیکن یہ جس سے کشیدہ خاطر

ہو جاتی تھی اسکو اپنی جان کے لالے پڑ جاتے تھے۔ اسکے بائیں ہاتھ کا یکیں تھا کہ جس سے ناراض ہوتی اسکی نسبت خلیفہ مستنصر کو اشارہ کر دیتی تھی، خلیفہ مستنصر اسکو فوراً قتل کر ڈالتا تھا

ابتداً قلمدان وزارت ابوالفتح فلاحی کے سپرد ہوا بعد چندے مادر مستنصر کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی۔ خلیفہ مستنصر نے اپنی ماں کے اشارہ سے ابوالفتح کو گرفتار کر کے قید حیات سے سبکدوش کر دیا۔ تب ابوالبرکات حسن بن محمد کو عہدۂ وزارت عطا ہوا۔ زیادہ زمانہ نگزرنے پایا تھا کہ یہ بھی معزول کیا گیا بجائے اسکے ابو محمد تازوری[1] اس عہدہ جلیلہ سے ممتاز ہوا۔ یہ بھی چند دنوں وزارت کر کے مار ڈالا گیا، بعدہ ابو عبداللہ حسین بن بابلی قلمدان وزارت کا مالک ہوا۔

دولت علویہ کے سوڈانی غلاموں میں سے ناصر الدولہ بن حمدان نامی ایک شخص تھا، کتامہ اور مصامدہ اسکی طرف مائل ہو گئے اور اسکے ہوا خواہ بن گئے، ایک روز کسی بات پر ترکوں اور بارگاہ خلافت کے غلاموں میں چل گئی۔ پچاس ہزار غلام جنگ کرنے کو مجتمع ہو گئے۔ ترکوں کی تعداد صرف چھ ہزار تھی۔ ترکوں نے خلیفہ مستنصر سے غلاموں کی شکایت کی، خلافت مآب نے کچھ خیال نہ فرمایا۔ مجبوراً ترکوں کو بھی آمادہ بجنگ ہونا پڑا مقام کوم الریش میں مقابلہ کی ٹھہری۔ ترکوں نے ایک دستہ فوج کو پہلے سے کمینگاہ میں بٹھا دیا۔ اور بقیہ کو مرتب کر کے سمنہ بسینہ لڑنے کو نکلے۔ لڑتے لڑتے پیچھے ہٹے، غلاموں نے جوش کامیابی میں تعاقب کیا، فتحیابی کے غرہ میں بڑھتے چلے آئے جسوقت غلاموں کا لشکر کمینگاہ سے آگے بڑھا ترکوں نے جنگ کی ترئی بجائی اور نقارہ پر چوب مارا غلاموں کا لشکر یہ خیال کر کے کہ یہ خلیفہ مستنصر کی فوج ہے بھاگ کھڑا ہوا۔ سیکڑوں غلام مارے گئے اور تقریباً چالیس ہزار دریا میں ڈوب گئے۔

اس واقعہ سے ترکوں کی قوت بڑھ گئی نظام حکومت کا شیرازہ درہم و برہم ہو گیا فتنہ

---

[1] تازور مقامات رملہ میں ایک گانوں کا نام ہے۔ منہ رحمہ اللہ

وفساد کے دروازے کھل گئے۔ شاہی لشکر ملک شام وغیرہ سے مجتمع ہو کے غلاموں کی کمک کو آیا اور غلاموں کے ساتھ ہو کے ترکوں کی سرکوبی کو نکلا۔ اس لشکر کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ اس وقت ترکوں کا گروہ جیزہ میں تھا چنانچہ شاہی لشکر جیزہ کی طرف بڑھا ترک بھی مقابلہ پر آئے۔ ناصر الدولہ بن حمدان ان ترکون کی سرداری کر رہا تھا۔ اس معرکہ میں بھی ترکوں کو فتح نصیب ہوئی شاہی لشکر شکست کھا کے صعید کی جانب لوٹا اور ناصر الدولہ معہ ترکوں کے مظفر ومنصور اپنے قیام گاہ میں واپس آیا۔

بعد اسکے غلاموں نے صعید میں گروہ بندی شروع کر دی اور ترکوں کا گروہ عذر خواہی کی غرض سے محلسرائے خلافت میں حاضر ہوا۔ مادر مستنصر نے محلسرا کے غلاموں کو ترکوں کے قتل کا اشارہ کر دیا غلاموں نے اس غرض کے حاصل کرنے کو ہلڑ مچایا ترک اسکو تاڑ گئے محلسرائے خلافت سے نکلکر باہر چلے آئے ناصر الدولہ بھی انکے ہمراہ تھا اراکین اور ہوا خواہان دولت سے جنگ شروع ہوگئی ترکوں نے ان کو ہزیمت دیکے اسکندریہ اور دمیاط پر قبضہ کر لیا۔ ان دونوں شہروں اور کل بلاد ریف سے خلیفہ مستنصر کی خلافت باقی رہی خطبہ وسکہ موقوف کر دیا گیا دارالخلافت بغداد میں تاجداری خلافت عباسیہ سے خط وکتابت ہونے لگی اس شورش کی وجہ سے اہل قاہرہ شہر چھوڑ چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگ نکلے خلیفہ مستنصر نے یہ رنگ دیکھ کے شہر کی اصلاح کی جانب توجہ کی قاہرہ میں آیا اور امن وامان کی منادی کرائی، مادر مستنصر نے بچاس ہزار دینار پر ناصر الدولہ سے مصالحت کر لی۔

مصالحت ہونیکی وجہ سے ناصر الدولہ کے اکثر ہمراہی اور نیز اسکی اولاد متفرق ومنتشر ہوگئی، خلیفہ مستنصر کو اپنے قدیمی کینہ کے نکالنے کا موقع ملگیا۔ ترکی سرداروں کو ملا کے دولت علویہ کے خطبہ وسکہ جاری کرانے کی تحریک کی۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ جب تک ناصر الدولہ ہم میں موجود ہے یہ امر ناممکن ہے خلیفہ مستنصر نے کہا اسی نے تو تمکو لڑا کے تباہ وبرباد کیا ہے اسکا وارا نیارا کر دو۔ سرداران ترک اس فقرہ میں آگئے۔ رات کے وقت ناصر الدولہ

کے مکان پر پہنچے آواز دی ناصر الدولہ کو چونکہ ان لوگوں سے کسی خطرہ کا اندیشہ نہ تھا باہر نکل آیا۔ ترکی سرداران تلواریں نیام سے کھینچ کے ٹوٹ پڑے تا آنکہ وہ مرگیا' سر اوتار کے اسکے بھائی کے مکان پر آئے اور اسکو بھی قتل کر کے سر اوتار لیا' دونوں بھائیوں کا سر لئے ہوئے خلیفہ مستنصر کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ واقعہ ۴۶۵ھ کا ہے۔ ناصر الدولہ کے مارے جانیکے بعد ترکوں نے الذکر نامی ایک شخص کو امیر بنایا چنانچہ یہ دولت علویہ کا انتظام اور انصرام کرنے لگا۔

بدر جمالی بدر جمالی آرمنی الاصل' دولت علویہ کا ساختہ پرداختہ اور خلیفہ مستنصر کا خادم تھا پہلے یہ والی دمشق کا حاجب مقرر کیا گیا بعد چندے دار الامارت کے سوا سارے شہر کی نظامت پر مامور ہوا۔ پھر جب والی دمشق نے وفات پائی۔ تو اس نے زمام حکومت دمشق اپنے ہاتھ میں لی تا آنکہ ابن منیر والی دمشق ہو کر دمشق میں آیا پس ابن منیر کے آنے کے بعد بدر دار الخلافت مصر چلا آیا اور ترقی کرتے کرتے عکا کا والی ہوا' بدر حد درجہ کا کفایت شعار تھا' نہایت قابلیت سے حکومت کی تھی۔ قابل حکمرانوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

جس وقت مستنصر کے ساتھ ترکوں کے جھگڑے پیدا ہوئے اور آئے دن ترکوں نے مستنصر کو تنگ کرنا شروع کیا اس وقت مستنصر نے بدر جمالی کو امور سلطنت کے انتظام و انصرام کی غرض سے دار الخلافت مصر میں طلب کیا' بدر نے رپورٹ کی کہ مجھے مصری لشکر کے زیر کرنے کی غرض سے فوج بڑھانے کی اجازت دیجائے خلافت مآب نے اجازت دے دی تب بدر نے ایک عظیم فوج ارمینیوں کی تیار و مرتب کر کے معہ دس جنگی کشتیوں کے عکا سے براہ دریا مصر کی طرف کوچ کیا' تھوڑے دنوں بعد مصر میں داخل ہوا' بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر خلافت مآب کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا' خلیفہ مستنصر نے محلسرائے خلافت کے سوا کل شہروں کی حکومت عنایت کی خلعت فاخرہ سے سرفراز فرما کے بجائے

طوق کے جواہر کا گلو بند مرحمت کیا اور والی دمشق کی طرح "السید الاجل امیر الجیوش" کا خطاب دیا علاوہ اسکے "کافل قضاۃ المسلمین" اور "داعی دعاۃ المومنین" کے خطابات بھی دیئے۔ قلمدان وزارت بھی بدر کے سپرد کیا غرض علَم اور قلَم دونوں کا مالک بنایا۔ کل امور سلطنت کے نظم و نسق کا اختیار اسکو دیا جسکو جو کچھ دربار خلافت میں عرض و معروض کرنا ہوتا اسکے ذریعہ سے کرتا۔ خلیفہ مستنصر نے ان سب امور کی بابت بدر سے عہد و پیمان کر لیا تھا۔ دعاۃ اور قضاۃ کی تقرری بھی اسی کے قبضہ میں تھی۔ یہ مذہب امامیہ کا ایک غالی اور متعصب فرد تھا۔ اس نے امور سلطنت کا نظم و نسق شروع کیا۔ اطراف و جوانب کے امراء اور بنی عقیل نے صور کو دبا لیا تھا واپس لے لیا۔ مثلاً ابن عمار نے طرابلس کو ابن معرف نے عسقلان کو۔ بعد اسکے سپہ سالاران لشکر اور اراکین دولت کی جانب متوجہ ہوا۔ ان لوگوں سے بھی وہ مال و زر جو ان لوگوں نے زمانہ طوائف الملوکی میں خلیفہ مستنصر سے لیا تھا ایک ایک کر کے وصول کر لیا۔ دمیاط پر ایک جماعت مفسدین عرب کی قابض ہو رہی تھی بدر نے انکی بھی سرکوبی کی اور دمیاط کو ان لوگوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ لواتہ کی بھی گوشمالی کی ان کے مردوں کو قتل اور عورتوں اور لڑکوں کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنایا۔ بعد ازاں جہینہ کی طرف بڑھا ...[1] ان لوگوں کے ساتھ ایک گروہ بنی جعفر کا تھا طرح العلیا میں فریقین کا ۴۶۹ھ میں مقابلہ ہوا۔ بدر نے ان کو بھی فاش شکست دے کے ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ اس مہم سے فارغ ہو کے اہواز کی جانب کوچ کیا۔ اہواز پر کنز الدولہ محمد قابض ہو رہا تھا۔ بدر نے اسکو قتل کر کے اہواز پر قبضہ کر لیا غرض نہایت قلیل مدت میں بدر نے دولت علویہ کو اندرونی اور بیرونی فسادات سے پاک و صاف کر کے ایک متمدن اور باسیاست سلطنت بنا دیا۔ رعایا کو مرفع الحال بنانے کی غرض سے تین برس خراج معاف کر دیا جس سے دولت علویہ اس عروج اور شائستگی پر ہو گئی جیسا کہ اس سے پیشتر تھی۔

نوٹ۔ [1] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔ من مترجم

شام پر ترکوں کا قبضہ سلاطین سلجوقیہ ان دنوں خراسان، عراقین اور بغداد پر متصرف و قابض ہو رہے تھے۔ اسوقت انکا بادشاہ طغرلبیک تھا۔ ایسا کوئی ملک نہ تھا جہاں ترکوں کا لشکر نہ پہنچا ہو۔ اتسز بن افق نے جو سلطان ملک شاہ سلجوقی کی فوج کا ایک نامور سردار تھا سنہ ۴۶۳ھ بلکہ سنہ ۴۶۲ھ میں شام پر حملہ کیا۔

اتسز کو شامی افسفس کے نام سے یاد کرتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ترکی نام ہے تلفظ کی وجہ سے ناموں میں بیحد تغیر ہو جاتا ہے ہکذا قال ابن الاثیر۔

اتسز نے رملہ اور بیت المقدس کو بزور تیغ فتح کر کے دمشق کا محاصرہ کیا۔ اسکے قرب وجوار کے قصبات اور دیہاتوں کو غارتگری سے تاخت و تاراج کرنے لگا۔ ان دنوں دمشق کی زمام حکومت، خلافت مصر کی طرف سے معلی بن حیدرہ کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ معلی نے نہایت حزم واحتیاط سے قلعہ بندی کی۔ اتسز نے اگرچہ لوٹ مار سے دمشق کے مضافات کو ویران وخراب کر دیا مگر دمشق مفتوح نہوا۔ سنہ ۴۶۸ھ تک دمشق حملہ آور گروہ کا تختہ مشق جنگ بنا رہا۔ طول حصار، رسد، غلہ اور امداد کی آمد و رفت مسدود ہونیکی وجہ سے اہل دمشق نے معلی کے خلاف بغاوت کر دی۔ بیچارہ معلی اپنی جان بچا کے بلیس بھاگ گیا اور وہاں سے مصر چلا گیا۔ خلیفہ مستنصر نے اسکو گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا تاآنکہ بحالت قید مر گیا۔

معلی کے چلے جانیکے بعد مصامدہ نے مجتمع ہو کے انتصار بن یحییٰ کو دمشق کی امارت کی کرسی پر متمکن کیا، وزیر الدولہ کا لقب دیا۔ مگر تھوڑے ہی دنوں بعد بوجہ گرانی اہل دمشق کی حالت نازک ہو گئی اس اثنا میں خلافت عباسیہ کا ایک نامور امیر قدس شریف سے آگیا اور اس نے محاصروں کا حوصلہ بڑھا دیا۔ اہل دمشق نے مجبور ہو کر امان طلب کی اور شہر کو محاصروں کے حوالہ کر دیا۔ فتحمند امیر نے وزیر الدولہ کو قلعہ بانیاس میں بیجا کے نظر بند رکھا اور خود مظفر و منصور ماہ ذیقعدہ میں داخل دمشق ہوا خلافت عباسیہ کا پھریرہ دمشق کے قلعہ پر اڑایا گیا جامع مسجد میں خلیفہ مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

بعد اسکے سنہ ۴۶۹ھ میں اتسز نے مصر پر فوج کشی کی بدر نے گرد و نواح کی عربی فوجوں کو فراہم کرکے اتسز کا مقابلہ کیا ایک خونریز و سخت جنگ کے بعد اتسز کو ہزیمت ہوئی اسکے اکثر ہمراہی کام آگئے اور اتسز شکست اُٹھا کے شام کی جانب لوٹا دمشق پہونچکر اہل دمشق کا شکریہ ادا کیا اور اس حسن خدمت کے صلے میں کہ اہل دمشق نے اسکے زمانہ غیر حاضری میں دمشق کی عمدہ طور سے محافظت و نگرانی کی سنہ ۴۶۹ھ کا خراج معاف کردیا اور اہل قدس نے چونکہ اسکے زمانہ عدم موجودگی میں سرکشی اور بغاوت کی تھی اسوجہ سے ان لوگوں پر محاصرہ ڈالا اور بزور تیغ قتل و غارت کرتا ہوا شہر میں گھس پڑا۔ ہزیمت یافتوں کا ایک گروہ مسجد داود علیہ السلام میں جاکے پناہ گزیں ہوا مگر ان جان باختوں کو وہاں بھی پناہ نہ ملی ہزارہا آدمی مسجد اقصی میں مارے گئے۔ اس اثنار امیر الجیوش بدر جمالی نے مصر سے ایک عظیم فوج بسرافسری سپہ سالار نصیر الدولہ دمشق کی جانب روانہ کی چنانچہ نصیر الدولہ نے دمشق پہونچ کے محاصرہ ڈالا رسد و غلہ کی آمد بند کردی آئے دن لڑائیوں سے اہل دمشق کو تنگ کرنے لگا

سلطان ملک شاہ تاجدار سلجوقیہ نے سنہ ۴۷۱ھ میں اپنے بھائی تتش کو بلاد شام کی زمام حکومت سپرد کی تھی ساتھ ہی اسکے یہ بھی ارشاد کیا تھا کہ بلاد شام کے جن جن شہروں کو تم بزور تیغ مفتوح کرلوگے وہ سب تمہارے مقبوضہ تسلیم کئے جائینگے چنانچہ تتش نے ملک شام میں پہونچ کے حلب پر فوج کشی کی۔ ترکمانوں کی ایک عظیم فوج اسکے رکاب میں تھی۔ اہل حلب کو اس محاصرہ اور حملہ سے سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ ہنوز کسی فریق کے قسمت کا آخری فیصلہ نہونے پایا تھا کہ اتسز نے دمشق سے کہلا بھیجا کہ مصری فوجوں نے دمشق کا محاصرہ کرلیا ہے رسد و غلہ کی آمد بند کردی ہے۔ اگر آپ میری مدد نکرینگے تو مجھے مجبوری شہر کو فریق مخالف کے حوالہ کردینا پڑے گا۔ تتش نے یہ پیام پاکے دمشق کی جانب کوچ کردیا۔ مصری سپہ سالار کو جو یہ خبر لگی تو وہ بھی محاصرہ اُٹھا کے ہزیمت خوردہ گروہ کی طرح چلتا پھرتا نظر آیا اتنے میں تتش کے قریب پہونچ گیا۔ اتسز اسکی آمد کی خبر سنکے اس

سے ملنے کو دمشق سے باہر آیا، تتش نے اسکو قتل کرکے شہر پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۴۷۱ھ کا ہے۔ بعد اسکے ملک شاہ کی فوج نے حلب پر بھی قبضہ حاصل کر لیا۔ اور اسی طرح آہستہ آہستہ تاجدار سلجوقیہ کل ممالک شام پر قابض و متصرف ہو گیا۔ امیر الجیوش بدر جمالی کو تاجدار سلجوقیہ کی یہ کامیابیاں شاق گزر رہی تھیں۔ گردونواح کی فوجوں کو فراہم و مرتب کرکے دمشق پر چڑھائی کی۔ ان دنوں دمشق میں تاج الدولہ تتش، سلطان ملک شاہ کا بھائی حکومت کر رہا تھا۔ اس نے مصری فوج کی آمد کی خبر پاکے نہایت حزم و احتیاط سے قلعہ بندی کر لی جس سے حملہ آور گروہ کی ایک بھی نہ چل سکی، خائب و خاسر ہو کے واپس گیا۔ پھر ۴۸۲ھ میں مصری فوج کے سپہ سالار نے ملک شام پر یلغار کیا۔ اس مرتبہ شہر صور کو قاضی عین الدولہ بن ابی عقیل کے قبضہ سے واپس لے لیا اور بعد اسکے شہر صیدا اور شہر جبیل کو بھی یکے بعد دیگرے فتح کرکے اپنی جانب سے عمال مقرر کئے۔ ۴۸۴ھ میں فرانس نے جزیرہ صقلیہ کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا اور ۴۸۶ھ میں منیر الدولہ جیوشی والی شہر صور نے علم مخالفت بلند کیا جسکو بدر جمالی نے دولت علویہ کی جانب سے صور کی ولایت پر مامور کیا تھا۔ چنانچہ بدر جمالی نے انکی سرکوبی کو ایک لشکر روانہ کیا۔ جسوقت یہ لشکر شہر صور کے قریب پہونچا اہل صور نے یہ خبر پاکے کہ شاہی لشکر منیر الدولہ باغی کی سرکوبی کو آگیا ہے شہر کے اندر بھی ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ منیر الدولہ سے کچھ بن نہ آئی گھبرا گیا۔ مصری لشکر نے بلا جدال و قتال شہر پر اہل شہر کی امداد سے قبضہ کر لیا اور منیر الدولہ کو گرفتار کرکے معہ اسکے مصاحبوں کے مصر روانہ کر دیا۔ جوں ہی یہ لوگ مصر پہونچے بارگاہ خلافت سے ان قیدیوں کے قتل کا حکم صادر ہوا، جو نہایت مستعدی اور تعجیل سے تعمیل کیا گیا۔

ان واقعات کے بعد ماہ ربیع الاول ۴۸۷ھ میں امیر الجیوش بدر جمالی نے انتقال کیا۔ اسی مرحلے

اس واقعہ کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ تتش نے حلب کے قریب پہونچ کے مصری فوج کا جب کوئی اثر و نشان نہ پایا تو اتسز کی اس حرکت سے کہ اس نے بلا ضرورت امداد طلب کی تھی ناراضگی ظاہر کی۔ اتسز نے عذرات پیش کئے جسکو تتش نے قبول نہ کیا اور اسی وقت گرفتار کرکے مار ڈالا۔ حافظ ابو القاسم ابن عساکر دمشقی نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ ۴۷۲ھ کا ہے۔ تاریخ ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۷۲ مطبوعہ لیدن

عمر کے طے کرے۔ اسکے دو خانہ زاد تھے ایک کا نام امین الدولہ لاویز تھا اور دوسرے کا نصیر الدولہ افتکین۔ بدر کے مرنے کے بعد خلیفہ مستنصر نے امین الدولہ لاویز کو بجائے بدر مقرر کرکے نیک رائے ظاہر کی۔ نصیر الدولہ کو یہ امر ناگوار گزرا فوج کو تیاری کا حکم دیکے سوار ہوگیا۔ سارے شہر میں ایک ہلڑ سا مچ گیا۔ بلوائیوں اور بازاریوں نے قصر خلافت کو جاکے گھیر لیا۔ خلیفہ مستنصر کو سخت و ناملائم کلمات سنانے لگے۔ خلیفہ مستنصر نے مجبور ہوکر اپنی رائے سابق سے رجوع کیا اور بدر کے لڑکے محمد ملک ابو القاسم کو بجائے بدر قلمدان وزارت سپرد کیا۔ اور بدر کی طرح "الافضل" کا خطاب دیا۔ محمد ملک ابو القاسم عہدہ وزارت سے ممتاز ہوکے اسی طرح طور وطریقہ سے امور سلطنت کا انصرام وانتظام کرنے لگا جیسا کہ اسکے باپ بدر کا رویہ تھا اسکی وزارت کے بعد ہی خلیفہ مستنصر نے وفات پائی۔ چونکہ ابو القاسم بن مقری عہدِ وزارت بدر میں نیابت کا کام کرتا تھا اسوجہ سے بعد انتقال محمد ملک ابو القاسم قلمدان وزارت کا بھی مالک بنایا گیا۔

مستعلی کی خلافت

خلیفہ مستنصر باللہ ابو تمیم ابو الحسن علی الظاہر لاعزاز دین اللہ علوی والی مصر وشام نے یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ ۴۸۷ھ کو جان بحق تسلیم کی ساٹھ برس اور بروایت بعض مورخین پینسٹھ سال خلافت کی۔ اسنے اپنے ابتدائے زمانہ خلافت میں بڑے بڑے مصائب اُٹھائے طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں، مال وخزانہ لٹ گیا بے سروسامانی اس حد تک پہونچ گئی تھی کہ اس کے پاس سوائے اُس ایک فرش کے جسپر کہ یہ بیٹھا کرتا تھا اور کوئی سامان واسباب باقی نہ رہگیا تھا برائے نام خلیفہ تھا اصل یہ ہے کہ اسکی معزولی میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہی کہ دفعۃً اس نے اپنے ہوش وحواس کو درست کرکے امور سیاست کی جانب توجہ کی عکا سے بدر جمالی کو بلا بھیجا اور جب بدر جمالی آگیا تو کل امور سلطنت کے سیاہ وسفید کرنے کا اسکو اختیار دیدیا۔ بدر نے تھوڑے ہی دنوں میں بدنظمیاں دفع کرکے اسکے ممالک مقبوضہ کو ایک متمدن اور مہذب ملک بنادیا اور شاہی اختیارات کو اسی پیمانہ سے برتنے لگا جیسا کہ لازم وسزاوار تھا۔

مستنصر نے اپنی وفات پر تین لڑکے چھوڑے۔ احمد، نزار اور ابو القاسم کہا جاتا ہے کہ

ستنصر نے نزار کو اپنا ولیعہد بنایا تھا چونکہ نزار اور محمد ملک ابوالقاسم وزیر السلطنت میں آن بن تھی وزیر السلطنت نے یہ خیال کرکے کہ مبادا نزار کرسی خلافت پر متمکن ہوکر کسی قسم کا مجھکو نقصان نہ پہونچائے مستنصر کی بہن کو پٹی دی کہ آپ ابوالقاسم کی خلافت کی تحریک کیجئے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ امور سلطنت ہمیشہ آپکی رائے اور ذمہ واری سے انجام پذیر ہوا کرینگے مستنصر کی بہن نے اس بنا پر قاضی اور داعی کے روبرو ابوالقاسم کی ولیعہدی کا اظہار دیا اور قسم بھی کھائی پس ارکین دولت نے ابوالقاسم کے ہاتھ پر خلافت وامارت کی بیعت کرلی "مستعلی باللہ" کے مبارک لقب سے یاد کرنے لگے۔

نزار مستعلی سے بڑا تھا اسکو یہ امر ناگوار گزرا بیعت خلافت لینے کے تیسرے دن مصر چھوڑکر اسکندریہ چلا گیا۔ نصیر الدولہ افتکین، بدر جمالی کا غلام اندنوں اسکندریہ میں حکمرانی کررہا تھا اس سے اور محمد ملک ابوالقاسم وزیر السلطنت سے بیحد بنتی تھی نصیر الدولہ یہ سنکے کہ ابوالقاسم سریر خلافت پر متمکن کیا گیا ہے باغی ہوگیا اور خلیفہ مستنصر کی ولی عہدی کے مطابق نزار کی خلافت کی بیعت کرکے "المصطفیٰ لدین اللہ" کے خطاب سے مخاطب کرنے لگا۔ دربار خلافت مصر میں اسکی خبر ہوئی، وزیر السلطنت نے ایک فوج مرتب کرکے نزار کی گوشمالی کی غرض سے کوچ کیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا اسکندریہ پہونچا اور اپنے حریف مقابل پر محاصرہ ڈالدیا۔ ایک مدت کے محاصرہ و جنگ کے بعد محصوروں نے امان حاصل کرکے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا فتحمند گروہ نے شہر میں داخل ہوکے اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا اور نزار کو کشتی پر سوار کراکے قاہرہ روانہ کردیا۔ خلیفہ مستعلی نے نزار کو پہونچتے ہی قید حیات سے سبکدوشی دیدی۔ اسکے بعد ہی وزیر السلطنت افضل معہ افتکین کے مصر واپس آیا۔ ایک روز حسب حکم خلافت مآب افتکین کو دربار خلافت میں پیش کیا۔ خلیفہ مستعلی نے اسکو بغاوت اور سرکشی پر زجر و توبیخ کی۔ افتکین نے گستاخانہ جواب دیا۔ خلیفہ مستعلی کو مخاطب کرکے کہا۔ "حضرت والا! یہ قتل و خونریزی کفارہ یمین (قسم) نہیں ہوسکتا"۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حسن بن صباح جو فرقہ اسماعیلیہ کا عراق میں ایک نامور سردار تھا

سوداگران کے لباس میں خلیفہ مستنصر کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور ملک عجم میں اسکی حکومت وخلافت کی منادی کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔ چنانچہ خلیفہ مستنصر نے اجازت دی علی سبیل تذکرہ حسن نے خلیفہ مستنصر سے دریافت کیا تھا "آپ کے بعد میرا امام کون ہوگا"؟ جواب دیا "میرا بیٹا نزار" بعد اسکے حسن ملک عجم چلا گیا اور در پردہ لوگوں میں خلیفہ مستنصر کی خلافت کی منادی کرنے لگا۔ تھوڑے دنوں بعد اسنے ہاتھ پاؤں نکالے اور وہاں کے اکثر قلعات مثل قلعہ موت وغیرہ پر قابض ومتصرف ہوگیا جیسا کہ آئندہ اسماعیلیہ فرقہ کے حالات میں بیان کرینگے۔ یہ واقعات انکے اہم اور مشہور اخبار سے ہیں یہ لوگ نزار کی امامت کے قائل ہیں۔

الغرض خلیفہ مستعلی نے جوں ہی سریر خلافت پر قدم رکھا سرحدی شہروں میں بغاوت پھوٹ نکلی کیسلہ نامی ایک شخص جو صور کا والی تھا علم خلافت سے منحرف و باغی ہوگیا۔ خلیفہ مستعلی نے ایک فوج اسکی سرکوبی کو روانہ کی۔ پس اس فوج نے صور پر پہونچ کر محاصرہ ڈالا۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی آخرکار شاہی لشکر فتحیاب ہوا اور کیسلہ کو شکست فاش اٹھانا پڑی لشکر نے اسکو گرفتار کرکے نامہ بشارت فتح کے ساتھ مصر روانہ کر دیا۔ خلافت مآب نے پہونچتے ہی کیسلہ کو قتل کر ڈالا یہ واقعہ سنہ ۴۹۱ھ کا ہے

تاج الدولہ تتش والی شام کے انتقال پر اسکے دونوں لڑکوں رضوان اور دقاق میں خانہ جنگی کا بازار گرم ہوا۔ دقاق دمشق میں رہتا تھا اور رضوان حلب میں۔ رضوان نے اپنے صوبہ میں چند دنوں تک خلیفہ مستعلی کے نام کا خطبہ پڑھا تھا۔ مگر پھر خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھنے لگا۔

عیسائیوں کا بیت المقدس پر قبضہ

بیت المقدس کی حکومت پر تاج الدولہ تتش نے امیر سقمان بن ارتق ترکمانی کو مامور کیا تھا۔ اسکے بعد ہی سنہ ۴۹۰ھ میں عیسائیوں نے ملک شام کی طرف قدم بڑھائے عیسائی کروسیڈروں کی جماعت رفتہ رفتہ قسطنطنیہ پہونچی اور اسکے خلیج کو عبور کیا۔ والی قسطنطنیہ نے اس خیال سے کہ عیسائی کروسیڈر اس کے اور امراء سلجوقیہ و ترک والیان شام کے بیچ میں پڑ جائیں عیسائی کروسیڈروں کو اپنے ملک

نے راہ دیدی چنانچہ عیسائیوں نے پہلے انطاکیہ پر پہونچ کے لڑائی کا نیزہ گاڑا اور اسکو باغیان سپہ سالار سلجوقیہ کے قبضہ سے نکال لیا' باغیان انطاکیہ کو حریف مقابل کے محاصرہ میں چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ کسی ارمنی نے اثناء راہ میں مار ڈالا اور سر اُتار کے عیسائیوں کے پاس انطاکیہ میں لے آیا۔ اس واقعہ سے لشکر شام پر عیسائیوں کے رُعب وداب کا سکہ بیٹھ گیا اور اسکے سرداروں کی آنکھوں میں آئندہ خطرات کی تصویریں پھرنے لگیں' اولاً کربوقا' والی موصل فوجیں مرتب کر کے عیسائی کروسیڈروں سے بدلہ لینے کو نکلا اور مرج وابق میں پہونچ کے پڑاؤ کیا دقاق بن تتش۔ سلیمان بن راتق' طغتکین اتابک والی حمص اور والی سنجار بھی آ آ کے کربوقا کے پاس مجتمع ہوئے۔ گردو نواح کے ترکوں اور عربوں کو مجتمع کر کے فوجیں آراستہ کیں اور انطاکیہ پر عیسائیوں کے تیرہ یوم قبضہ کرنے کے بعد انطاکیہ کے چھوڑانے کو کوچ کیا۔ عیسائیوں نے بھی ہر چہار طرف سے عیسائی مجاہدوں کو مجتمع کر لیا تھا۔ یورپ کے بڑے بڑے بادشاہ اس جنگ میں شریک تھے۔ ان سبھوں کا سردار بمیند نامی ایک عیسائی بادشاہ تھا۔ عساکر اسلامیہ اور عیسائی فوجوں سے صف آرائی کی نوبت آئی' سخت خونریزی کے بعد مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔ ہزاروں مسلمانوں کو عیسائی کروسیڈروں نے تہ تیغ کیا اور انکے لشکر گاہ پر قبضہ کر کے معرۃ النعمان کی جانب بڑھے ایک مدت تک اس پر محاصرہ ڈالے رہے بالآخر اسکے اعوان و انصار اپنی کامیابی سے ناامید ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے' تقریباً ایک لاکھ مسلمان کام آئے اور ابن منقذ نے شیرز دیگر عیسائیوں سے مصالحت کر لی بعد اس مصالحت کے عیسائیوں نے حمص کو جا گھیرا۔ جناح الدولہ نے شہر کو اپنے حریف محاصر کو سپرد کر کے صلح کر لی پھر ان عیسائیوں نے عکہ پر پہونچ کر محاصرہ ڈالا' مدتوں عکہ مفتوح نہ ہوا آخر کی اسلامی فوج مقیم عکہ کو بڑے بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا جو احاطہ تحریر و تقریر سے باہر ہے اسی پر آشوب زمانہ میں اہل مصر کو سلجوقیہ اور ترکوں کے زیر کرنے کا شوق پیدا ہوا' وزیر السلطنت افضل بن بدر جمالی فوجیں مرتب کر کے بیت المقدس کے واپس لینے کو روانہ ہوا اور سفر و قیام کرتا ہوا بیت المقدس پر پہونچ کے محاصرہ ڈالا۔ بیت المقدس میں ان دنوں سقمان

اور ایلغازی پسران ارتق اور اسکا بھتیجہ یاقوتی اور برادر چچازاد سوتج موجود تھا۔ افضل نے چالیس منجنیقیں قلعہ شکن بیت المقدس کے فتح کرنے کو نصب کرائیں تھیں۔ تقریباً چالیس روز تک محاصرہ کئے رہا بعد ازاں ۴۹۱ھ میں امان کے ساتھ مفتوح کر لیا۔ افضل نے فتحیابی کے بعد سقمان ایلغازی اور ان لوگوں کے ساتھ جو ان کے ساتھ تھے اچھے برتاؤ کئے اور ان کو چلے جانے کی اجازت دی۔ کسی قسم کی ان سے مزاحمت نہ کی پس سقمان شہر الرہا چلا گیا اور ایلغازی نے عراق کا راستہ لیا۔ ان لوگون کی روانگی کے بعد افضل نے بہ اطمینان تمام بیت المقدس پر قبضہ حاصل کر کے اپنے آتش شوق کو بجھایا اور فتحیابی کا پھریرہ لئے ہوئے مصر کی جانب واپس آیا۔

اس عارضی فتحیابی کے بعد عیسائی کروسیڈروں نے بیت المقدس کا قصد کیا، چالیس روز تک محاصرہ کئے رہے۔ قلعہ شکن منجنیقیں ہر چہار طرف نصب کیں، شہر پناہ کی دیوار منہدم کرنیکی غرض سے دو بڑے بڑے برج بنائے تھے، جس پر آتشبازی کا کوئی اثر نہیں پہونچتا تھا۔ لڑتے بھڑتے شمالی جانب سے بیت المقدس میں جبکہ سات راتیں ماہ شعبان ۴۹۲ھ کے تمام ہونے کو باقی رہگئی تھیں گھس پڑے۔ ہفتوں عام خونریزی اور کشت وخون کا ہنگامہ گرم اور جاری رہا مسلمانوں نے محراب داود علیہ السلام میں جا کے پناہ لی اور یہ سمجھکے وہاں جا چھپے تھے کہ شاید اب خونریزی اور قتل سے ہم بچ جائینگے مگر ان اجل رسیدوں کو وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ عیسائی فوجوں نے پہلے انکو امان دی اور جب انہوں نے دروازہ کھولا تو قتل کرنے لگے۔ مسجد اقصےٰ اور صخرہ میں ستر ہزار مسلمان شہید کئے گئے۔ مسجد اقصےٰ کی چالیس قندیلیں نقرئی جو تین تین ہزار اور چھ چھ سو درہم وزن میں تھیں اور ایک تنور نقرئی (جو وزن میں چالیس رطل شامی تھا) اور ایک سو پچاس قندیلیں طلائی لوٹ لیں۔ علاوہ اسکے اور مال واسباب اور قیمتی قیمتی سامان لوٹ لے گئے جو شمار سے باہر ہے۔ بقیۃ السیف جو اس عام خونریزی سے بچگئے تھے وہ بحال پریشان گریاں و نالاں بغداد پہونچے اور اُن مصائب کو بالتفصیل بیان کیا جو اسلام اور مسلمانوں پر بیت المقدس اور سرزمین شام میں قتل، غارتگری اور قید ہونے کے گزرے تھے خلافت مآب نے سربرآوردہ علماء کے ایک

گروہ کو سلطان برکیاروق اور اسکے بھائیوں محمد اور سنجر کے پاس جہاد پر جانیکی غرض سے بھیجا لیکن یادگاران سلاطین سلجوقیہ میں باہمی تزاعات اور مخالفت کی وجہ سے اسقدر قوت باقی نہ رہی تھی کہ عیسائی کروسیڈروں کے مقابلہ پر تلوار اٹھا سکتے اور بیت المقدس کو ان کے قبضہ سے نکالنے کی کوشش کرتے چارو ناچار علماء کا وفد بے نیل مرام واپس آیا۔

وزیر السلطنت افضل بن بدر جمالی امیر الجیوش نے بیت المقدس پر عیسائیوں کے قبضہ کی خبر پاکے فوجیں آراستہ کیں اور عیسائی کروسیڈروں کو بیت المقدس سے نکال باہر کرنیکے قصد سے مصر سے کوچ کیا۔ عیسائی فوجیں بھی افضل کے لشکر سے ہم نبرد ہونے کو بڑھیں اور اچانک حملہ کرکے انکو پسپا کردیا۔ مصری لشکر کا ایک گروہ متفرق و منتشر ہو کر گولروں کے گنجان باغ میں جا چھپا' عیسائیوں نے آگ لگادی۔ سب کے سب جل گئے اور جو گھبرا کر باغ سے باہر نکلا اسکو عیسائیوں نے بیدریغ قتل کرڈالا۔

اس ہوش ربا واقعہ کے بعد عیسائی فوجیں عسقلان کی طرف لوٹیں اور پہونچتے ہی محاصرہ ڈالدیا' بیس ہزار دینار بطور تاوان جنگ لے کے واپس ہوئیں

آمر کی خلافت مصر کا تاجدار خلیفہ مستعلی ابو القاسم احمد بن مستنصر باللہ علوی نصف ماہ صفر ۴۹۵ھ کو اپنی خلافت کے سات سال پورے کرکے مرگیا بجائے اسکے اسکا بیٹا ابو علی جسکی عمر اسوقت پانچ برس کی تھی سریر خلافت پر متمکن کیا گیا اور "الآمر باحکام اللہ" کا خطاب اختیار کیا۔ خلفاء علویہ میں سے کوئی شخص اس سے اور مستنصر سے کم سن زیادہ خلیفہ نہیں بنایا گیا۔ اسکی یہ حالت تھی کہ اکیلا گھوڑے پر سوار نہ ہوسکتا تھا۔

عیسائیوں اور مصریوں کا مقابلہ ۴۹۶ھ میں افضل امیر الجیوش مصریہ نے دوبارہ فوجیں آراستہ کرکے عیسائیوں سے جنگ کرنے کو شام کی جانب روانہ کیں' سعد الدولہ طواشی نامی ایک امیر جو اسکے باپ کا مملوک تھا اس مہم کا سردار بنایا گیا۔ ابن رملہ اور یافہ' عیسائی کروسیڈروں سے معرکہ آرائی ہوئی" عیسائیوں کے سردار کا نام بغد دین تھا' پہلے حملہ میں

عیسائیوں نے مصری لشکر کو ہزیمت دی۔ اثناء دار و گیر میں سعد الدولہ مارا گیا۔ عیسائیوں نے اسکے خیمہ اور لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں پر جو کچھ مال و اسباب پایا لوٹ لیا۔ افضل کو اس واقعہ کی خبر لگی تو اسنے اپنے بیٹے شرف المعالی کو فوج کا سردار مقرر کر کے روانہ کیا۔ قریب رملہ عیسائیوں سے مڈبھیڑ ہوئی شرف المعالی نے عیسائیوں کو ہزیمت دی بغدوین بخوف گرفتاری و قتل گنجان درختوں میں چھپ رہا اور جب ہنگامہ دار و گیر فرو ہو گیا تو چند عیسائی سرداروں کے ساتھ نکلکر چپکے سے رملہ چلا گیا شرف المعالی نے اس مہم کو سر کر کے رملہ پر فوج کشی کی پندرہ یوم تک محاصرہ کئے رہا آخر کار بزور تیغ اسکو مفتوح کر لیا۔ چار سو عیسائیوں کو تہ تیغ کیا اور تین سو عیسائی سرداروں کو گرفتار کر کے مصر بھیجدیا۔ مگر بغدوین اس واقعہ سے بھی بال بال بچکر یافا چلا گیا۔ اتفاق سے اسی اثناء میں عیسائی زائروں کا ایک گروہ کثیر بیت المقدس کی زیارت کو آیا ہوا تھا۔ بغدوین نے ان کو صلیبی لڑائی لڑنے کی ترغیب دی اور جب وہ آمادہ و تیار ہو گئے تو انکو مرتب و تیار کر کے عسقلان کی جانب بڑھا۔ شرف المعالی یہ خبر پا کے اپنے باپ افضل امیر الجیوش کے پاس چلا گیا اور عیسائیوں نے عسقلان پر بلا جدال و قتال قبضہ حاصل کر لیا۔

بعد اسکے شرف المعالی نے بری اور بحری فوجیں مرتب کیں۔ اپنے باپ کے نامور مملوک تاج العجم کو عظیم فوج کے ساتھ براہ خشکی عیسائیوں کے مقابلہ پر عسقلان کی طرف روانہ کیا اور بسر افسری قاضی ابن قادوس جنگی کشتیوں کا بیڑہ براہ دریا یافا کی جانب بھیجا چنانچہ تاج العجم نے عسقلان کے قریب پہونچ کے پڑاؤ کیا۔ قاضی قادوس نے تاج العجم کو کہلا بھیجا "آؤ ہم تم متفق ہو کر عیسائیوں پر حملہ کریں" تاج العجم نے انکاری جواب دیا۔ افضل امیر الجیوش کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ افضل نے اسی وقت قاضی ابن قادوس کو تاج العجم کے گرفتار کر لینے کو لکھ بھیجا اور اپنے خادموں میں سے جمال الملک کو عسقلان کی جانب روانہ کیا اور عساکر شامیہ کی سرداری بھی اسی کو مرحمت کی۔

۴۹۶ھ انہیں واقعات پر تمام ہو جاتا ہے آیندہ ۴۹۷ھ میں مصری اور عیسائیوں فوجوں میں باہم کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں ہوتی ۴۹۸ھ میں وزیر السلطنت افضل نے اپنے

دوسرے بیٹے سناء الملک حسین کو عیسائیوں کے مقابلہ پر روانہ کیا اور جمال الملک کو اسکے ساتھ جانیکا حکم دیا چنانچہ سناء الملک پانچہزار فوج کی جمعیت سے عیسائیوں سے لڑنے کو روانہ ہوا طغتکین اتابک والی دمشق سے کمک طلب کی طغتکین نے تیرہ سو سوار بھیجدیئے عسقلان اور یافا کے درمیان عساکر اسلامیہ اور عیسائی فوجوں سے مقابلہ ہوا جانبین کے ہزارہا آدمی کام آگئے بعد اسکے دونوں فریق ایک دوسرے سے خود بخود علیحدہ ہوگئے عساکر اسلامیہ نے عسقلان اور دمشق کی جانب مراجعت کی۔

۴۹۷ھ میں بکتاش بن تتش عیسائیوں سے مل گیا تھا سبب یہ تھا کہ طغتکین نے اپنے دوسرے برادرزادہ دقاق بن تتش کو حکومت کی کرسی پر بٹھانے کا قصد کیا تھا اسیوجہ سے بکتاش نے عیسائیوں سے سازش کر لی تھی اور انمیں جا ملا تھا۔

طرابلس و بیروت پر عیسائیوں کا قبضہ

طرابلس پر خلافت علویہ کی حکومت کا پھریرہ اُڑ رہا تھا۔ اسی زمانہ پُرآشوب دنوں میں عیسائیوں نے اسکا بھی محاصرہ کر رکھا تھا محصوروں کی امداد اور کمک مصری دارالخلافت سے آرہی تھی ۵۰۳ھ کے دور میں ایک بیڑہ جہازات کا براہ دریا عیسائی مقبوضات سے ساحل طرابلس پر پہونچا جسکا سردار قمص کبیر یعنی ریمند بن صنجیل تھا۔ اس بیڑہ میں غلہ رسد اور فوج کی کافی مقدار تھی سردانی ہمشیرہ زادہ صنجیل پہلے سے طرابلس پر محاصرہ ڈالے ہوئے تھا سردانی اور ریمنڈ میں ان بن ہوگئی۔ بغدوین والی بیت المقدس نے بہت جلد دونوں میں مصالحت کرادی۔ ادہران دونوں نے متفق ہوکے طرابلس پر حملہ کیا اُدھر مصر سے محصوروں کی آمد و رفت بند ہوگئی۔ عیسائیوں نے طرابلس کے شہر پناہ پر چڑھنے کی غرض سے چند برج بنائے تھے جنکو آہستہ آہستہ لڑتے ہوئے شہر پناہ کی دیوار سے جاکے ملادیا عیسائی فوجیں اسکے ذریعہ سے شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گئیں اور بزور تیغ دوسری ذی الحجہ ۵۰۳ھ کو مفتوح کرلیا بہت بڑی خونریزی ہوئی ہزارہا قید و گرفتار کرلئے گئے۔ والی طرابلس نے قبل مفتوح ہونیکے معہ اپنے چند سرداران لشکر کے امن حاصل کرلی تھی اور اس واقعہ جانکاہ سے

پہلے دمشق چلا گیا۔

اس فتحیابی کے بعد ایک دوسرا بیڑہ کشتیوں کا طرابلس کے ساحل پر پہونچا جس پر ایک سال کے خرچ کا غلہ بھرا ہوا تھا' عیسائیوں نے صور' صیدا اور بیروت کے محاصر فوجوں پر تقسیم کر دیا مختصر یہ کہ آہستہ آہستہ عیسائیوں نے کل سواحل شام پر قبضہ کر لیا۔

ہمنے ان واقعات کو دولت علویہ کے تذکرہ میں اسوجہ سے خصوصیت سے تحریر کیا ہے کہ ان مقامات پر خلافت علویہ کا قبضہ و تصرف تھا۔ بقیہ حالات کو عیسائیوں کے اخبار کے ضمن میں بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

مصریوں کا عسقلان پر قبضہ عسقلان پر علم خلافت علویہ مصر کا قبضہ تھا' شمس الخلافہ نامی ایک امیر کے قبضہ اقتدار میں اسکی عنان حکومت تھی۔ بغدوین عیسائی بادشاہ بیت المقدس نے شمس الخلافت کو ایسی پٹی دی کہ شمس الخلافت نے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور علم خلافت علویہ سے اپنے تعلقات نیاز مندی منقطع کر لئے۔ یہ خبر دربار خلافت مصر تک پہونچی' امیر الجیوش افضل نے ایک فوج مرتب کر کے عسقلان کی جانب روانہ کی اور امیر لشکر کو یہ ہدایت کر دی کہ جس وقت شمس الخلافہ لشکر میں آئے فوراً گرفتار کر لینا کسی ذریعہ سے شمس الخلافت کو اسکی اطلاع ہو گئی کھلم کھلا مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اور جسقدر اہل مصر اسکے شہر میں تھے سبھوں کو نکال دیا۔ وزیر السلطنت امیر الجیوش افضل نے بہ نظر تالیف قلوب شمس الخلافت کو نہایت نرمی کا خط لکھا اور اُسکو اسکے عہدہ پر بحال رکھنے کا اظہار کیا مگر شمس الخلافت کا دل وزیر السلطنت کی طرف سے صاف نہوا ساتھ ہی اسکے اہل عسقلان کی جانب سے بھی مشکوک ہو گیا اسوجہ سے اپنی فوج میں ارمینیوں کو کثرت سے داخل کر لیا' اہل عسقلان کو اس سے کشیدگی و منافرت پیدا ہو گئی۔ سبھوں نے متفق ہو کر حملہ کر دیا' گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اور خلیفہ آمر باحکام اللہ اور وزیر السلطنت افضل کے دربار میں اس واقعہ کی اطلاع

[1] یہ واقعہ سنہ ۵۰۴ھ کا ہے تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ مطبوعہ لیدن۔

کر دی خلیفہ آمر نے دار الخلافت مصر سے ایک شخص کو امیر مقرر کر کے عسقلان روانہ کیا۔ اس امیر نے عسقلان میں پہونچ کے اہل عسقلان کے ساتھ نہایت رحم وانصاف کے برتاؤ کئے شورش وبغاوت جسقدر تھی فرو ہوگئی۔ نظام حکومت درست ہو گیا۔

عیسائیوں کا صور پر حملہ

بعد اس واقعہ کے بغدوین عیسائی بادشاہ بیت المقدس نے شہر صور پر حملہ کیا۔ صور بھی خلافت علویہ مصریہ کے مقبوضات سے تھا۔ عز الملک الاعز نامی ایک امیر اس شہر کا والی تھا آرمینیو کا لشکر اسکی محافظت کر رہا تھا۔ عیسائیوں نے اس شہر پر ہر چہار طرف سے محاصرہ ڈال کے لڑائی شروع کر دی۔ اہل صور نے طغتکین اتابک والی دمشق سے امداد کی درخواست کی چنانچہ طغتکین اتابک مع اپنے فوج کے اہل صور کی کمک پر آیا۔ مدتوں حصار اور لڑائی کا سلسلہ جاری اور قائم رہا اتنے میں تیاری فصل کا زمانہ آگیا۔ عیسائی بادشاہ اس خوف سے کہ طغتکین والی دمشق عیسائی مقبوضات کے تیار شدہ فصل کو لوٹ نہ لے محاصرہ اٹھا کے عکہ چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اہل صور کو اسکے شر سے یوں بچالیا۔

پھر ماہ ذی الحجہ ۵۱۱ھ میں بغدوین بادشاہ بیت المقدس نے فوجیں مرتب کر کے مصر پر چڑھائی کی کوچ وقیام کرتا ہوا تنیس تک پہونچا ایک روز تیرنے کی غرض سے نیل میں اترا موت کا وقت قریب آگیا تھا زخمہائے کہنہ ہرے ہو گئے مجبوراً بیت المقدس کی جانب مراجعت کی چنانچہ بیت المقدس پہونچ کر مر گیا۔ بیت المقدس کی بادشاہی کی وصیت قمص والی الرہا کے حق میں کر گیا اگر اسوقت ملوک سلجوقیہ میں خانہ جنگیاں اور باہمی نزاعات پیدا نہ ہو گئے ہوتے تو ان لوگوں نے عیسائیوں سے وہ کل بلاد شامیہ کو واپس لے لیا ہوتا جنپر وہ قابض ومتصرف ہو گئے تھے مگر اللہ جل شانہ نے اس نیک نامی کو صلاح الدین بن ایوب فاتح بیت المقدس کے لئے رکھ چھوڑا اور یہ سہرا اسی کے سر پر باندھا گیا۔

وزیر السلطنت کا قتل

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ وزیر السلطنت افضل نے بعد وفات

خلیفہ مستعلی، خلیفہ آمر باحکام اللہ کو جس وقت کہ اسکا سن پانچ برس کا تھا سریر خلافت پر متمکن کیا۔ پس جب خلیفہ آمر سن شعور کو پہونچا اور اسکی حکومت و سلطنت کو ایک گونہ استحکام استقلال حاصل ہو گیا اسوقت خلیفہ آمر کو افضل کا ہر کام میں پیش پیش رہنا ناگوار گزرنے لگا۔ اپنے مصاحبوں سے وزیر السلطنت افضل کے قتل کی بابت مشورہ کیا اسکا چچازاد بھائی عبد المجید جو اسکا ولیعہد بھی تھا بولا "خلافت مآب اس خیال سے باز آئیں یہ بہت بڑی بدنامی کی بات ہے۔ ایک زمانہ دراز سے یہ اور اسکا باپ علم حکومت کی خیر خواہی کرتا چلا آتا ہے جسوقت لوگوں کو یہ امر معلوم ہو گا کیا کیا خیالات انہیں نہ پیدا ہونگے علاوہ برایں اسکو قتل کرنے سے پیشتر کسی شخص کو قلمدان وزارت سپرد کر دینا چاہیے۔ تا آنکہ آئندہ خطرات سے آپ محفوظ رہیں" خلیفہ آمر یہ سنکے خاموش ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد عبد المجید نے یہ رائے دی کہ ابو عبد اللہ بن بطائحی کے ذریعہ سے اس اہم کام کو انجام دینا چاہیے ابو عبد اللہ اسکا معتمد علیہ اور مصاحب بھی ہے وہی اس کام کو کچھ اچھا کریگا اور وہی ایسے لوگوں کو متعین کر دیگا جو افضل کو قتل کر ڈالینگے" چنانچہ خلیفہ آمر نے ابو عبد اللہ کو اپنے محلسرائے خلافت میں طلب کرکے وزیر السلطنت افضل کے قتل کر ڈالنے کی خواہش ظاہر کی اور عہدہ وزارت پر مقرر کرنے کا وعدہ کیا۔ پس ابو عبد اللہ نے دو شخصوں کو وزیر السلطنت کے قتل پر مامور کیا جنہوں نے اسکو مصر میں قتل کر ڈالا جبکہ وہ اپنے موکب کے ساتھ قاہرہ کو مصر سے جا رہا تھا۔ یہ واقعہ ۵۱۵ھ کا ہے۔

وزیر السلطنت افضل، حسب دستور قدیم عید کے دن قاہرہ کے خزانۃ السلاح کو انعام و اکرام تقسیم کرنے کی غرض سے جا رہا تھا۔ خدام اور فوج کی کثرت، خلائق اور تماشائیوں کے ازدحام کی وجہ سے گرد و غبار بکثرت اٹھ رہا تھا۔ وزیر السلطنت کو اس سے تکلیف ہوئی حکم دیا کہ ہمارے ساتھ کوئی شخص نہ آئے، کل فوج ہم سے اسقدر فاصلہ پر رہے کہ مابدولت تک گرد و غبار نہ پہونچ سکے۔ چنانچہ فوج پیچھے رہ گئی اور آپ آگے بڑھ گیا دو شخص جن کو ابو عبد اللہ نے اسکے قتل پر مامور کیا تھا۔ ایک گوشہ سے نکلے وزیر السلطنت کی طرف لپکے

ایک نے تلوار چلائی دوسرے نے نیزہ مارا۔ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر آ رہا' قاتلوں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن اسمیں انکو کامیابی ہوتی نظر نہ آئی تو خودکشی کر لی وزیر السلطنت محلسرائے وزارت میں اُٹھا لایا گیا اسوقت تک اسمیں کچھ دم باقی تھا خلیفہ آمر عیادت کو آیا دریافت کیا "تمہارا خزانہ کہاں کہاں ہے" عرض کی "جسقدر سیر ظاہری خزانہ ہے اسکو ابو الحسن بن اسامہ جانتا ہے (یہ شخص حلب کا رہنے والا تھا اور اسکا باپ اسامہ قاہرہ کا قاضی تھا) اور جو دفینہ ہے اُس سے بطایحی واقف ہے"' پس جب افضل اپنی وزارت کا اٹھائیسواں سال پورا کرکے داعی اجل کو لبیک کہہ کر راہی ملک عدم ہوا تو خلیفہ آمر نے اسکے مال' اسباب اور خزانہ کی پوری طور سے نگرانی کی' چھ ہزار توڑے اشرفیاں کے' پچاس ہزار توڑے روپیوں کے' رنگ برنگ کے ریشمی کپڑے' بغدادی' اسکندری اسباب' ہندی ظروف طلائی و نقرئی' طرح طرح کی خوشبودار چیزیں' عنبر اور مشک بے شمار برآمد ہوئے۔ اسی کے ذخائر و اسباب میں دندان فیل اور آبنوس کے ٹکڑوں کا ایک مصنوعی پہاڑ ملا تھا جسپر چاندی جڑی ہوئی تھی پہاڑ پر ایک مثمن (ہشت پہل) چبوترہ عنبر کا جسکا وزن ایک ہزار رطل[1] کا تھا۔ اور اس چبوترہ پر سونے کی چڑیا بنی ہوئی تھی جسکے پاؤں مرجان سُرخ کے چونچ زمرد کی اور آنکھیں یاقوت کی تھیں امیر الجیوش افضل اس چبوترہ کو اپنے محلسرائے وزارت میں رکھتا تھا جس سے سارا مکان معطر ہو جاتا تھا قدرت کی یہ نیرنگی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ سب مال و ذخیرہ صلاح الدین کے قبضہ میں آیا۔

بطایحی کی وزارت ابن اثیر لکھتا ہے کہ بطایحی کا باپ عراق میں وزارت ماب افضل کے مخبروں میں تھا' بچپن میں اسکے سر سے اسکے باپ کا سایہ اُٹھ گیا۔ کوئی ستر کہ بھی چھوڑا نہایت تنگی سے پالا گیا سن شعور کو نہ پہونچنے پایا تھا کہ ماں بھی مر گئی۔ پہلے تو اس نے معماری کا کام سیکھا' پھر حمالی کا کام کرنے لگا' اکثر اوقات مال و اسباب اُٹھا کر محلسرائے وزارت میں لایا کرتا تھا۔

[1] بحساب وزن رائج الوقت رطل ۳۳ تولہ کا ہوتا ہے اس حساب سے وہ چبوترہ تینتیس ہزار تولہ کا ہوا۔ مترجم

امیرالجیوش افضل کو اسکی غربت و کمزوری پر رحم آگیا فراشوں کے زمرہ میں نوکر رکھ لیا ترقی کرتے کرتے حجابت کے عہدہ پر پہونچ گیا۔ پس جب امیرالجیوش افضل مارا گیا تو خلیفہ آمر نے اسکو بجائے افضل کے وزارت کے عہدہ سے سرفراز فرمایا۔ اگرچہ بطائحی ابن فاتت اور ابن قائد کے نام سے مشہور تھا لیکن خلیفہ آمر نے عہدہ وزارت عطا کرنے کے بعد "جلال الاسلام" کا لقب مرحمت کیا خلعت دی۔ وزارت کے دوسرے برس "المامون" کا خطاب دیا۔ تھوڑے دنوں بعد افضل کی طرح امور سلطنت میں استبدادیت اور جبروتیت سے کام لینے لگا۔ اس سے خلیفہ آمر کو کشیدگی پیدا ہوئی مامون کو بھی اسکی کشیدگی سے منافرت اور وحشت پیدا ہو چلی۔ مامون کا ایک بھائی ملقب بہ موتمن تھا مامون نے خلیفہ آمر سے مشورہ کرکے موتمن کو اسکندریہ کی حفاظت و نگرانی کے لئے روانہ کیا۔ اسکے ہمراہ سپہ سالاروں کا ایک گروہ بھی گیا جسمیں علی بن سلار، تاج الملوک، سنا الملک الجل اور دری الحروب وغیرہم تھے ان لوگوں کی روانگی کے بعد مامون نے قاہرہ میں قیام اختیار کیا فوج آرائی اور ترتیب لشکر کی فکریں کرنے لگا لوگوں نے خلیفہ آمر سے اسکی شکایت شروع کر دی کہ یہ اپنے کو نزار کی اولاد سے بتلاتا ہے کہتا ہے کہ میں نزار کی لونڈی کے بطن سے ہوں جو محلسرا سے خلافت سے حاملہ نکل آئی تھی۔ ساتھ ہی اسکے یہ خبر بھی خلیفہ آمر کے کان تک پہونچا دی کہ مامون نے نجیب الدولہ کو یمن میں اپنی امارت کی دعوت دینے کو روانہ کیا ہے۔ آمر نے اس امر کے انکشاف کی غرض سے چند لوگوں کو یمن روانہ کیا۔

قتل بطائحی۔ جس وقت خلیفہ آمر کا دل مامون کی شکائتیں سنتے سنتے فکر و تردد سے بھر گیا اور طرح طرح کے خیالات اسکے دماغ کو پراگندہ کرنے لگے اُس وقت اسنے سپہ سالاروں کو قاہرہ میں بلا بھیجا جو مامون کے بھائی کے ساتھ اسکندریہ میں مقیم تھے

علی بن سلار کو اس سے تردد پیدا ہوا مگر خلافت مآب کا حکم تھا خلاف ورزی کی کس میں طاقت تھی سب کے سب ماہ رمضان ۵۱۹ھ میں دارالخلافت قاہرہ آگئے بعد اسکے

موتمن بھی اجازت حاصل کر کے اسکندریہ سے قاہرہ چلا آیا۔ خدام خلافت حسب دستور افطار کرنے کو قصر خلافت میں حاضر ہوئے مامون اور موتمن بھی افطار کو قصر خلافت میں حاضر ہوا خلیفہ آمر نے ان دونوں بھائیوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اگلے دن دربار عام کر کے ان دونوں بھائیوں کے حالات اور بیجا کارروائیوں کو ظاہر کیا۔ اور عہدہ وزارت پر کسی کو مقرر نہ فرمایا دفتر وزارت سے دو شخصوں کو خراج' زکوٰۃ اور ٹیکس کے وصول کرنے پر مامور کیا بعد چندے ان دونوں آدمیوں کو ظلم کی وجہ سے معزول و معطل فرمایا بعد اسکے جو لوگ مامون کی تفتیش کی غرض سے یمن گئے ہوئے تھے بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور نجیب الدولہ کو بھی پابزنجیر حاضر کیا۔ کل واقعات عرض کئے خلیفہ آمر نے نجیب الدولہ مامون اور موتمن کو قتل کر کے صلیب پر چڑھا دیا۔

حافظ الدین اللہ کی خلافت

خلیفہ آمر اپنی خواہشات نفسانیہ میں ڈوبا ہوا تھا مگر باایں ہمہ ترقی کا خواہاں تھا طرہ یہ ہے کہ دلی کوشش بھی نہ کرتا تھا کبھی عراق جانیکا قصد کرتا تھا پھر رک جاتا تھا طبیعت موزوں پائی تھی دو چار اشعار بھی کہہ لیا کرتا تھا از انجملہ یہ دو شعر ہیں

اصبحت لا ارجو ولا اخشی — مجھکو کسی سے کوئی تمنا ہے اور نہ میں کسی سے ڈرتا ہوں
الا الٰہی ولہ الفضل — سوائے اپنے اللہ کے اور وہ فضل والا ہے
جدی نبی وامامی ابی — میرا دادا نبی ہے اور میرا باپ امام ہے
ومذہبی التوحید والعدل — اور میرا مذہب توحید اور عدل ہے

فرقہ فدایہ اکثر اسکے قتل کا قصد کرتا تھا لیکن موقع نہ ہاتھ آنے سے رک جاتا تھا' چند دنوں بعد ان میں سے دس آدمیوں نے ایک مکان میں مجتمع ہو کے اسکے قتل کا مشورہ کیا۔ ایک روز خلیفہ آمر سوار ہو کر روضہ کی طرف جارہا تھا اس پل سے ہو کر گزرا' جو جزیرہ اور مصر کے مابین تھا۔ اُن دسوں آدمیوں کو اسکی خبر لگ گئی آگے بڑھ کے اثناء راہ میں چھپ گئے پس جس وقت خلیفہ آمر پل پر گذرا تنگی راہ کی وجہ سے لشکر سے علیحدہ ہو کر چلا' قاتلوں کو موقع

مل گیا۔ دفعۃً تلواریں تول کر ٹوٹ پڑے اور بات کی بات میں قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۵۲۴ھ کا ہے ساڑھے انتیس برس خلافت کی۔ چونتیس برس کی عمر پائی۔

برغش عادل اور برغو دہزبر ملوک اسکے دو خادم خاص تھے انہیں کے ذریعہ سے وہ امور سلطنت کو انجام دیتا تھا۔

پس جب خلیفہ امر نے وفات پائی چونکہ اسکی کوئی اولاد نہ تھی اسوجہ سے اسکے چچا کے بیٹے میمون عبدالمجید بن امیر ابوالقاسم بن خلیفہ مستنصر باللہ کو جانشین کیا۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ آمر نے وصیت کی تھی کہ میری بیوی کو حمل ہے" میں نے خواب دیکھا ہے کہ اسکے بطن سے لڑکا پیدا ہوگا۔ پس میرے بعد وہی لڑکا سریر خلافت پر متمکن کیا جائے" اور میمون عبدالمجید اسکی نگرانی و پرداخت کرتا رہے۔ چنانچہ اراکین دولت نے میمون کے ہاتھ پر بطور نائب خلیفہ کے بیعت کی" حافظ لدین اللہ" کا خطاب دیا حسب وصیت مرحوم خلیفہ' ہزبر الملوک کو قلمدان وزارت سپرد کیا اور سعید یانس جو وزیر السلطنت افضل کے خادموں سے تھا اسکو داروغہ محلسرائے خلافت بنایا اس انتظام کے بعد محلسرائے خلافت میں اسی مضمون کا فرمان پڑھا گیا۔

وزارت کی تبدیلی اور وزارء کا قتل جسوقت یہ امر طے پاگیا کہ عہدہ وزارت ہزبر الملوک کو مرحمت کیا جائے اور اس بناء پر ہزبر الملوک کو خلعت عنایت ہوئی تو لشکریوں اور امراء لشکر کو ناگوار گزرا۔ اس ناراضی میں سب سے بڑا حصہ رضوان بن ونحش نے لیا تھا جو عساکر مصر کا سردار اور افسر اعلیٰ تھا۔ ابوعلی بن افضل اسوقت قصر خلافت میں موجود تھا برغش عادل نے لشکریوں اور امراء لشکر کی ناراضی کا احساس کر کے ابوعلی کو وزیر السلطنت کے خلاف ابھار دیا چنانچہ ابوعلی نے وزارت حاصل کرنیکی غرض سے قصر خلافت سے خروج کیا جوں ہی محلسرائے خلافت کے باہر آیا لشکری اور امراء لشکر متفق الکلمہ ہو کے چلا اٹھے" ھذا الوزیر ابن الوزیر ھذا الوزیر ابن الوزیر" اور ہاتھوں ہاتھ ابوعلی کو اپنے کیمپ میں لے گئے مابین قصر خلافت و قصر وزارت ابوعلی کے قیام کے لئے خیمہ نصب کیا تمام شہر میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔ قصر خلافت

کے دروازے بند کردئیے گئے ہر طبقہ کے لوگوں میں اضطرابی کیفیت پیدا ہو گئی خلیفہ حافظ نے بمجبوری ہزبر الملوک کو عہدۂ وزارت سے معزول کیا اور جب اسپر بھی ہنگامہ فرو نہوا تو اسکے قتل کرنے پر مجبور ہوا قلمدان وزارت ابو علی احمد بن افضل کے سپرد کیا۔

پس ابو علی عہدۂ وزارت سے سرفراز ہو کر نہایت خوبی سے اس عہدہ کے اہم امور کو انجام دینے لگا اور جیسا کہ اس عہدہ جلیل القدر کی مقتضیات سے تھی اسکو پورا کیا۔ آدمی منتظم اور ہوشیار تھا خلیفہ حافظ کو اپنے حسن انتظام سے دبا لیا اُسکے کل اختیارات چھین لئے، جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا۔ خزانہ اور ذخائر شاہی سے نقد وجنس اپنے مکان میں اُٹھا لایا۔ یہ امامیہ اثنا عشریہ مذہب رکھتا تھا اور حد درجہ کا متعصب اور سخت تھا فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے تحریک سے اس نے قائم منتظر (یعنی مہدی موعود) کی دعوت قائم کی سکہ پر "اللہ الصمد الامام محمد" مسکوک کرایا۔ اسمٰعیل اور خلیفہ حافظ کے ناموں کو خطبہ سے نکال دیا۔ اذان میں "حی علی خیر العمل" کے کہنے کی ہدایت کی۔ اور خطیبوں کو حکم دیا کہ میرے نام کو ان اوصاف سے منبروں پر ذکر کرو، دماغ میں نخوت اسقدر سما گئی تھی کہ خلیفہ حافظ کے قتل کر ڈالنے کا قصد کر لیا اور اسی وجہ سے اُن لوگوں سے سازش کر لی تھی جن لوگوں نے خلیفہ آمر کو قتل کیا تھا مگر اس امر پر قادر نہوا خلیفہ حافظ کو خلافت سے معزول کر کے ایک مکان میں قید کر دیا ہوا خواہان خلافت علویہ شیعہ کو یہ امر شاق گزرا لشکریوں کو ملا کے اسکے قتل کا باہم عہد و پیمان کیا چنانچہ ابو علی ایک روز مع اپنے لشکر کے شہر کے باہر چوگان کھیلنے کو گیا تھا چند سپاہی کمینگاہ میں چھپ رہے جسوقت ابو علی اس طرف سے ہو کر گزرا ان سپاہیوں نے کمینگاہ سے نکلکے ابو علی پر نیزے چلائے جس سے ابو علی زخمی ہو کر گر پڑا اور اسی وقت تڑپ کر دم توڑ دیا۔

ابو علی کے مارے جانے کے بعد امراء لشکر نے خلیفہ حافظ کو قید سے نکالا اور دوبارہ اسکے ہاتھ پر خلافت و امارت کی بیعت کی۔ لشکریوں نے ابو علی کا مکان لوٹ لیا۔ باقی جو رہ گیا اسکو خلیفہ حافظ تجدید بیعت کے بعد قصر خلافت میں اُٹھا لایا۔

خلیفہ حافظ نے بعد قتل ابو علی قلمدان وزارت ابو الفتح یانس حافظی کو مرحمت فرمایا "امیر الجیوش" کا خطاب دیا۔ یہ بہت بارعب و ذی وجاہت تھا اُس نے بھی تھوڑے دنوں بعد خلیفہ حافظ کو دبا لیا۔ اس سے فریقین میں کشیدگی پیدا ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ حافظ نے اسکے غسل خانہ میں زہر آلود پانی رکھوا دیا جسکی وجہ سے یانس کی موت وقوع میں آئی یہ واقعہ آخر ذی الحجہ ۵۲۶ھ کا ہے۔

وزیر السلطنت یانس کے ہلاک ہونے کے بعد خلیفہ حافظ نے یہ قصد کیا کہ آئندہ یہ عہدہ جلیلہ کسی غیر کو نہ دیا جائے تاکہ آئندہ خطرات کا جسکا سامنا گذشتہ ایام میں حکومت کو کرنا پڑا تھا نہ کرنا پڑے چنانچہ اس خیال سے وزارت کے اہم ذمہ داریوں کے امور پر اپنے بیٹے سلیمان کو مامور کیا اتفاق ایسا پیش آیا کہ دو مہینے بعد سلیمان مرگیا تب اپنے دوسرے بیٹے حسن کو اس خدمت پر متعین کیا۔ حسن نے یہ گل کھلائے کہ اس نے دعوئے خلافت کردیا اور اپنے باپ خلیفہ حافظ کو قید کرلینے کا قصد کیا لشکریوں نے اس ارادے میں اسکی اطاعت کی کسی ذریعہ سے خلیفہ حافظ کو اسکی خبر لگ گئی بحکمت عملی اسکے مصاحبوں اور ہوا خواہوں میں نفاق پیدا کرادیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس شب میں خلیفہ حافظ نے چالیس آدمیوں کو یکے بعد دیگرے قتل کیا بعد ازاں اپنے ایک خادم کو قصر خلافت سے حسن کے قتل کرنے کو روانہ کیا۔ حسن نے اُسکو نیچا دکھادیا اب اسوقت خلیفہ حافظ تنہا بے یار و مددگار رہ گیا سارا کارخانہ درہم و برہم ہو گیا مجبور ہو کر بہرام ارمنی کو پیام دیا کہ ارمنی فوج کو ہماری مدد پر آمادہ کردو چنانچہ بہرام نے ارمینیوں کو اُبھار دیا ارمینیوں نے حسن پر یورش کی اور مابین قصر خلافت و قصر وزارت میں صف آرائی ہوئی۔ قصر وزارت کو جلانے کی غرض سے لکڑیاں جمع کیں حسن یہ خبر پا کے قصر وزارت سے نکل آیا اور ارمینیوں سے لڑنے لگا۔ بالآخر آرمینیوں نے اسکو گرفتار کرکے خلیفہ حافظ کے روبرو پیش کیا خلیفہ حافظ نے اپنے سے اسکو قتل کرکے اپنے کلیجے کو ٹھنڈا کیا۔ یہ واقعہ ۵۲۹ھ کا ہے

حسن بن حافظ کے مارے جانے کے بعد ارمینیوں نے مجتمع ہو کے بہرام کی وزارت کی تحریک کی خلیفہ حافظ نے انکی درخواست پر بہرام کو خلعت وزارت مرحمت فرمائی امور سلطنت کے

سیاہ و سفید کرنے کی اجازت دی بہرام نے عہدۂ وزارت سے ممتاز ہو گئے ارمینیوں کو انتظامی اور مالی صیغوں میں بھرنا شروع کیا اور مسلمانوں کی اہانت کرنے لگا۔ رضوان بن ولخش کو جو کہ محلسرائے خلافت کا داروغہ تھا اور دولت علویہ کا ایک نامور خیر خواہ تھا' بہرام کی وزارت سے کشیدگی پیدا ہوئی اکثر اوقات بہرام کے طرز عمل اور وزارت پر نکتہ چینیاں کرتا تھا۔ بہرام نے مصلحتاً رضوان کو صوبہ غربیہ کی سند حکومت دے کے قاہرہ سے علیحدہ کر دیا رضوان نے تھوڑے دنوں بعد ایک فوج مرتب کر کے قاہرہ کا قصد کیا۔ بہرام یہ سنکے دو ہزار ارمینیوں کے ساتھ قوص بھاگ گیا۔ قوص پہونچ کے اپنے بھائی کو مقتول پایا مگر بایں ہمہ اہل قوص سے کسی قسم کا مواخذہ نہ کیا بعد چندے قوص سے نکلکے اسوان کی جانب آیا کنز الدولہ والی اسوان نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے' بہرام کو شہر میں داخل نہونے دیا۔ رضوان نے ایک دستہ فوج بسرافسری اپنے بھائی (ابراہیم اوحد) بہرام کی گرفتاری کو روانہ کیا چنانچہ ابراہیم بہرام معہ اُن ارمینیوں کے جو اسکے ہمراہ تھے امان دیکے گرفتار کر لایا' خلیفہ حافظ نے اسکو اپنے قصر خلافت میں نظر بند رکھا تا آنکہ وہ اپنے اسی مذہب و دین پر مر گیا' رضوان قلمدان وزارت کا مالک ہوا "الافضل" کا لقب اختیار کیا۔ یہ سنی المذہب تھا اور اسکا بھائی ابراہیم امامیہ مذہب رکھتا تھا۔

رضوان نے بھی عہدہ وزارت سے ممتاز و سرفراز ہو کے ہاتھ پاؤں نکالنے امور سلطنت پر غالب اور متصرف ہونے کا قصد کیا۔ ایک ہاتھ میں سیف کی اور ایک ہاتھ میں قلم غرض مالی اور انتظامی دونوں صیغوں کی نگرانی کرنے لگا۔ ٹکس اور بہت سے محصولات معاف کر دیئے اور جو شخص اسکے خلاف مرضی ٹکس قائم کرتا یا محصول وصول کرتا تھا اسکو سزائیں دیتا تھا۔ ان امور سے خلافت مآب کو ناراضی پیدا ہوئی داعی الدعاۃ اور فقہاء امامیہ کو طلب کر کے رضوان کی معزدلی کی بابت مشورہ کیا' ان لوگوں نے خلافت مآب کی رائے سے اختلاف کیا' تب خلیفہ حافظ نے پچاس سواروں کو گلی کوچہ میں رضوان کی مخالفت اور اسکے برخلاف ہنگامہ کرنے کی تحریک کرنے اور ترغیب دینے پر مامور فرمایا۔ رضوان کے کان تک یہ خبریں پہونچیں' پندرھویں شوال ۵۳۳ھ کو

قاہرہ سے بخوف جان بھاگ نکلا بازاریوں اور لشکریوں نے اسکے محلسرا کو لوٹ لیا۔ خلیفہ حافظ سوار ہو کے قصر وزارت کی جانب آیا۔ فتنہ و فساد فرو ہو گیا۔ جو کچھ مال غارتگری سے بچ گیا تھا اسکو قصر خلافت میں اٹھوا لایا۔

رضوان قاہرہ سے نکلکے شام کی طرف ترکوں سے امداد طلب کرنے کو روانہ ہوا تھا۔ اسکے ہمراہیوں میں منجملہ اور لوگوں کے شاور نامی ایک شخص تھا جو اسکا معتمد علیہ اور منتخب خیر خواہ تھا خلیفہ حافظ نے اس سے مطلع ہو کے کہ رضوان ترکوں سے مدد حاصل کرنے کو شام جا رہا ہے امیر بن مصیال کو رضوان کے واپس لانے کو بھیجا چنانچہ امیر نے سمجھا بوجھا کے اور امان دیکے رضوان کو قاہرہ کی جانب واپس کیا جوں ہی قصر خلافت میں خلیفہ حافظ کی دست بوسی کو حاضر ہوا خلیفہ حافظ نے قید کر لینے کا اشارہ کر دیا۔

بعضے کہتے ہیں کہ رضوان قاہرہ سے نکلکے سرخد چلا گیا تھا۔ والی سرخد امین الدولہ کمشتکین نے رضوان کی بڑی آؤ بھگت کی ایک مدت تک رضوان سرخد میں ٹھیرا رہا بعد ازاں ۵۳۴ھ میں مصر پر یلغار کیا قصر خلافت کے دروازہ پر شاہی لشکر سے لڑا اور اسکو ہزیمت دی مگر اسکے بعد ہی اسکے ہمراہیوں میں نفاق پیدا ہو گیا ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گیا۔ کچھ لوگوں نے شام کی جانب معاودت کا قصد کیا اور چند لوگوں نے شاہی لشکر سے میل جول پیدا کر لیا۔ خلیفہ حافظ نے اس امر کا احساس کر کے امیر بن مصیال کے ذریعہ سے رضوان کو گرفتار کر کے قید کر دیا ۵۴۳ھ تک قید میں رہا بعد اسکے ایک روز جیل میں نقب لگا کر بھاگ گیا۔ جیسرہ پہونچا مغربیوں کو مجتمع کر کے قاہرہ کی جانب مراجعت کی جامع ابن طولون کے قریب شاہی لشکر سے معرکہ آرا ہوا شاہی لشکر کو ہزیمت ہوئی رضوان کامیابی کا جھنڈا لئے ہوئے قاہرہ میں داخل ہوا جامع اقمر کے قریب مقام کیا اور خلیفہ حافظ سے کہلا بھیجا کہ لشکریوں کے انعام تقسیم کرنے کو روپیہ بھیجدو چنانچہ خلیفہ نے پہلے حسب دستور قدیم بیس ہزار دینار بھیجے بعد ازاں بیس بیس ہزار یکے بعد دیگرے اور روانہ کئے۔ رضوان کو اب اس سے ایک گونہ اطمینان

حاصل ہو گیا مگر خلیفہ حافظ اسکے استیصال میں لگا رہا۔ چنانچہ سودانیوں کے ایک گروہ کو رضوان کے قتل پر متعین کر دیا۔ جنہوں نے موقع پا کے رضوان کو مار ڈالا اور سر اُتار کے خلافت مآب کے پاس لائے' خلیفہ حافظ نے سجدہ شکر ادا کیا اور اپنی دولت و سلطنت کے کاروبار کو بنفس نفیس انجام دینے لگا۔ بعد اسکے مرتبہ وزارت پر کسی کو مامور و مقرر نہ کیا یہ عہدہ خالی ہی رہا

ظافر کی خلافت ۵۴۴ھ میں خلیفہ حافظ لدین اللہ عبد الحمید بن امیر ابو القاسم احمد بن مستنصر نے جبکہ خلافت کو ساڑھے اُنیس سال گزر چکے تھے وفات پائی۔ ابو العالیہ سے روایت ہے کہ اس نے اپنے عمر کے ستر مرحلے طے کئے تھے۔ یہ اپنے آخر زمانہ خلافت میں بلا کسی وزیر کے امور سلطنت کو انجام دیتا رہا۔ اسکے مرنے پر اسکا بیٹا ابو منصور اسماعیل اسکا ولیعہد سریر خلافت پر متمکن ہوا اور "الظافر بامر اللہ" کا خطاب اختیار کیا۔

وزارت ابن مضیال و عادل خلیفہ حافظ نے بوقت تقرر ولیعہدی اپنے آئندہ جانشین کو امیر بن مصیال کی وزارت کی وصیت اور ہدایت کی تھی پس خلیفہ ظافر حسب وصیت چالیس روز تک امیر بن مضیال سے وزارت کا کام لیتا رہا بعد اسکے عادل بن سلار والی اسکندریہ عہدۂ وزارت حاصل کرنے کی غرض سے اسکندریہ سے قاہرہ کی طرف بڑھا' اتفاق یہ کہ امیر مضیال وزیر السلطنت کسی ضرورت سے ان دنوں سودان گیا ہوا تھا' عادل نے قاہرہ میں پہونچ کے قصر وزارت پر قبضہ کر لیا اور قلمدان وزارت کا مالک ہو گیا۔

عادل نے قلمدان وزارت کے مالک ہونے کے بعد عباس بن ابو الفتوح بن طے بن تمیم بن معز بن بادیس صنہاجی کو جو کہ اسکا ربیب بھی تھا ایک لشکر کے ساتھ امیر بن مضیال معزول وزیر سے جنگ کرنے کو روانہ کیا چنانچہ عباس نے امیر بن مضیال پر بزور تیغ فتحیابی حاصل کی اور اسکو مار بھی ڈالا امیر کے قتل کئے جانے سے عادل کی وزارت کو استقلال اور استحکام ہو گیا۔

عادل بن سلار کے ہمراہ بلارہ بنت قاسم بن تمیم بن معز بن بادیس اور اسکا بیٹا عباس بھی تھا۔ بلارہ پہلے ابو الفتوح بن یحییٰ کے نکاح میں تھی۔ ۵۰۹ھ میں علی بن یحییٰ بن تمیم بن معز ولی

افریقہ نے اپنے بھائی ابوالفتوح مذکور کو کسی وجہ سے افریقہ سے نکال دیا تھا چنانچہ ابوالفتوح معہ اپنی زوجہ بلارہ اور اپنے بیٹے عباس کے دیار مصر میں آیا' اسوقت یہ نہایت کم عمر تھا۔ ابوالفتوح نے دیار مصر میں پہونچ کے اسکندریہ میں عادل بن سالار کے پاس قیام کیا' عادل نے عزت واحترام سے ٹھیرایا۔ چند دنوں کے قیام کے بعد ابوالفتوح مرگیا تب اسکی بیوی بلارہ نے عادل بن سلار سے نکاح کر لیا' عباس نے اسی کے پاس نشوونما پائی' بڑا ہوا' اور اسکے ساتھ ساتھ جسوقت یہ عہدۂ وزارت حاصل کرنے کو قاہرہ آیا تھا قاہرہ آیا۔ دربار خلافت میں حاضر ہوا اور بعد عادل کے عہدۂ وزارت سے سرفراز کیا گیا۔

عادل نے رتبہ وزارت حاصل کرکے امور سلطنت کی نگرانی کی جانب توجہ کی خلافت مآب کی اسکے سامنے کچھ بھی نہ چلتی تھی۔ جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا اور خلیفہ ظافر منہ تکتا رہجاتا تھا۔ انہیں وجوہات سے خلیفہ ظافر کو وزیر السلطنت سے کشیدگی اور منافرت پیدا ہوئی مگر وزیر السلطنت برابر خلیفہ ظافر کو نیچا نیچا سمجھاتا تھا اور اپنے فرائض منصبی کو نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے انجام دیتا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ چند لونڈوں نے جو خلیفہ ظافر کی خدمت میں رہا کرتے تھے وزیر السلطنت کے قتل کا قصد کیا۔ وزیر السلطنت کو کسی ذریعہ سے اسکی خبر لگ گئی۔ اسیوقت ان سبھوں کو گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا اور ایک گروہ کو ان میں سے قتل ڈالا۔ خلیفہ ظافر نے دم تک نہ مارا۔ اسی کے زمانۂ وزارت میں عسقلان پر عیسائیوں نے چڑھائی کی۔ اس نے عسقلان کے بچانے کو اکثر اوقات فوجیں روانہ کیں' آلات حرب اور رسد وغلہ بھیجتا رہا' مگر عیسائی حملہ آوروں نے عسقلان پر قبضہ کر ہی لیا جس سے دولت علویہ کی کمزوری بڑھ گئی اور عوام الناس کے خیالات اسکی طرف سے بدل گئے۔

عباس بن ابوالفتوح سے جو وزیر السلطنت عادل کا ربیب تھا اور خلیفہ ظافر سے بیحد بنتی تھی اکثر مجلس ائے خلافت میں شب کو رہجاتا تھا۔ اسکا ایک بیٹا نصیر نامی تھا خلیفہ ظافر نے اسکو اپنا مخصوص خادم بنا رکھا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خلیفہ ظافر اسکو محبت کی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ عادل نے عباس کو سمجھایا کہ اپنے بیٹے نصیر کو خلیفہ ظافر کی صحبت میں آنے جانے اور اس سے مخالطت پیدا کرنے سے منع کرو' عباس

---

[1] عادل کے قتل کے بعد عیسائیوں نے عسقلان پر قبضہ کیا تھا جیسا کہ تم آئندہ پڑھو گے۔ من مترجم

نے اس پر کچھ توجہ نہ کی تب عادل نے نصیر کی دادی بلاری اور عباس کو یہی سمجھایا۔ یہ امر نصیر اور عباس کو شاق گذرا عادل کی طرف سے انکے دلوں میں میل آگئی۔ اس اثنا میں عیسائیوں نے عسقلان پر فوج کشی کر دی۔ پس عادل نے فوجیں مرتب کر کے معہ سامان جنگ اور آلات حرب عباس بن ابو الفتوح کو عسقلان کی جانب روانہ ہونے کا حکم دیا عباس نے۔ خلیفہ ظافر کی خدمت میں حاضر ہو کر عادل کی شکایتوں کا دفتر کھول دیا اور کل واقعات عرض کئے اتفاق وقت سے موید الدولہ اسامہ بن منقذ امیر شیرز بھی دربار خلافت میں موجود تھا جو عباس کا دوست اور ہوا خواہ تھا اس نے عادل کے قتل کرڈالنے کی رائے دی۔ خلیفہ ظافر اور عباس نے اس سے موافقت کی عباس تو معہ فوج کے بلبیس چلا گیا اور اپنے بیٹے نصیر کو عادل کے قتل کی ہدایت کرتا گیا۔ چنانچہ نصیر معہ ایک گروہ کے اپنی دادی کے مکان میں آیا عادل اس وقت سو رہا تھا پہونچتے ہی عادل پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ عادل بستر خواب سے اُٹھ تک نہ سکا سوتا کا سوتا رہا۔ بعد اسکے عباس معہ فوج کے بلبیس سے واپس آیا اور خلیفہ ظافر کے قلمدان وزارت کا مالک بن گیا۔ زمام حکومت اپنے قبضہ میں لے کے نظم و نسق کرنے لگا۔ اہل عسقلان کو اسوقت تک عیسائیوں کے محاصرہ میں ایک مدت گذر چکی تھی اور ابتک وہ امداد کی امید میں غنیم کی مدافعت کی کوشش کرتے جاتے تھے مگر جب ان کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور ان کو دربار خلافت کی امداد سے ناامیدی ہوئی تو انہوں نے طویل محاصرہ کے بعد شہر عسقلان کو عیسائیوں کے حوالہ کر دیا یہ کل واقعات ۵۴۸ھ کے ہیں

فایز کی خلافت نصیر بن عباس جیسا کہ تم اوپر پڑھ آئے ہو خلیفہ ظافر کا ندیم خاص اور شب و روز کا مصاحب تھا اور خلیفہ ظافر بھی اسکو پیار کرتا تھا اسوجہ سے لوگوں کے خیالات اسکے طرف سے بُرے ہو رہے تھے جسکے منہ میں جو آتا تھا کہتا تھا اسامہ بن منقذ کو جو کہ عباس کا دوست اور خیر خواہ تھا ان افواہوں اور لوگوں کے خیالات سے صدمہ ہوتا تھا۔ اسامہ نے ایک روز عباس سے نصیر کی بابت لوگوں کے خیالات ظاہر کر کے کہنے لگا کہ اگر تم خلیفہ ظافر کا خاتمہ کر دو تو اس ننگ و عار سے تمکو نجات ملجائے ورنہ قیامت تک تم پر یہ الزام رہے گا۔ عباس نے اپنے بیٹے نصیر کو

اسکی بدافعالی اور خلاف وضع فطرت افعال کے ارتکاب پر بُرا بھلا کہا لوگوں کے خیالات اور اُنکی سرگوشیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ رائے دی کہ اگر تم خلیفہ ظافر کو کسی حیلہ سے قتل کر ڈالو تو تمہارے دامن سے یہ داغ مٹ جائیگا ورنہ قیامت تک لوگ کیا کچھ نہ کہیں گے۔ اس گفت وشنود سے نصیر کے دل میں بھی غیرت آگئی۔ دعوت کے بہانہ سے خلیفہ ظافر کو اپنے مکان میں بُلا بھیجا اور جب وہ قصر خلافت سے نصیر کے مکان میں آگیا تو نصیر نے اُسکو معہ اُن لوگوں کے جو اسکے ساتھ آئے تھے قتل کر کے اسی مکان میں دفن کرا دیا یہ واقعہ ماہ محرم ۵۴۹ھ کا ہے۔

خلیفہ ظافر کے قتل کے دوسرے دن عباس قصر خلافت میں گیا خدام خلافت سے خلیفہ ظافر کو دریافت کیا، اُن لوگوں نے لاعلمی ظاہر کی عباس نے محلسرائے خلافت سے جوں ہی مراجعت کی خدام خلافت، خلیفہ ظافر کے بھائیوں یوسف اور جبرئیل کے پاس گئے اور خلیفہ ظافر کے سوار ہو کر نصیر کے مکان پر جانے اور پھر واپس نہ آنے کا حال بتلایا۔ یوسف اور جبرئیل نے کہا اس واقعہ کو تم لوگ جا کر وزیر السلطنت سے بیان کرو۔ پس جب اسکے دوسرے روز عباس پھر محلسرائے خلافت میں آیا ان لوگوں نے بیان کیا کہ خلیفہ ظافر سوار ہو کر آپ کے بیٹے نصیر کے مکان پر گئے تھے اور پھر وہاں سے واپس نہیں آئے عباس کو اس خبر کے سننے سے سخت غصہ پیدا ہوا اگر ضبط کر کے کہنے لگا معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ ظافر کے دونوں بھائی یوسف اور جبرئیل اس واقعہ قتل میں سازش کئے ہوئے ہیں یہ کہکر اپنے خادم کی طرف متوجہ ہوا اور اسیوقت ان دونوں بھائیوں کو گرفتار کرلانے کا حکم دیا، جوں ہی یہ دونوں اجل رسیدہ پہونچے مار ڈالے گئے انہیں کے ساتھ عباس نے حسن بن حافظ کے دونوں لڑکوں کو بھی مار ڈالا۔

ان لوگوں کے قتل سے فارغ ہو کر خلیفہ ظافر کے بیٹے ابو القاسم عیسیٰ کو محلسرائے خلافت سے طلب کر کے اپنے کندھے پر لیا اور سریر خلافت پر لا کے بٹھا دیا اسوقت اسکی عمر تقریباً پانچ سال یا اس سے کچھ زیادہ کی تھی سب سے پہلے عباس نے ابو القاسم عیسیٰ کی امارت کی بیعت کی۔ نذر گذرانی اور "الفائز بنصر اللہ" کا لقب دیا۔ عباس کو کھُل کھیلنے کا موقع مل گیا جو کچھ مال واسباب اور خزانہ

قصر خلافت میں تھا سب کا سب اپنے مکان اُٹھا لایا۔

جسوقت عباس خلیفہ ظافر کے دونوں بھائیوں کو قتل کرکے باہر نکلا مقتولوں کی لاشیں دیکھکر اسقدر متاثر اور پریشان ہوا کہ عارضہ صرع (مرگی) میں گرفتار ہوگیا اور تمام عمر اسی میں مبتلا رہا۔

وزارت صالح بن زریک خلیفہ ظافر اور اُسکے دونوں بھائیوں کے قتل کئے جانے کے بعد قصر خلافت کی بیگمات نے طلائع بن زریک کو یہ واقعات لکھ بھیجے طلائع ان دنوں اشمونین اور بھنسہ کا والی تھا۔ اسی اثنار میں اسکو یہ بھی خبر لگی کہ انہیں واقعات کے وجہ سے لوگوں میں عباس کی طرف سے ناراضی اور بد دلی پیدا ہوگئی ہے پس طلائع نے فوجیں مرتب کرکے قاہرہ کا قصد کیا ماتمی سیاہ کپڑے پہنے نیزوں پر اُن بالوں کو لگایا جسکو قصر خلافت کی بیگمات نے بغرض اظہار ماتم بھیجا تھا۔ جس وقت صالح نے دریا کو عبور کیا وزیر السلطنت عباس اور اسکا بیٹا نصیر جسقدر مال و زر اور آلات حرب لے سکا لیکر شام کی جانب نکل کھڑا ہوا ان دونوں کے ہمراہ انکا دوست اسامہ بن منقذ بھی تھا۔ اتفاق یہ کہ اثنار راہ میں عیسائیوں سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ ایک دوسرے سے گتھ گیا۔ عباس مارا گیا۔ اسکا بیٹا نصیر گرفتار کرلیا گیا اور اسامہ کسی طرح سے اپنی جان بچا کے شام کی طرف بھاگ گیا۔

وزیر السلطنت عباس کے نکل جانے کے بعد طلائع ماہ ربیع الثانی ۵۴۹ھ میں داخل قاہرہ ہوا اور پیادہ پا قصر خلافت میں آیا بعد ازاں عباس کے مکان کی طرف گیا اسکے ہمراہ وہ خادم بھی تھا جو بوقت قتل ظافر موجود تھا۔ ظافر کی لاش کو قبر سے نکال کے اسکے آبا و اجداد کے مقابر میں دفن کیا، خلیفہ فائز نے خوش ہو کے وزارت کی خلعت عنایت کی" اور "الملک الصالح" کا خطاب مرحمت کیا۔

صالح امامیہ مذہب رکھتا تھا۔ بہت بڑا ادیب اور خوشنویس تھا عہدہ وزارت سے ممتاز ہوکر امور سلطنت کی طرف متوجہ ہوا۔ خراج کی فراہمی اور صوبجات کے گورنروں کی نگرانی کرنے لگا۔

اوحد بن تمیم نامی ایک شخص قرابت مندان عباس سے تینس کا والی تھا اس نے عباس کے حالات سنکے فوجیں مرتب کیں اور قاہرہ کے قصد سے روانہ ہوا مگر اسکے پہونچنے سے پہلے طلائع قاہرہ میں داخل ہو چکا تھا اور قلمدان وزارت پر استقلال کے ساتھ قبضہ کر لیا تھا پس طلائع نے اوحد کو اسکے صوبہ دمیاط اور تینس کی جانب واپس کر دیا۔

بعد اسکے صالح نے عیسائیوں سے نصیر بن عباس کو زر معاوضہ دیکے لے لیا اور جب وہ قاہرہ میں آیا تو قتل کر کے باب زویلہ پر صلیب دیدی۔

نصیر کے قتل سے فارغ ہو کر ان امراء کی طرف متوجہ ہوا جو دولت علویہ سے وقتاً فوقتاً مزاحمت اور مخاصمت کا برتاؤ کیا کرتے تھے ان لوگوں میں سب سے زیادہ تاج الملوک قایماز اور ابن غالب ہر کام میں آڑے آتے تھے ان دونوں کی سرکوبی کو فوجیں مامور کیں تاج الملوک اور ابن غالب یہ خبر پاکے بھاگ گیا۔ لشکریوں نے انکے مکانات لوٹ لئے۔ غرض اسی طرح کل امراء کیا کو یکے بعد دیگرے کمزور اور مضمحل کر دیا تا آنکہ دولت علویہ میں کوئی امیر ایسا نہ رہا جو اسکے کام میں کچھ بھی دخل در معقولات کر سکتا۔ دربان خدام اور حجاب اپنی طرف سے قصر خلافت میں مقرر کئے، مال و اسباب اور سامان آرایش جسقدر محلسرائے خلافت میں تھا سب کا سب اپنے مکان میں اُٹھا لایا' خلیفہ فائز کی پھوپھی یہ رنگ دیکھ کے وزیر السلطنت صالح کے قتل کی تدبیریں کرنے لگی، روپیہ اور مال بھی خرچ کیا۔ مگر ہنوز اپنے ارادہ میں کامیاب ہونے پائی تھی کہ کسی ذریعہ سے وزیر السلطنت تک یہ خبر پہونچ گئی سوار ہو کر قصر خلافت میں آیا۔ داروغہ محلسرائے اور خدام خلافت کو اشارہ کر دیا انہوں نے ایسے طریقہ سے خلیفہ فائز کی پھوپھی کو قتل کر ڈالا کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی' اسکے قتل کے بعد خلیفہ فائز اپنی چھوٹی پھوپھی کی کفالت اور نگرانی میں پرورش پانے لگا' رفتہ رفتہ سن شباب کو پہونچا اور امور سلطنت کے نیک اور بد کو سمجھنے لگا۔ امراء اور ارکین دولت کو علی قدر مراتب حکومتیں عنایت کیں' اہل ادب کی ایک مجلس قائم کی جنکا کام محض داستان گوئی تھا۔ کبھی کبھی کچھ نظم بھی کر لیتا تھا لیکن فن شاعری میں اسکو چنداں دخل نہ تھا' شاور سعدی شعر گوئی ہی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔

خلیفہ فائز کے بعض مصاحبوں نے شاور کی علیحدگی کی تحریک کی چنانچہ خلیفہ فائز نے شاور سے اس معاملہ میں کچھ گفتگو کی شاور نے جواب دیا اگر آپ مجھے اس کام سے معزول کر دینگے تو میں تو یہ چلا جاونگا' خلیفہ فائز یہ سنکے خاموش ہو رہا اور اسکو علیحدہ نہ کیا۔

اسی کے عہد حکومت میں الملک العادل سلطان نور الدین محمود زنگی نے دمشق کو بنی طغتکین اتابک تمش کے قبضہ سے ۵۴۹ھ میں نکال لیا تھا۔

عاضد کی خلافت ۵۵۵ھ میں خلیفہ فائز بنصر اللہ ابو القاسم عیسیٰ بن ظافر اسماعیل والی مصر نے وفات پائی چھ سال خلافت کی۔

بعد وفات خلیفہ فائز وزیر السلطنت صالح بن رزیک' قصر خلافت میں آیا اور خدام خلافت کو خاندان خلافت کے لڑکوں کے پیش کرنے کی اس غرض سے حکم دیا کہ انہیں سے کسی کو منتخب کر کے سریر خلافت پر متمکن کرے سن رسیدہ اور ذی شعور ممبران خاندان خلافت کی طرف اسوجہ سے نظر تک نہ اٹھائی کہ ان لوگوں کے سریر خلافت پر متمکن ہونے سے اسکی کچھ پیش نہ جائیگی لڑکوں اور کم سنوں کو خلیفہ بنانے سے امور سلطنت پر خود غالب اور متصرف رہیگا پس اس نے ابو محمد عبد اللہ بن یوسف بن حافظ کو عبائے خلافت پہنایا اور سریر خلافت پر متمکن کر کے حکومت و خلافت کی بیعت کی "العاضد لدین اللہ" کا لقب دیا اور اپنی بیٹی سے نکاح کر کے اس قدر جہیز دیا کہ احاطہ تقریر و تحریر سے باہر ہے خلیفہ عاضد اسوقت قریب سن بلوغ تھا۔

قتل صالح و وزارت رزیک خلیفہ عاضد کی کم سنی اور نیز اسوجہ سے کہ وزیر السلطنت صالح ہی کا یہ خلیفہ بنایا ہوا تھا وزیر السلطنت صالح کے قدم حکومت و سلطنت پر استقلال اور استحکام کے ساتھ جم گئے' امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنیکا کلی اختیار اسکے قبضہ اقتدار میں آگیا۔ فراہمی مال و وصولی خراج کا مالک ہوگیا۔ خلیفہ عاضد برائے نام خلیفہ تھا محلسرائے خلافت کے اندر باہر اسی کا حکم نافذ و جاری تھا۔ ارکین دولت اور خدام محلسرائے خلافت کو یہ امر ناگوار معلوم ہوا امراء کبار اسکے قتل کی فکریں کرنے لگے۔ خلیفہ عاضد کی چھوٹی

پھوپھی نے جو خلیفہ فایز کی کفیل تھی اس امر اہم کے کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ اس نے سپہ سالاران سودانیہ اور قصر خلافت کے خدام کو جمع کر کے وزیر السلطنت کے قتل کرڈالنے کا ذمہ دار بنایا چنانچہ ان لوگوں نے متفق ہو کر صالح کے قتل کا عہد و پیمان کیا ابن الداعی اور امیر بن قوام الدولہ اس امر میں زیادہ ساعی تھے۔ ایک روز یہ دونوں قصر خلافت کی دہلیز میں چھپکر کھڑے ہو گئے جوں ہی وزیر السلطنت اس طرف سے ہو کر گذرا ابن الداعی نے لپک کر تلوار کا وار کیا۔ امیر نے بڑھکر نیزہ مارا صالح زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ لوگ اٹھا کے محلسرائے وزارت میں لائے اسوقت تک اسمیں دم باقی تھا۔ خلیفہ عاضد کے پاس کہلا بھیجا "خلافت مآب نے میرے خون سے اپنے ہاتھ کو ناحق رنگ لیا۔ اسکا نتیجہ اچھا نہ ہوگا" خلیفہ عاضد نے جواب دیا "میں اس سے بری ہوں یہ کام میری پھوپھی کا ہے" جواب آنے کے بعد وزیر السلطنت نے دم توڑ دیا۔ بوقت وفات اپنے بیٹے زریک کو طلب کر کے قلمدان وزارت سپرد کیا اور خلیفہ عاضد کو زریک کو وزیر بنانیکی وصیت کر گیا پس خلیفہ عاضد نے بعد موت صالح اسکے بیٹے زریک کو عہدہ وزارت عطا فرمایا اور "العادل" کا خطاب دیا۔

زریک نے عہدہ وزارت حاصل کر کے خلیفہ عاضد کی اجازت سے اپنے باپ کے قاتلوں خلیفہ عاضد کی پھوپھی امیر ابن قوام الدولہ اور استاد عنبر ریقی کو سزائے موت دی اور حکومت و سلطنت کا نظم و نسق کرنے لگا۔ بے سمجھے بوجھے شاور والی صعید کی معزولی پر تل گیا شاور نہایت چالاک اور مدبر تھا صالح اکثر کہا کرتا تھا کہ میں اسکو سند حکومت دیکے بہت پچھتایا اور پھر میں اسکو معزول نکر سکا صالح نے انہیں باتوں پر نظر کر کے شاور سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنیکی زریک کو ہدایت کی تھی۔ مگر زریک نے مطلق خیال نہ کیا۔ شاور کی معزولی کا حکم بھیجدیا اور بجائے اسکے امیر بن رقہ کو صعید کا حاکم مقرر کیا۔ شاور کو اس سے سخت برافروختگی ہوئی۔ فوجیں مرتب کر کے قاہرہ کی طرف بڑھا۔ زریک کو اسکی خبر لگ گئی مقابلہ کی طاقت اپنے میں نہ دیکھ کے سوا اپنے چند غلاموں کے کسیقدر مال و اسباب لیکے نکل بھاگا۔ کوچ و مقام کرتا ہوا طفیجہ پہونچا اتفاق سے ابن نصر مل گیا اس نے زریک کو گرفتار کر لیا اور پابزنجیر شاور کی خدمت میں لاکے حاضر کر دیا شاور نے اسکو اور نیز اسکے بھائی

کو نظر بند کر دیا' بعد چندے رزیک نے جیل سے نکل جانے کا قصد کیا' رزیک کے بھائی نے شاور تک یہ خبر پہونچادی' پس شاور نے رزیک کو اسکی وزارت کے ایک برس بعد اور اسکے باپ کی وزارت کے نویں سال قتل کرڈالا۔

وزارت شاور و ضرغام

۵۵۸ھ میں شاور مظفر و منصور قاہرہ میں داخل ہوا۔ سعید السعداء کے مکان پر جا کے اُترا۔ اسکے ہمراہ اسکے بیٹے علی طے اور کامل بھی تھے۔ دارالوزارت پر شاور کے قابض ہو جانکی وجہ سے خلیفہ عاضد نے قلمدان وزارت شاور کے حوالہ کر دیا۔ امیر الجیوش'' کا خطاب عنایت کیا' بنی رزیک کے مال و اسباب اور مکانات پر قبضہ کر لینے کی اجازت دیدی چنانچہ شاور نے بنی رزیک کے مال و اسباب' مکانات اور خزانوں پر قبضہ کر لیا۔ بنظر تالیف قلوب وظیفہ خواران دولت علویہ کے وظائف بڑھا دیئے۔ ارکین دولت کو انعامات اور صلے دیئے

صالح بن رزیک نے اپنے عہد وزارت میں امراء کا ایک گروہ بنایا تھا جنکو برقیہ کے نام سے موسوم کرتا تھا اس گروہ کا سردار ضرغام نامی ایک شخص تھا جو اس سے پہلے محلسرائے خلافت کا داروغہ تھا اس نے شاور کی وزارت کے نویں مہینے وزارت کا دعوی کیا' لڑجھگڑ کر شاور کو مصر سے نکالدیا اور خود دارالوزارت پر قابض ہو گیا۔ شاور نے مصر سے نکل کے شام کا راستہ لیا' بعد روانگی شاور' مصر میں ضرغام نے قتل عام کا بازار گرم کر دیا' شاور کے بیٹے علی کو مارڈالا' علاوہ اسکے اور بہت سے امراء مصر کو تہ تیغ کیا جو دولت علویہ کے جان نثاروں سے تھے' ایسے سے دولت علویہ کے قوائے حکمرانی ضعیف ہو گئے اور حکومت' مدبروں اور سیاسی رجال سے خالی ہو گئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں بعد اس مرد بیمار نے دم توڑ دیا

شیرکوہ اور لشکر نوریہ مصر میں

شاور نے شام پہونچ کے الملک العادل سلطان نورالدین محمود زنگی کی شرف حضوری دمشق میں حاصل کی' اپنی سرگذشت بیان کر کے امداد کا خواستگار ہوا اور شرط کی کہ اگر یہ خادم عہدہ وزارت پر بدستور بحال ہو جائیگا تو امراء لشکر کے جاگیروں کے علاوہ ملک مصر کا تہائی چار حصہ پر دولت نوریہ کا مسلمہ مقبوضہ ہوگا'

شیرکوہ سلطان نورالدین محمود کی فوج کا افسر اعلیٰ تھا اس واقعہ کو کہ شیرکوہ سلطان نورالدین محمود کی خدمت میں کیونکر پہونچا حسب موقع ہم تحریر کریں گے۔ ماہ جمادی الآخر ۵۵۹ھ میں سلطان نورالدین محمود نے اسدالدین شیرکوہ کو ایک عظیم فوج کے ساتھ شاور کی کمک پر روانہ کیا کہ مصر میں پہونچ کے غاصب وزیر ضرغام وزارت سے معزول کر دیا جائے اور شاور عہدۂ وزارت پر مامور و بحال کیا جائے اور جو شخص اس کام کے انجام دہی میں مزاحم و مخاصم ہو اس سے جنگ کی جائے۔

اسدالدین شیرکوہ کی روانگی کے بعد سلطان نورالدین محمود اس خیال سے کہ مبادا صلیبی عیسائی فوجیں، اسدالدین شیرکوہ سے روک ٹوک نہ کریں فوجیں آراستہ کر کے ممالک عیسائیہ کی طرف روانہ ہوا شیرکوہ اور شاور نے ملک مصر میں پہونچ کے بلبیس میں پڑاؤ کیا" ناصر الدین ہمام اور فخر الدین ہمام برادران ضرغام مصری فوج لے کے مقابلہ پر آئے شیرکوہ نے ان دونوں کو فاش شکست دیدی اور مصری فوج کو پامال اور امراء برقیہ کو تہ تیغ کرتا ہوا قاہرہ کی طرف بڑھا۔ یہ امراء برقیہ وہی تھے جنہوں نے شاور کے خلاف ضرغام سے سازش کی تھی۔ اثناء دار وگیر میں ضرغام کے دونوں بھائی گرفتار کر لئے گئے۔ شیرکوہ معہ ان قیدیوں کے مظفر و منصور قاہرہ میں داخل ہوا۔ ضرغام دارالوزارت چھوڑ کر بھاگ نکلا پل پر قریب مشہد سیدہ نفیسہ مار ڈالا گیا" اسکے دونوں بھائی ناصر الدین اور فخر الدین بھی قتل کر ڈالے گئے۔ شاور بدستور سابق عہدۂ وزارت پر مامور کیا گیا ایفاء وعدہ کا کیا ذکر ہے اسدالدین شیرکوہ سے مخالفت شروع کر دی شیرکوہ بچند وجوہ ملک شام کی طرف لوٹ کھڑا ہوا۔

شیرکوہ اور شاور شیرکوہ مصر سے شام واپس آکے ایک مدت تک نورالدین محمود کی خدمت میں حاضر رہا ۵۶۲ھ میں نورالدین محمود سے مصر پر فوج کشی کی اجازت طلب کی۔ نورالدین محمود نے شیرکوہ کو اجازت دی چنانچہ شیرکوہ فوجیں مرتب و آراستہ کر کے روانہ ہوا کوچ و قیام کرتا اور عیسائی ممالک سے گذرتا ہوا اطفیح (بلاد مصر) پہونچ کے ٹھہر گیا۔ دریائے نیل کو

غربی ساحل سے عبور کر کے جیزہ میں قیام کیا، پچاس دن کے اندر مصر کے غربی بلاد پر تصرف اور قبضہ حاصل کر لیا۔ شاور نے عیسائیوں سے مدد طلب کی، انکی فوج کو مصر میں لے آیا اور انکے ساتھ ہو کر شیرکوہ کے مقابلہ پر نکلا۔ مقام صعید میں دونوں حریفوں کا مڈبھیڑ ہوا۔ پہلے شیرکوہ کو مصریوں اور عیسائیوں کی کثرت سے خطرہ پیدا ہوا لیکن پھر اپنے دل کو مضبوط کر کے توکل علی اللہ میدان جنگ کا راستہ لیا اور باوجود کمی فوج کے کہ جسکی تعداد دو ہزار تک نہیں پہونچتی تھی مصری اور عیسائی فوجوں کو ہزیمت دیدی۔

شیرکوہ نے اس کامیابی کے بعد اسکندریہ کی طرف قدم بڑھایا۔ اہل اسکندریہ نے امن حاصل کر کے شہر کو شیرکوہ کے حوالہ کر دیا۔ شیرکوہ نے اپنے بھائی نجم الدین ایوب کے بیٹے صلاح الدین کو اسکندریہ کا حاکم مقرر کر کے صعید پر دھاوا کیا۔ مصری اور عیسائی امیروں نے یہ خبر پا کے اپنی اپنی فوجوں کو قاہرہ میں مجتمع اور آراستہ کر کے اس ناگہانی مصیبت کے دفع کرنے کو اسکندریہ کی جانب بڑھے اور اسکندریہ پر پہونچتے ہی صلاح الدین کا محاصرہ کر لیا۔ شیرکوہ کو اسکی خبر لگی تو اس نے صعید سے اسکندریہ کی طرف اپنے بھتیجہ صلاح الدین کی حمایت کو کوچ کیا۔ ان واقعات کے اثنا میں شاور نے بعض ترکمانوں نے روزانہ جنگ سے بیدلی ظاہر کرنا شروع کر دی ہنوز شیرکوہ نے کوئی فیصلہ قطعی نہیں کیا تھا کہ مصریوں اور عیسائیوں نے مصالحت کا پیام بھیجا، اس پیام کے بعد شیرکوہ نے اسکندریہ کو ان کے حوالہ کر دیا اور تاوان جنگ لے کے دمشق کی جانب مراجعت کر دی، آخری ماہ ذیقعدہ ۵۶۲ھ میں دمشق پہونچا۔

عیسائیوں نے شیرکوہ کی واپسی کے بعد مصریوں کے روبرو یہ چند شرائط پیش کئے (۱) عیسائی فوجیں قاہرہ میں مقیم رہیں گی (۲) انکی طرف سے ایک سیاسی ناظم قاہرہ میں رہیگا (۳) شہر پناہ کے دروازوں پر عیسائیوں کا قبضہ رہے گا تاکہ نورالدین کا لشکر شہر میں داخل نہو سکے (۴) اس انتظام اور حسن کارگزاری کے معاوضہ میں ایک لاکھ دینار سالانہ حکومت مصر عیسائی بادشاہ کو ادا کیا کرے حکومت مصر نے ان کل شرائط کو بخوشی و رغبت منظور کر لیا

شیر کوہ کی وزارت بعد اسکے عیسائیوں کو ملک مصر پر قبضہ کر لینے کی طمع دامنگیر ہوئی اور اہل مصر پر جا و بیجا حکمرانی کرنے لگے۔ بلبیس کو دبا لیا۔ قاہرہ پر قبضہ کر لینے پر مستعد و آمادہ ہوئے۔ شاور نے عیسائیوں کے خوف سے مصر کو ویران کر دیا شہر میں آگ لگا دی۔ بازاروں کو اہل شہر نے لوٹ لیا۔ اس اثناء میں عیسائی فوجیں قبضہ کر لینے کے قصد سے قاہرہ پر آ اتریں۔ خلیفہ عاضد نے سلطان نور الدین محمود کو ان واقعات سے مطلع کیا' امداد طلب کی' شاور اس خیال سے کہ مبادا خلیفہ عاضد اور نور الدین محمود باہم متفق اور متحد ہو جائیں عیسائیوں سے مصالحت کا نامہ و پیام کرنے لگا۔ بالآخر دو لاکھ دینار مصری نقد اور دس ہزار اردب غلہ پر مصالحت ہوئی۔ مگر اسقدر کثیر رقم کا فراہم ہونا اس زمانہ میں جبکہ شاور نے بخوف عیسائیوں کے اس سے پیشتر مصر کو ویران و خراب کر دیا تھا دشوار تھا نوبت جبر و تعدی کی پہونچی۔

شاور اور عیسائیوں میں سفارت کا کام جلیس بن عبدالقوی اور شیخ موفق کاتب سروی کر رہا تھا اور خلیفہ عاضد اس مصالحت کا مخالف تھا' شاور نے قاضی فاضل عبدالرحیم بیسانی کو خلافت مآب کو سمجھانے اور صلح پر راضی کرنے کی غرض سے دربار خلافت میں روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ عیسائیوں کو جزیہ و خراج دینا بہتر ہے اس سے کہ ترکوں کو تسلط اور دخل ان شہروں میں ہو' اور وہ انکے حالات سے مطلع ہوں' خلیفہ عاضد نے کچھ جواب نہ دیا اور شاور فراہمی مال و زر میں مصروف رہا۔

خلیفہ عاضد کے قاصد کے پہونچنے پر نور الدین محمود نے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور اسد الدین شیر کوہ کو بہت سا مال و اسباب جنگ مرحمت کر کے مصر کی جانب خلیفہ عاضد کی کمک پر روانہ کیا' اس مہم میں صلاح الدین (شیر کوہ کا بھتیجہ) بھی شیر کوہ کی درخواست پر مامور کیا گیا علاوہ اس کے ایک جماعت امراء نوریہ کی شیر کوہ کے ہمراہ مصر آئی ہوئی تھی۔ جسوقت عیسائیوں کو لشکر نوریہ کی آمد کی خبر لگی فوراً قاہرہ چھوڑ کر اپنے ملک کو واپس گئے۔

ابن طویل مورخ دولت عبیدین لکھتا ہے کہ شیرکوہ نے قاہرہ میں عیسائی لشکر کو شکست دیکے اسکے کیمپ کو لوٹ لیا تھا اور ماہ جمادی الاولی ۵۶۴ھ میں مظفر و منصور قاہرہ میں داخل ہوا پس خلیفہ عاضد نے خلعت خوشنودی عطا کی اور شیرکوہ باریاب ہو کے اپنے لشکر گاہ میں واپس آیا۔

شاور بدستور اپنے عہدہ پر تھا مگر خوف اسکے دل پر غالب ہو رہا تھا طرح طرح کے خیالات اسکے دماغ اور دل کو پریشان کر رہے تھے۔ ہنوز کوئی قطعی رائے نہیں قائم کی تھی کہ خلیفہ عاضد نے شیرکوہ کو شاور کے قتل کا اشارہ کیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ "یہ (یعنی شاور) ہمارا خانہ زاد ہے اسکے باقی رکھنے میں نہ ہمارا دولت و اقبال کا کوئی فائدہ ہے اور نہ آپ کو" چنانچہ شیرکوہ نے اپنے بھتیجہ صلاح الدین بن ایوب اور عزالدین جردیک کو اس کام کے سر کرنے پر متعین کیا ایک روز شاور حسب دستور شیرکوہ سے ملنے کو آیا۔ شیرکوہ اسوقت امام شافعی کے قبر پر گیا ہوا تھا شاور بھی یہ خبر پا کے امام شافعی کے مقبرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں صلاح الدین اور عزالدین جردیک سے ملاقات ہوگئی ان دونوں نے اسکو قتل کر کے سر اُتار لیا اور خلیفہ عاضد کی خدمت میں جا کے پیش کر دیا۔ عوام الناس نے شاور کے مکانات لوٹ لئے اسکے دونوں بیٹے کامل اور طے معہ ان لوگوں کے جو قصر وزارت میں اسکے ہوا خواہ تھے گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیئے گئے۔ خلیفہ عاضد نے خوش ہو کے شیرکوہ کو وزارت کا عہدہ عنایت کیا "المنصور امیر الجیوش" کا خطاب مرحمت فرمایا۔

شیرکوہ نے عہدۂ وزارت سے ممتاز ہو کے قصر وزارت میں اجلاس کیا، ملک کے نظم ونسق کی جانب توجہ کی۔ دولت و حکومت علویہ پر متغلب اور متصرف ہوا لشکریوں کو جاگیریں دیں، اپنے مصاحبوں اور امراء لشکر کو حکومتیں عطا کیں۔ اہل مصر کو مصر میں آباد کرنے کو واپس بلایا اور انکے اس فعل سے جو کہ انہوں نے اسکی بربادی اور ویرانی میں کیا تھا بیزاری اور ناراضی ظاہر کی۔

بعد اسکے شیر کوہ کئی بار خلیفہ عاضد سے ملنے کو گیا۔ ایک روز جوہر استاد نے خلیفہ خلیفہ عاضد کی طرف سے کہا "مولانا امیر المومنین فرماتے ہیں کہ ہمکو یقین کامل ہے کہ اللہ جلشانہٗ نے بمقابلہ دشمنان خلافت ہماری مدد کا سہرہ تمہارے سر پر باندھا ہے۔ ہمکو امید ہے کہ تم ہمیشہ اپنی خیر خواہی کا دولت علویہ کو عمدہ ثبوت دیتے ہوگے"۔ شیر کوہ نے اسقدر افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کیا "انشاء اللہ تعالیٰ جیسی توقع ہے اس سے زیادہ میں اپنے کو ثابت کرتا رہونگا" خلیفہ عاضد نے خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا اور جلیس بن عبد القوی کے برابر بیٹھنے کی جگہ مقرر کی۔ جلیس بن عبد القوی داعی الدعاۃ اور قاضی القضاۃ بھی تھا شیر کوہ نے اسکو اسکے عہدہ پر بحال و قائم رکھا۔

شیر کوہ کی وفات صلاح الدین کی وزارت بعد اسکے اسد الدین شیر کوہ نے اپنی وزارت کے دو مہینے چند دنوں بعد اور بعضے کہتے ہیں کہ گیارہ مہینے بعد وفات پائی۔ بوقت وفات اپنے مصاحبوں اور امرائے لشکر کو وصیت کر گیا کہ کسی وقت میں تم لوگ قاہرہ چھوڑنے کا قصد نہ کرنا۔

شیر کوہ کے انتقال کے وقت امرائے نوریہ سے عین الدولہ باروقی قطب الدین نیال سیف الدین مشطوب ہکاری اور شہاب الدین محمود حارمی قاہرہ میں موجود تھا یہ لوگ رتبۂ وزارت اور ریاست کے حاصل کرنے میں باہم جھگڑ پڑے ہر فریق نے دوسرے کے مغلوب کرنے کی غرض سے اپنے اپنے ہواخواہوں کو مجتمع کیا۔ لیکن خلیفہ عاضد اس خیال سے کہ صلاح الدین بوجہ کم سنی امور سلطنت کو بغیر مشورہ اراکین خلافت انجام نہیں دے سکے گا صلاح الدین کی وزارت کی طرف مائل ہوا۔ اکثر اراکین دولت نے اس خیال کی موافقت کی، بعضوں کی یہ رائے ہوئی کہ ترکوں کا لشکر بلاد شرقیہ کی طرف واپس کر دیا جائے اور ان پر قراقوش کو حکومت دیجائے، خلیفہ عاضد نے کثرت رائے کے مطابق صلاح الدین کو مجلس اے خلافت میں طلب کرکے قلمدان وزارت مرحمت فرمایا اس سے امرائے نوریہ میں سخت بیدلی پیدا ہوگئی۔ مگر فقیہ عیسیٰ ہکاری کی عاقلانہ تدابیر سے جو صلاح الدین کا دلی خیر خواہ تھا کل امرائے نوریہ صلاح الدین

کی طرف مائل اور اسکے مطیع ہو گئے عین الدولہ باروتی ایک ضدی آدمی تھا اس نے کسی طرح اطاعت قبول نہ کی ترک رفاقت کر کے شام چلا گیا۔

الغرض صلاح الدین مصر میں خلیفہ عاضد کی وزارت کا کام انجام دینے لگا' اسکو سلطان نورالدین محمود زنگی کے دربار سے بھی تعلق تھا۔ اسکی طرف سے صلاح الدین مصر میں بطور ایک نائب کے رہتا تھا۔ نورالدین اسکو امیر سپہ سالار کے خطاب سے یاد کرتا تھا' خط و کتابت میں بجائے اسکے نام کے لکھنے کے 'امیر سپہ سالار و جمیع امراء نوریہ مقیم دیار مصریہ' کے تحریر کرنے پر اکتفا کیا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ صلاح الدین کل امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کے اختیارات اپنے قبضۂ اقتدار میں لیتا گیا اور خلیفہ عاضد کے قوائے حکمرانی کمزور و مضمحل ہوتے گئے۔ مصر کے دار المعونہ کو جو کوتوال مصر کے رہنے کا مکان اور نیز جیل تھا منہدم کرا دیا شافعیہ کا مدرسہ تعمیر کرایا۔ اسی طرح دار العزل کو بھی مسمار کرا کے مالکیہ کا مدرسہ بنوایا۔ شیعی قاضیوں کو معزول کر کے شافعی قضاۃ مقرر کئے اور اپنی طرف سے کل بلاد مصر میں ایک ایک نائب مامور کیا۔

عیسائیوں کا محاصرۂ دمیاط

جس وقت اسدالدین شیرکوہ مع امراء نوریہ کے مصر میں آرہا اور عہدۂ وزارت حاصل کر کے مصر کے ملک پر قابض و متصرف ہو گیا اور عیسائیوں سے ملک مصر کو خالی کرا لیا اسوقت عیسائیوں کو اپنی زیادتیوں پر ندامت ہوئی جو کچھ بطور خراج ان کو ملک مصر سے ملتا تھا وہ بھی موقوف ہو گیا طرہ یہ ہوا کہ ان کو بیت المقدس پر قبضہ رکھنے میں بھی آئندہ خطرات کا خیال پیدا ہوا۔ عیسائیان صقلیہ اور اندلس کو یہ واقعات لکھ بھیجے اور ان سے امداد طلب کی۔ چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد عیسائی مجاہدوں کا ایک عظیم گروہ عیسائیان شام کی کمک پر آ گیا اس سے عیسائیان شام کے حوصلے بڑھ گئے مرتب اور مسلح ہو کے ۵۶۵ھ میں دمیاط آ اترے محاصرہ کر لیا۔ دمیاط کی حکومت پر ان دنوں شمس الخواص منکور نامی ایک امیر نامور تھا۔ اس نے صلاح الدین کو اس سے مطلع کیا۔ صلاح الدین نے بہاء الدین قراقوش کو بسر افسری ایک فوج' اہل دمیاط کی مدد کو روانہ کیا خزانہ مال' اسباب اور بیشمار آلات

حرب مرحمت کئے ساتھ ہی اسکے سلطان نورالدین محمود زنگی سے بھی امداد طلب کی شیعوں اور سوڈانیوں کی وجہ سے مصر چھوڑنے اور اس مہم پر نہ جانے کی معذرت لکھی۔ پس نورالدین محمود نے بھی وقتاً فوقتاً تھوڑی تھوڑی سی فوجیں اہل دمیاط کی امداد کو روانہ کیں اور انکی قوت تقسیم کرنیکے خیال سے خود بھی سواحل شام پر حملہ آور ہوا اپنے پرزور حملوں سے عیسائیوں کو تنگ کرنے لگا' نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی کروسیڈرون نے گھبرا کر پچاس یوم کے محاصرہ کے بعد دمیاط سے محاصرہ اُٹھا لیا' لوٹ کر اپنے شہروں میں آئے تو انکو ویران اور خراب پایا۔

خلیفہ عاضد نے اس کامیابی پر صلاح الدین کی بیحد مدح وثنا کی۔ بعد اسکے صلاح الدین نے اپنے باپ نجم الدین اور کل اپنے اصحاب اور احباب کو شام سے مصر میں طلب کر لیا خلیفہ عاضد ان لوگوں سے ملنے کو آیا اور بڑی آؤ بھگت کی۔

سوڈانیوں اور عمارہ کی بغاوت

جس وقت صلاح الدین کا قدم' استقلال کے ساتھ حکومت مصر پر جم گیا شیعان مصر اور اُن کے ہواخواہوں کو بیحد ناراضی ہوئی۔ ایک گروہ انہیں سے جنہیں عویرش' قاضی القضاۃ ابن کامل' امیر معروف عبدالصمد کاتب اور عمارہ یمنی زبیدی شاعر تھا صلاح الدین کے خلاف مشورہ کرنیکی غرض سے مجتمع ہوا ان سبھوں کا سرگروہ اور پیشوا یہی عمارہ یمنی تھا۔ ان لوگوں نے بعد بحث ومباحثہ کے یہ طے کیا کہ مصر سے ترکوں کے نکال باہر کرنے کو عیسائیوں سے امداد لینا چاہیئے اور اس صلہ میں مصر کے مالیہ سے انکا ایک حصہ مقرر کر دیا جائے۔ اس صلاح ومشورہ میں سوڈانی غلام اور قصر خلافت کے خدام بھی شریک تھے۔ موتمن الخلافۃ نے عیسائیوں کے سفیر کو خلیفہ عاضد کے دربار تک پہونچا دینے کا بیڑہ اُٹھایا تھا۔ موتمن الخلافۃ' قصر خلافت کے خادموں کا سردار تھا۔ خلیفہ عاضد کا پروردہ اور اسکی لڑکی خلیفہ عاضد کی بیوی تھی۔ چنانچہ موتمن الخلافت نے اپنے مکان میں عیسائی سفیر کو ایک مصنوعی خلیفہ عاضد سے ملایا۔ عیسائی سفیر یہ خیال کر کے کہ خلیفہ عاضد نے میرے ساتھ عہد وپیمان کر لیا ہے معاودت کی۔ رفتہ رفتہ اسکی خبر نجم الدین بن مصنیال تک پہونچی جو شیعوں کا

ایک نامور سرگروہ تھا۔ اسکو صلاح الدین سے خاص تعلق ہوا خواہی کا پیدا ہو گیا تھا صلاح الدین نے اسکو اسکندریہ کی حکومت عطا کی تھی چونکہ بہاء الدین قراقوش سے اور اس سے کسی بات پر کشیدگی پیدا ہو گئی تھی، شیعوں نے یہ خیال کر کے کہ اب نجم الدین کو صلاح الدین سے ہمدردی باقی نہیں رہی کل حال بالتفصیل بتلادیا کہ تم کو وزارت دیجائیگی۔ عمارہ یمنی کو عہدہ کتابت مرحمت ہوگا سکریٹریٹ کا دفتر بھی اسی کے چارج میں رہے گا۔ فاضل بن کامل قاضی القضاۃ داعی الدعاۃ موقوف و معزول کیا جائیگا۔ عبدالصمد خراج پر متعین ہوگا اور عوریش اسکی نگرانی کرتا رہے گا نجم الدین نے یہ سن کے مسرت ظاہر کی اور بطیب خاطر ان لوگوں کی رائے سے موافقت کا اظہار کیا۔ لیکن موقع پا کے چپکے سے صلاح الدین کو اس سے مطلع کر دیا صلاح الدین نے ان کو اور نیز عیسائیوں کے سفیر کو گرفتار کرالیا متعدد مجلسوں اور مواقع میں ان کے الزامات کی تفتیش کی محلسرائے خلافت کے خواجہ سراؤں اور دربانوں کو طلب کر کے نہایت سختی سے دریافت کیا کہ خلیفہ عاضد محلسرائے خلافت سے کیونکر نکل کر نجاح (موتمن الدولہ) کے مکان پر گیا ان لوگوں نے بحلف بیان کیا کہ خلیفہ عاضد نے محلسرائے خلافت سے باہر قدم نہیں نکالا آپ کو یہ خبر غلط طور سے پہونچائی گئی ہے۔ اسپر صلاح الدین نے خلیفہ عاضد کے مواجہ میں نجاح کو طلب کر کے حلفی اظہار لیا اس نے بھی بیان کیا کہ خلیفہ عاضد میرے مکان پر تشریف نہیں لے گئے اور نہ عیسائیوں کے سفیر سے ملاقات کرنیکا خلافت مآب کو موقع ملا۔ نجاح کے اظہار سے صلاح الدین کے دل پر خلیفہ عاضد کی برات کی تصویر کھینچ گئی۔

عمارہ یمنی شاعر اکثر شمس الدولہ تورانشاہ کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا تورانشاہ نے اپنے بھائی صلاح الدین سے بر سبیل تذکرہ بیان کیا کہ عمارہ نے خلیفہ عاضد کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے جسمیں اسکو یمن جانے اور اہل یمن کے پامال کرنیکی ترغیب دی ہے اور اس قصیدہ میں خاندان نبوت پر بھی چوٹ کی ہے جس سے اسکا خون مباح اور قتل واجب ہوتا ہے۔ اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے

"تم اپنے لئے ایسا ملک پیدا کرو جس میں تمکو دوسروں کی احتیاج باقی نہ رہ جائے"

"اور تم آتش جنگ کو لڑائی کے جھنڈے کے ذریعہ سے مشتعل کرو"

"اس بے شعور کی حکومت اس طریقہ کی ہے جیسا کہ زبان زد عوام ہے"

"کہ کمزور کی بیوی تمام عالم کی بھاوج ہوتی ہے"

ابتداً اسکی بنیاد ایسے شخص نے ڈالی ہے۔ جو اپنی کوششوں سے سردار عالم کہلایا ہے۔"

پس صلاح الدین نے بعد تفتیش حال کل ملزموں کو ایک روز مابین قصر خلافت و قصر وزارت جمع کر کے قتل کروا دیا اور نعشوں کو صلیب پر چڑھوا دیا اس واقعہ کے بیسویں دن، ابن کامل کے قتل کا حکم صادر کیا۔ باقی را عمارہ جسوقت اسکے قتل اور دار پر چڑھ جانے کا حکم صادر ہوا۔ پا بزنجیر قاضی فاضل کے مکان کی طرف سے ہو کر نکالا گیا، عمارہ نے قاضی فاضل سے ملنے کی درخواست کی قاضی فاضل نے انکار کر دیا۔ عمارہ اپنا سا منہ لیکے رہ گیا اور یہ کہتا ہوا مقتل کی جانب چلا۔

عبد الرحیم قد احتجب ، عبد الرحیم (قاضی فاضل) روپوش ہو گیا۔
ان الخلاص ھو العجب اب رہائی تعجبات سے ہے۔

کتاب ابن اثیر میں لکھا ہے کہ صلاح الدین کو ان لوگوں کی حرکات سے یوں اطلاع ہوئی تھی کہ ان لوگوں نے جو خط عیسائیوں کو لکھا تھا، وہ کسی ذریعہ سے صلاح الدین کے کسی مصاحب کے ہاتھ آ گیا، اسنے اس خط کو پڑھ کے مع پیام بر کے صلاح الدین کی خدمت میں پیش کر دیا پس صلاح الدین نے پہلے موتمن الخلافۃ کو اس جرم کے پاداش میں قتل کرایا بعد ازاں کل خدام محلسرائے خلافت کو معزول کر کے اپنے جانب سے خدام مقرر کئے بہاء الدین قراقوش کو انکی سرداری عنایت فرمائی۔ سوڈانیوں کو اس سے اشتعال پیدا ہوا، تقریباً پچاس ہزار سوڈانیوں نے مجتمع ہو کے صلاح الدین کے خلاف ہنگامہ کر دیا چنانچہ صلاح الدین کے لشکر سے اور سوڈانیوں سے مابین قصر خلافت و قصر وزارت معرکہ آرائی کی نوبت آئی۔ سوڈانی

شکست کھا کے بھاگے۔ فتحمند گروہ نے انکے گھروں میں آگ لگادی' انکے مال و اسباب کو جلا کے خاک و سیاہ کر دیا۔ ہزاروں سودانی تہ تیغ ہوئے' باقی ماندگان نے امان کی درخواست کی' امان دیدی گئی اور جیزہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا گیا۔ شمس الدولہ تورانشاہ کو اسکی خبر نہ تھی مسلح ہو کے انکی طرف گیا اور جی کھول کے انکو پامال کیا۔

دولت علویہ کا خاتمہ

جس روز سے صلاح الدین کی حکومت کا سکہ ملک مصر میں استقلال و استحکام کے ساتھ چلنے لگا تھا اور قصر خلافت پر بھی قابض ہو گیا تھا اور ساتھ ہی اسکے خلیفہ عاضد کی حکومت د خلافت کی مشین کے پرزے ڈھیلے اور ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے اسی دن سے سلطان نور الدین محمود تحریک کر رہا تھا کہ مصر سے خلافت علویہ کا خطبہ موقوف کر دیا جائے اور خلیفہ مستضی تاجدار خلافت عباسیہ کے نام نامی سے ساجد کے منبروں کی زینت دیجائے مگر صلاح الدین اس خوف سے کہ مبادا کوئی فتنہ و فساد برپا ہو جائے بلطائف الحیل ٹال رہا تھا اور یہ معذرت کرتا جاتا تھا کہ اس سے اہل مصر مشتعل و برافروختہ ہو جائینگے' نور الدین نے اس معذرت پر مطلق توجہ نہ کی ڈانٹ کا خط تحریر کیا اور خلیفہ عاضد سے سازش کر لینے کا الزام لگایا' صلاح الدین نے اپنے مصاحبوں سے اس بابت مشورہ کیا مصاحبوں نے رائے دی کہ نور الدین کی مخالفت اچھی نہیں ہے جیسا حکم ہو اسکی تعمیل کرنا مناسب اور باعث بہبودی آئندہ ہے'۔ اسی زمانہ میں علماء عجم کی طرف سے فقیہ جبشانی بطور وفد صلاح الدین کی خدمت میں حاضر ہوا یہ شخص "الامیر العالم" کے لقب سے مخاطب کیا جاتا تھا اسنے اس امر کا احساس کر کے صلاح الدین اور اسکے اراکین دولت خلافت عباسیہ کے خطبہ پڑھنے میں پس و پیش کرتے ہیں حاضرین کو مخاطب کر کے کہا "یہ میرا کام ہے میں خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھونگا" چنانچہ محرم سنہ ۵۶۷ھ کے پہلے جمعہ میں خطیب سے پیشتر منبر پر چڑھ گیا اور خلیفہ مستضی کے نام کا خطبہ پڑھا اور اسکے لئے دعا کی' کسی نے دم تک نہ مارا' دوسرے جمعہ میں صلاح الدین نے مصر و قاہرہ کے خطیبوں کو خلیفہ عاضد کے نام کا خطبہ موقوف کرنے اور خلیفہ مستضی کے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا' چنانچہ کل خطیبوں نے اس حکم کی تعمیل

کی اور ایک گشتی فرمان تمام ممالک مصر میں بشعر مضمون بالا بھیجدیا۔ خلیفہ عاضد اسوقت سخت علیل تھا۔ علالت کی وجہ سے کسی نے اسکی اطلاع نہ کی تاآنکہ یوم عاشورہ (دسویں محرم سنہ مذکور) کو اس نے وفات پائی‘ صلاح الدین نے عزاداری کا دربار کیا اور قصر خلافت کے کل مال واسباب کو ضبط کرلیا۔ بہاء الدین قراقوش مال واسباب کے فراہم کرنے اور ان کے اٹھا لانے پر مامور تھا۔

شاہی خزانہ اور محلسرائے خلافت میں اسقدر قیمتی قیمتی اسباب تھے کہ آج تک نہ آنکھوں دیکھے گئے اور نہ کانوں سُنے گئے۔ یاقوت‘ زمرد‘ طلائی زیورات‘ نقرئی وطلائی ظروف‘ قیمتی قیمتی کپڑے طرح طرح کی خوشبودار اشیاء اور شیشہ آلات بیشمار ہاتھ آئے۔ ایک لاکھ بیس ہزار کتابیں ملیں جسکو صلاح الدین نے فاضل عبدالرحیم بیسانی کو دیدیا جو اسکا سکرٹیری اور قاضی تھا‘ آلات حرب‘ سامان جنگ بھی بیحد اور بے پایاں اور زرنقد لاانتہا ہاتھ لگا مال واسباب ضبط کرنے کے بعد مردوں اور عورتوں کو قید کردیا تاآنکہ وہ سب مرگئے۔

زمانہ حکومت عزیز اور حاکم حکمرانان مصر میں دولت علویہ اہل کتامہ سے بھری ہوئی تھی اور یہ لوگ تمام بلاد مشرق میں پھیلے ہوئے تھے مگر شیعوں کے سلسلہ حکومت منقطع ہونے اور خلیفہ عاضد آخری خلیفہ کے مرنے سے ان لوگوں کا بھی خاتمہ ہوگیا... زمانہ کے فراز ونشیب اور واقعات کے تغیرات نے ان لوگوں کو ایسا کھالیا کہ ڈکار تک نہ لی جیسا کہ ہمیشہ سے دولت و حکومت کی قدیم زمانہ سے یہی رفتار چلی آتی ہے۔

خلیفہ عاضد کے مرنے پر مصر میں خلافت عباسیہ کی حکومت کا پھریرہ کامیابی کی ہوا میں اڑنے لگا۔ شیعان مصر کو یہ امر ناگوار گذرا‘ ان میں سے ایک گروہ نے مجتمع ہوکے داؤد بن عاضد کے ہاتھ پر خلافت وامارت کی بیعت کی کسی ذریعہ سے صلاح الدین کو اسکی خبر لگ گئی سبھوں کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا اور داؤد کو قصر خلافت سے نکالدیا یہ واقعہ ۵۶۹ھ کا ہے۔

اس واقعہ کے ایک مدت کے بعد داؤد بن عاضد کے بیٹے سلیمان نامی نے صعید میں

سر اٹھایا مگر سر اٹھاتے ہی گرفتار کر لیا گیا' تا آنکہ بحالت قید مر گیا بعد ازاں اطراف فارس میں محمد بن عبداللہ بن عاضد خلافت و امارت کا دعوی دار ہوا "مہدی" کے لقب سے اپنے کو ملقب کیا لیکن اس کو بھی پھلنے پھولنے کا موقع نہ ملا اٹھتی کونپل قتل کیا گیا صلیب پر چڑھایا گیا۔

ان لوگوں کے قتل ہو جانے سے عبیدیوں کا کوئی ممبر کہیں باقی نہ رہا البتہ عراق میں فرقہ فدایہ اور بلاد اسماعیلیہ میں حسن بن صباح' قلعہ موت میں انہیں خلفاء علویہ عبیدیہ کا یادگار تھا ہم انکے حالات کو آئندہ حسب موقع بیان کرینگے' ان باقی ماندہ ممبران خاندان خلافت علویہ کی حکومت کا سلسلہ بھی' خلافت عباسیہ بغداد کے ساتھ ۶۵۵ھ میں ہولاکو اولاد چنگیز خاں بادشاہ تاتار کے ہاتھ تباہ و برباد ہو گیا والامر للہ وحدہ۔

خلفاء فاطمیین کے یہی حالات تھے جنکو ہم نے تاریخ کامل تصنیف ابن اثیر اور ان کی تاریخ حکومت تالیف ابن طویل اور کسی قدر ابن مسیحی کی روایات سے بہا امکن ملخص کر کے اس مقام پر جمع کیا ہے۔

اخبار بنی حمدون ملوک مسیلہ و زاب جو خلافت عبیدیہ کے زیر اثر حکومت کر رہے تھے

علی بن حمدون بن سماک بن مسعود بن منصور جذامی معروف بہ ابن اندلسی اندلوسیہ عظمی کا رہنے والا تھا' علی بن حمدون اتفاق زمانہ سے عبیداللہ اور ابوالقاسم کے پاس مشرق میں حکومت علویہ قائم ہونے سے پیشتر چلا آتا تھا ان لوگوں نے علی بن حمدون کو طرابلس سے عبداللہ شیعی کے پاس بھیج دیا۔ عبداللہ شیعی علی بن حمدون سے بجد تپاک سے ملا بہ عزت و احترام پیش آیا چنانچہ علی بن حمدون اس زمانہ تک ان لوگوں کی خدمت میں رہا جب تک کہ یہ لوگ سجلماسہ میں مقیم رہے پس جب ان لوگوں کی حکومت و ریاست کو ایک گونہ استحکام اور استقلال ہو گیا اور ابوالقاسم ۳۱۵ھ میں مغرب کی طرف واپس آیا اور شہر مسیلہ کا بنیادی پتھر رکھا' اسوقت اس نے علی بن حمدون کو اس شہر کے آباد و تعمیر کرنے پر متعین کیا اور اس کا محمدیہ نام رکھا۔

جب اسکی تعمیر ختم ہو چکی تو اس نے علی بن حمدون کو زاب کی سند حکومت عطا کی اور وہیں قیام کرنیکا حکم دیا۔ پھر جسوقت منصور پر ابو یزید صاحب الحمار نے جبل کتامہ میں محاصرہ ڈالا اسوقت اِس نے اس شہر کو رسد وغلہ اور آلات حرب سے معمور کر دیا اسوقت سے برابر یہی اس شہر کی حکومت کرتا چلا آیا۔ اسکے دونوں بیٹے جعفر اور یحییٰ نے ابوالقاسم کے یہاں پرورش اور تربیت پائی۔ پھر جب ابو یزید نے دوبارہ سر اُٹھایا اور تمام بلاد افریقیہ میں آتش فساد مشتعل و روشن ہو گئی اور اطراف وجوانب کے ہوا خواہان دولت علویہ کے دلوں میں پامالی کی مہیب صورتیں جاگزیں ہو گئیں تو منصور نے علی بن حمدون کو لکھ بھیجا کہ قبائل بربر کی فوجیں مرتب کر کے ہم سے آملو چنانچہ علی بن حمدون نے فوجیں مرتب کر کے قسطنطینہ سے مہدیہ کی جانب کوچ کیا اثنائے راہ میں جو بلاد ملتے تھے انکو تاخت و تاراج کرتا ہوا ناریہ پہونچا پھر یہاں سے کوچ کر کے باجہ پر جا کے پڑاؤ کیا اسوقت باجہ میں ایوب بن ابو یزید ایک لشکر عظیم نکاریہ اور بربر کا لئے ہوئے پڑا تھا علی نے ایوب پر حملہ کیا فریقین میں گھمسان لڑائی ہونے لگی ایک روز اثنائے جنگ میں شب کے وقت ایوب نے علی بن حمدون کے لشکر پر چھاپہ مارا جس سے علی کا لشکر گھبرا کر بھاگ نکلا علی بن حمدون اپنی فوج سے علیحدہ ہو کر ایک پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا اور وہیں ۳۳۴ھ میں مرگیا

ابو یزید کا زمانہ شورش وفساد منقضی ہونے پر منصور نے مسیلہ اور زاب کی کرسی حکومت پر جعفر بن علی بن حمدون کو متمکن کیا اور وہیں پر اسکو اور اسکے بھائی یحییٰ کو قیام کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ جعفر ویحییٰ نے مسیلہ اور زاب میں اپنی حکومت وریاست کی بنا ڈالی۔ دفاتر اور محکمے قائم کئے محلسرائیں بنوائیں حمامات تعمیر کئے۔ ایک مدت تک ان لوگوں کی حکومت اس شہر میں قائم رہی۔ دور دور از ملکوں سے علماء وشعراء ان کے دربار میں آئے ازانجملہ ابن ہانی شاعر اندلسی تھا اس کے قصائد مدحیہ جو اس نے جعفر ویحییٰ کے شان میں لکھے تھے معروف ومشہور ہیں

جعفر اور زیری بن مناد میں بیحد عداوت تھی دونوں میں حکومت وریاست کے بابت متعدد لڑائیاں ہوئیں جسکی وجہ سے زیری کو جبکہ بوجہ سرکشی وبغاوت زناتہ مغرب سے واپس

آرہا تھا سخت نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ بعد اسکے جب معز نے ۳۶۲ھ میں قاہرہ آنے کا قصد کیا تو جعفر کو مسیلہ سے بلا بھیجا۔ جعفر کو اس سے خطرہ پیدا ہوا مع اپنی فوج کے معز کے آنے سے پیشتر زناتہ سے جا ملا۔ صنہاجہ اور خلیفہ معز نے اس سے خط وکتابت کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ جعفر نے زناتہ کو مجتمع کر کے معز کی مخالفت پر اُبھارا اور خلیفہ مستنصر کے علم حکومت کی اطاعت کی ترغیب دی۔ زناتہ نے بخوشی و رغبت' جعفر کی تحریک پر عملدرآمد کیا۔ اتنے میں زیری بن مناد آپہونچا اور اس نے ہنگامہ کارزار گرم کر دیا اتفاق یہ کہ اس میں زیری کو ہزیمت ہوئی۔ اثنار دار وگیر میں امرار زناتہ سے کسی نے زیری پر تلوار چلائی زیری زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا قاتل نے لپک کر سر اُتار لیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد جعفر نے زیری کے سر کو چند امرار زناتہ کے ساتھ خلیفہ مستنصر کی خدمت میں بھیج دیا' خلیفہ مستنصر نے ان لوگوں کی بیحد عزت افزائی کی اور زیری کے سر کو بغرض عبرت بازار قرطبہ میں اویزان کرا دیا۔ اس واقعہ سے یحییٰ بن علی کی مستنصر کے دربار میں قدر و منزلت بڑھ گئی جعفر کو بنظر قدر افزائی دربار خلافت میں حاضر ہونیکی اجازت دی۔

بعد چندے زناتہ کو یہ خبر لگی کہ یوسف بن زیری اپنے مقتول باپ کے خون کا بدلہ لینے کی تیاری کر رہا ہے۔ کمزوری طبیعت کے وجہ سے گھبرا گئے مقابلہ سے جی چرانے لگے عوام کا کیا ذکر ہے روسار اور امرار زناتہ بھی بوجہ فتنہ وفساد اپنے آنے والے حریف کی مدافعت سے عاجز و مجبور ہو گئے اس سے جعفر کو خطرہ پیدا ہوا۔ کشتیوں پر مال واسباب حشم' خدم' اور جسقدر خزانہ شاہی تھا اسکو بار کر کے براہ دریا دارالخلافت قرطبہ کا راستہ لیا جعفر کے ساتھ بڑے بڑے امرار زناتہ جو دولت امویہ اندلسیہ کے مطیع اور ہوا خواہ تھے قرطبہ چلے آئے تاجدار دولت امویہ اندلس نے ان لوگوں سے بعزت واحترام ملا۔ انعامات دیئے۔ توقیر وعزت سے ٹھیرایا۔ جب بعد ایک مدت کے یوسف بن زیری کا طوفان بے امتیازی فرو ہو گیا اور تمام بلاد میں امن وامان کی ہوا چلنے لگی تو ان لوگوں نے معاودت کی۔ چنانچہ تاجدار دولت امویہ نے ان لوگوں کو عزت واحترام

کے ساتھ رخصت کیا۔ یہ لوگ اپنے اپنے دلوں میں دولت امویہ کی محبت اور ہواخواہی لئے ہوئے واپس ہوئے

واپسی میں علی بن حمدون والی زاب و مسیلہ کی اولاد ان لوگوں کے ساتھ شریک نہیں ہوئی اس نے مصلحتاً دارالخلافت میں قیام کر دیا۔ خلیفہ وقت نے براہ قدر افزائی وزیروں کے گروہ میں ان لوگوں کو داخل کر لیا اور ان کو وہی جاگیریں اور وظائف عطا کئے جو وزراء کو دیئے جاتے تھے پس یہ لوگ باوجودیکہ اس گروہ میں نئے داخل ہوئے تھے مگر خلیفہ وقت کی قدردانی کی وجہ سے قدیمی ہواخواہان دولت میں شمار کئے جانے لگے۔

اسکے تھوڑے دنوں بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ علی بن حمدون دربار خلافت میں ایک روز کسی امر میں بحث و مباحثہ کرتے ہوئے آداب خلافت کا لحاظ چھوڑ دیا جسکی وجہ سے اسکی اولاد عتاب شاہی میں گرفتار ہو گئی قصر خلافت میں سبھوں کو طلب کر کے قید کر دیا۔ پھر چند دنوں کے بعد جبکہ خلیفہ حکم بعارضہ فالج مبتلا ہوا اور مغرب میں مروانیوں کا مطلع حکومت غبار آلود ہو چلا اور حکومت کو سرحدی حفاظت اور دشمنان خلافت کی مدافعت کی ضرورت محسوس ہوئی تو علی بن حمدون کی اولاد کو قید سے رہائی دیگئی۔ یحییٰ بن محمد بن ہاشم سرحدی مقامات سے طلب کیا گیا (یہ فاس اور مغرب کا والی تھا) حاجب مصحفی نے رائے دی کہ جعفر بن علی بن حمدون بلاد مغربیہ کے سرحد پر بھیجا جائے کیونکہ یہ ایک مدت تک زناتہ مغرب کے ساتھ رہا ہے پس اولاد علی بن حمدون زاویہ نکبت اور بدبختی سے باہر نکال کے عزت کی کرسی پر متمکن کئے گئے جعفر اور اسکے بھائی یحییٰ کو مغرب سند حکومت عطا کی گئی۔ شاہانہ خلعتیں دیگئیں۔ دونوں بھائیوں کو بے حد مال و اسباب دیا گیا۔ الغرض جعفر ۳۶۵ھ میں بلاد سرحدی کے انتظام اور اسکو دشمنوں کے حملوں سے بچانے کو مغرب کی طرف روانہ ہوا اور پہونچتے ہی بدنظمی دفع کرنے لگا ملوک زناتہ بنی یفرن، مغراوہ اور مکناسہ نے حاضر ہو کر علم خلافت کی اطاعت قبول کر لی۔

خلیفہ حکم کے مرنے پر ہشام نے سریر حکومت پر قدم رکھا اسکے عہد خلافت میں منصور بن ابی عامر

کے ہاتھ میں عنان حکومت تھی۔ اس نے اپنے ابتدائے زمانہ حکمرانی میں بلاد سرحدی میں سے صرف سبتہ کے انتظام پر اکتفا کیا شاہی لشکر اور ارکین دولت کی توجہ اسی شہر کے طرف منعطف ہوئی اہل علم وسیف کے قبضہ میں اس شہر کا انتظام دیا گیا۔ علاوہ اسکے اور شہروں کی جانب سے بے پروائی کیگئی۔ ملوک زناتہ بدستور علی بن حمدون کی اولاد کے زیر انتظام ونگرانی رہی خلعتیں اور جائزے دربار خلافت سے آتے رہے وفود کی آمد ورفت جاری وقائم رہی۔ انہیں واقعات کے اثناء میں ابن جعفر اور یحییٰ پسران علی بن حمدون سے اَن بن ہوگئی یحییٰ نے اپنے بھائی جعفر سے علیحدگی اختیار کرکے شہر بصریٰ کو دبا لیا اور معہ اکثر امراء و سرداران لشکر کے بصریٰ چلا گیا بعد بنو خواطہ کی بدولت جعفر کا جہاز تباہی میں پڑ گیا۔ ڈوبنے کے قریب ہو چکا تھا کہ محمد بن ابی عامر نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی جعفر کو اسکی مستعدی اور کارگذاری کی وجہ سے دارالخلافت میں طلب کیا[1]۔۔۔۔۔ چونکہ اس سے پیشتر جعفر کو خلیفہ حکم تاجدار اندلس کی بدولت اکثر مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا، اس وجہ سے محمد بن ابی عامر کے حکم کی تعمیل میں ذرا تاخیر سے کام لیا لیکن پھر کچھ سمجھ بوجھکر ملک مغرب کی حکومت اپنے بھائی کے لئے چھوڑ کے براہ دریا محمد بن ابی عامر کی جانب روانہ ہوا جسوقت یہ دارالخلافت میں پہونچا اسکی بحد آؤ بھگت کی گئی۔ عزت واحترام سے شاہی محل میں ٹھیرایا گیا۔

بلکین نے ۳۶۹ھ میں مغرب پر فوج کشی کی محمد بن ابی عامر نے قرطبہ سے فوجیں آراستہ کرکے بلکین کی مدافعت کی غرض سے جزیرہ کی جانب کوچ کیا جعفر بن علی نے سبتہ کی حفاظت پر کمر ہمت باندھی تاجدار اندلس نے ایک سو اونٹ اسباب جنگ سے لدے ہوئے محمد ابن عامر کی کمک کو روانہ کیا ملوک زناتہ بھی اسکی پشت پناہی کو آپہونچے، بلکین بے نیل مرام واپس ہوا جیسا کہ آئندہ ہم تحریر کرینگے۔

اس واقعہ کے بعد محمد ابی عامر کسی معاملہ میں جعفر سے مشکوک ومشتبہ ہوگیا رفتہ رفتہ یہ

نوٹ ۔۔ [1] اصل کتاب میں اس قدر جگہ خالی ہے۔ من مترجم

شک اس حد تک بڑھا کہ محمد بن ابی عامر نے چند لوگوں کو جعفر کے قتل پر مامور کر دیا جنھوں نے اسکو اسکے گھر میں گھس کے سنہ ۱؎ ...... میں قتل کر ڈالا۔

بعد اسکے یحییٰ بن علی مصر چلا گیا عزیز باللہ کے محل میں اُترا۔ عزیز باللہ نے کمال احترام سے ٹھیرایا چنانچہ ایک مدت تک اسی عزت و توقیر سے مصر میں مقیم رہا۔ پس جسوقت فلفول بن خرزون نے عہد حکومت حاکم بامر اللہ میں طرابلس کو صنہاجہ کے قبضہ سے نکالنے کی کوشش کی تو اسوقت خلیفہ حاکم نے جو فوجیں مرتب و آراستہ کے طرابلس کی جانب روانہ کی تھیں اسکی سرداری کا علم یحییٰ بن علی ہی کو عطا کیا تھا۔ مقام برقہ میں پہونچ کے ہلالیوں میں سے بنو قرہ نے مزاحمت کی جس سے یحییٰ کی جمیعت متفرق و منتشر ہو گئی مجبوی مصر واپس آیا اور وہیں ٹھیرا رہا تا آنکہ مصر ہی میں مرگیا واللہ وارث الارض و من علیہا و ھو خیر الوارثین۔

قرامطہ کے حالات تا زمانہ انقراض
جنھوں نے بحرین میں حکومت قائم کی تھی

اس دعوت کا اظہار نہ تو علویہ میں سے کسی نے کیا اور نہ طالبیوں میں سے کوئی شخص مدعی ہوا۔ اس حکومت کے بانی مبانی خاندان اہل بیت سے مہدی کے ایلچی ہوئے ہیں باوجودیکہ وہ درباره تعیین مہدی باہم مختلف تھے جیسا کہ آئندہ ذکر کیا جائے گا۔

قرامطہ کی دعوت کا دارومدار دو شخصوں پر تھا ان میں سے ایک کا نام فرج بن یحییٰ بن عثمان قاشانی تھا فرج بن یحییٰ مہدی کے ایلچیوں میں تھا ذکرویہ بن مہرویہ کے لقب سے بھی ملقب کیا جاتا ہے یہ وہی شخص ہے جو سواد کوفہ میں بعد ازاں عراق و شام میں اس مذہب کا پھیلانے والا اور حکومت قرامطہ کا بانی مبانی تھا مگر باوجود اسکی سعی و کوشش حکومت و دولت کی بنا رنہ قائم ہوئی۔ دوسرے کا نام ابو سعید حسن بن بہرام جنابی تھا۔ اس نے بحرین میں قرامطہ کے مذہب پھیلانے اور حکومت و ریاست کی بنا ر قائم کرنیکی کوشش کی چنانچہ اپنے ارادہ

نوٹ ۱؎ اصل کتاب میں اسقدر جگہ خالی ہے۔ من مترجم

میں کامیاب ہوا یہاں پر اسکی اور اسکی آیندہ نسلوں کی حکومت قائم و جاری ہوئی۔ بعض لوگوں نے اسکو فرقہ اسماعیلیہ کے ایلچیوں میں شمار کیا ہے جنکی حکومت و سلطنت قیروان میں تھی جیسا کہ آئندہ تم پڑھو گے۔

قرامطہ کے اعتقادات اور مذہبی مسائل نہایت مضطرب، مختل اور شریعت حقہ اسلامیہ کے منافی و مخالف ہیں۔ سب سے پہلے ۲۷۸ھ میں ایک شخص سواد کوفہ میں ظاہر ہوا۔ بظاہر زہد و ورع، طہارت اور عبادت کا بہت پابند تھا۔ اسکا یہ زعم تھا کہ میں مہدی موعود کی حکومت کا ایلچی ہوں۔ ایک گروہ کثیر اسکا تبع ہوگیا یہ اپنے کو قرمط کے لقب سے ملقب کرتا تھا۔ جو شخص اسکی جماعت میں شریک ہوتا تھا اس سے ایک دینار امام موعود کے لئے لیتا تھا اس جماعت پر بہت سے نقیب مقرر کئے تھے جنکو حواریوں کے نام سے موسوم کرتا تھا ہزاروں مسلمان اس فتنہ میں مبتلا ہوگئے گورنر کوفہ نے اسکو گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا۔ بعد چندے محافظوں کی غفلت سے بھاگ گیا پھر کوئی خبر نہ ملی کہ کیا ہوا۔ اس سے اسکے متبعین اور فتنہ میں پڑ گئے۔ بعضوں نے انہیں سے یہ خیال جمالیا کہ یہ وہی شخص ہے جس کی بشارت احمد بن محمد بن حنفیہ نے دی تھی اور یہ احمد نبی تھا۔ اس مذہب نے سواد میں بیحد ترقی کی، ان لوگوں میں ایک کتاب کی تلاوت کی جاتی ہے جس کی نسبت انکا یہ خیال ہے کہ اسکو مہدی کا ایلچی لایا تھا اس کتاب میں نماز کی ترکیب یوں لکھی ہے "بسم اللہ" کے ہر رکعت میں ان فقروں کو پڑھے۔

"الحمد للہ بکلمتہ وتعالی باسمہ المتخذ لاولیایہ باولیائہ قل الاھلۃ"

"مواقیت للناس ظاھرھا لیعلم عدد السنین والحساب والشھور"

"والایام وباطنھا اولیای الذین عرفوا عبادی سبیلی التقونی یا اولی الالباب وانا اللذی لا اسال عما افعل وانا العلیم الحکیم وانا"

"الذی ابلو عبادی واستخیر خلقی فمن صبر علی بلاءی ومحنتی واختیاری"

"القیتہ فی جنتی واخلدتہ فی نعمتی ومن زال عن امری وکذب رسلی

"اخلدبه مهانافی عذابی واتممت اجلی واظهرت علی السنته رسلی"

"فانا اللذی لا متکبر علی جبار الا وضعته ولا عزیز الا ذله ابلیس"

"فلیس اللذی اصر علی امره ودام علی جهالته وقال لن نبرح علیه

عاکفین وبه مومنین اولئك هم الکافرون

بعدازاں رکوع کرے رکوع میں دوبار "سبحان ربی ورب العزة تعالیٰ عما یصف الظالمون" پڑھے پھر سجدہ کرے سجدہ میں "اللّٰہ اعلیٰ" دوبار اور ایک بار "اللّٰہ اعظم" کہے سال میں دو روز روزہ رکھے ایک یوم مہرجان میں دوسرا یوم نیروز میں۔ نبیذ کا پینا حرام تھا۔ شراب حلال تھی۔ جنابت (ناپاکی) بجائے غسل کے وضو کر لینا کافی تھا۔ کل دُم دار اور پنجہ دار جانوروں کا کھانا حرام تھا جو شخص اس مذہب کا مخالف ہو اور برسر جنگ آئے اسکا قتل واجب اور جو شخص برسر جنگ نہ آئے اس سے جزیہ لیا جائے اُس کتاب میں اسی قسم کے مسائل اور دعاوی شنیعہ متعارضہ یکدگر جس سے ان کا کذب محض ہونا روز روشن کی طرح معلوم ہوتا ہے تحریر ہے

اس گروہ کو جس امر نے ایسے خرافات خیالات مذہبی قائم کرنے پر اُبھارا ہے وہ شیعہ کی روایات مشہورہ ہیں جو دربارہ مہدیٔ احادیث کی صورت میں بیان کیجاتی ہیں، جسکے تخریج کے اسباب وعلل پر ہمنے مقدمہ تاریخ باب الفاطمی میں تنقید کی ہے پس قرامطہ مہدی اور اسکی دعوت کی طرف کچھ ایسے گرویدہ ہوا ہے کہ جس نے مہدویت کا دعوی دعویٰ کیا، دل وجان سے سچائی کے ساتھ اسکے معین و مددگار ہوگئے اگرچہ وہ اپنے استحقاق و دعویٰ میں جھوٹا رہا ہو اور بعضوں نے اس امر کی بنا محض کذب اور افترا پر دنیا کمانے کی غرض سے قائم کی ہے

بیاض[1]

. . . .

کہا جاتا ہے کہ یحییٰ بن فرج صاحب زنج کے قتل کے بعد ظاہر ہوا تھا اور امان حاصل کر کے

نوٹ: [1] اصل کتاب میں اسقدر جگہ خالی ہے۔ من مترجم

اوسکے پاس گیا تھا اور یہ ظاہر کیا تھا کہ میرے قبضہ میں اسوقت ایک لاکھ تلواریں ہیں ادھر مناظرہ کرلیں، عجب نہیں کہ ہم اور تم ایک مذہب کے پابند ہوجاویں اور ایک دوسرے کا معین و مددگار ہوجائے۔ مگر اتفاق یہ کہ دونوں میں مخالفت ہوگئی قرمط (یحییٰ بن فرج) کوٹ آیا یہ اپنے کو "قائم بالحق" کے لقب سے ملقب کرتا تھا اور بعضوں کا یہ خیال ہے کہ یہ ازارقہ خوارج کا مذہب رکھتا تھا۔

الغرض جب اس مذہب کا شیوع اور اسکے تبعین کی کثرت ہوئی احمد بن محمد طائی والی کوفہ نے اس کے روک تھام کی غرض سے پیش قدمی کی فوجیں آراستہ کرکے قرامطہ پر حملہ کردیا جس سے قرامطہ منتشر ہوگئے اور متواتر حملوں و پیہم تعاقب کے وجہ سے اکثر نیست و نابود ہوگئے۔ سردار قرامطہ نے بھاگ کر قبائل عرب میں جاکے دم لیا اور ان لوگوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے لگا مگر کسی نے اس عجوبہ مذہب کو قبول نہ کیا اُسوقت یہ ایک چٹیل میدان کے باؤلی میں چھپ رہا جسکو اسنے خود اسی غرض کے لئے بنایا تھا اس باؤلی کا دروازہ لوہے کا تھا اور دروازہ کے پہلو میں تنور تھا تاکہ ڈھونڈھنے والے کو یہ گمان بھی نہ ہو کہ کوئی شخص اس باؤلی میں ہے۔ اس باؤلی میں روپوش ہونے کے بعد اسنے اپنے بیٹوں کو قبیلہ کلب بن ذبرہ کی طرف بھیجا اور یہ ہدایت کی کہ تم لوگ اپنے کو اسماعیل امام کی اولاد سے ظاہر کرنا اور یہ بھی ظاہر کرنا کہ ہم لوگ تمہارے پاس پناہ گزین ہوکر آئے ہیں۔ چنانچہ اسکے بیٹے کلب بن ذبرہ کے قبیلہ میں گئے اور آہستہ آہستہ اپنے مذہب کو پھیلانے اور اسکی تعلیم دینے لگے۔ یہ تین نفر تھے یحییٰ، حسین اور علی۔ قبیلہ کلب بن ذبرہ کے کسی بطن نے اس مذہب کو قبول نہ کیا مگر بنو قلیص بن ضمضم بن علی بن جناب انکے دام تزویر میں آگئے اور یحییٰ کے ہاتھ پر اس خیال سے بیعت کی کہ یہ یحییٰ بن عبداللہ بن محمد بن اسماعیل امام ہے۔ "ابوالقاسم" اسکی کنیت رکھی گئی اور شیخ کا لقب دیا گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اسنے اپنا نام تبدیل کردیا اور یہ ظاہر کیا کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور مصلحتاً اس نام کو چھپاتا تھا کہ میری ناقہ من جانب اللہ مامور ہے جو شخص اسکی اتباع کریگا وہ فتحمند ہوگا سبکت (یا شبل) خلیفہ معتضد کے غلام نے قرامطہ پر فوج کشی کی اور پہلے

ہی حملہ میں ناکام ہو کر پسپا ہوا اثنار دارو گیر میں مارا گیا۔ تب محمد بن احمد طائی نے چڑھائی کی اس معرکہ میں قرامطہ کو ہزیمت ہوئی بعض قرامطہ گرفتار کر لئے گئے۔ جو خاتمہ جنگ کے بعد دربار خلافت میں پیش کیے گئے، خلافت مآب نے قیدیان قرامطہ سے خطاب کر کے ارشاد کیا "کیا تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی روح اور اسکے انبیاء کرام کی روحیں تم میں حلول کر گئی ہیں جسکی وجہ سے تم لوگ خطا و لغزش سے معصوم رہتے ہو اور اعمال صالح کے کرنے کی توفیق ہوتی ہے"۔ قرامطہ کے سردار نے جواب دیا "مجھے تعجب ہے کہ آپ کو اس تذکرہ سے کیا حاصل، اگر مجھ میں ابلیس کی روح حلول کر گئی ہے تو اس سے آپکو کیا فائدہ؟ جسکے تذکرہ سے کوئی فائدہ نہو اسکو ترک کیجئے اور اس طرف توجہ کیجئے جس میں کچھ منفعت ہو" خلافت مآب نے ارشاد فرمایا "اچھا تم ہی مطلب کی بات کہو" سردار قرامطہ بولا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی درانحالیکہ تمہارے مورث اعلیٰ عباس بن عبد المطلب زندہ تھے مگر انہوں نے حکومت و خلافت کی تمنا نہ کی اور نہ کسی نے انکے ہاتھ پر امارت و حکمرانی کی بیعت کی، بعد ازاں ابوبکر کا انتقال ہوا انہوں نے عمر کو اپنا جانشین کیا اور عمر نے حالانکہ عباس بن عبد المطلب اسوقت موجود اور انکی آنکھوں کے سامنے تھے نہ تو انکو اپنا ولیعہد بنایا اور نہ ارباب شوریٰ میں داخل کیا، ارباب شوریٰ صرف چھ بزرگ تھے جسمیں قریب و دور کے رشتہ دار تھے، ان لوگوں نے بھی بہ اجماع تمہارے دادا کو منتخب نہ کیا پھر فرمائیے کہ کس ذریعہ سے آپ خلافت و امارت کے مستحق ہوئے، خلیفہ معتضد نے اسکا کچھ جواب نہ دیا۔ سرہنگوں کو اشارہ کر دیا وہ لوگ سردار قیدیان قرامطہ پر ٹوٹ پڑے۔ بند بند علیحدہ و جدا کر کے گردن اتار لی۔

اس واقعہ کے بعد قرامطہ نے دمشق کی جانب ۲۹۰ھ میں پیشقدمی شروع کی۔ ان دنوں دمشق کی عنان حکومت، طغج (احمد بن طولون کے غلام) کے قبضہ میں تھی طغج نے اپنے آقا کے بیٹے والی مصر سے امداد طلب کی چنانچہ مصری سپاہ اسکی کمک پر آ گئی، قرامطہ سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ انہیں لڑائیوں میں یحییٰ بن ذکرویہ موسوم بہ شیخ مع ایک گروہ کثیر کے مارا گیا۔ قرامطہ

کے بقیۃ السیف نے اسکے بھائی حسین موسوم بہ احمد کے پاس جاکے پناہ لی اسکی کنیت ابوالعباس تھی، چونکہ اسکے منہ پر ایک تل تھا جسکے نسبت اسکا یہ اعتقاد تھا کہ (یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے) بلے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ اپنے کو "مہدی امیرالمومنین" کے لقب سے ملقب کرتا تھا تھوڑے دنوں بعد اسکا چچازاد بھائی عیسیٰ بن مہدی (عبداللہ) بن احمد بن محمد بن اسمٰعیل امام اسکے پاس آگیا۔ چنانچہ اس نے عیسیٰ کو اپنا ولیعہد بنایا اور "المدثر" کا خطاب دیا۔ اعتقاد یہ تھا کہ یہ وہی مدثر ہے جسکا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اسنے اپنے خاندان میں سے ایک لونڈے کو "مطوق" کا لقب دیا تھا۔ چپکے چپکے اپنے مذہب کی تلقین اور تعلیم دینے لگا" ایک زمانہ کے بعد بادیہ نشینوں کے اکثر قبائل نے اسکے مذہب کو قبول کرلیا۔ تب ان لوگوں کو مرتب و مسلح کر کے دمشق پر چڑھائی کردی۔ عرصہ دراز تک محاصرہ کئے رہا تا آنکہ اہل دمشق نے کچھ زر نقد دیکر مصالحت کرلی بعد ازاں اس نے حمص، حماۃ، معرہ اور بعلبک پر فوج کشی کی۔ بہت بڑی خونریزی کا مرتکب ہوا۔ عورتوں اور بچوں تک کو قتل سے نہ چھوڑا آخر کار ان شہروں کو پامال اور تاخت و تاراج کر کے سلیمہ کی جانب بڑھا، سلیمہ میں ایک گروہ بنی ہاشم کا مقیم تھا' ان لوگوں کو بھی اسنے تہ تیغ کیا۔ مدرسہ کے چھوٹے چھوٹے بچے اور چوپائے تک اسکے تیغ ستم سے جانبر نہ ہوئے۔ رفتہ رفتہ دربار خلافت تک خبر پہونچی خلیفہ مکتفی نے بہ نفس نفیس لشکر آراستہ کر کے اسکی سرکوبی پر کمر باندھی اور اپنی فوج کے پیترول کو بڑھنے کا حکم دیا' چنانچہ شاہی فوج نے اسکی فوج پر حماۃ کے باہر ایک میدان میں حملہ کیا۔ سخت اور خونریز جنگ کے بعد اسکو ہزیمت ہوئی بقیۃ السیف نے حلب میں جاکے دم لیا (یہ واقعہ ۲۹۱ھ کا ہے)۔

خاتمہ جنگ کے بعد خلیفہ مکتفی نے برقہ کی جانب کوچ کیا اور ابن طولون کا آزاد کا غلام بدر نامی قرامطہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ منزل بہ منزل قرامطہ کو بدر شکست دیتا جاتا

نوٹ۔ لے اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے تاریخ ابوالفدا جلد ثانی صفحہ ۴۰ مطبوعہ قسطنطنیہ سے یہ عبارت میں خطوط ہلالین ترجمہ کیا ہے۔ من مترجم

تھا اور قرامطہ کمال بے سروسامانی سے بھاگے جاتے تھے۔ اسی اثناء میں خلافت مآب نے ایک دوسری فوج قرامطہ کے تعاقب اور سرکوبی کو روانہ فرمایا یحییٰ بن سلیمان کاتب اس فوج کا سردار تھا۔ حسین بن حمدان ثعلبی اور نبو شیبان کے نامی نامی جنگ آور اس فوج میں شامل تھے ۲۹۱ھ میں قرامطہ سے مڈبھیڑ ہوئی۔ قرمطی نامی نامی ہمراہی مارے گئے اسکا بیٹا ابوالقاسم کسیقدر سامان و اسباب لیکر بھاگ گیا اور یہ خود اطراف کوفہ میں بخوف جان روپوش ہوگیا۔ مدثر اور مطوق بھی اسکے ہمراہ تھا چھپے چھپے یہ تبدیل لباس رحبہ پہونچا کسی رہنے والی رحبہ سے اسکی آمد کی خبر کردی، اس نے ان لوگوں کو گرفتار کرکے خلافت مآب کی خدمت میں مقام برقہ بھیجدیا۔ خلافت مآب نے سردار قرامطہ یعنی حسین صاحب شامہ کو پہلے دو سو دُرّے پٹوائے بعدازاں ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ یہی برتاؤ اسکے باقی ہمراہیوں کے ساتھ بھی کیا گیا بعد اسکے خلافت مآب نے مع اپنی لشکر ظفر پیکر کے بغداد کی جانب مراجعت کی

علی بن ذکرویہ اپنے بھائی یحییٰ کے مارے جانے کے بعد فرات کی جانب بھاگ گیا تھا قرامطہ کی منتشر جماعت آہستہ آہستہ اسکے پاس مجتمع ہو رہی تھی جب ایک کافی مقدار پر قرامطہ مجتمع ہوگئے تو علی نے طبریہ کی طرف پیشقدمی شروع کی اور پہونچتے ہی اسکو لوٹ لیا۔ حسین بن حمدان نے یہ خبر پاکے علی کی گوشمالی پر کمر باندھی۔ علی مع اپنے ہمراہیوں کے یمن بھاگ گیا اور وہیں اپنے دُعاۃ (ایلچیوں) اور ہواخواہوں کو مجتمع کرنے لگا رفتہ رفتہ یمن کے اکثر شہروں پر قبضہ کرلیا صنعاء کی جانب بڑھا یعفر والی صنعاء شہر چھوڑ کر نکل بھاگا۔ پس علی نے جی کھول کر صنعاء کو تاخت و تاراج کیا۔

انہیں واقعات کے اثناء میں علی کے باپ ذکرویہ نے بنی قلیس کے پاس جنہوں نے سماوہ میں ایک مدت سے قیام اختیار کرلیا تھا عبداللہ بن سعید موسوم بہ ابو غانم کو خط لیکر ۲۹۳ھ میں روانہ کیا اس خط میں لکھا تھا یحییٰ بذریعہ وحی معلوم ہوا ہے کہ صاحب الشامہ (حسین موسوم بہ احمد) اور اسکا بھائی یحییٰ موسوم بہ شیخ عنقریب پھر آنے والا ہے اور بعد ان کے

امام زماں ظاہر ہونگے اور تمام روئے زمین کو عدل و انصاف سے معمور کرینگے" چنانچہ ابو غانم نے قبیلہ کلب میں پہونچ کے ان خیالات کو پھیلایا اور ان لوگوں کو مذہبی سپاہی بنا کے شام کا رخ کیا' پہلے بصرہ کو لوٹا بعد ازاں اذرعات کی پامالی کی جانب بڑھا اور اُسکو بھی پامال کر کے دمشق پر جا اُترا' ان دنوں دمشق کی عنان حکومت احمد بن کیغلغ کے قبضہ اقتدار میں تھی اگرچہ اتفاق وقت سے احمد دمشق میں موجود نہ تھا خلیجی کی بغاوت و سرکشی کی وجہ سے جو کہ بنی طولون کے ہوا خواہوں سے تھا شاہی لشکر کی کمک کو مصر گیا ہوا تھا مگر اس کے نائبوں نے نہایت مستعدی و ہوشیاری سے ابو غانم کا مقابلہ کیا اور اُسکو مار بھگایا۔ اکثر ہمراہی اسکے مارے گئے باقی ماندہ گان معہ ابو غانم کے اردن کی طرف بھاگے۔ والی اردن کو انکی یورش کی خبر نہ تھی ابو غانم نے دفعۃً حملہ کر دیا والی اردن مقابلہ نہ کر سکا مارا گیا۔ اس سے ابو غانم کے حوصلے بڑھ گئے طبریہ کی طرف بڑھا اور اُسکو بھی لوٹ لیا۔ دربار خلافت میں ان واقعات کی خبر پہونچی خلیفہ مکتفی نے ایک عظیم لشکر بسرافسری حسین بن حمدان ان باغیوں کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ ابو غانم یہ خبر پاکر سماوہ کی جانب بھاگا۔ شاہی سپاہ نے تعاقب کیا ہزارہا قرمطی شدت تشنگی سے مر گئے بالآخر حسین ان لوگوں کو گرفتار کر کے رحبہ کی جانب لوٹا' بیان کیا جاتا ہے کہ شاہی لشکر نے ابو غانم کو گرفتار کر لیا تھا اور قتل کر ڈالا تھا۔ جس سے اسکی جمعیت منتشر ہو گئی یہ واقعہ ۲۹۳ھ کا ہے۔

ذکرویہ کا ظہور وقتل

بعد ان واقعات کے قرامطہ مجتمع ہو کر اُس باؤلی کی طرف گئے جہاں کہ ذکرویہ بیس سال سے چھپا ہوا تھا اور اسکو باؤلی سے نکال کر باہر لائے۔ اطراف وجوانب کے ایلچی جو اسکے مذہب کی تعلیم اور تلقین کرتے پھرتے تھے وہ سب بھی آکے اسکے پاس مجتمع ہوئے' پس ذکرویہ نے اُن پر اپنی جانب سے احمد بن قاسم بن احمد کو بطور اپنے نائب کے مقرر کیا اور ان لوگوں کو انکے وہ فرائض وحقوق بتلائے جو ان پر واجب تھے اور نیز یہ بھی ہدایت کی کہ ان کی دینی اور دنیوی فلاح اسی میں ہے کہ یہ لوگ اپنے امیر کے دائرہ اطاعت سے ذرا بھی قدم باہر نہ نکالیں ان دعاوی کے ثبوت میں ذکرویہ نے آیات قرآنی پیش کیں جنکے معانی

و مطالب میں حسب خواہش تاویل و تحریف کی تھی۔ اسقدر تعلیم و تلقین کر کے ذکرویہ پھر روپوش ہوگیا یہ لوگ اسکو سید کے نام سے موسوم کرتے تھے احمد بن قاسم کل امور مذہبی اور سیاسی کو انجام دیتا تھا خلیفہ مکتفی نے انکو سرکوبی کو فوجیں روانہ کیں۔ قرامطہ نے ان کو سواد میں پسپا کر دیا ان کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ اسکے بعد قرامطہ حاجیوں کے قافلہ کے لوٹنے کو بڑھے حلوان کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے واقصہ کو جا کے گھیر لیا۔ اہل واقصہ نے قلعہ بندی کر لی قرامطہ نے اسکے مضافات کے چشموں اور چاہات کے پانی کو خراب کر دیا۔ دربار خلافت میں اسکی خبر پہونچی تو خلیفہ مکتفی نے ایک فوج بسرافسری محمد ابن اسحاق بن کنداج قرامطہ کی گوشمالی کو روانہ کی قرامطہ سے مڈبھیڑ ہونیکی نوبت نہ آئی بے نیل مرام واپس آئی۔ قرامطہ نے حاجیوں سے چھیڑ چھاڑ کی حاجیوں نے باوجودیکہ تین دن کے بے آب و دانہ تھے جی توڑ کر مقابلہ کیا لیکن قرامطہ کی بڑھی ہوئی قوت کا مقابلہ نہ کر سکے امن کے خواستگار ہوئے قرامطہ نے انکو امن دیکے انکے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور جہاں تک ان لوگوں کی قوت نے یاری دی حاجیوں کو تہ تیغ کیا ان حاجیوں کے مال و اسباب کے ساتھ سوداگروں اور بنی طولون کے قیمتی قیمتی اسباب بھی تھے جنکو بنی طلولون نے مصر سے براہ مکہ بغداد روانہ کیا تھا۔ بعد اسکے قرامطہ نے بقیۃ السیف حجاج کا حمص میں محاصرہ کیا ہزاروں بیگناہ حاجی مارے گئے مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ خلیفہ مکتفی نے ایک عظیم فوج بسرافسری وصیف بن صوارتکین[1] روانہ کی اس فوج میں نامی نامی سپہ سالار بھیجے گئے تھے۔ براہ خفان یہ فوج روانہ ہوئی۔ کوچ و قیام کرتی ہوئی قرامطہ تک پہونچ گئی۔ ایک دوسرے سے گتھ گیا دو یوم کے جنگ کے بعد شاہی فوج نے قرامطہ کو شکست دیدی ذکرویہ سردار قرامطہ کے سر پر زخم کاری لگا جسکی وجہ سے بھاگ نہ سکا گرفتار

[1] وصیف بن صوارتکین ترکی۔ فضل بن موسی بن بی بشر خادم افشینی اور رائق جزری نامی جنگ آزمودہ سردار اس فوج کے ساتھ روانہ کئے گئے تھے۔ شاہی لشکر کا ایک گروہ کثیر اس معرکہ میں کام آگیا تھا۔ ۲۹۴ھ کا یہ واقعہ ہے۔ تاریخ ابو الفداء جلد ۲ صفحہ ۶۲ مطبوعہ قسطنطنیہ۔

ہو کر شاہی لشکر گاہ میں لایا گیا اسکے ساتھ نائب احمد بن قاسم اسکا بیٹا۔ اسکی بیوی اور اسکا سالیہ بیری بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ پانچ روز زندہ رہکر چھٹی شب میں مرگیا۔ وصیف نے نامہ بشارت فتح کے ساتھ اسکی نعش کو دار الخلافت بغداد بھیجدیا خلافت مآب کے حکم سے نعش کو توصلیب پر چڑھا دیا اور سر کاٹکر خراسان میں اون حاجیوں کے اعزہ واقارب کے دیکھنے کو روانہ کیا جنکو اسنے قتل کیا تھا اور لوٹا تھا۔ اس واقعہ سے قرامطہ کا گروہ کیثر صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو گیا جو کچھ باقی رہ گئے تھے انہوں نے شام کا راستہ لیا حسین بن حمدان کو اسکی خبر لگ گئی۔ اس نے ان جان باختوں پر حملہ کر دیا تمام ملک شام اور عراق میں انکے قتل و خونریزی کا بازار گرم ہو گیا زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی تا آنکہ سب کے سب پامال کر ڈالے گئے یہ واقعہ ۲۹۴ھ کا ہے۔

دولت بنی جنابی ۲۸۱ھ میں یحییٰ بن مہدی نامی ایک شخص قطیف مضافات بحرین میں آیا اور یہ ظاہر کیا کہ میں امام زمان مہدی کا ایلچی ہوں انکا ایک خط لایا ہوں، عنقریب وہ خروج کیا چاہتے ہیں۔ علی بن معلی بن حمدان و بادی نے جو نہایت غالی شیعہ تھا شیعان قطیف کو ایک جلسہ میں مجتمع کر کے مہدی کے اس خط کو پڑھ کے سنایا جسکو یحییٰ نے پیش کیا تھا۔ تھوڑے دنوں میں یہ خبر تمام مضافات بحرین میں پھیل گئی سبھوں نے کمال خلوص و اطاعت شعاری سے اس خبر کو سُنا اور امام زماں مہدی کے ساتھ خروج کو تیار ہو گئے۔ انہیں لوگوں میں ابو سعید جنابی بھی تھا اسکا نام حسن بن بہرام تھا۔ یہ ان لوگوں میں ایک سربرآوردہ اور ممتاز شخص تھا۔

بعد اسکے یحییٰ غائب ہو گیا ایک مدت کے بعد ایک دوسرا خط مہدی کا لئے ہوئے آیا جس میں مہدی کی طرف سے ان لوگوں کا شکریہ ادا کیا گیا تھا اور یہ لکھا تھا کہ ہر شخص چھتیس چھتیس دینار یحییٰ کو ادا کرے ان لوگوں نے نہایت خوشی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ دینار وصول کر کے یحییٰ پھر چلتا پھرتا نظر آیا بعد ایک مدت کے ایک تیسرا خط لئے ہوئے پہونچا جس میں لکھا تھا کہ ہر شخص اپنے مال کا پانچواں حصہ امام زماں کے لئے یحییٰ کے حوالہ کر دے سبھوں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی اب یحییٰ ان لوگوں میں رہنے لگا اور قبائل قیس میں آمد و رفت شروع کی۔

۲۸۳ھ یا ۲۸۶ھ میں ابو سعید جنابی نے بحرین میں اس دعوت کا اظہار و اعلان کیا گرد و نواح کے قرامطہ اور بادیہ نشینان عرب کا گروہ اسکے پاس آ کے مجتمع ہو گیا۔ ابو سعید نے ان سب کو فوجی صورت میں مرتب کر کے قطیف سے بصرہ کی طرف کوچ کیا ان دنوں بصرہ کی عنان حکومت، احمد بن محمد بن یحییٰ واثقی کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ احمد نے ابو سعید کی نقل و حرکت سے مطلع ہو کے بحکم خلافت مآب بصرہ کا شہر پناہ از سر نو تعمیر کرایا۔ دربار خلافت سے عباس بن عمر غنوی والی فارس دو ہزار سواروں کی جمعیت سے بصرہ کے بچانے کو روانہ کیا گیا یمامہ اور بحرین اسکو بطور جاگیر اس مہم کے سر کرنے کے صلہ میں عنایت ہوا تھا۔ چنانچہ عباس اور ابو سعید سے مڈبھیڑ ہوئی۔ میدان ابو سعید کے ہاتھ رہا عباس شکست کھا کے بھاگا اثنار دار و گیر میں گرفتار کر لیا گیا ابو سعید نے اسکے لشکر گاہ کو لوٹ لیا، قیدیوں کو آگ میں جلا دیا، بعد چندے عباس کو رہا کر دیا عباس رہا ہو کر رملہ پہونچا اور وہاں سے بغداد کو روانہ ہو گیا۔

اس کامیابی کے بعد ابو سعید نے ہجر کا قصد کیا اور اسپر بھی کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کیا اس واقعہ سے اور نیز عباس کی ہزیمت سے اہل بصرہ میں بیحد اضطراب پیدا ہو گیا۔ بصرہ چھوڑ کر نکل جانے پر آمادہ ہو گئے مگر واثقی (امیر بصرہ) کے روکنے سے رک گئے۔

ابن سعید کی تاریخ میں قرامطہ بحرین کے حالات، کلام طبری سے خلاصہ کر کے جیسا کہ اس نے لکھا ہے یہ ہے کہ قرامطہ کا ابتدا ظہور ۲۸۳ھ میں ہوا تھا واللہ اعلم۔

ابو سعید نے اپنے بڑے بیٹے سعید کو اپنا ولیعہد بنایا تھا پس ہیں[1] . . . .

اس پر اسکے چھوٹے بھائی ابو طاہر سلیمان نے یورش کی اور اسکو قتل کر کے قرامطہ پر حکومت کرنے لگا عقد و بنہ نے بھی اسکی حکومت کی اسکے ہاتھ پر بیعت کر لی اتنے میں عبید اللہ المہدی کا خط مشعر حکومت ابو طاہر آ پہونچا جس سے ہر طرح کا اطمینان اسکو حاصل ہو گیا۔

۲۸۶ھ میں ابو القاسم قائم مصر پہونچا اور ابو طاہر قرمطی کو بلا بھیجا ہنوز ابو طاہر

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں ہے۔ من مترجم

نہیں آنے پایا تھا کہ مونس خادم نے علم خلافت کیجانب سے حملہ کر دیا کیست مونس کے ہاتھ رہا
ابو طاہر شکست کھا کے مہدیہ کی طرف لوٹ گیا اگلے سال ۳۱۱ھ میں ابو طاہر نے بصرہ پر دھاوا
کیا اور اسکو خاطر خواہ پامال و تاخت و تاراج کر کے واپس ہوا اُس سے دار الخلافت بغداد میں
بیحد تشویش پیدا ہوئی خلیفہ مقتدر نے شہر پناہ کے درست کئے جانے کا حکم صادر فرمایا جوں ہی
شہر پناہ کی مرمت تمام ہوئی کہ ۳۱۱ھ میں ابو طاہر نے پھر بصرہ پر چڑھائی کر دی بازاروں کو لوٹ لیا
قتل و غارتگری سے بصرہ کو بھر دیا۔ جامع مسجد ویران ہوگئی اور ایک مدت تک منہدم و مسمار
پڑی رہی پھر ۳۱۲ھ میں حاجیوں کے قافلے لوٹنے کو ابو طاہر نکلا اور بحالت غفلت اون پر
حملہ آور ہوا شاہی سپہ سالاروں کو جو قافلے کے ہمراہ تھے ہزیمت ہوئی ابو طاہر نے امیر قافلہ یعنی
سردار لشکر ابو الہیجاء بن حمدون کو گرفتار کر لیا عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ مال و اسباب لوٹ کے
کے بقیہ حجاج کو اسی چٹیل میدان میں چھوڑ کے ہجر کی جانب مراجعت کر دی۔ حاجیوں کا ایک گروہ
کثیر شدت تشنگی سے اسی میدان میں مر گیا باقی ماندہ گان بہزار خرابی بوقت بسیار بغداد پہونچے۔ پھر
۳۱۴ھ میں ابو طاہر نے عراق کی طرف خروج کیا سواد کو لوٹتا ہوا کوفہ میں داخل ہوا بصرہ سے
زیادہ اسکو پامال اور تاخت و تاراج کیا۔ اسی سنہ میں مابین عقدانیہ اور اہل بحرین مخالفت ہو گئی
ابو طاہر نے بحرین سے نکل کے شہر احسار تعمیر کرایا اور اسکو "مومنیہ" کے نام سے موسوم کیا مگر
یہ نام چلا نہیں سوائے اسکے اور کسی نے اس نام سے اسکو یاد نہ کیا اس شہر میں اسنے اپنے لئے
اور اپنے ہمراہیوں کے لئے محلسرائیں بنوائیں تھیں ۳۱۵ھ میں اسنے عمان پر قبضہ کر لیا والی عمان
براہ دریا فارس بھاگ گیا ۳۱۶ھ میں فرات کی جانب اس نے پیشقدمی شروع کی اور اس کے
شہروں کو تاراج کرنے لگا خلیفہ مقتدر نے آذربیجان سے یوسف بن ابی الساج کو طلب فرما
کے واسط کی عنان حکومت عطا کی اور ابو طاہر سے جنگ کرنے کو روانہ فرمایا۔ کوفہ کے باہر
ابو طاہر اور یوسف نے صف آرائی کی کامیابی کا سہرہ ابو طاہر کے سر رہا یوسف کے
رکاب کی فوج میدان جنگ سے گھونگھٹ کھا گئی اثناء دار و گیر میں یوسف گرفتار کر لیا گیا

اس سے دارالخلافت میں اور زیادہ بے اطمینانی سی پھیل گئی۔

ابو طاہر اس واقعہ کے بعد کوفہ سے انبار کی طرف روانہ ہوا۔ دربار خلافت سے اسکے روک تھام کو فوجیں روانہ ہوئیں، مونس مظفر اور ہارون بن غریب الخال اس مہم کے سردار تھے۔ ہر چند ان لوگوں نے ابو طاہر کی مدافعت کی کوشش کی مگر کامیاب نہوئے مجبوراً مونس وغیرہ نے بغداد کی جانب مراجعت کی اور ابو طاہر رحبہ کی طرف بڑھا۔ رحبہ کو بھی اس نے پامال کیا اور بلاد جزیرہ کو پیہم اور متواتر شبخون مارنے سے ویران و خراب کر ڈالا بعد ازاں کوفہ ہوتا ہوا رقہ پہونچا اہل رقہ نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے اور قلعہ نشین ہو کر مدتوں لڑتے رہے۔ جزیرہ کے بادیہ نشینان عرب پر سالانہ خراج قائم کیا گیا جسکو وہ لوگ ہجر بھیجا کرتے تھے رفتہ رفتہ قرامطہ کے مذہب میں ایک گروہ بنی سلیم بن منصور اور بنی عامر بن صعصعہ داخل ہو گیا۔ اسکے بعد ہارون بن غریب الخال نے دارالخلافت بغداد سے ایک عظیم فوج کے ساتھ ابو طاہر کو سر کرنے کی غرض سے خروج کیا۔ ابو طاہر نے یہ خبر پا کے میدانوں اور جنگلوں کا راستہ لیا ہارون کا قرامطہ کے ایک گروہ سے مڈبھیڑ ہو گیا جسکو ہارون نے تہ تیغ کر کے دارالخلافت بغداد کی جانب مراجعت کی۔

۳۱۷ھ میں ابو طاہر نے مکہ معظمہ پر فوج کشی کی۔ بیشمار حاجیوں کو قتل کیا کل اہل مکہ کے گھر بار اور مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ خانہ کعبہ کے دروازہ اور میزاب کو اکھاڑ ڈالا۔ غلاف کعبہ کو اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا اور حجر اسود کو اکھاڑ کے لوٹ کھڑا ہوا روانگی کے وقت اعلان کرتا گیا کہ آئندہ حج میرے یہاں ہوا کریگا۔

اس سانحہ قیامت خیز کی اطلاع عبید اللہ المہدی کو پہونچی تو اسنے قرامطہ سے ڈانٹ کا ایک خط تحریر کیا اور بصورت مال و اسباب واپس نکرنے اور حجر اسود نہ لوٹانیکے جنگ کی دھمکی دی۔ ابو طاہر نے معذرت کی کہ مال و اسباب تو میرے قبضہ میں نہیں ہے لشکریوں کے تصرف میں ہے اور اسکا واپس ہونا دشوار ہے باقی رہا حجر اسود۔ میں اسکو مکہ معظمہ میں پھر بھیجدونگا

چنانچہ ۳۳۹ھ میں جبکہ منصور اسمعیل نے قیروان سے اسکے واپس کرنیکی بابت بکرات و مراسلت خط وکتابت کی واپس کر دیا حالانکہ اس سے پیشتر وہ امراء دولت جو زمانہ خلافت مستکفی میں امور سلطنت پر متصرف اور سیاہ وسفید کرنے کے مالک ومختار تھے پچاس ہزار دینار سرخ حجر اسود کے واپس کرنیکے عوض میں قرامطہ کو دے رہے تھے قرامطہ نے واپس کرنے سے انکار کیا اور یہ خیال فاسد قائم کیا کہ حجر اسود کو وہ لوگ اپنے امام عبید اللہ المہدی والی افریقیہ کے حکم سے اُٹھالائے ہیں اور اُسی کے یا اُسکے نائب کے حکم سے اسکو واپس کرینگے۔

الغرض ابوطاہر بحرین میں ٹھیرا ہوا عراق وشام کو روزانہ حملوں سے تاراج کرتا رہا تاآنکہ بغداد اور دمشق میں بنی طغج پر ابوطاہر نے سالانہ ٹکس یا خراج مقرر کیا۔

ان واقعات کے بعد ۳۳۲ھ میں اکتیس برس حکومت کرکے ابوطاہر مر گیا۔ بوقت وفات دس لڑکے چھوڑ گیا سب سے بڑا سابور تھا ابوطاہر کے بعد اسکا بڑا بھائی احمد بن حسن قرامطہ کی سرداری کرنے لگا۔ بعض عقدانیہ نے اس سے مخالفت کی اور سابور بن ابوطاہر کی حکومت وسرداری کیطرف مائل ہوئے چنانچہ اس بابت بنائیم (والی افریقیہ) کو لکھا۔ اسنے ابوطاہر کے بھائی احمد کی حکومت تسلیم کی اور یہ تحریر کیا کہ بعد اسکے سابور کرسی حکومت پر متمکن کیا جائیگا۔ اس تحریر کے مطابق زمام حکومت احمد کے قبضہ میں رہی قرامطہ اسکو ابومنصور کی کنیت سے یاد کرتے تھے اسی نے حجر اسود کو مکہ معظمہ واپس کیا تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں بعد اسکے سابور نے اپنے چچا ابومنصور کو اپنے بھائیوں کی سازش سے گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا یہ واقعہ ۳۵۸ھ کا ہے۔ پھر اسکے بھائیوں نے اس پر یورش کی اور ابومنصور کو جیل سے نکال لائے۔ ابومنصور نے جیل سے نکل کے پہلے سابور کو قتل کیا بعد ازاں اسکے بھائیوں اور کل ہوا خواہوں کو ایک ایک کرکے جزیرہ اوال کی طرف جلاوطن کر دیا اس اثناء میں ۳۵۹ھ کا دور آگیا اور ابومنصور نے جان بحق تسلیم کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ سابور کے ہوا خواہوں نے اسکو زہر دیدیا تھا۔

ابومنصور کے مرنے پر اسکا بیٹا ابوعلی حسن بن احمد ملقب بہ "اعصم" یا بروایت بعض اعظم نے سریر حکومت پر قدم رکھا۔ اسکا دور حکومت زیادہ دنوں تک رہا۔ اسکے بڑے بڑے واقعات ہیں اس نے

ابو طاہر کے لڑکوں کے ایک گروہ کو جلا وطن و شہر بدر کیا تھا بیان کیا جاتا ہے کہ جزیرہ اوال میں اولاد ابو طاہر اور اسکے ہوا خواہ تقریباً تین سو مجتمع ہو گئے تھے اعصم نے بنفس حج بھی کیا تھا اور حاجیوں کے قافلوں سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کی تھی اور خلیفہ مطیع کے خطبہ پڑھے جانے پر ناک بھوں نہیں چڑھایا تھا۔

جنگ قرامطہ و معز علوی

جس وقت معز لدین اللہ علوی کا سپہ سالار "جوہر" مصر پر اور جعفر بن فلاح کتامی دمشق پر قابض و متصرف ہو گیا حسن ملقب بہ اعصم نے وہ خراج یا سالانہ ٹکس طلب کیا جو اسکو والی دمشق ادا کیا کرتا تھا اہل دمشق اور نیز جدید والی دمشق نے دینے سے انکار کیا اس صف آرائی کی نوبت پہونچ گئی۔ خلیفہ معز نے حسن کو تہدید آموز خط تحریر کیا ساتھ ہی اسکے ہوا خواہان ابو طاہر قرمطی کو یہ دم پٹی دی کہ سریر حکومت پر ابو طاہر کی اولاد کو میں متمکن کرا دونگا۔ کسی ذریعہ سے حسن کو اسکی خبر لگ گئی حسن نے ۳۶۰ھ میں علم خلافت علویہ سے انحراف و اعراض کر کے خلیفہ مطیع عباسی کے نام کا خطبہ اپنے مقبوضہ بلاد میں پڑھنا شروع کیا اور علم خلافت عباسیہ کی اتباع میں سیاہ کپڑے پہنے بعد ازاں فوجیں آراستہ کر کے دمشق پر یلغار کیا۔ جعفر بن فلاح والی دمشق مقابلہ پر آیا گھسان لڑائی ہوئی کھیت حسن کے ہاتھ رہا جعفر کی سپاہ کو ہزیمت ہوئی اثناء دار و گیر میں جعفر مارا گیا اور حسن کامیابی کا پھریرہ اڑاتے ہوئے دمشق میں داخل ہوا اہل دمشق کو امان دی۔ مالی اور فوجی انتظام کر کے مصر کی طرف بڑھا ان دنوں مصر میں جوہر سپہ سالار معز حکمرانی کر رہا تھا۔ ایک مدت تک حسن محاصرہ کئے رہا۔ اثناء محاصرہ میں عرب کی سپاہ اس سے بگڑ گئی اور اپنی طرف کا محاصرہ اٹھا لیا مجبوراً حسن بھی محاصرہ اٹھا کے شام کی جانب چلتا پھرتا نظر آیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا رملہ پہونچا۔ خلیفہ معز نے حسن کو دھمکی دی زجر و توبیخ کا خط تحریر کیا اور اسکو قرامطہ کی سرداری سے معزول کر کے بنی طاہر کو مامور فرمایا پس بنی طاہر نے جزیرہ اوال سے نکل کے حسن کے زمانہ غیر حاضری میں احساء کو تاراج کیا۔ جوں ہی دربار خلافت بغداد میں یہ خبر پہونچی خلیفہ طائع عباسی نے بنی طاہر کو تحریر کیا کہ دائرہ اطاعت سے قدم باہر نہ نکالو اور اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ مخاصمانہ برتاؤ کرنے سے باز آؤ۔ اس فرمان کے روانہ کرنے کے بعد خلیفہ طائع نے ایک اپنے معتمد علیہ کو بھی اون لوگوں میں مصالحت کرانے کی غرض سے بھیجا مگر نتیجہ کچھ نہوا

ان واقعات کے بعد حسن نے پھر شام پر فوج کشی کی مدتوں قرامطہ اور مغربی سپاہ سے لڑائیاں ہوتی رہیں آخرکار جوہر نے حسن کے۔ کاب کی عربی فوج کو بہت سا زر و مال دے کے ملالیا۔ عربی فوج نے حسن کو میدان جنگ میں حریف کے مقابلہ پر چھوڑ دیا حسن کو ہزیمت ہوئی جوہر نے اسکے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ بعد اسکے خلیفہ معز افریقیہ سے ۳۶۳ھ میں قاہرہ چلا آیا اور اپنی سپاہ کو تمام ملک شام میں دائرہ حکومت کے توسیع کرنے کو پھیلا دیا پس معز کی سپاہ نے تھوڑی مدت میں ملک شام پر قبضہ حاصل کر لیا۔ حسن قرمطی اس سیلاب کے روکنے کو اٹھا اور بکمال مردانگی سے خلیفہ معز کی فوج سے جنگ کرتا رہا بالآخر کل ملک شام کو علم خلافت علویہ کی حکومت سے نکال لیا اور فوجوں کو از سر نو مرتب و مسلح کرکے مصر کی طرف بڑھا۔ خلیفہ معز نے اسکے روک تھام پر اپنے بیٹے عبداللہ کو مامور کیا۔ مقام بلبیس میں مڈبھیڑ ہوئی ایک سخت و خونریز جنگ کے بعد حسن کو ہزیمت ہوئی ہزارہا ہمراہی اسکے مارے اور قید کرلئے گئے جنکی تعداد تین ہزار ظاہر کی جاتی ہے۔ حسن شکست کھاکے احسار کی جانب واپس ہوا اور خلیفہ معز نے بنی جراح امرا شام کو جو کہ قبیلہ طے سے تھے اُن کل ممالک پر جنپر کہ قرامطہ مستولی ہو رہے تھے متعدد لڑائیوں اور محاصروں کے بعد اپنی طرف سے مامور کیا۔

۳۶۵ھ میں خلیفہ معز کا زمانہ وفات آگیا۔ حسن کو اس اتفاقی تغیر سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا فوجیں مرتب کرکے ملک شام پر قبضہ کرنے کو اُٹھ کھڑا ہوا۔

افتکین ترکی معزالدولہ بن بویہ کا خادم تھا جسوقت عضدالدولہ بغداد میں داخل ہو رہا تھا اُسوقت بختیار بن معزالدولہ کے مقابلہ میں افتکین ترکی کو ہزیمت ہوئی تھی پس افتکین شکست کھاکے دمشق پہونچا۔ اہل دمشق نے ان دنوں ریان خادم کو جو معز علوی کی طرف سے حکمرانی کر رہا تھا حکومت دمشق سے معزول کر دیا تھا۔ اس وجہ سے اہل دمشق نے افتکین کو حکومت کی کرسی پر بٹھا دیا۔ خلیفہ معز نے یہ خبر پاکے دمشق پر فوج کشی کی تیاری کی اتفاق سے معز کی موت آگئی اور اسکا بیٹا عزیز سریر حکومت پر جادہ آرا ہوا۔ اسنے اپنی طرف سے جوہر کو اس مہم کے سر کرنے پر مقرر کیا۔ جوہر نے دمشق پر پہونچ کے محاصرہ ڈالا۔ افتکین نے حسن قرمطی کو یہ حالات لکھ بھیجے اور اسکو تمام

پر قبضہ کر لینے کی غرض سے بلا بھیجا۔ اس بنا پر حسن ۳۶۰ھ میں بعد وفات معز شام کا قصد کیا ہیا کہ تم ابھی اُپر پڑھ آئے ہو۔ اس مہم میں حسن کے رکاب میں افتکین بھی تھا۔ پہلے ان دونوں نے رملہ کا محاصرہ کیا اور اسکو بزور تیغ جوہر کے قبضہ سے نکال لیا۔ بعد اسکے عزیز نے خود ان لوگوں پر چڑھائی کی اور اپنے پُرزور حملوں سے انکو پسپا کر دیا۔ اثنار دار وگیر میں افتکین گرفتار کر لیا گیا اور اعصم (حسن) نے بھاگ کر طبریہ میں دم لیا۔ پھر طبریہ سے احسار چلا گیا۔ اہل احسار اور نیز قرامطہ کو اسکا یہ فعل کہ اسنے علم خلافت عباسیہ کی اطاعت قبول کر لی تھی ناگوار گذرا سبھوں نے متفق ہو کے عنان حکومت بنو ابو سعید جنابی کے قبضہ اقتدار سے نکال لی اور اپنی گروہ میں سے دو شخصوں جعفر و اسحاق کو حکومت کی کرسی پر متمکن کیا۔ ابو سعید جنابی کی اولاد جلا وطن ہو کر جزیرہ اوال ہو یحیٰی اوال میں ابو طاہر قرمطی کی اولاد پہلے سے مقیم تھی۔ ان لوگوں کو احمد (ابو منصور) بن حسن اور اسکی اولاد سے منافرت اور کشیدگی تو پہلے ہی سے تھی پس جو شخص انہیں کا یا انکے ہوا خواہوں کا جزیرہ اوال میں گیا اسکو ان لوگوں نے بے تامل مار ڈالا۔

الغرض جعفر اور اسحاق بالشارکت قرامطہ پر حکمرانی کرنے لگے اور عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی علم خلافت علویہ کے مطیع ہو گئے اور جنگ بنی[1] .... اور ۳۶۴ھ میں جعفر اور اسحاق نے کوفہ پر قبضہ کر لیا صمصام الدولہ بن بویہ نے انکی سرکوبی کو ایک فوج بھیجی جسکو جعفر اور اسحاق نے لب فرات ہزیمت دیدی ایک گروہ کثیر اس فوج کا کام آگیا۔ قادسیہ تک فتحمند گروہ ہزیمت یافتوں کا تعاقب کرتا چلا گیا۔ بعد اسکے جعفر اور اسحاق میں مخالفت پیدا ہو گئی ہر ایک ریاست و حکومت کا بحروسی اپنے رفیق کے دعویدار ہوا جس سے انمیں نفاق کا مادہ پیدا ہو گیا شیرازہ حکومت منتشر ہو گیا۔ اتحادی صورت جاتی رہی تا آنکہ اصغر بن ابو الحسن تغلبی کا دور حکومت آگیا اور اسنے احسار کو انکے قبضہ و تصرف سے نکال کے انکی دولت و حکومت کو کان لم یکن کر دیا۔ اسوقت سے پھر احسار میں خلیفہ مطیع تاجدار خلافت عباسیہ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور یہاں تک

[1] اصل کتاب میں اس جگہ پر کچھ نہیں لکھا ہے ۔ من مترجم

اسکی اور نیز اسکے آئندہ نسلوں کی حکومت و دولت قائم ہوگئی۔

اخبار حکمرانان عرب جنہوں نے بعد قرامطہ بحرین میں حکومت کی

صوبہ بحرین میں عرب کا ایک عظیم گروہ رہتا تھا جن سے قرامطہ وقتاً فوقتاً بوقت ضرورت اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں امداد طلب کرتے تھے اور اکثر لڑائیوں میں انکی اعانت سے کامیابی حاصل کرتے تھے۔ کبھی قرامطہ ان سے لڑبھی جاتے تھے اور انکے رشتہ مراسم و اتحاد کو منقطع کر دیتے تھے۔ عرب کے بڑے قبائل جو اس وقت بحرین میں مقیم تھے بنو ثعلب، بنو عقیل اور بنو سلیم تھے اور انہیں بلحاظ کثرت و عزت بنو ثعلب سب سے بڑھے چڑھے تھے۔ پس جسوقت قرامطہ کی حکومت کو بحرین میں تزلزل ہو چلا اور بعد انقراض حکومت جنابی مابین انکے اور بنی بویہ کی عداوت مستحکم ہوگئی اور یہ عداوت و مخالفت جن دنوں خلافت عباسیہ کی حکومت کی تحریک بحرین میں کی گئی بیحد ترقی پذیر تھی اسوقت بعض قرامطہ اور انکے اکثر ایلچیوں نے اپنی حکومت و ریاست کو زوال پذیر دیکھ کے علم خلافت عباسیہ کی اطاعت قبول کر لی۔ بنی مکرم نے اکثر روساء عمان کو ان خیالات میں اپنا ہم خیال بنالیا اسی زمانہ میں اصغر بحرین پر مستولی و متصرف ہوگیا چنانچہ اسکی آئندہ نسلوں نے بذریعہ وراثت اس صوبہ کے حکمرانی کی اور بنی مکرم عمان پر قابض ہوگئے بعد اسکے بنو ثعلب اور بنو سلیم میں چل گئی بنو ثعلب نے بنی عقیل کی اعانت و امداد سے بنو سلیم کو بحرین سے نکال دیا۔ بنو سلیم بحرین سے جلا وطن ہوکر مصر چلے گئے پھر مصر سے افریقیہ کا راستہ لیا جیسا کہ آئندہ تم پڑھو گے۔

پھر بعد ایک مدت کے بنی ثعلب اور بنی عقیل میں مخالفت پیدا ہوگئی۔ بنی ثعلب نے بنی عقیل کو بھی بحرین سے نکال دیا۔ عراق چلے گئے کوفہ اور اکثر بلاد عراقیہ کے مالک بن بیٹھے۔ بحرین میں زمانہ دراز تک اصغر کی حکومت کا سکہ چلتا رہا۔ جزیرہ اور موصل کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں داخل و شامل کر لیا تھا۔ ۴۲۳ھ میں راس عین مضافات جزیرہ میں بنی عقیل اور اصغر سے پھر معرکہ آرائی ہوئی نصیر الدولہ بن مروان والی میا فارقین و دیار بکر اصغر سے بگڑ گیا۔ ہر چہار طرف سے امراء اسکو

جمع اور سپاہ کو فراہم کرکے اصغر پر چڑھائی کر دی لیکن کھیت اصغر کے ہاتھ رہا۔ اصغر نے نصیر الدولہ کو گرفتار کر لیا پھر بعد چندے آزاد کر دیا۔ مر گیا۔ بحرین کی حکومت اصغر کی آئندہ نسلوں کے قبضہ میں رہی تاآنکہ یہ ضعیف ہو گئے اور ان کی حکومت کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا' انہیں ایام میں بنی عقیل کی حکومت بھی بلاد جزیرہ میں مضمحل اور کمزور ہو گئی تھی۔ اراکین دولت سلجوقیہ نے انکو بلاد جزیرہ سے نکال کے انکے اصلی وطن بحرین کی طرف انکو واپس کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ بنی ثعلب پر ضعف طاری ہو گیا تھا اور ان کی حکمرانی کے مشین کے پرزے ڈھیلے ہو چلے تھے پس بنی عقیل نے انکو دبا لیا اور مغلوب کر دیا۔

ابن سعید نے لکھا ہے کہ میں نے اہل بحرین سے ۶۵۱ھ میں مدینہ منورہ میں بوقت ملاقات استفسار کیا تھا کہ بحرین میں اب کس کی حکومت ہے؟ جواب دیا بنی عامر بن عوف بن عامر بن عقیل حکمرانی کر رہے ہیں اور بنی ثعلب انکے رعایا ہیں۔ اور بنی عصفور جو انہیں میں سے ہیں احساء کے مالک و حکمراں ہیں۔

اب ہم اس مقام پر قرامطہ کے کاتبوں اور بحرین و عمان کے شہروں کے حدود بیان کیا چاہتے ہیں کیونکہ یہ بھی اخبار قرامطہ کے متعلقات سے ہے۔

ابو الفتح حسین بن محمود معروف بہ کشاجم' قرامطہ کا (سکرٹری) تھا نامی شعراء میں شمار کیا جاتا تھا۔ ثعلبی نے یتمہ میں اور حبیفری نے زہر الاداب میں لکھا ہے کہ یہ بغدادی المولد ہے۔ قرامطہ کی ملازمت کی وجہ سے یہ مشہور ہوا تھا جیسا کہ بیہقی نے ذکر کیا ہے بعد اسکے اسکا بیٹا ابو الفتح نصر' قرامطہ کا کاتب ہوا' اسکو بھی اسکے باپ کی طرف کشاجم کے لقب سے سب یاد کرتے تھے یہ اعصم قرمطی کا کاتب تھا۔

بحرین ایک ملک ہے جو اپنے شہر کے نام سے موسوم ہے بعض مورخ اسکو ہجر کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں جو اس ملک کا ایک دوسرا شہر ہے۔ اسی ملک کا حضریہ نامی ایک شہر تھا جسکو قرامطہ نے ویران کر دیا تھا اور بجائے اسکے احساء کو آباد کیا۔ اس ملک کی مسافت ایک مہینہ کی ہے بحر فارس کے کنارہ بصرہ اور عمان کے درمیان میں واقع ہے۔ اسکے شرق بحر فارس ہے۔ غربی جانب اس کا یمامہ سے متصل اور ملحق ہے شمال میں بصرہ ہے جنوب میں عمان سرسبز و شاداب ملک ہے ہر طرح

کے میوے اور ترکاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ گرمی زیادہ پڑتی ہے جابجا ریگ کے ٹیلے بھی ہیں تیز ہوا چلنے سے مکانات میں ریگ بھر جاتی ہے۔ یہ ملک اقلیم ثانی سے ہے اور بعض حصہ اسکا اقلیم ثالث میں ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں یہ ملک عبد القیس اور بکر بن وائل قبیلہ ربیعہ کے قبضہ میں تھا، پھر شاہان فارس نے اسپر قبضہ کرکے اپنی جانب سے منذر بن ساوی تیمی کو بطور گورنر کے مقرر کیا بعدازاں شروع زمانہ اسلام میں بنی جارود ی اسکے حکمران ہوئے۔ گورنران خلافت عباسیہ کبھی ہجر میں نہیں رہتے تھے ابوسعید قرمطی نے تین برس کے محاصرہ جنگ اور آتش زنی وقتل کے بعد اس پر قبضہ حاصل کیا بعد اسکے بنو طاہر نے شہر احسار کی تعمیر کی، قرامطہ کی حکومت ایک مدت تک مسلسل قائم رہی بعد بنی ابوالحسن بن ثعلب کے قبضہ میں اسکی عنان حکومت گئی بعد اسکے بنو عامر بن عقیل حکمرانی کی کرسی پر متمکن ہوئے ابن سعید کہتا ہے کہ ان دنوں ان لوگوں میں سے اسکی زمام حکومت بنو عصفور کے ہاتھ میں ہے۔

احسار کی تعمیر ابوطاہر قرمطی نے تیسری صدی میں کی تھی چونکہ اس ملک میں اونٹوں کی چراگاہیں اور ریگستان میں پانی کے چشمے بکثرت ہیں اسوجہ سے اسکو احسار کے نام سے موسوم کیا۔ یہاں پر قرامطہ کی حکومت و دولت تھی اسی مقام سے قرامطہ نکل کے اطراف شام، عراق، مصر اور حجاز میں پھیلے تھے اور شام وعمان پر قابض ومتصرف ہوئے تھے۔

وارین، ملک بحرین کے متعلقات اور مضافات سے ہے اسی مقام کی طرف خوشبو منسوب کیجاتی ہے جیسا کہ نیزہ خطیہ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے کہا جاتا ہے مشک وارین اور نیزہ خطیہ۔

عمان، جزیرہ نمائے عرب کا ایک حصہ ہے جو یمن، حجاز، شہر حضرموت اور عمان پر مشتمل ہے۔ عمان بحر فارس پر آباد ہے، اسکی غربی جانب سے ایک ماہ کی مسافت ہے۔ اسکے شرقی میں بحر فارس واقع ہے جنوب میں بحر ہند، غرب میں بلاد حضرموت اور شمال میں بحرین۔ اسمیں بکثرت میوے اور نخلستان ہیں یہاں پر موتیوں کی بھی پیداوار ہے۔ اس شہر کو عمان ابن مناسبت سے کہتے ہیں کہ سب کے پہلے عمان بن قحطان اپنے بھائی یعرب کی طرف سے حاکم ہوکر یہاں پر آکر مقیم ہوا تھا۔ بعد سیل عرم کے ازد اس ملک کے حاکم ہوئے۔ پھر جب دور اسلام آیا تو اسوقت بنو جلندی

اسکے مالک و حاکم تھے۔ یہاں پر خوارج بکثرت ہیں۔ بنو بویہ سے اور انسے اکثر لڑائیاں ہوا کیں۔ اس ملک کا دارالسلطنت تروی میں تھا۔ ملوک فارس نے کئی بار براہ دریا اس پر فوج کشی کی اور فتحیاب ہو کر اسکی حکمرانی کرتے رہے۔ یہ اقلیم ثانی میں ہے۔ اسمیں پانی کے چشمے، باغات، مزارات، اور نخلستان بکثرت ہیں۔ عہد اسلام میں اسکے حکمران بنی شامہ بن لوی بن غالب ہوئے۔ مگر اکثر نسابہ قریش انکے اس نسب سے انکار کرتے ہیں۔ بہرکیف سب کے پہلے محمد بن قاسم شامی نے حسب ہدایت خلیفہ معتضد اس ملک پر فوج کشی کی اور بزور تیغ فتح کرکے قابض و متصرف ہوا، خوارج جلاوطن ہوکر تروی کے پہاڑوں کی چوٹی پر چلے گئے۔ اسوقت سے یہاں پر علم خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ بعد اسکے بوراثت اسکے بیٹوں نے اس ملک پر حکمرانی کی اور سنت کے شعایر ظاہر کیے بعد ازاں ۳۰۵ھ میں ان لوگوں میں مخالفت پیدا ہوئی۔ باہم لڑے۔ انمیں سے بعض قرامطہ سے جاملے۔ باقی ماندگان اسی فتنہ و فساد میں پڑے رہے تا آنکہ ابو طاہر قرمطی ان پر ۳۱۷ھ میں جب کہ یہ حجر اسود کو مکہ سے اکھاڑ لایا تھا غالب ہوگیا اور عبیداللہ مہدی کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اس زمانہ سے قرامطہ کے حکمراں ۳۷۵ھ تک آتے جاتے رہے پھر ان پر خوارج اہل تروی غالب آئے اور جسقدر یہاں پر روافض اور قرامطہ تھے سبھوں کو قتل کر ڈالا، اسوقت سے یہاں کی ریاست انہیں کے قبضہ میں رہی اور بنی ازد اسکی حکمرانی کرتے رہے بعد ازاں روسا عمان سے بنو مکرم دارالخلافت بغداد گئے۔ اور بنی بویہ کی ملازمت اختیار کی اور پھر انکی امداد و اعانت سے بنو مکرم نے عمان پر چڑھائی کی۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی آخر کار خوارج جلاوطن ہوکر پہاڑوں پر چلے گئے اور بنی مکرم عمان پر قابض ہوگئے۔ خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ بعد اسکے جب بغداد میں بنو بویہ کی حکومت میں ضعف آگیا تو بنی مکرم نے عمان میں خودسری و خودمختاری کی حکومت قائم کرلی اور اسکی کرسی حکومت پر اسکی آیندہ نسلیں متمکن ہوئیں انمیں سے موید الدولہ ابوالقاسم علی بن ناصرالدولہ حسین بن مکرم تھا۔ یہ سخی، ممدوح اور بادشاہ تھا ایسا ہی بیہقی نے لکھا ہے اور مہیار دیلمی وغیرہ

نے اسکی مدح کی ہے۔ ایک زمانہ دراز حکومت کرنیکے بعد اسنے ۲۰ھ میں وفات پائی۔ پھر ۴۴۲ھ میں بنی مکرم میں ضعف آگیا۔ عورتیں اور غلام امور سلطنت میں پیش ہو گئے۔ خوارج نے اس امر کا احساس کر کے حملہ کر دیا۔ بنی مکرم تاب مقاومت نہ لاسکے کمال ابتری کے ساتھ پسپا ہوئے خوارج کو کامیابی حاصل ہوئی۔ عمان پر قبضہ حاصل کر کے بقیۃ السیف کو بھی تہ تیغ کیا۔ شاہی کا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا وہاں کے باشندے حجاز کے دیہاتوں میں جا بسے۔ یہ ملک بالکل بنجر اور شور ہے یہ بھی عمان کا ایک حصہ ہے جو اقلیم ثانی سے بحر فارس پر آباد ہے اور جبال پر کہ شجر اور حجاز ملتے ہیں اور اسکے شمال میں بحرین تک منزلوں کی مسافت ہے عمان قدرتی طور سے بڑے بڑے پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اسی وجہ سے کسی شہر پناہ کے بنانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ اسپر خاندان شاہی سے زکریا بن عبدالملک ازدی نے ۶۶۲ھ میں قبضہ کیا تھا خوارج تروی شہر شراۃ میں ان لوگوں کو مذہبی تعلیم دیتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ یہ لوگ جلندی کی اولاد سے ہیں۔

اخبار اسماعیلیہ والی قلعات

عراق، فارس اور شام

فرقہ اسماعیلیہ فرقہ قرامطہ کی ایک شاخ ہے یہ حد سے گذرا ہوا رافضیوں کا ایک گروہ ہے جیسا کہ تم اوپر پڑھ آئے ہو انکا مذہب کسی اصل پر مبنی نہیں ہے مضطرب اور مختلف مسائل اور اعتقادات کا ایک مجموعہ ہے۔ اس مذہب والے ہمیشہ اطراف عراق، خراسان فارس اور شام میں ایک مقام سے دوسرے مقام پر نقل وحرکت کرتے رہتے تھے۔ اسوجہ سے انکے مسائل اور اعتقادات میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے ابتداً فرقہ اسماعیلیہ قرامطہ کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے، عراق باطنیہ کے نام سے پکارے جانے لگے پھر اسماعیلیہ کہلائے۔ چونکہ عہد خلافت مستنصر علوی میں اسکے بیٹے نزار نے بیعت نہ کرنے پر اسماعیلیہ کے ہوا خواہوں کو قتل کیا تھا اور حسن بن صباح بانی فرقہ باطنیہ نزار کی خدمت میں رہتا تھا۔ اسوجہ سے اسکے گروہ والوں کو لوگوں نے نزاریہ

کے نام سے بھی موسوم کیا تھا۔

بعد قتل ذکرویہ اور افتراق جماعت اس مذہب والے تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گئے اور در پردہ خفیہ طور سے اپنے مذہب کی تعلیم و تلقین کرنے لگے۔ اسی مناسبت سے یہ لوگ "فرقہ باطنیہ" کے نام سے موسوم کئے گئے۔ پھر انکی ایذائیت و تکلیف دہی تمام ممالک اسلامیہ میں عام ہو گئی کیونکہ انکا اعتقادیہ تھا کہ غیر مذہب کا خواہ مسلم ہی کیوں نہ ہو قتل کرنا واجب ہے پس اس وجہ سے فرقہ باطنیہ کا ہر فرد نامی نامی آدمیوں کو قتل کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا اپنے اس شرمناک مقصد کے حاصل کرنے کو مکانات کی دہلیزوں میں چھپ رہتا اور جب موقع ملجاتا تو اپنے ناپاک مقصد کو حاصل کر لیتا۔ رفتہ رفتہ انکا یہ فتنہ و فساد زمانہ سلطان ملکشاہ میں جبکہ دیلم اور سلجوقیہ ممالک اسلامیہ پر حکمرانی کر رہے تھے بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ خلفاء وقت انکی گوشمالی اور سرکوبی سے مجبور ہو گئے تھے اسکے آتش فساد و مضرت کو بجھا نہ سکے تھوڑے ہی دنوں میں تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گئے۔ اسی زمانہ میں ایک گروہ باطنیہ کا ساوہ' اطراف ہمدان میں مجتمع ہوا اور نماز عید پڑھی، شحنہ ہمدان نے ان کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا مگر چند ہی دنوں بعد رہا کر دیا، بعد اسکے اس فرقہ والے مضبوط مضبوط قلعہ جات اور شہروں پر مستولی و متصرف ہو گئے۔ سب کے پہلے جس قلعہ پر فرقہ باطنیہ مستولی و متصرف ہوا وہ فارس کے قریب ایک قلعہ تھا جسکا والی اسی مذہب کا پابند و مقلد تھا چنانچہ اس فرقہ والے اسکے پاس جا کے پناہ گزیں ہوئے، اور رفتہ رفتہ وہیں سب کے سب مجتمع ہوئے اہل قلعہ آیندوروندگان کو دن دہاڑے لوٹنے لگے۔ نہایت قلیل مدت میں انکا ضرر اس اطراف و جوانب میں عام طور سے پھیل گیا۔ پھر فرقہ باطنیہ نے قلعہ اصفہان کو دبا لیا اس قلعہ کا نام شاہ در تھا سلطان ملک شاہ نے اسکو تعمیر کرایا تھا اور اپنی طرف سے ایک شخص کو اسکا والی مقرر کیا تھا۔ احمد بن عطاش نامی ایک شخص فرقہ باطنیہ کا حاکم قلعہ کے خدمت میں جا کے رہنے لگا۔

احمد کا باپ فرقہ باطنیہ کا پیشوا تھا حسن بن صباح وغیرہ نے اسی سے تعلیم پائی تھی اسوجہ سے اور نیز اسکے ذی علم ہونے کے سبب سے فرقہ باطنیہ اسکی بیحد عزت کرتا تھا۔ اس فرقہ والوں

نے بہت سا مال و زر جمع کر کے احمد کی خدمت میں پیش کیا اور نہایت تپاک سے اپنا پیشوا بنایا احمدان لوگوں سے رخصت ہو کر والی قلعہ کے پاس گیا اور اپنے نمایاں خدمات کے وجہ سے والی قلعہ کے آنکھوں میں اسقدر عزیز و محترم ہو گیا کہ اسنے کل امور سیاہ و سفید کرنیکا احمد کو اختیار دیدیا پھر جب والی قلعہ مر گیا تو احمد بن عطاش قلعہ شاہ در کا والی ہو گیا اس نے اپنے کل ہم مذہب کو اس قلعہ کے مضافات میں مقید تھے رہا کر دیا۔ ان لوگوں کے رہا ہوتے ہی ہر چہار طرف سے امن و امان کا سایہ عاطفت اُٹھ گیا، دن دہاڑے قافلے لٹنے لگے۔ بعد اسکے فرقہ باطنیہ اطراف قزوین میں قلعہ موت پر قابض ہو گیا۔ اس اطراف کو طالقان بھی کہتے تھے۔ ان ممالک پر جعفری کا پرچم حکومت اُڑ رہا تھا، جعفری نے ایک علوی کو اپنے نیابت کا اعزاز دے رکھا تھا اور رے کا حاکم ابو مسلم تھا جو نظام الملک طوسی کا سسرالی رشتہ دار تھا حسن بن صباح جوڑ توڑ لگا کے ابو مسلم کے پاس آ کے رہنے لگا چونکہ علوم نجوم و سحر میں حسن کو ید طولی تھا اور عطاش والی قلعہ اصفہان کے نامی شاگردوں سے تھا اسو جہ سے اسنے ابو مسلم کے دل میں نہایت قلیل مدت میں اپنی جگہ کر لی لیکن تھوڑے دنوں بعد ابو مسلم نے حسن پر یہ الزام لگایا کہ مصریوں کے ایلچیوں سے جو اسوقت وہاں تھے سازش کئے ہوئے ہے، حسن کو اسکی خبر ہو گئی، حسن بھاگ نکلا۔ مختلف شہروں میں ہوتا ہوا مصر پہونچا خلیفہ مستنصر علوی بڑی آؤ بھگت سے پیش آیا، اور اسکو یہ ہدایت کی کہ لوگوں کو میری امامت کی تعلیم دو، حسن نے عرض کیا "آپ کے بعد میرا کون امام ہو گا" مستنصر نے جواب دیا "میرا بیٹا نزار" حسن مصر سے واپس ہو کر شام، جزیرہ، دیار بکر اور بلاد روم کی سیر کرتا ہوا قلعہ موت واقع خراسان پہونچا علوی کے پاس مقیم ہوا، جسکو جعفری نے اپنا نائب بنایا تھا۔ علوی نے بیحد عزت کی اور اسکے قیام کو باعث نزول برکت و رحمت الٰہی تصور کیا۔ حسن ایک مدت تک قلعہ موت میں ٹھیرا ہوا قلعہ مذکور پر قبضہ کر لینے کی در پردہ تدبیریں کرتا رہا۔ پس جب حسب مرضی تدبیریں ہو گئیں تو حسن نے علوی کو قلعہ موت سے نکال کے قبضہ کر لیا۔ نظام الملک کو اسکی خبر لگی فوراً ایک سپاہ، حسن کے محاصرہ پر روانہ کی محاصرہ نہایت سرگرمی اور مستعدی سے کیا گیا، لڑائیاں شروع ہوئیں اثنا جنگ میں حسن نے

فرقہ باطنیہ کے ایک گروہ کو نظام الملک کے قتل کرنے پر مامور کر دیا چنانچہ اس گروہ نے نظام الملک کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ جو فوجیں محاصرہ پر تھیں' نظام الملک کے شہادت کی وجہ سے واپس آئیں پھر کیا تھا فرقہ باطنیہ کی بن آئی۔ قلعہ طبس اور نیز قوہستان کے قلعات ازدوں وقاید پر جو اس کے قرب وجوار میں تھے قبضہ کر لیا۔

قوہستان کا رئیس منور نامی ایک شخص تھا جو بنی سیجور امرار خراسان ملوک سامانیہ کی نسل سے تھا گورنر قوہستان نے منور کو اپنے یہاں بلایا اور اسکی بہن کو جبراً لے لینے کا قصد کیا منور نے اسماعیلیہ کو اپنی امداد پر بُلا بھیجا چنانچہ فرقہ اسماعیلیہ باطنیہ نے پہونچ کر قوہستان کے قلعات پر بھی اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اسی زمانہ میں قلعہ خالنجان پر بھی فرقہ باطنیہ قابض ہو گیا تھا' یہ قلعہ اصفہان سے نو کوس کے فاصلہ پر تھا۔ پہلے یہ موید الملک بن نظام الملک کے قبضہ میں تھا بعد ازاں جاولی سقاو ہ کے قبضہ میں چلا گیا جو ترکوں کا ایک نامور امیر تھا اور اسکی جانب سے کوئی ترکی امیر اس قلعہ کا حاکم ہوا۔ فرقہ باطنیہ کے چند اشخاص' حاکم قلعہ کی خدمت میں گئے اور مستعدی سے اسکی خدمت کرتے رہے رفتہ رفتہ اسقدر رسوخ بڑھا' کہ حاکم قلعہ کے ناک کے بال ہو گئے' حاکم قلعہ نے قلعہ کی کنجیاں حوالہ کر دیں ان لوگوں نے احمد بن عطاش والی قلعہ شاہ در کو لکھ بھیجا۔ پس احمد مع اپنی فوج کے بحالت غفلت اس قلعہ پر آپہونچا۔ حاکم قلعہ گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا' احمد بن عطاش نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور جسقدر فوج وہاں تھی سب کو تہ تیغ کیا۔ اس قلعہ پر قبضہ کر لینے سے فرقہ باطنیہ کی قوت بڑھ گئی اہل اصفہان' ان سے دبنے لگے تا آنکہ ان لوگوں نے اہل اصفہان پر خراج قائم کیا۔

فرقہ باطنیہ کے مقبوضہ قلعات سے اسویا' ندمیں الرمل' اور قلعہ آمد تھا جنپر فرقہ باطنیہ نے بعد ملک شاہ سلجوقی کے براہ مکر و غداری قبضہ حاصل کیا تھا۔ قلعہ ازدہر بھی انکے مقبوضات میں شمار کیا جاتا تھا اس قلعہ کو ابو الفتوح ہمشیرہ زادہ حسن بن صباح نے سر کیا تھا۔ منجملہ انکے قلعات کے کروہ قلعہ ناظر واقع خورستان اور قلعہ طنبور متصل ارجان تھا اس قلعہ کو ابو حمزہ اسکاف نے اہل ارجان کے قبضہ سے نکالا تھا۔

ابو حمزہ اسکاف کسی ضرورت سے مصر گیا ہوا تھا۔ وہیں اس نے اس مذہب کی تعلیم پائی اور اس فرقہ کا ایلچی ہو کر عوام الناس کی تلقین کو واپس آیا۔

قلعہ بلاد خاں بھی انہیں کے قلعات سے تھا جو مابین فارس و خوزستان کے واقع تھا۔ رہزنوں اور مفسدوں نے تقریباً دو سو سال سے اس قلعہ کو اپنا مرکز بنا رکھا تھا اور آنے جانے والوں پر شبخون مارا کرتے تھے تا آنکہ عضد الدولہ بن بویہ نے اس قلعہ کو سر کیا اور جسقدر ڈاکو یہاں تھے ان سب کو تہ تیغ کیا، پس جب ملک شاہ نے اس پر قبضہ حاصل کیا تو امیرانز کو بطور جاگیر یہ قلعہ مرحمت فرمایا۔ امیرانز نے اپنی طرف سے ایک شخص کو اس قلعہ کا حاکم مقرر کیا۔ فرقہ باطنیہ نے جو ارجان میں تھے حاکم قلعہ سے راہ و رسم پیدا کی۔ پہلے تو اس قلعہ کے فروخت کر ڈالنے کی تحریک کی جب والی قلعہ نے اس سے انکار کیا تو فرقہ باطنیہ نے مذہبی پیرایہ اختیار کیا، کہلا بھیجا کہ ہم ایک شخص کو تمہارے پاس مناظرہ کرنے کو بھیجتے ہیں تاکہ تم پر ہمارے مذہب کی حقانیت ظاہر ہو۔ والی قلعہ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ فرقہ باطنیہ نے اپنے چند سپاہیوں کو روانہ کیا ان لوگوں نے پہنچتے ہی والی قلعہ کے خادم کو گرفتار کر لیا اس نے قلعہ کی کنجیاں ان کے حوالہ کر دیں ان لوگوں نے قلعہ میں گھس کے والی قلعہ کو بھی پکڑ لیا۔ اس سے ان کی شوکت و قوت بڑھ گئی۔

فرقہ باطنیہ کے آئے دن ترقیاں اور فسادات سے لوگوں کے کھٹرے ہوئے۔ ہر چہار طرف سے انکے قتل پر آمادگی اور تیاری ظاہر ہونے لگی اور ان کے قتل کرنے کو ثواب اور ان سے جنگ کرنے کو جہاد سمجھکے ہر سمت سے عامہ مسلمین ان پر ٹوٹ پڑے۔ اصفہان میں بھی عوام الناس نے انکو خوب قتل کیا فرقہ باطنیہ اصفہان میں اُن دنوں ظاہر ہوا تھا جبکہ سلطان برکیاروق نے اصفہان پر محاصرہ ڈالا تھا اور اصفہان میں اسکا بھائی محمد اور اسکی خاتون جلالیہ موجود تھی، رفتہ رفتہ یہ فرقہ اصفہان میں پھیل گیا اور اسکا مکر و فریب اور انکے متبعین کی فتنہ انگیز چالیں عام ہو گئیں، پس اصفہان کے عام باشندوں نے ان پر یورش کی اور ان کو قتل کرنے لگے۔ بڑے بڑے خندق کھود کے اسمیں آگ روشن کی۔ جہاں پر فرقہ باطنیہ میں سے کسی کو پاتے تھے پکڑ لاتے اور اسی خندق میں انکو ڈال دیتے

تھے۔ جاول سقاوہ والی فارس نے ان پر جہاد کرنیکی غرض سے کمر ہمت باندھی فوجیں آراستہ کر کے ہمدان کی طرف بڑھا، ایک مدت تک فرقہ باطنیہ پر جہاد کرتا رہا بعد اسکے فرقہ باطنیہ نے امراء سلجوقیہ کو براہ مکر و فریب قتل کرنیکی غرض سے ہمدان کی طرف کوچ کیا۔ چنانچہ اس فرقہ نے ہمدان پہونچ کے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ ایک شخص اس گروہ کا امراء سلجوقیہ میں سے ایک امیر کے قتل کرنے کو بہ تبدیل لباس جاتا اور موقع پاکر اسکو قتل کر کے اپنے آپ کو بھی لقمہ نہنگ اجل بنا دیتا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ سلطان برکیاروق نے اس فرقہ کو ایسے افعال کے ارتکاب پر آمادہ کیا تھا اور اپنے بھائی کے مقابلہ میں اس فرقہ سے اعانت طلب کی تھی۔ پس یہ فرقہ یہ چال چلنے لگا کہ ایک شخص انہیں سے ایک امیر کی خدمت میں جاکر ملازمت اختیار کرتا اور جب اسکو موقع ملجاتا تو یہ اس امیر پر وار کر دیتا اکثر یہ ہوتا تھا کہ وہ امیر مر جاتا اور اس جرم کی پاداش میں وہ باطنی بھی مار ڈالا جاتا تھا غرض اس طریقہ سے امراء سلجوقیہ کے ایک گروہ کو اس فرقہ نے زیر خاک پہونچا دیا۔

جب سلطان برکیاروق کو اپنے بھائی محمد کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہوئی تو اسوقت یہ فرقہ اسکے تمام لشکر میں ملا جلا ہوا تھا اس گروہ نے آہستہ آہستہ گروہ بندی کر لی تھی، امراء لشکر کو ان سے خطرہ پیدا ہوا، وقتاً فوقتاً ان لوگوں نے امراء لشکر کو قتل کرنیکی دھمکیاں دیں، امراء لشکر ہر وقت مسلح رہنے لگے اور اس امر کی شکایت سلطان برکیاروق سے کی اور نیز یہ جڑ دیا کہ فرقہ باطنیہ سے اور آپ کے بھائی کی فوج سے مراسم اتحاد ہیں۔ سلطان برکیاروق یہ سنتے آگ بگولا ہو گیا۔ عام طور سے ان لوگوں کے قتل کی اجازت دیدی خود بھی مسلح ہو کے سوار ہوا اسکی فوج بھی مرتب ہو کر اسکے ہمراہ ہوئی فرقہ باطنیہ پر زمین باوجود وسعت و فراخی کے تنگ ہو گئی۔ جس طرف جاتے تھے قتل کئے جاتے تھے۔ امیر محمد جو علاء الدولہ بن کاکویہ کی نسل سے تھا اور اس مذہب کا ایک ممبر تھا بخوف جان بھاگا، مگر اس جان باختہ کو اجل نے نہ چھوڑا۔ بغداد میں ابو ابراہیم استر آبادی سلطان کی سفارت میں گیا ہوا تھا سلطان برکیاروق نے لکھ بھیجا وہیں گرفتار ہو کر مار ڈالا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ فرقہ باطنیہ پر ہر چہار طرف سے قتل کی بوچھار پڑ رہی تھی۔ جس طرف آنکھیں اٹھتی تھیں فرقہ باطنیہ ہی کے مقتول

نظر آتے تھے، ہر شخص انکے قتل و خونریزی پر تلا ہوا تھا۔ یہ واقعات ۴۸۶ھ کے ہیں۔

پھر جب سلطان برکیاروق کے بعد سلطان محمد کا دور حکومت آیا اور اسکی حکومت و سلطنت کو پورے طور سے استحکام و استقلال حاصل ہو گیا تو سلطان محمد نے قلعہ شاہ ور جسکا والی احمد بن غطاش تھا فوج کشی کی یہ قلعہ اصفہان کے قریب تھا اور فرقہ باطنیہ کا گویا یہی قلعہ دار السلطنت تھا۔ ماہ رجب اوائل چھٹی صدی میں اس قلعہ کا محاصرہ کیا گیا۔ اس قلعہ کو ہر چہار طرف سے سر بفلک پہاڑیاں چھ کوس گھیرے ہوئے تھیں سلطان محمد نے اپنے امراء لشکر کو باری باری جنگ کرنے پر مامور کیا اور نہایت حزم و احتیاط اور کمال مستعدی سے اس قلعہ پر مدت دراز تک گرتا رہا تا آنکہ فرقہ باطنیہ شدت جنگ اور طول محاصرہ سے گھبرا گیا۔ فقہاء اہل سنت و جماعت سے استفسار کیا جسکا مضمون یہ تھا "کیا فرماتے ہیں سادات فقہاء ائمہ دین اس گروہ کی بابت جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر اور اسکی کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھتا ہے اور ما جاء به رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جانتا ہے اور اسکی تصدیق کرتا ہے لیکن محض امامت میں اختلاف کرتا ہے کیا سلطان وقت کو اسکی مواقفت اور رعایت جائز ہے اور انکی اطاعت قبول کرنا روا ہے اور ہر اذیت سے انکو بچانا مناسب ہے یا نہیں؟ اکثر فقہاء نے اسکے جواز کا فتویٰ دیا بعضوں نے توقف اختیار کیا۔ بحث و مناظرہ کرنے کو علماء و فقہاء جمع ہوئے سنجانی جو شافعیہ کا نامی و سربرآوردہ عالم تھا اس گروہ کے قتل کے وجوب کا قائل ہوا اور صاف صاف لکھ دیا کہ اس فرقہ کا محض اقرار باللسان اور تلفظ بالشہادتین کافی نہ ہوگا جب تک وہ احکام شرع کی مخالفت سے نہ باز آئیں اس وجہ سے اجماعاً انکی خونریزی مباح ہے۔ بہت دیر تک مناظرہ ہوتا رہا مگر کوئی امر طے نہ ہوا تب علماء اہل سنت و جماعت نے مناظرہ کرنے کی غرض سے فرقہ باطنیہ کے علماء کو طلب کیا اور رؤساء اصفہان کو بھی اس جلسہ میں بلایا۔ مگر فرقہ باطنیہ نے حیلہ و حوالہ کر کے ٹال دیا اور سفارت بے نیل مرام واپس آئے سلطان بڑھ بڑھ کے محاصرہ میں شدت کرنے لگا بالآخر فرقہ باطنیہ امن کا خواستگار ہوا اور یہ درخواست کی کہ بعوض اس قلعہ کے ہمکو قلعہ خالنجان مرحمت ہو جو اصفہان سے دس کوس کے فاصلہ پر ہے اور اس قلعہ سے

نکل کر قلعہ خالنجان میں جانے کو ایک مہینہ کی مہلت دیجائے۔ سلطان محمد نے اس درخواست کو منظور کر لیا فرقہ باطنیہ مال و اسباب فراہم کرنے میں مصروف ہوا ہنوز مدت مقررہ تمام نہ ہوئی تھی کہ فرقہ باطنیہ میں سے چند لوگوں نے سلطان محمد کے ایک امیر پر حملہ کر دیا۔ اتفاق یہ کہ یہ امیر اُن کے حملہ سے بچ گیا سلطان محمد کو اسکی خبر لگی تو اس نے پھر محاصرہ کر لیا۔ فرقہ باطنیہ نے خود کردہ پریشان ہو کر امان طلب کی اور قلعہ ناظر وطبس چلے جانے کی اجازت چاہی اسطور سے کہ سلطان محمد اپنے چند دست فوج کے ساتھ ہمارے ایک حصہ فوج کو قلعہ ناظر پہونچانے پر مامور فرمائے اور باقی ماندگاں کو قلعہ کے ایک گوشہ میں نظر بند و محبوس رکھے جب یہ حصہ قلعہ ناظر میں پہونچ جائے تو دوسرے حصہ کو جو قلعہ میں محبوس ہے حسن بن صباح کے پاس قلعہ موت میں بھیجدے۔ سلطان محمد نے انکی یہ درخواست بھی منظور فرمائی چنانچہ پہلا حصہ فرقہ باطنیہ کا بہمراہی سلطانی فوج قلعہ ناظر وطبس کو روانہ ہوا سلطان نے قلعہ کے ویران کرنے کا حکم دیا جسکی تعمیل نہایت مستعدی سے شاہی فوج کرنے لگی۔ احمد بن غطاش قلعہ کے ایک برج میں چھپ رہا۔ سپاہیوں نے اس پر حملہ کیا اور بعض سپاہی دوڑ کر سلطان کے پاس آئے اور اس مکان محفوظ کا جہانکہ احمد بن غطاش روپوش ہو گیا تھا پتہ بتایا سلطان نے اشارہ کر دیا ایک امیر چند سپاہیوں کو لیکے اس برج پر چڑھ گیا اور جس قدر فرقہ باطنیہ وہاں پائے گئے سبھوں کو قتل کر ڈالا۔ ان مقتولوں کی تعداد اسی بیان کیجاتی ہے۔ احمد بن غطاش زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ کھال کھینچ کے بھوسہ بھرا گیا۔ اسکے ساتھ اسکا لڑکا بھی مارا گیا دونوں کے سر اُتار کے بغداد بھیجے گئے اسکی بیوی نے یہ عنوان دیکھ کے اپنے کو ایک بلند مقام سے نیچے گرا دیا۔ ہلاک ہو گئی۔

اسماعیلیہ شام جسوقت ابو ابراہیم استرآبادی بغداد میں حسب تحریر سلطان برکیاروق قتل کر دیا گیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا تو اسکا برادرزادہ بہرام دارالخلافت بغداد سے شام کی طرف بھاگ گیا اور وہیں در پردہ اپنے مذہب کی تعلیم و تلقین کرتا رہا۔ رفتہ رفتہ اہل شام کے ایک گروہ نے اس مذہب کو قبول کر لیا۔ زیادہ تر لوگوں کو اس مذہب کی طرف میلان اسوجہ سے

ہوا کہ فرقہ باطنیہ اسماعیلیہ براہ مکر و فریب قتل کرنے میں خوب مشہور ہو چکا تھا۔

ابو الغازی بن ارتق والی حلب اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے بسا اوقات فرقہ باطنیہ سے رسم اتحاد رکھتا تھا۔ اسی نے علی بن طغتکین اتابک والی دمشق کو بھی اس فرقہ سے مراسم اتحاد قائم کرنے کی ہدایت کی تھی چنانچہ علی نے اس رائے کو قبول کر لیا اور بہرام اسکے پاس چلا گیا' اسی زمانہ سے اسکی شہرت ہو چلی' علانیہ اپنے مذہب کی دعوت دینا شروع کر دی' ابو علی ظاہر بن سعد مزدعانی وزیر مصلحت وقت کی وجہ سے بہرام کی اعانت کرنے لگا۔ تھوڑے ہی دنوں میں بہرام کی حکومت میں استقلال و استحکام کی کیفیت پیدا ہو گئی اور اس کے مقلدوں کی جماعت بڑھ گئی مگر بایں ہمہ دمشق کے عوام الناس کی مخالفت سے بہرام کو خطرہ تھا علی' والی دمشق اور اسکے وزیر ابو علی سے درخواست کی کہ ہم لوگوں کے رہنے اور بوقت ضرورت وہاں پناہ گزیں ہو سکنے کے لئے ایک قلعہ عنایت کیا جائے علی نے ۵۲۰ھ میں قلعہ بانیاس دیدیا پس بہرام نے دمشق میں اپنا ایک نائب مذہبی تعلیم اور تلقین کی غرض سے چھوڑ کر قلعہ بانیاس کا راستہ لیا۔

قلعہ بانیاس میں بہرام کے متمکن ہونے سے اسکے مذہب نے بہت بڑی ترقی کی تمام اطراف و جوانب میں یہ مذہب پھیل گیا اور متعدد قلعات پر جو کہ اس طرف کے پہاڑوں میں تھے قابض و متصرف ہو گیا از انجملہ قلعہ قدموس وغیرہ تھے۔

وادی تیم' صوبہ بعلبک میں بہت بڑا گروہ مجوس' نصرانی اور درزیہ کا رہتا تھا ضحاک نامی ایک امیر ان سب کا سردار تھا ۵۲۲ھ میں بہرام نے ان پر فوج کشی کی اور قلعہ بانیاس پر اپنی طرف سے اسماعیل کو بطور نائب کے مقرر کیا' ضحاک نے ایک ہزار کی جمعیت سے بہرام کا مقابلہ کیا گھمسان لڑائی ہوئی ضحاک نے بہرام کو ہزیمت دیکے اسکے لشکرگاہ کو لوٹ لیا بہرام کے سیکڑوں ہمراہی کھیت رہے اور خود بھی اثناء دار و گیر میں مارا گیا۔ بقیۃ السیف بحال پریشان قلعہ بانیاس پہونچے' اسماعیل نے ان سبھوں کی اشک شوئی کی اور ان پر حکومت کرنے لگا۔

اسماعیل نے اپنے مذہب والوں کے منتشر شیرازہ کو اکٹھا کیا اور اپنے ایلچیوں کو اشاعت و تعلیم

مذہب کی غرض سے دور دراز ملکوں میں بھیجا۔ ابو علی وزیر نے اس معاملہ میں اسکا ہاتھ بٹایا اور اس گروہ کی مالی و فوجی امداد کی۔ دمشق میں بہرام کا خلیفہ ابو الوفا تعلیم و تلقین کر رہا تھا۔ ان وجوہات و اسباب سے ادھر فرقہ باطنیہ کی قوت و شوکت بڑھ گئی تھی ہوئی قوت پھر عود کر آئی مقلدوں کی تعداد میں معقول اضافہ ہو گیا اُدھر تاج الملوک بن طغتکین والی دمشق کے قوائے حکمرانی مضمحل ہو چلے۔ تب ابو علی وزیر نے عیسائیوں کو یہ پیام دیا کہ ہم تمکو دمشق پر قبضہ اس شرط سے دیدینگے کہ تم ہمکو صور پر قابض کر دو عیسائیوں نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور اس امر کی تکمیل کو ایک خاص دن مقرر کیا بعدہ ابو علی وزیر نے اسماعیلیہ سے سازش کر لی اور ان کو عیسائیوں کے مقابلہ پر آمادہ و تیار کر دیا۔ کسی ذریعہ سے اسماعیل کو اسکی خبر لگ گئی اس خوف سے کہ مبادا عوام الناس ہماری مخالفت پر کمر بستہ ہو جائیں قلعہ بانیاس عیسائیوں کے سپرد کر کے انہیں کے یہاں چلا گیا۔ اور وہیں ۵۲۴ھ میں مر گیا۔

اس اطراف میں فرقہ باطنیہ اسماعیلیہ کے بہت سے قلعات تھے جو ایک دوسرے سے متصل تھے سب سے بڑا قلعہ مصیات تھا جسوقت سلطان صلاح الدین نے ۵۷۲ھ میں ملک شام پر قبضہ حاصل کیا اسوقت اس قلعہ پر بھی محاصرہ ڈالا اور نہایت سختی سے جنگ شروع کی۔ سنان سردار فرقہ اسماعیلیہ نے صلاح الدین کے ماموں شہاب الدین حارمی کو حماۃ میں لکھا کہ صلاح الدین سے مصالحت کرا دو اور بصورت مصالحت نکرنے کے قتل کرا دالنے کی دھمکی دی۔ پس شہاب الدین حماۃ سے صلاح الدین کے پاس گیا اور انکی طرف سے صلاح الدین کے خیالات کی اصلاح کر دی صلاح الدین نے محاصرہ اُٹھا لیا۔

بقیہ حالات قلعات عراق مقبوضہ اسماعیلیہ

اسماعیلیہ کے قلعات جو عراق میں تھے جس زمانہ سے احمد بن عطاش اور حسن بن صباح نے اپنی حکمت عملی قبضہ حاصل کیا تھا اسی زمانہ سے گمراہیوں کے معدن اور خباثت کے مخزن بنے ہوئے تھے حسن بن صباح کے بہت سے مقالات مذہبی ہیں جو از سر تا پا خیالات رافضیہ میں ڈوبے ہوئے حد اعتدال سے بڑھے ہوئے اور حد کفر تک پہونچے ہوئے ہیں روافض ان کو مقالات جدیدہ سے موسوم کرتے ہیں اور سوائے اُن روافض کے جو جادۂ اعتدال سے بڑھے ہوئے اور تعصب

میں ڈوبے ہوئے ہیں اور کوئی ان مقالات کو اپنا مذہب و دین نہیں قرار دیتا۔ ان مقالات کو شہرستانی نے کتاب الملل والنحل میں ذکر کیا ہے۔ اگر تم اس سے واقف ہوا چاہتے ہو تو کتاب مذکور کا مطالعہ کرو۔

چونکہ اس فرقہ کی مضرت اور بیحد خونریزیاں مشہور ہو گئی تھیں اسوجہ سے ملوک اسلام ہر چہار طرف سے ان پر بہ نیت جہاد فوج کشی کرنے لگے اس اثناء میں ملوک سلجوقیہ کے نظام حکومت میں خلل پیدا ہو گیا اور اتغمش نے رے اور ہمدان کو دبا لیا۔ پس اسنے ۱۲۰۶ھ میں فرقہ باطنیہ کے ان قلعات پر جو قزوین کے قرب و مجاورت میں تھے فوج کشی کی اور نہایت مستعدی اور ہوشیاری سے محاصرہ کیا۔ چنانچہ انمیں سے پانچ قلعات کو بزور تیغ مفتوح کر کے قلعہ موت کا قصد کیا۔ مگر اتفاق کچھ ایسا پیش آ گیا اور چند موانع ایسے حائل ہو گئے کہ جنکی وجہ سے قلعہ مذکور اتغمش کے دستبرد سے بچ رہا۔ بعد اسکے جلال الدین منکبرتی بن علاء الدین خوارزم شاہ نے جسوقت ہندوستان سے واپس آ رہا تھا اور بلاد آذربیجان اور ارمینیہ پر قبضہ و تصرف حاصل کیا تھا فرقہ اسماعیلیہ باطنیہ پر فوج کشی کی اور جیسا کہ اس فرقہ والوں نے امراء اسلام کو قتل کیا تھا اسی طرح اسنے اس فرقہ کے سرداروں کو تہ تیغ اور انکے آباد شہروں اور قلعوں کو تاخت و تاراج کیا قلعہ موت کے قرب و جوار اور نیز وہ قلعات جو خراسان میں تھے جلال الدین کے حملوں سے ویران اور خراب ہو گئے۔ اس فرقہ نے جسوقت سے تاتاریوں نے خروج کیا تھا بلاد اسلامیہ کی طرف پاؤں بڑھائے تھے۔ پردہ غیب سے جلال الدین انکی سرکوبی کو اٹھ کھڑا ہوا اور ۱۲۲۴ھ میں ان پر فوج کشی کر دی جیسا کہ تم ابھی اوپر پڑھ آئے ہو۔ اس واقعہ سے فرقہ باطنیہ کی کماحقہ گوشمالی ہو گئی اور انکی بیماری کا معقول علاج کر دیا گیا اور اسکے بعد جب تاتاریوں کے قبضہ اقتدار میں عنان حکومت آئی تو ہلاکو نے ۱۲۵۵ھ میں بغداد سے انکے قلعات پر چڑھائی کی بعد اسکے ظاہر نے ان قلعات پر حملہ کیا جو شام میں تھے۔ اکثر قلعات ان حملوں سے نذر ہو گئے باقی ماندگان نے اطاعت قبول کر لی۔ قلعہ مصیات وغیرہ بالکل حکومت سے علیحدہ ہو گئے اور انکا زمانہ حکومت اس طرح سے منقضی ہو گیا کہ گویا عدم ہستی پر نہ تھا۔ فقال خال جو باقی رہ گئے انکے ذریعہ سے ملوک باطنیہ اپنے دشمنوں کو دھوکا و فریب دے کر قتل کراتے تھے۔

یہ لوگ اپنے کو فداویہ کے لقب سے ملقب کرتے تھے یعنی اپنے نفس کو موت کے بدلہ میں دیکر اپنا مقصد حاصل کرتے تھے۔ واللہ وارث الارض ومن علیہا۔

اخبار حکومت بنی اخیضر حسنی حکمرانان یمامہ

جسوقت موسیٰ جون بن عبداللہ بن حسن سبط کے دونوں بھائی محمد و ابراہیم روپوش ہو گئے اسوقت خلیفہ ابوجعفر منصور نے ان دونوں کے حاضر کرنے پر موسیٰ جون کو مجبور کیا چنانچہ موسیٰ جون نے انکے حاضر کردینے کی ذمہ داری کرلی بعدازاں خود بھی روپوش ہوگیا مگر اتفاق سے خلیفہ منصور نے پتہ لگا کر موسیٰ جون کو گرفتار کرلیا اور ایک ہزار دُرّے پٹوائے پھر جب اسکا بھائی محمد المہدی مدینہ میں قتل کیا گیا تو بخوف جان موسیٰ جون دوبارہ چھپ رہے تا آنکہ جان بحق تسلیم کردی اسی کی نسل سے اسماعیل اور اسکا بھائی محمد اخیضر پسران یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ تھا ۲۵۱ھ میں اسماعیل مذکور موسوم بہ سفاک نے سرزمین حجاز میں خروج کیا' مکہ کی طرف بڑھا' جعفر والی مکہ بھاگ گیا اسماعیل نے اسکے اور شاہی امراء کے مکانات کو لوٹ لیا اہل مکہ اور شاہی لشکر کے جماعت کثیرہ کو تہ تیغ کیا' جسقدر اُٹھا لیجانیکے قابل تھا کعبہ اور اسکے خزانہ سے سونے چاندی کا مال اُٹھالے گیا۔ خانہ کعبہ کا غلاف اُتار لیا دو لاکھ دینار اہل مکہ کے لوٹ لئے۔ مکانات میں آگ لگا دی۔ پچاس روز تک ٹھیرا رہا بعدازاں مدینہ منورہ کی جانب کوچ کیا۔ والی مدینہ یہ خبر پاکے روپوش ہوگیا' اسماعیل نے پہونچتے مدینہ منورہ پر محاصرہ ڈالدیا تا آنکہ اہل مدینہ رسد وغلہ کے بند ہو جانے سے بھوکوں مرگئے مسجد نبوی میں کئی روز تک نماز نہ پڑھی گئی۔ دارالخلافت میں اسکی خبر لگی تو شاہی لشکر تیار ہو کر مدافعت کی غرض سے آپہونچا۔ اسماعیل محاصرہ اُٹھا کے مکہ معظمہ لوٹ آیا' مکہ معظمہ کا دوبارہ محاصرہ کرلیا۔ دو مہینے تک محاصرہ کئے رہا پھر جدہ کا رخ کیا۔ سوداگروں کے مال لُوٹ لئے' کشتیوں میں جسقدر تجارتی اسباب لدا تھا سب لوٹ کے مکہ معظمہ کے جانب مراجعت کی مگر اسکے پہونچنے سے پہلے محمد بن عیسیٰ بن منصور اور عیسیٰ بن محمد مخزومی مکہ معظمہ پہونچ گئے تھے۔ خلافت مآب نے ان لوگوں کو دربار خلافت سے اسماعیل سے جنگ کرنے کو روانہ کیا تھا۔ مقام عرفات میں

جا کے پناہ لی۔ موقف میں سوائے اسماعیل اور اسکے ہمراہیوں کے اور کوئی متنفس نہ تھا چنانچہ اسماعیل نے اپنے نام کا خطبہ پڑھا۔ پھر لوٹ کر جدہ آیا اور دوبارہ اسکو تاخت و تاراج کیا بالآخر اپنے خروج کے ایک سال بعد بعارضہ چیچک آخری ۲۵۲ھ میں زمانہ جنگ مستعین و معتز میں مرگیا اسماعیل سرزمین حجاز میں عرصہ بیس سال سے دوڑ دھوپ کر رہا تھا۔ بوقت وفات اسنے کوئی اولاد نہیں چھوڑی بجائے اسکے اسکا بھائی محمد اخیضر متمکن ہوا۔ یہ اُس سے بیس برس بڑا تھا۔ اسنے یمامہ کی طرف خروج کیا بزور تیغ اسپر قابض ہو گیا قلعہ خضر کو بھی لے لیا۔ اسکے چار لڑکے تھے محمد، ابراہیم، عبد اللہ اور یوسف۔ بعد وفات محمد اخیضر اسکا بیٹا یوسف حکومت کرنے لگا اور اپنے بیٹے اسماعیل کو حکومت وریاست میں شریک کر لیا۔ پھر جب یوسف مرگیا تو اسماعیل تنہا حکومت کا مالک ہوا۔ اسکے تین بھائی اور تھے حسن، صالح اور محمد (پسران یوسف) اسکے بعد اسکا بھائی حسن بعدہ اسکا بیٹا احمد بن حسن یکے بعد دیگرے حکمراں ہوئے اور اسوقت سے برابر یمامہ کی حکومت انہیں کے خاندان میں رہی تا آنکہ ان پر قرامطہ غالب آگئے اور انکی حکومت و سلطنت جاتی رہی والبقاء للہ وحدہٗ۔

ملک مغرب بلاد سوداں کے شہر خانہ میں جہاں بحر محیط ہے بنی صالح کی حکومت تھی مولف کتاب زجار نے جغرافیہ میں بنی صالح کا ذکر تحریر کیا ہے مگر ہمکو صالح کی نسب سے ایسی واقفیت نہیں ہوئی جس پہ ہمکو اعتماد ہوتا بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ صالح، عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ ملقب بہ ابوالکرام بن موسیٰ جون کا بیٹا تھا۔ مامون کے زمانہ خلافت میں خراساں میں اس نے خروج کیا تھا مگر ارا کین خلافت کی حسن تدبیر سے پہلے صالح بعد ازاں اسکا بیٹا محمد گرفتار کر لیا گیا تھا۔ باقی ماندہ اسکی اولاد مغرب کی طرف چلی گئی اور شہر خانہ میں اپنی حکومت وریاست کی بنا قائم کی۔ ابن حزم نے صالح کو اس نسب سے موسیٰ جون کے عقب میں نہیں ذکر کیا شاید یہ وہی صالح ہو جسکو ہم نے بنی یوسف بن محمد اخیضر کی اولاد میں ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

اخبار دولت سلیمانیین از بنی حسن حکمرانان مکہ و یمن

مکہ معظمہ اس سے کہیں زیادہ مشہور و معروف ہے کہ جن الفاظ سے ہم اسکی صفت لکھیں گے

یا اسکو ہم مستعار کرینگے بہرکیف دوسری صدی کے بعد اسکے اصلی باشندے قریش، علویوں کے پے در پے فتنے و فسادات سے جو آئے دن سرزمین حجاز میں انکی بدولت واقع ہوتے تھے زاویہ گمنامی میں روپوش ہو گئے اور یہ سرزمین مبارک ان کے نام و نشان سے خالی ہو گئی سوائے معدودے چند متبعین بنی حسن کے کہ جنکے نامی اصرار حبشہ اور دیلم کے آزاد غلام تھے اور کوئی باقی نہ رہا۔

اس متبرک شہر کا حاکم ہمیشہ دربار خلافت بغداد سے مقرر ہو کر آیا کرتا تھا اور یہاں پر برابر خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا تا آنکہ عہد حکومت مستعین اور معتز میں اور نیز انکے بعد بھی آتش فساد مشتعل ہوئی، جس سے ایک جدید حکومت اس شہر میں سلیمان بن داود بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط کی اولاد کی قائم ہو گئی۔ دوسری صدی کے آخر میں اس خاندان کا بزرگ اور قابل فخر ممبر محمد بن سلیمان نامی ایک شخص تھا۔ یہ سلیمان، سلیمان ابن داوُد نہیں ہے کیونکہ اسکو ابن حزم نے لکھا ہے کہ یہ مدینہ منورہ میں زمانہ خلافت مامون میں عوضی دار حکومت و ریاست ہوا تھا اور ان دونوں ناموں میں تقریباً اکیس برس کا فرق ہے

غرض ۳۰۱ھ عہد خلافت مقتدر میں محمد بن سلیمان نے علم خلافت عباسیہ کی اطاعت سے انحراف کیا اور موسم حج میں یہ خطبہ دیا۔

"الحمد للہ الذی اعاد الحق الی نظامہ وابرز الایمان من اکامہ وکمل دعوۃ"
"خیر الرسل باسباطہ لا بنی اعمامہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الطاہرین وکف"
"عنا ببرکتہ اسباب المعتدین وجعلہا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ الی یوم الدین"

بعد خطبہ کے یہ اشعار پڑھے۔

لاطلبن بسیفی ما کان للحق دینا ۔ ہم بزور تیغ راہ حق طلب کرینگے
واسطون بقوم بغوا وجاروا علینا ۔ اور جس قوم نے ہم سے عداوت و مخالفت کی اسکو اپنی سطوت دکھائیں گے

۱؎ ترجمہ جمیع ستائش اللہ کے لئے ہے جسنے حق کو اسکے نظام پر لوٹایا اور شگوفہ ایمان کو اسکی آستینوں سے ظاہر کیا اور دعوت خیر الرسل کو اسکے اسباط سے کامل کیا جو کہ اسکے بنی اعمام بھی ہیں رحمت اللہ کی اسپر ہو اور انکی آل پاک پر۔ اور انکی برکت سے دشمنوں کی عداوت ہم سے روک دیگئی اور اسکو انکے آیندہ نسلوں میں کلمہ باقیہ روز قیامت تک کے لئے بنایا۔

یصدون کل بلاد من العراق علینا یہی لوگ عراق کے شہروں کو ہماری مخالفت پر اُبھارتے تھے۔

یہ اپنے کو زیدی کے لقب سے بلحاظ اپنے مذہب کے گروہ مذہب امامیہ کا ایک شیعہ سے ملقب کرتا تھا۔

اس وقت تک عراق کے قافلے مکہ معظمہ برابر آیا کرتے تھے ابو طاہر قرمطی عبیداللہ مہدی والی افریقہ کا تبع تھا اور اسکے نام کا خطبہ پڑھا کرتا تھا۔ اس نے ۳۱۲ھ میں حجاج کے قافلوں سے چھیڑ چھاڑ کی۔ ابوالہیجا ابن حمدان والد سیف الدولہ کو مع ایک گروہ کے قید کر لیا۔ حاجیوں کو تہ تیغ کر کے عورتوں اور بچوں کو لق و دق میدان میں چھوڑ دیا جو بغیر مارے مر گئے۔ قرامطہ کی اس حرکت سے حاجیوں کی آمد عراق سے بند ہو گئی۔ خلیفہ مقتدر نے ۳۱۷ھ میں اپنے خدام میں سے منصور دیلمی کو قرامطہ کی سرکوبی پر مامور کیا۔ چنانچہ یوم الترویہ مکہ میں ابو طاہر قرمطی سے منصور دیلمی نے مڈبھیڑ کی مگر ہزیمت اٹھا کر بھاگ گیا۔ ابو طاہر نے حاجیوں کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ ان کو کعبہ و حرم میں بھی قتل کیا۔ چاہ زمزم مقتولوں کی نعش سے پٹ گئی۔ غریب حجاج چلا رہے تھے کیف یقتل جیران اللّٰہ (اللہ کے ہمسایہ کیوں قتل کئے جاتے ہیں) ابو طاہر قرمطی جواب دے رہا تھا۔ لیس بجار من خالف اوامر اللّٰہ ونواھیہ (جو شخص اللہ کے اوامر اور ممنوعات کی مخالفت کرتا ہو وہ اللہ کا ہمسایہ نہیں ہے) اور آیہ کریمہ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

بے شک سزا ہے انکی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اسکے رسول سے اور ملک میں فساد کرتے دوڑتے پھرتے ہیں کہ انکو قتل کیجئے یا سولی چڑھائیے یا کاٹئے انکے ہاتھ پاؤں مقابل کا یا نکال دیجئے اس جگہ سے۔ یہ انکی رسوائی ہے دنیا میں اور انکو آخرت میں بڑی مار ہے۔ مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے ہاتھ پڑنے سے پہلے تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ابو طاہر قرمطی اس قتل و خونریزی عام سے فارغ ہو کر حجر اسود کو اکھاڑ کر احساء اٹھا لے گیا۔ خانہ کعبہ کا دروازہ کھود کر پھینک دیا۔ ایک شخص پرنالہ کے اکھاڑنے کو خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھا، گرا، مر گیا۔ ابو طاہر نے کہا "جانے دو یہ ابھی محفوظ رہے گا تا آنکہ اسکا مالک یعنی مہدی آئے" عبید اللہ مہدی کو ان واقعات کی خبر لگی تو اس نے تہدید کا خط لکھا جسکا ترجمہ یہ ہے:۔

مجھے تیرے خط کے دیکھنے سے تعجب پیدا ہوا کہ تو نے ایسے حرکات ناشایستہ کا ارتکاب کیوں کیا اور کیوں تجھے ایسے افعال شنیعہ کے کرنے پر جرأت ہوئی تو نے اس مکان کی بے توقیری کی جہاں کہ زمانہ جاہلیت میں خونریزی اور اسکے اہل کی اہانت حرام و ممنوع سمجھی جاتی تھی۔ تو نے بہت بڑی زیادتی کی کہ حجر اسود کو کھود لایا جو اللہ تعالیٰ کا یمین سمجھا جاتا تھا اور جس سے اللہ تعالیٰ کے بندے مصافحہ کرتے تھے تجھکو اس ناشائستہ اور قبیح حرکت پر یہ خیال پیدا ہوا کہ میں تیرا شکر گذار ہونگا۔ لعنت اللہ تعالیٰ کی تجھ پر، اور تیرے اس فعل شنیع پر سلام اس پر جسکے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں اور جس نے آج کے دن وہ کام کیا جس کا حساب کل اللہ تعالیٰ کو دے سکے گا۔

اس خط کے پہونچنے سے قرامطہ عبیدیوں کے علم حکومت سے منحرف ہو گئے بعد اسکے ۳۲۰ھ میں خلیفہ مقتدر، مونس کی سازش سے قتل کیا گیا بجائے اسکے اسکے بھائی قاہر نے سریر حکومت پر قدم رکھا اس سال جدید خلیفہ کا امیر حج کرنے کو مکہ معظمہ آیا مگر آئندہ سال سے حجاج کی آمد عراق سے پھر بند اور منقطع ہو گئی تا آنکہ ابو علی یحییٰ فاطمی نے ۳۲۷ھ میں عراق سے ابو طاہر قرمطی کو تحریر کیا کہ حاجیوں کو حج و زیارت سے مانع نہ ہو زیادہ برایں نیست ان لوگوں سے کچھ بطور ٹیکس لے لیا کرو۔ ابو طاہر چونکہ ابو علی کی بوجہ دینداری کی عزت زیادہ کرتا تھا اسوجہ سے بموجب اس تحریر کے حاجیوں پر ٹکس لینے لگا اور حج کرنے کی اجازت دیدی یہ ایک ایسا واقعہ گذرا ہے جسکی نظیر اسلام میں ڈھونڈنے سے نہ ملے گی اس سال مکہ معظمہ میں

خلیفہ راضی بن مقتدر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ بعد ازاں ۳۲۹ھ میں اسکے بھائی مقتفی کا نام خطبہ میں پڑھا گیا۔ ان سنوں میں حاجیوں کا قافلہ عراق سے نہیں آیا' ۳۳۳ھ میں توزور امیر الامراء کی عاملانہ تدابیر سے مستکفی بن مکتفی دار الخلافت بغداد میں سریر خلافت پر متمکن ہوا اسی سال بوجہ مصالحت حاجیوں کا قافلہ حج کرنے کو بعد ابوطاہر کے مکہ معظمہ میں آیا' پھر ۳۳۴ھ جبکہ معز الدولہ دار الخلافت بغداد پر مستولی اور متصرف ہو گیا اور خلیفہ مستکفی کی آنکھیں نکلوا کے جیل میں ڈال دیا' خلیفہ مطیع بن مقتدر کے نام کا خطبہ مکہ معظمہ میں پڑھا گیا اس خطبہ میں خلیفہ مطیع کے نام کے ساتھ معز الدولہ کا نام بھی خطبہ میں داخل و شامل تھا۔ قرامطہ کی شرارت اور فتنہ سے حاجیوں کی آمد پھر بند ہو گئی' ۳۳۹ھ میں خلیفہ منصور علوی والی افریقہ کے حکم سے احمد بن ابوسعید سردار قرامطہ نے حجر اسود کو مکہ معظمہ میں واپس کر دیا' ۳۴۲ھ سے پھر حج کا سلسلہ شروع ہوا چنانچہ عراق اور مصر سے اپنے اپنے امیروں کے ساتھ حجاج کا ایک جم غفیر حج کرنے کو آیا' اتفاق سے دونوں گروہوں میں چل گئی' نزاع یہ تھی کہ عراق کے حجاج اور اسکے امیر کا منشا یہ تھا کہ خطبہ ابن بویہ کے نام کا پڑھا جائے اور امیر حجاج مصریہ چاہتا تھا کہ ابن اخشید والی مصر کا نام خطبہ میں داخل کیا جائے۔ اس واقعہ میں مصریوں کو ہزیمت ہوئی۔ خطبہ ابن بویہ کے نام کا پڑھا گیا۔ اس زمانہ سے حاجیوں کی آمد و رفت پھر شروع ہوئی' ۳۴۰ھ میں بغداد اور مصر سے حاجیوں کا بہت بڑا قافلہ آیا۔ عراقی قافلہ کا امیر محمد بن عبید اللہ تھا[۱] . . . . . .

پس امیر قافلہ مصری نے اس درخواست کو منظور کر لیا چنانچہ محمد بن عبید اللہ منبر کے پاس آیا اور ابن بویہ کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا حکم دیا۔ مصریوں کو یہ امر ناگوار گذرا مگر اپنے امیر کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکتے تھے مجبوراً خاموش رہے مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ادھر مصری قافلہ کے امیر کو کافور اخشیدی نے جو اسکا سردار تھا زجر و توبیخ کی اور گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا' کہا جاتا ہے کہ کافور نے اسکو قتل کر ڈالا۔ ادھر ابن بویہ نے محمد بن عبید اللہ سے اس مصالحت پر مواخذہ

[۱] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔ مترجم

کیا۔ ۳۵۶ھ میں عراق کا قافلہ پھر حج کرنے کو آیا اس قافلہ کا سردار ابو احمد موسوی پدر شریف رضی تھا جو طالبیوں کا نقیب تھا۔ اس سال بنو سلیم نے مصری قافلہ کو لوٹ لیا اور اسکے امیر کو مار ڈالا ۳۵۷ھ میں پھر ابو احمد مذکور امیر حجاج ہو کر مکہ معظمہ آیا۔ مکہ معظمہ میں بختیار بن معز الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا ان دنوں بغداد کے سریر خلافت پر مطیع عباسی جادہ افروز تھا۔ پھر ۳۶۳ھ میں قرامطہ کے سردار کے نام کا خطبہ مکہ معظمہ میں پڑھا گیا پس جب احمد قرمطی مر گیا ابو الحسن قرمطی اور تاجدار دولت عبیدیہ سے باہم جھگڑا ہو گیا۔ ابو الحسن علم حکومت عبیدیہ کی مخالفت کا اعلان کر کے خلیفہ مطیع عباسی کا مطیع ہو گیا اور اسکے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ خلیفہ مطیع نے یہ خبر پاکے سیاہ پھریرے روانہ کئے، خوشنودی کا اظہار کیا، بعد اسکے ابو الحسن نے فوجیں آراستہ کر کے دمشق پر چڑھائی کی جعفر بن فلاح سپہ سالار علویین اور ابو الحسن سے معرکہ آرائی ہوئی آخر کار ابو الحسن نے جعفر کو قتل کر کے دمشق پر قبضہ کر لیا، خلیفہ مطیع کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا چند دنوں کے بعد ابو الحسن اور ہوا خواہان جعفر میں مخالفت پیدا ہو گئی خونریزی اور قتل وغارت کے دروازے کھل گئے معز علوی نے ایک شخص کو صلح کرانے کی غرض سے روانہ کیا اور مقتولوں کی دیت (خونبہا) اپنے خزانہ سے ادا کئے جانے کا حکم دیا۔ ان واقعات کے بعد ابو الحسن نے مصر میں وفات پائی اسکا بھائی عیسیٰ بجائے اسکے متمکن ہوا بعدہ ابو الفتوح حسن بن جعفر ۳۸۴ھ میں اسکا جانشین ہوا پھر جب عضد الدولہ کی فوجیں آئیں تو حسن بن جعفر مدینہ منورہ بھاگ گیا اور جب عزیز کا رملہ میں انتقال ہوا، بنو ابی طاہر اور بنو احمد بن ابی سعید میں مخالفت کی پھر گرم بازاری ہوئی تو خلیفہ طائع کی جانب سے ایک امیر علوی مکہ معظمہ میں آیا اور وہاں پر اسکے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ ۳۶۰ھ میں عزیز نے مصر سے بادیس بن زیری صنہاجی برادر بلکین والی افریقہ کو امیر حجاج مقرر کر کے روانہ کیا اس نے حرمین پر قبضہ کر لیا اور خطبہ وسکہ اسکے نام کا جاری وقائم کیا۔ ان دنوں عضد الدولہ عراق میں اپنے ابن عم بختیار کے جھگڑوں میں مصروف تھا اسوجہ سے عراق کا قافلہ نہیں آیا۔ سال آئندہ عراق کا قافلہ آیا اور ابو احمد موسوی نے عضد الدولہ

کے نام کا خطبہ پڑھا، خلافت عباسیہ کا خطبہ مکہ معظمہ سے منقطع ہوگیا اور خلفاء مصر عبیدیہ کا ایک زمانہ تک خطبہ قائم رہا۔ ابوالفتوح کی شان و شوکت یوماً فیوماً بڑھتی گئی اور اسکی امارت و حکومت کو مکہ معظمہ میں استحکام ہوتا گیا۔ سنہ ۳۹۶ھ میں خلیفہ قادر نے ابوالفتوح سے عراق کے حاجیوں کو حج کرنیکی اجازت طلب کی، ابوالفتوح نے بایں شرط منظور کیا کہ خطبہ حاکم والی مصر کے نام کا پڑھا جائے۔ حاکم نے یہ سنکے ابن جراح امیر طی کو حاجیوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے کو لکھ بھیجا اس مرتبہ قافلہ حجاج کا امیر شریف رضی اور اسکا بھائی مرتضیٰ تھا پس ابن جراح ان لوگوں سے بملاطفت پیش آیا کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ کی اس شرط سے کہ پھر دوبارہ نہ آئیں۔ بعد اسکے سنہ ۳۹۴ھ میں حجاج عراق سے اصیغر ثعلبی نے جسوقت کہ جزیرہ پر قبضہ حاصل کیا تعرض کیا۔ اتفاق سے اس قافلہ میں دو قاری تھے انہوں نے اسکو سمجھا بوجھا یا۔ آئندہ سال خفاجہ کے دیہاتیوں نے حجاج کے قافلہ پر تاخت و تاراج کا ہاتھ بڑھایا اور ان غریبوں کو لوٹ لیا، علی بن یزید امیر بنی اسد انکی تعاقب میں روانہ ہوا چنانچہ سنہ ۴۰۲ھ میں ان لوگوں سے مڈبھیڑ ہوئی پھر سال آئندہ ان لوگوں نے یہی حرکت کی علی بن یزید کی بہت بڑی شہرت ہوئی اور اسکی قوم پر اسکی سرداری کا یہی سبب ہوا سنہ ۴۰۸ھ میں حاکم نے ایک گشتی حکم اپنے عمال کے نام دربارہ تبرا ابوبکرؓ و عمرؓ روانہ کیا۔ ابوالفتوح امیر مکہ نے اسکی تعمیل سے انکار کیا اور باغی ہوگیا، اسکے وزیر ابوالقاسم مغربی نے خودمختاری حکومت کی ترغیب دی، حاکم نے اسکے باپ اور اعمام (چچاؤں) کو قتل کر ڈالا، ابوالفتوح کو اس سے سخت برافروختگی پیدا ہوئی اپنے نام کا خطبہ پڑھا الراشد باللہ کا لقب اختیار کیا اور سامان سفر درست کرکے شہر رملہ کی طرف باستدعا ابن جراح امیر طی بڑھا اس نے بخشش کرکے امین اسکے اور حاکم کے بیچ کوچ کر دیا۔ حاکم نے یہ خبر پاکے بنی جراح کو بہت سا مال دیکے مالامال کر دیا ان لوگوں نے ابوالفتوح کے ساتھ بدعہدی کی اور اسکو حاکم کے حوالہ کر دیا اسکا وزیر مغربی مع ابن سبا کے دیار بکر سر زمین موصل بھاگ گیا اور تہامی رہ سے چلا گیا حاکم نے

حرمین شریفین میں غلہ بھیجنا بند کر دیا۔ بعد چندے ابو الفتوح نے حاکم کی اطاعت قبول کر لی حاکم نے اسکی تقصیر معاف کر دی اور امارت مکہ پر پھر بھیجدیا۔ ان سنین میں عراق سے کوئی شخص حج کرنے نہیں آیا تھا۔ ۴۱۲ھ میں اہل عراق کے ساتھ ابو الحسن محمد بن حسن افساسی فقیہ طالبین حج کرنے کو آیا۔ قبیلہ طی سے بنو نبہان نے جنکا امیر حسان بن عدی تھا حاجیوں کے قافلے سے چھیڑ چھاڑ کی۔ اہل قافلہ نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا، کمال مردانگی سے بنو نبہان کو ہزیمت دیکے اسکے امیر حسان کو مار ڈالا۔ اس سال مکہ میں ظاہر بن حاکم کا خطبہ پڑھا گیا ۴۱۳ھ کے موسم حج میں اہل مصر میں سے ایک شخص نے یہ کہکر تو کب تک معبود بنا رہے گا اور کب تک تیرا بوسہ دیا جائیگا حجر اسود پر ایک پتھر کا ٹکڑا کھینچ مارا جس سے حجر اسود میں گڈھا پڑ گیا لوگ اسپر ٹوٹ پڑے اور مار ڈالا اس واقعہ سے اہل عراق کو جوش پیدا ہوا اہل مصر پر حملہ آور ہوئے اور انکے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور انکی خوب مرمت کی۔ بعد ازاں ۴۱۴ھ میں عراقی قافلہ کے ساتھ نقیب بن افساسی امیر حج ہو کر آیا۔ لیکن عرب کی لوٹ مار سے ڈر کر دمشق شام واپس گیا، پھر آیندہ سال حج کو آیا بعد ازاں عراق کے حاجیوں کا قافلہ حج کو نہ آیا تا آنکہ خلیفہ قائم عباسی نے ۴۲۲ھ میں بیعت خلافت لی اور یہ قصد کیا کہ حاجیوں کا قافلہ روانہ کرنا چاہیئے مگر بوجہ غلبہ عرب و انقراض حکومت بنی بویہ اپنے اس ارادہ پر قادر نہو سکا بعد اسکے مستنصر بن ظاہر کا خطبہ مکہ معظمہ میں پڑھا گیا بعدہ امیر ابو الفتوح حسن بن جعفر بن محمد بن سلیمان سردار مکہ و بنی سلیمان ۴۳۰ھ میں اپنی حکومت کے چالیسویں برس انتقال کر گیا اسکے بعد امارت مکہ پر اسکا بیٹا شکر متمکن ہوا۔ اس سے اور اہل مدینہ سے چند وقائع پیش آئے جسکے اثنا میں اسنے مدینہ منورہ پر بھی قبضہ کر لیا اور حرمین شریفین کی عنان حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لے لی اسکے عہد حکومت میں بنی سلیمان کی امارت ۴۳۰ھ میں مکہ معظمہ سے جاتی رہتی ہے اور بنو ہاشم کا دور حکومت آجاتا ہے جیسا کہ آیندہ ذکر کیا جائے گا۔

اسی شکر کی نسبت بنو ہلال بن عامر کا یہ خیال ہے کہ اُسنے جاریہ بنت سرجان امیر اثبیج سے نکاح کیا تھا۔ یہ خبر ان لوگوں میں دور دور تک مشہور رہے اور چند حکایتیں بھی نقل کیجاتی ہیں جنکو وہ لوگ اپنے زبان کے اشعار سے مرصع کرتے ہیں یہ لوگ اسکو شریف ابن ہاشم کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

ابن حزم کہتا ہے۔ کہ جعفر بن ابی ہاشم نے زمانہ اخشیدیین میں مکہ پر قبضہ کیا تھا بعد اسکے اسکا بیٹا عیسیٰ بن جعفر اور ابو الفتوح بعدہ شکر بن ابو الفتوح نے حکمرانی کی اسکی حکومت کے بعد اسکی حکومت کا سلسلہ منقطع ہو گیا کیونکہ شکر کی کوئی اولاد نہ تھی اسوجہ سے حکومت مکہ پر اسکا ایک غلام مستولی ہو گیا تھا۔ انتہی کلام ابن حزم۔

یہ ابو ہاشم جسکی طرف جعفر منسوب کیا گیا وہ ابو الھواشم نہیں ہے جسکا ذکر آیندہ آنیوالا ہے کیونکہ یہ زمانہ اخشیدیین میں تھا اور وہ عہد خلافت مستنصری ہیں، اور ان دونوں زمانوں میں تقریباً ایک سو سال کا فرق ہے

اخبار دولت ہواشم بنی حسن امرا مکہ تا زمانہ انقراض

ہواشم امرا مکہ، ابو ہاشم محمد بن حسن بن محمد بن موسیٰ بن عبد اللہ ابی الکرام بن موسیٰ جون کی اولاد سے ہیں۔ انکا نسب مشہور و معروف ہے جسکا ذکر اوپر بیان کیا گیا۔ ہواشم اور سلیمانیوں میں بجد نزاعات اور فتنہ ہوئے۔ جس وقت شکر نے وفات پائی اسوقت بنی سلیمان کی حکومت کا سلسلہ منقطع ہو گیا، اسوجہ سے کہ اسنے کوئی یادگار سلسلہ نسل نہیں چھوڑا تھا اسکے مرنے پر طراد بن احمد پیش پیش ہو گیا حالانکہ یہ خاندان امارت سے نہ تھا اسکی شجاعت و مردانگی کی وجہ سے لوگوں نے اسکو اپنا سردار بنا لیا ان دنوں ہواشم کا سردار محمد بن جعفر بن ابو ہاشم محمد تھا۔ اس نے ہواشم پر نہایت نیک نامی کے ساتھ حکومت کی، اسکی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے اسکا بہت بڑا شہرہ ہوا۔ ۴۵۴ھ میں بعد انتقال شکر، ہواشم اور بنی سلیمان میں لڑائی ہوئی ہواشم

نے بنی سلیمان کو ہزیمت دیکے سرزمین حجاز سے نکال باہر کیا، بنی سلیمان بحال پریشان یمن چلے گئے اور یمن میں پہونچکر اپنی حکومت وریاست کی بنیاد ڈالی جیسا کہ آئندہ ذکر کیا جائے گا اس واقعہ کے بعد محمد بن جعفر استقلال واستحکام کے ساتھ مکہ معظمہ کی امارت کرنے لگا اور مستنصر عبیدی کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔

جسوقت سلطان الپ ارسلان بغداد اور محلسرائے خلافت پر مستولی ہوگیا، خلیفہ قائم نے سلطان الپ ارسلان سے درخواست کی کہ جس طرح ممکن ہو حج کا راستہ کھولدینا چاہئے" سلطان نے بہت سا مال وزر اس معاملہ میں صرف کیا اور عرب سے ضمانت لی چنانچہ ۴۵۶ھ سے حجاج عراق کا قافلہ آنے لگا، ابوالغنائم نورالدین مہدی زینبی نقیب الطالبیین لوگوں کے ساتھ حج کرنے مکہ معظمہ آیا۔ اور اگلے سال بیت اللہ الحرام سے واپس ہوگیا۔

۴۵۸ھ میں امیر محمد بن جعفر، عبیدیوں کی اطاعت سے منحرف ہوکر علم خلافت عباسیہ کا مطیع ہوگیا اسوجہ سے مکہ معظمہ کی رسد جو مصر سے آیا کرتی تھی بند ہوگئی اسپر اہل مکہ نے امیر محمد کو ملامت ونصیحت کی تب امیر محمد پھر خلفاء عبیدیین کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا خلیفہ قائم نے عتاب آمیز خط تحریر کیا اور بہت سا مال وزر بنظر تالیف قلوب بھیجا چنانچہ امیر محمد نے ۴۶۲ھ کے موسم حج میں دوبارہ خلیفہ قائم کے نام کا خطبہ پڑھا اور خلیفہ مستنصر علوی کو مصر میں معذرت کا خط روانہ کیا بعد اسکے خلیفہ قائم نے ابوالغنائم زینبی کو ۴۶۳ھ میں عراقی قافلہ کا امیر مقرر کرکے حج کرنے کو بھیجا۔ اس مرتبہ اسکے ساتھ بہت بڑا لشکر تھا اور نیز سلطان الپ ارسلان کی طرف سے امیر مکہ کیلئے دس ہزار دینار اور ایک قیمتی خلعت بھی تھے۔ ابوالغنائم اور امیر محمد بن جعفر والی مکہ موسم حج میں مجتمع ہوئے اور حسب تحریک دربار خلافت امیر محمد نے خطبہ دیا۔

"الحمد لله الذي هدانا الى اهل بيته بالرأي المصيب وعوض بيته بلبسة الشباب بعد لبسة المشيب وامال قلوبنا الى الطاعة ومتابعة امام الجماعة"

خلیفہ مستنصر یہ خبر پا کے ہوشم سے بگڑ گیا اور سلیمانیوں کی جانب مائل ہوگیا علی بن محمد صبیحی کو جو اسکی دعوت خلافت کا یمن میں افسر اعلیٰ تھا لکھ بھیجا کہ سلیمانیوں کو جس طرح ہو پھر مکہ کو متشابک اور اس کام کے انجام دینے کو فوراً مکہ معظمہ روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ صبیحی فوجیں مرتب و تیار کر کے سلیمانیوں کو حکومت مکہ دلانے کو روانہ ہوا اسفر و قیام کرتا ہوا مہجم پہونچا سعید بن نجاح احول جو بنی صبیحی سے کسی زمانہ میں مغلوب ہو گیا تھا ہند سے آگیا تھا اور صنعا میں داخل ہو کر لوٹ مار شروع کر دی تھی۔ صبیحی نے یہ خبر پا کے ستر آدمیوں سے اسپر دھاوا کیا اسوقت سعید کے ہمراہ پانچہزار سپاہی مہجم میں تھے سعید نے اس سے مطلع ہو کر صبیحی پر حملہ کر دیا اور مار ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد امیر محمد بن جعفر نے ترکی فوجوں کو فراہم کر کے مدینہ منورہ پر دھاوا کیا اور بنی حسن کو وہاں سے نکال کے خود قابض اور متصرف ہو گیا۔ مدینہ منورہ پر قبضہ کر لینے سے امیر محمد حرمین شریفین کا والی بن بیٹھا۔ اس اثناء میں خلیفہ قائم عباسی کا انتقال ہو گیا اسکے مرنے سے جو کچھ دربار خلافت بغداد سے مکہ معظمہ آتا تھا بند ہو گیا بس امیر محمد بن جعفر نے خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھنا بند کر دیا۔ اگلے سال ابوالغنائم زینبی پھر حج کرنے کو آیا اور جسقدر مال و زر دربار خلافت کی جانب سے امیر محمد کو دیا جاتا تھا کل کا کل ادا و بیباق کیا امیر محمد نے پھر عباسیہ کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ بعد ازاں سنہ ۴۷۰ھ میں خلیفہ مقتدی نے ایک منبر بطرز جدید مکہ معظمہ روانہ کیا یہ منبر لکڑی کا تھا نقش و نگار سونے کا بنایا تھا اور سونے ہی سے اسپر خلیفہ مقتدی کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس مرتبہ امیر قافلہ حجاج ختلغ ترکی تھا یہ پہلا شخص ہے جو ترکوں سے امیر حج ہو کر مکہ معظمہ آیا تھا یہ کوفہ کا والی تھا۔ اس نے عرب کو بیحد ستایا اور انپر طرح طرح کے ظلم و ستم کئے۔ اتفاق سے مابین شیعہ اور اہل سنت و جماعت جھگڑا ہو گیا۔ منبر توڑ کر جلا دیا گیا مگر جوں تیوں حج کے مناسک پورے کئے گئے۔ پھر سنہ ۴۷۳ھ میں مابین شیعہ اور اہل سنت و جماعت آتش فتنہ و فساد دوبارہ مشتعل ہوئی خلیفہ مستنصر کے نام کا خطبہ موقوف ہو کر خلیفہ مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اسوقت سے حجاج کی امارت پر بجائے ختلغ

مامور رہا بعد اسکے خمار تکین مقرر کیا گیا یہاں تک سلطان ملک شاہ اور اسکے وزیر نظام الملک نے وفات پائی، خلفاء عباسیہ کا خطبہ مکہ معظمہ سے منقطع ہو گیا چونکہ سلاطین سلجوقیہ اپسکی لڑائی میں مصروف ہو گئے اور عربوں نے لوٹ مار شروع کر دی تھی اسوجہ سے حُجاج کا قافلۂ عراق سے نہ آنے لگا اتنے میں خلیفہ مقتدی تاجدار عباسیہ نے بغداد میں وفات پائی بجائے اسکے اسکا بیٹا مستظہر سریر خلافت پر متمکن ہوا، خلیفہ مستنصر علوی والی مصر کا بھی مصر میں پیام اجل آ پہونچا بجائے اسکے اسکے بیٹے مستعلی کی خلافت کی بیعت لی گئی ؎۱

. . . .

اپنی امارت سے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے مکہ معظمہ میں علم خلافت عباسیہ کی اطاعت کا اظہار کیا تھا اور اسکا خطبہ پڑہا تھا اور اسیوجہ سے اسکی حکومت کی بناء پڑی تھی۔ لیکن گاہے خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑہنا موقوف بھی کر دیتا تھا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا قاسم والی مکہ ہوا۔ اسکا زمانہ حکومت بدامنی اور پریشانی میں منقضی ہوا۔ مگر نبو مزید والی حلہ نے نہایت مستعدی اور انتظام سے امن کا سلسلہ قائم کیا جس سے اہل عراق ہر سال حج کو آنے لگے ۵۱۲ھ میں نظر خادم منجانب خلیفہ مسترشد عراق کے قافلہ کے ساتھ حج کرنے کو آیا، خلعت اور مال و زر مرسلہ خلیفہ، امیر مکہ تک پہونچایا، قاسم بن محمد اپنی امارت کے تیس برس بعد ۵۱۸ھ میں انتقال کر گیا اسکا زمانہ حکومت نہایت اضطراب اور مغلوبیت میں منقضی ہوا۔ اسکے مرنے پر اسکا بیٹا ابو قلیبہ امارت مکہ پر متمکن ہوا۔ اس نے زمام حکومت اپنے قبضۂ اقتدار میں لیتے ہی خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑہنا شروع کر دیا اور اسکے محاسن اور معدلت کی تعریف کرنے لگا۔ نظر خادم امیر حجاج، قافلہ عراق کے ساتھ حج کو آیا خلعت، مال اور زر امیر مکہ کے دینے کو ہمراہ لایا، ۵۲۷ھ میں ابو قلیبہ نے اپنی حکومت کے دس سال پورے کر کے وفات پائی اسوقت تک خلافت عباسیہ کا خطبہ مکہ معظمہ میں پڑہا جاتا تھا اور قافلہ حُجاج کی امارت پر نظر خادم تھا۔

؎۱ اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔ مترجم۔

خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود کے جھگڑوں، نزاعات اور واقعہ قتل نے حاجیوں کے قافلہ کی آمد بند کر دی۔ اگلے سال نظر خادم پھر امیر حجاج ہو کر قافلہ کے ساتھ آیا اسماء صلیحیہ والیہ یمن نے قاسم بن ابو فلیتہ کے پاس سفارت بھیجی، دھمکی کا خط لکھا قاسم نے خلیفہ حافظ کے خطبہ موقوف کرنے کا وعدہ کیا اتفاق یہ کہ دفعتہً اسماء کی موت آگئی جس سے اللہ تعالیٰ نے اسکے شر سے اسکو بچا لیا۔ چونکہ ان سنین میں فتنہ اور فسادات آئے دن وقوع میں آتے رہے اور گرانی بھی بیحد تھی اسوجہ سے حاجیوں کی عراق سے آمد بند ہو گئی پھر ۵۴۴ھ میں نظر خادم امیر حج ہو کر عراق سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوا، اثناء راہ میں راہی ملک عدم ہو گیا بجائے اسکے اسکا آزاد غلام قیماز امیر قافلہ ہوا۔ بادیہ نشینان عرب نے یہ خبر پا کے قافلہ کو لوٹ لیا مگر سال آئندہ سے قیماز ہی امیر حج ہو کر قافلہ کے ساتھ آتا رہا اور مکہ معظمہ میں ۵۵۵ھ تک خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا جاتا رہا۔ بعد اسکے خلیفہ مستنجد کی خلافت کی بیعت لی گئی۔ اسکے نام کا بھی خطبہ مکہ معظمہ میں پڑھا گیا جیسا کہ اس کے باپ مقتفی کا خطبہ پڑھا جاتا تھا ۵۶۶ھ میں قاسم بن ابو فلیتہ مارڈالا گیا۔ خلیفہ مستضی نے عراق کے قافلہ حجاج سا تھ طاشتکین ترکی کو امیر مقرر کرکے روانہ کیا۔ اس اثناء میں عبیدیوں کی دولت کا دور حکومت مصر میں منقضی ہو گیا اور سلطان صلاح الدین بن نجم الدین ایوب، مصر کی حکومت پر مستولی ہو گیا، اس نے مکہ اور یمن کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں داخل کر لیا، حرمین میں خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا ۵۷۵ھ میں خلیفہ مستضی نے وفات پائی اسکا بیٹا ناصر سریر خلافت پر متمکن ہوا اسکے نام کا بھی خطبہ حرمین میں پڑھا گیا اسکی ماں ۵۸۵ھ میں حج کرنے کو آئی۔ جب واپس ہو کر دارالخلافت بغداد پہنچی تو خلیفہ ناصر سے وہ سب حالات بتلائے جو اسکو زمانہ حج میں عیسیٰ بن قاسم والی مکہ کے معلوم ہوئے تھے خلیفہ ناصر نے اسکو امارت مکہ سے معزول کرکے اسکے بھائی مکثر بن قاسم کو سند امارت عطا کی یہ جلیل القدر شخص تھا۔ اس نے ۵۸۹ھ میں وفات پائی جس سنہ میں کہ سلطان صلاح الدین کا انتقال ہوا تھا۔

اسکے بعد سے ہواشم کی حکومت میں ضعف پیدا ہو گیا۔ ابو عزیز بن قتادہ ہواشم کے سلسلہ نسب ذکور میں نہ تھا بلکہ سلسلہ اناث میں پڑتا تھا۔ بعد مکثر کے حکمراں مکہ ہوا قصہ مختصر اس طرح پر ہواشم کا دور حکومت منقضی ہو گیا اور بنو قتادہ حکمرانی کی قبا زیب تن کر کے کرسی حکومت پر متمکن ہو گئے۔ والبقاء اللہ۔

اخبار حکومت بنی قتادہ

بنو قتادہ نے ہواشم کے بعد جنکا تذکرہ اوپر لکھا گیا ہے مکہ معظمہ پر حکومت کی موسی الجون کی اولاد سے جسکا ذکر بنی حسن کے ضمن میں ہو چکا ہے عبداللہ ابوالکرام نامی ایک شخص تھا (جیسا کہ علماء نسب بیان کرتے ہیں) اسکے تین بیٹے تھے سلیمان، زید اور احمد۔ انہیں سے اسکی اولاد کا سلسلہ چلا۔ زید کی اولاد آج کل صحراء میں نہر حسینیہ پر ہیں اور احمد کی اولاد دہنا میں۔ باقی رہا سلیمان اسکے نسل سے مطاعن بن عبدالکریم بن یوسف بن عیسیٰ بن سلیمان تھا مطاعن کے دو بیٹے ادریس اور ثعلب، ثعالبہ حجاز میں تھے۔ ادریس سے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک قتادہ نابغہ دوسرا صرخہ، صرخہ سے ایک گروہ کا سلسلہ چلا جو شکرہ نام سے معروف و مشہور ہیں۔ قتادہ نابغہ کی کنیت ابو عزیز تھی اسکے لڑکوں سے علی اکبر اور اسکا حقیقی بھائی حسن تھا۔ حسن کے چار لڑکے تھے ادریس، احمد، محمد اور جماز۔ امارت ینبوع کی اسکے اعقاب میں تھی۔ انہیں میں سے اسوقت دو امیر ینبوع کی امارت کرتے ہیں جو ادریس بن حسن بن ادریس کی اولاد سے ہیں۔ اور ابو عزیز قتادہ نابغہ کی اولاد ان دنوں امراء مکہ معظمہ ہیں، بنو حسن ان دنوں جبکہ مکہ میں ہواشم کی حکومت کا دور تھا نہر علقمہ وادی ینبوع میں سکونت پذیر تھے اور یہ سب کے سب خانہ بدوش بادیہ نشین تھے۔ پس جسوقت قتادہ اپنے خاندان میں نشو ونما پا کر سن شعور کو پہونچا تو اپنی قوم کو جو کہ مطاعن کی اولاد سے تھی جمع کیا اور انکو مرتب و مسلح کر کے حملہ کر دیا۔ وادی ینبوع میں اسوقت بنو خراب جو کہ عبداللہ بن حسن بن

حسن کی اولاد سے تھے اور بنو عیسےٰ بن سلیمان بن موسیٰ جون حکومت کر رہے تھے پس ان سے اور بنو مطاعن سے معرکہ آرائی ہوئی اس وقت بنو مطاعن کا امیر ابو عزیز قتادہ تھا چنانچہ ابو عزیز قتادہ نے امراء ینبوع کو ینبوع سے نکال باہر کر کے ینبوع اور صفراء پر قبضہ کر لیا۔ اور آہستہ آہستہ اپنی فوج اور غلاموں کو ضرورت کے موافق بڑھا لیا۔

ابو عزیز قتادہ عہد خلافت خلیفہ مستنصر عباسی چھٹی صدی ہجری کے وسط میں تھا اس وقت مکہ معظمہ کی زمام حکومت جعفر بن ہاشم بن حسن بن محمد بن موسیٰ بن ابی الکرام عبداللہ کی اولاد کے قبضہ میں تھی جو کہ ہواشم سے تھا اور مکثر بن عیسےٰ بن قاسم انکا جانشین ہو گیا تھا جس نے کہ کوہ ابو قبیس پر قلعہ تعمیر کرایا تھا اس نے سنہ ۵۰۵ھ میں وفات پائی پس قتادہ نے فوجیں آراستہ کر کے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی اور اسکو انکے قبضہ سے نکال لیا۔ قبضہ حاصل کرنے کے بعد خلیفہ ناصر عباسی کے نام کا خطبہ پڑھا تقریباً چالیس سال تک اس مقدس شہر پر حکومت کرتا رہا۔ اسکی حکومت کو حد درجہ کا استحکام و استقلال حاصل ہوا' تمام اطراف یمن میں اسکی حکومت پھیل گئی

سنہ ۶۰۳ھ میں وجہ السبع ترکی (خلیفہ ناصر کا غلام) امیر قافلہ ہو کر حج کرنے کو آیا مگر بخوف عرب اثناء راہ سے بھاگ گیا' قافلہ کو عرب نے لوٹ لیا۔ سنہ ۶۰۸ھ میں ایک شخص حاجیان عراق سے شریف مکہ پر جو کہ قتادہ کے اعزہ سے تھا حملہ کر کے قتل کر ڈالا شرفاء مکہ نے امراء قافلہ پر اسکا الزام لگایا اور سبھوں نے مجتمع ہو کر قافلہ پر حملہ کر دیا اور انہیں سے ایک گروہ کثیر کو قتل کر ڈالا۔ بعد اسکے شرفاء مکہ نے تالیف قلوب کی نظر سے ایک وفد دارالخلافت بغداد روانہ کیا قتادہ نے بھی اپنے لڑکوں میں سے ایک لڑکے کو خلافت مآب کے راضی کرنے کو بعد ازاں بھیجا خلافت مآب نے فریقین میں مصالحت کرا دی۔

سنہ ۶۱۵ھ میں بعد خلیفہ ناصر تاجدار دولت عباسیہ عادل بن ایوب اور بعد ان دونوں کے کامل بن عادل کے نام کا خطبہ مکہ معظمہ میں پڑھا گیا تھا اور سنہ ۶۱۶ھ میں تاتاریوں نے خروج کیا۔

قتادہ عادل تھا اسکے زمانہ میں نہایت امن و امان رہا اس نے خلفاء اور ملوک میں سے

کسی کے ساتھ زیادتی اور سرکشی نہیں کی۔ یہ کہا کرتا تھا کہ میں خلافت وامارت کا مستحق ہوں دارالخلافت بغداد سے مال وزر اور خلعت ہمیشہ اسکے لئے آیا کرتی تھی ایک بار خلیفہ ناصر نے اسکو بلا بھیجا تھا اسنے جواباً یہ چند اشعار لکھ بھیجے:۔

ولی کف ضرغام اذل ببسطها ؎۱ واشری بھا عز الوری وابیع

تظل ملوك الارض تلثم ظهرها ؎۲ وفی بطنها للجدب بین ربیع

اجعلها تحت الرحا ثم ابتغی ؎۳ خلاصا لها انی اذا لوضیع

وما انا الا المسك فی کل بقعة ؎۴ یضوع واما عندکم فیضیع

اسکا دائرہ حکومت بہت وسیع ہوا مکہ معظمہ، ینبوع، اطراف یمن۔ بلاد نجد اور بعض مقامات مدینہ منورہ پر اسکی حکومت کا پھریرہ کامیابی کی ہوائیں لہرا رہا تھا ۶۱۷ھ میں اس نے وفات پائی کہا جاتا ہے کہ اسکے بیٹے حسن نے اسکو زہر دیدیا تھا۔ بعضے کہتے ہیں کہ حسن نے زہر نہیں دیا تھا بلکہ ایک لونڈی کو روپیہ دیکے ملالیا تھا، اسنے حسن کو رات کے وقت جبکہ قتادہ سوگیا محلسرا میں بلالیا۔ حسن نے پہونچ کے اپنے باپ قتادہ کا گلا گھونٹ کر مارڈالا اور بجائے اسکے خود مکہ معظمہ پر حکمرانی کرنے لگا، راجح بن ابو عزیز قتادہ کو اسکی خبر لگ گئی۔ امیر حج اقباش ترکی سے اس واقعہ کی شکایت کی، اقباش ترکی نے انصاف اور تفتیش واقعہ کا وعدہ کیا حسن نے اس سے مطلع ہوکے مکہ معظمہ کے شہر پناہ کے دروازے بند کرلئے اور اسکے چند امراء نے شہر سے نکل کے باب معلی کے قریب امیر اقباش سے جنگ کی چھیڑ چھاڑ کی۔ ایک دوسرے سے

ترجمہ ؎۱ میرا پنجہ شیر کا ہے کہ اسکے کھولنے سے میں لوگوں کو ذلیل کرتا ہوں اور اسکے عوض عزت دنیا کو خریدتا اور بیچتا ہوں۔

؎۲ بادشاہان جہاں (پنجہ کے) پشت پر بوسہ دیتے ہیں اور پنجہ کا اندرونی حصہ قحط زدوں کے لئے ربیع ہے۔

؎۳ کیا میں اسکو چکی کے نیچے دبادوں پھر اسکی خلاصی کی کوشش کروں اگر ایسا کروں تو میں کمینہ ہوں۔

؎۴ میں ہر جگہ مشک کی طرح خوشبو کرتا ہوں مگر تمہارے نزدیک ذلیل ہوں۔

گتھ گیا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر آقباش مارا گیا ان لوگوں نے اسکے نعش کو مابین صفا مروہ لیجا کے آویزاں کر دیا۔ بعد اسکے سنہ ۶۲۰ھ میں مسعود بن کامل، یمن سے مکہ آیا، حج کیا، بعد فراغ حج، حسن سے صفا، مروہ کے میدان میں معرکہ آرائی کی، اس واقعہ میں حسن کو ہزیمت ہوئی مسعود نے مکہ پر قبضہ کر کے اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ دربار خلافت تک یہ خبر پہونچی تو خلافت مآب نے مسعود سے اسپر اور نیز ان حرکات پر جو اس نے مکہ معظمہ میں کئے تھے ناراضی ظاہر فرمائی اور بیحد غصہ کیا۔ مسعود کے باپ نے بھی مسعود کو بیزاری اور نفرین کا خط لکھ بھیجا جسکا مضمون یہ تھا:۔

"میں تجھ سے بری الذمہ ہوں اے سخت دل تو نے بڑا غضب ڈھایا مجھے قسم"
"ہے کہ مجھے موقع مل گیا تو میں تیرا سید ہا ہاتھ کاٹونگا تو نے بیشک دین اور دنیا دونوں"
"کو پس پشت ڈال دیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

اس سے مسعود کی گرمی دماغ ذرا فرو ہوئی، شرفاء مکہ کے خوں بہا (دیت) ادا کئے۔ اس معرکہ میں اسکا ایک ہاتھ بیکار ہو گیا تھا۔

حسن بن قتادہ بغرض دادخواہی بغداد کی طرف روانہ ہوا تن تنہا شام، جزیرہ اور عراق کی خاک چھانتا ہوا دارالخلافت بغداد میں داخل ہوا، ترکوں نے اسکی آمد کی خبر پاکے بعوض امیر آقباش اسکے قتل کی فکر کی، لیکن اہل بغداد نے ترکوں کو اس فعل سے روک دیا۔ "تا آنکہ سنہ ۶۲۲ھ میں اسنے بغداد ہی میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوا بعد ازاں سنہ ۶۲۶ھ میں مسعود بن کامل، مکہ معظمہ میں مر گیا اور معلی میں دفن کیا گیا اسکا سپہ سالار فخر الدین بن شیخ مکہ معظمہ کا حکمراں ہوا اور یمن کی امارت، امیر الجیوش عمر بن علی بن رسول کے قبضہ اقتدار میں رہی۔

سنہ ۶۲۹ھ میں راجح بن قتادہ نے عمر بن علی بن رسول کی فوجیں لے کے مکہ معظمہ کا قصد کیا چنانچہ سنہ ۶۳۰ھ میں اس مقدس شہر کو فخر الدین بن شیخ کے قبضہ سے نکال لیا فخر الدین

نے مصر میں جاکے دم لیا۔ بعدہ ۶۳۲ھ میں مصری فوجیں بسر کردگی امیر جبرئیل' مکہ معظمہ کی طرف بڑھیں اور بزور تیغ اس پر قبضہ کر لیا۔ راجح یمن بھاگ گیا پھر عمر بن علی معہ اپنی فوج کے راجح کے ہمراہ اسکی کمک کو آیا۔ مصری فوجیں' مکہ معظمہ خالی کرکے بھاگ گئیں راجح نے مکہ معظمہ پر کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کر لیا اور خطبہ میں بعد خلیفہ مستنصر عباسی کے عمر بن علی کا نام پڑھا۔ اور جب تاتاریوں نے عراق کو ۶۳۲ھ میں دبا لیا اور ان لوگوں کی حکومت مستحکم ہوگئی اور یہ رفتہ رفتہ اربل تک پہونچ گئے تو خلیفہ مستنصر نے علماء سے استفتاء کرکے بوجہ جہاد' حج بند کر دیا' ۶۴۳ھ میں خلیفہ مستعصم نے حاجیوں کا قافلہ اپنی ماں کے ساتھ روانہ کیا اور کوفہ تک اسکی متابعت کی۔ اس مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک ترکی نے شریف مکہ کو مارا راجح نے خلافت مآب کی خدمت میں اسکی شکایت کی۔ اس جرم کے پاداش میں اس ترکی کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے۔ اسکے بعد پھر حاجیوں کی آمد بند ہوگئی اور ایک زمانہ تک حج موقوف رہا۔ پھر موطی امام زیدیہ کی حکومت کا سکہ یمن میں چلنے لگا اس نے خلافت عباسیہ کے خطبہ موقوف کر دینے کا ارادہ کیا یہ امر مظفر بن عمر بن علی بن رسول کو ناگوار گذرا' خلیفہ مستعصم کو اس سے مطلع کرکے حاجیوں کے قافلہ روانہ کرنے کی ترغیب دی لیکن کچھ کارپرداری نہ ہوئی اور موطی امام زیدیہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہوگیا ۶۵۱ھ میں جماز بن حسین بن قتادہ' دمشق میں ناصر بن عزیز بن ظاہر بن ایوب کی خدمت میں ابو سعید کے خلاف فوجی امداد حاصل کرنے کو اس بنا پر گیا کہ والی یمن کا خطبہ مکہ معظمہ میں موقوف کر دیا جائے۔ چنانچہ ناصر نے جماز کو فوجی مدد دی اور جماز مکہ معظمہ پر چڑھ آیا' ابو سعید نے مقابلہ کیا' ابو سعید حرم میں مارا گیا ساتھ ہی اسکے جماز نے ناصر کے ساتھ یہ عہد شکنی کی کہ بعد کامیابی والی یمن ہی کے نام کا خطبہ پڑھا۔

ابن سعید روایت کرتا ہے کہ ۶۵۲ھ میں مجھے جسوقت کہ میں سرزمین مغرب میں تھا یہ خبر پہونچی کہ راجح بن قتادہ مکہ آیا ہوا تھا یہ ایک معمر اور مسن شخص تھا اطراف یمن مقام سدین میں رہتا تھا اس

اسنے مکہ میں پہونچ کے جماز بن حسن بن قتادہ کو مکہ سے نکال دیا جماز ینبوع چلا گیا۔ پھر ابن سعید نے لکھا ہے کہ ۶۵۲ھ میں یہ خبر ملک مغرب میں پہونچی کہ حکومت مکہ کی مابین ابونمی بن سعید جسکو جماز نے امارت مکہ حاصل کرنے کی غرض سے مار ڈالا تھا اور غالب بن راجح جس نے جماز کو ینبوع کی طرف نکال دیا تھا دائر و سائر ہے بعد ازاں ابونمی کے قدم حکومت مکہ پر جم گئے اور اسنے اپنے باپ ابوسعید کے قاتلوں ادریس، جماز اور محمد کو ینبوع کی جانب شہر بدر کر دیا۔ انہیں سے ادریس نے تھوڑے دنوں تک مکہ کی امارت کی تھی ان لوگوں نے ینبوع میں پہونچ کے پھر اپنی حکومت کی بنا ڈالی چنانچہ اسوقت تک انکی نسلیں ینبوع کی حکمراں ہیں۔

ابونمی نے تقریباً پچاس برس تک مکہ معظمہ میں امارت کی آخری ساتویں صدی ہجری یا اسکے دو برس بعد مرگیا اور بوقت وفات تیس لڑکے چھوڑ گیا۔

امارت بنی نمی

ابونمی کے مرنے پر مکہ معظمہ کی عنان حکومت اسکے بیٹوں رمیثہ اور حمیضہ کے قبضہ اقتدار میں گئی اور یہ دونوں بالاشتراک حکومت کرنے لگے۔ عطیفہ اور ابوالغیث نے رمیثہ اور حمیضہ سے دربارہ امارت مکہ معظمہ جھگڑا کیا، رمیثہ اور حمیضہ نے عطیفہ اور ابوالغیث کو گرفتار کرا کے جیل میں ڈال دیا اتفاق سے انہیں دنوں بیبرس جاشنگیر جو الملک الناصر کے ممالک محروسہ کا مصر میں شروع زمانہ حکومت سے منتظم و مدبر تھا مکہ آ پہونچا، اسنے عطیفہ اور ابوالغیث کو قید سے رہا کر کے کرسی حکومت پر بٹھایا اور رمیثہ اور حمیضہ کو مصر بھیجدیا۔ سلطان نے ان دونوں کو بہمراہی اپنی فوج کے پھر امارت مکہ پر واپس کیا۔ عطیفہ اور ابوالغیث بعد چندے آپسمیں لڑنے لگے۔ یہ لڑائیاں جو بغرض حصول امارت مکہ مابین ان لوگوں کے ہونا شروع ہوئی تھیں ایک مدت تک جاری رہیں۔ انہیں لڑائیوں کے اثنا میں ابوالغیث میدان جنگ میں مرگیا۔

بعد اسکے حمیضہ اور رمیثہ میں دربارہ امارت منازعت و مخالفت پیدا ہوئی رمیثہ

۷۱۵ھ میں الملک الناصر کی خدمت میں امراء شاہی اور عساکر سلطانی سے امداد طلب کرنے کو گیا حمیضہ یہ خبر پا کے کہ میری مخالفت پر شاہی امراء اور سلطانی فوجیں آ رہی ہیں اہل مکہ کے مال و اسباب کو لوٹ کر بھاگ گیا مگر بعد واپسی عساکر سلطانی پھر مکہ آیا۔ دونوں بھائیوں نے باہم مصالحت کر لی اور بالاتفاق حکومت کرنے لگے۔ پھر عطیفہ نے ۷۱۸ھ میں رمیثہ اور حمیضہ کی مخالفت کی اور بغرض استمداد سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا چنانچہ شاہی امداد حاصل کر کے مکہ معظمہ پہونچا اور قبضہ کر لیا رمیثہ کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا مگر ۷۲۱ھ میں جسوقت کہ سلطان حج کو آیا رہا کر دیا۔ رمیثہ سلطان کے ساتھ مصر چلا آیا اور حمیضہ فرار کر گیا۔ تا آنکہ سلطان سے اس کی درخواست کی سلطان نے امن دیدی۔ سلطان کے ساتھ ایک گروہ حمیضہ کے خدام کا تھا وہ لوگ اسکے زمانہ بغاوت و مخالفت میں مصر سے اسکے پاس بھاگ آئے تھے۔ حمیضہ کے پاس پہونچے تو یہ معلوم ہوا کہ حمیضہ نے سلطان کے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ خوف غالب ہوا کہ اگر حمیضہ کے ہمراہ سلطانی دربار میں ہم حاضر ہوئے تو سلطان ہم لوگوں کو سزائے موت دیدیگا۔ سبھوں نے متفق ہو کے حمیضہ کو مار ڈالا اور سر اُتار کر سلطان کی خدمت میں لائے یہ خیال کر کے کہ سلطان ہم سے خوش ہو جائیگا۔ رمیثہ کو اس سے تنبیہ ہوا۔ اپنے بھائیوں کے قاتلوں کو قتل کیا اور باقی جو شریک تھے اُن سے درگزر کیا بعد ازاں سلطان نے رمیثہ کو خود مختاری عنایت فرما کے عطیفہ کے ساتھ امارت و حکومت مکہ معظمہ میں شریک کر دیا۔ تھوڑے دنوں بعد عطیفہ مر گیا اور رمیثہ استقلال کے ساتھ مکہ معظمہ پر حکومت کرنے لگا۔

رمیثہ کی حالت حیات میں اسکے دو بیٹوں ثقبہ اور عجلان نے برضامندی رمیثہ امارت مکہ باہم تقسیم کر لی تھی مگر پھر رمیثہ نے اس تقسیم کو الٹ پھیر کرنا چاہا ان دونوں بھائیوں نے منظور نہ کیا اور اپنی اپنی حکومتوں پر قائم رہے۔ بعد چندے دونوں بھائیوں میں جھگڑا شروع ہوا ثقبہ مکہ چھوڑ کر نکل گیا اور عجلان بدستور مکہ میں حکومت کرتا رہا پھر ثقبہ نے

اپنی گزری ہوئی حالت درست کر کے عجلان کو مکہ معظمہ میں مغلوب کر دیا۔ عجلان باوجود مغلوب ہونے کے ثقبہ کی مقاومت اور مقابلہ کرتا رہا تاآنکہ دونوں بھائی ۷۵۶ھ میں لڑتے جھگڑتے مصر پہونچے۔ حکمران مصر نے انہیں سے عجلان کو مکہ کی سند حکومت عطا کی۔ ثقبہ ناراض ہو کر سر زمین حجاز چلا گیا اور وہیں قیام کر دیا۔ زمانہ قیام حجاز میں کئی بار مکہ پر حملہ آور ہوا۔ عجلان آئے دن لڑائیوں سے تنگ ہو کر ۷۶۲ھ میں بغرض استمداد مصر گیا اور وہاں سے شاہی فوج لیکر ثقبہ کے مقابلہ پر آیا دونوں بھائیوں میں گھمسان لڑائی ہوئی ثقبہ مارا گیا اور اسکی فوج کا کچھ حصہ بھی اس معرکہ میں کام آگیا۔

عجلان اپنے زمانہ امارت میں عدل و انصاف کے راستہ پر نہایت سلامت روی سے چلا جا رہا تھا اُس ظلم اور زیادتی سے منزلوں دور تھا جو اسکی قوم تجارت پیشہ اصحاب اور مجاورین بیت اللہ الحرام کے ساتھ کیا کرتی تھی اسنے اپنے زمانہ امارت میں غلاموں کا ٹکس جو حجاج پر تھا موقوف کر کے شاہی خزانہ سے انکی تنخواہیں اور وظائف مقرر کرائے جو ایام حج میں انکو ادا کئے جاتے تھے۔ یہ امر سلطان مصر کی زندہ یادگاروں اور حسنات سے تھا جسکی کوشش امیر عجلان نے کی تھی جزاہ اللہ خیراً اسی عدل و داد اور رفاہ مسلمین پر عجلان قائم رہا یہانتک کہ ۷۷۷ھ میں انتقال کیا۔

عجلان کی وفات پر اسکا بیٹا احمد بجائے اسکے متمکن ہوا۔ احمد اپنے باپ عجلان ہی کی حالت حیات سے امور سیاست کا انصرام و انتظام کر رہا تھا اور حکومت میں اسکا شریک تھا عجلان کے مرنے پر وہی مراسم عدل و انصاف احمد نے قائم و جاری رکھے جو اسکے باپ کے عہد حکومت میں تھے تمام عالم میں اسکے عدل و داد اور حق پسندی کا شہرہ ہو گیا حجاج اور مجاورین بیت اللہ الحرام اسکی تعریف و توصیف کرنے لگے الملک الظاہر ابو سعید برقوق والی مصر نے اسکے محاسن کے تذکرے سنکے اپنی طرف سے اسکو سند حکومت عطا کی جیسا کہ اسکے باپ کو دربار شاہی سے عطا ہوئی تھی اور حسب دستور قدیم خلعت بھی بھیجی۔

امیر احمد نے اپنے اکثر اعزہ واقارب کو جنمیں اسکا بھائی محمد، محمد بن ثقبہ اور عنان بن مغامس برادر عم زاد احمد تھا کسی مصلحت سے گرفتار کر کے جیل میں ڈال رکھا تھا امیر احمد کے انتقال پر یہ لوگ قید خانہ سے نکل بھاگے محمد بن عجلان ایک ہوشیار آدمی تھا اس نے اسوقت زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور بحکمت عملی ان سبھوں کو واپس بلا لیا صرف عنان بن مغامس سرگرداں و حیران مصر پہونچا اور سلطان مصر سے بمقابلہ محمد و کبیش امداد طلب کی چنانچہ سلطان مصر نے اس کی کمک پر ایک فوج متعین کی اور امیر قافلہ حجاج کے ساتھ حالات اصلی اور واقعات حقیقی دریافت کرنے کو روانہ کیا اتفاق سے فرقہ باطنیہ کا ایک گروہ انکے ساتھ ہو لیا تھا پس جسوقت محمل جس پر غلاف کعبہ تھا مکہ معظمہ کے قریب پہونچا محمد اسکے لینے کو مکہ معظمہ سے باہر آیا اور حسب عادت قدیمہ اسکے بوسہ دینے کو محمد بڑھا باطنیوں نے دفعۃً وار کر دیا محمد زخمی ہو کر زمین پر آ رہا اور محمل معہ قافلۂ حجاج مکہ معظمہ میں داخل ہوا امیر حج نے عنان بن مغامس کو امارت مکہ پر مامور کیا کبیش اور اسکے ہواخواہ بھاگ کر جدہ پہونچے۔ پھر جب زمانہ حج منقضی ہو گیا اور قافلہ حاجیوں کا واپس ہو کر چلا تو کبیش نے لشکر آراستہ کر کے معہ اپنے ہمراہیوں کے مکہ معظمہ پر حملہ کر دیا اور اسپر محاصرہ ڈال دیا۔ عنان بن مغامس اور کبیش میں متعدد لڑائیاں ہوئیں انھیں لڑائیوں میں سے کسی لڑائی میں کبیش مارا گیا علی بن عجلان اور اسکا بھائی حسن فریادی صورت بنائے ہوئے الملک الظاہر والی مصر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ الملک الظاہر اس خیال سے کہ مادہ فتنہ و فساد اسوقت تک منقطع نہ ہو گا جب تک انکو بھی حکومت مکہ میں حصہ نہ دیا جائیگا ۷۸۹ھ میں انکو بھی سند حکومت عطا کی اور عنان بن مغامس کے ساتھ امارت میں شریک رہنے کا حکم دیا۔ چنانچہ علی و حسن امیر قافلہ حج کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ جسوقت مکہ معظمہ کے قریب قافلہ پہونچا عنان حسب دستور امیر حج کے استقبال کو آیا لیکن یہ خبر پا کے کہ اسی قافلہ میں علی و حسن بھی ہیں اثنا راہ سے بھاگ گیا علی نے مکہ میں داخل ہو کر عنان حکومت مکہ اپنے قبضہ لے لی اور استقلال و استحکام کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔

پھر جب ایام حج منقضی ہو گئے اور حاجیوں کا قافلہ لوٹ کھڑا ہوا، تو عثمان مع اپنے بنو عم مبارک اور ایک گروہ شرفاء عرب کے مکہ پر حملہ آور ہوا، پہونچتے ہی علی کا مکہ معظمہ میں محاصرہ کر لیا امارت و ریاست کی بابت جھگڑے ہونے لگے پھر خود بخود یہ جھگڑے موقوف ہو گئے بعد چندے پھر یہی لیل و نہار آ گئے اور لڑائی کی پھر چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی۔ اسی حالت سے اسوقت تک یہ لوگ چلے آئے ۷۹۴ھ میں ان لوگوں کا ایک وفد (ڈیپوٹیشن) سلطان کی خدمت میں مصر پہونچا۔ سلطان نے علی کو بالانفراد سند حکومت عطا کی، خلعت اور جائزے دیئے۔ فوجیں اور خدام عنایت فرمائے، عثمان بن مغامس کو اپنے دربار میں رکھ لیا۔ حسب رتبہ اسکی تنخواہ مقرر کی اور اپنے اراکین دولت میں شامل کر لیا اسکے چند دنوں بعد سلطان تک یہ خبر پہونچی کہ عثمان بن مغامس کے دماغ میں پھر امارت مکہ کی ہوا سمائی ہے اور امیر مکہ علی بن عجلان سے دربارہ امارت لڑنے کی غرض سے حجاز کی طرف چھپکر چلے جانے کا ارادہ رکھتا ہے سلطان نے گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا۔ علی بن عجلان کو اس واقعہ کی خبر لگی تو اس نے بھی اُن شرفاء مکہ کو جو عثمان کے ہواخواہ اور ہمدرد تھے گرفتار کر لیا پھر انکو براہ احسان رہا کر دیا۔ اُن احسان فراموشوں اور محسن کشوں نے امارت کی بابت پھر جھگڑا شروع کیا اور علی بن عجلان کے ساتھ اسوقت تک لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ واللہ متولی الامور لا رب غیرہ

اخبار حکومت بنی مہنی امراء مدینہ نبویہ از بنی حسین

اگرچہ انصار اُوس و خزرج مدینہ منورہ میں رہتے تھے جیسا کہ مشہور و معروف ہے لیکن نہایت قلیل مدت میں جسوقت کہ اسلامی فتوحات کی موجیں بڑے بڑے سلاطین کی مستحکم سلطنتوں کی دیواروں سے ٹکرا رہی تھیں تمام عالم میں پھیل گئے اور مدینہ منورہ سے انکی حکومت و سرداری جاتی رہی کوئی شخص ان میں کا باقی نہ رہا صرف معدودے چند طالبی النسل باقی رہ گئے۔

ابن حصین نے اپنے ذیل میں جو اس نے طبری پر لکھا ہے تحریر کیا ہے کہ میں چوتھی صدی میں مدینہ منورہ گیا تھا اسوقت مدینہ منورہ میں خلیفہ مقتدر عباسی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا پھر لکھتا ہے کہ اس شہر پر خلفاء عباسیہ کے گورنر برابر حکمرانی کرنے کو آتے جاتے رہے لیکن اصل میں عنان حکومت بنی حسین اور بنی جعفر کے قبضہ اقتدار میں تھی آخر میں بنی جعفر کو بنی حسین نے نکال دیا، ان لوگوں نے مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سکونت اختیار کی پھر ان کو بنو حرب نے زبید سے قری اور حصون کی جانب جلاء وطن کر کے صعید تک پہونچا دیا چنانچہ اسوقت تک یہ وہاں پر موجود ہیں۔ بنی حسین مدینہ ہی میں رہ گئے یہاں تک کہ ظاہر بن مسلم مصر سے مدینہ منورہ آیا اور اس نے انکے قبضہ سے مدینہ منورہ کو نکال لیا۔

کتب تواریخ میں ہے کہ ظاہر بن مسلم کے باپ کا نام محمد بن عبیداللہ بن ظاہر بن یحیی محدث بن حسن بن جعفر تھا۔ شیعہ کے نزدیک یہ حجۃ اللہ بن عبیداللہ بن حسین اصغر بن زین العابدین کے نام سے موسوم تھا اور یہ مسلم جسکا ذکر اوپر ہو چکا کافور کا دوست تھا جو اخشید یہ مصر پر متغلب تھا اور اسکی سلطنت کا انتظام و انصرام کرتا تھا اس زمانہ میں اس سے زیادہ وجیہ کوئی شخص نہ تھا، جسوقت عبیدیونکا پرچم اقبال مصر پر لہرانے لگا اور معز لدین اللہ علوی ۳۶۵ھ میں افریقہ سے مصر آیا قاہرہ میں قیام کیا، مسلم کے کسی بیٹے کی لڑکی سے عقد کرنے کی درخواست کی، مسلم نے انکاری جواب دیا معز نے ناراض ہو کر مسلم کا مال و اسباب ضبط کر لیا، گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا، مسلم بحالت قید مر گیا۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مسلم قید خانہ سے بھاگ گیا تھا اور زمانہ فراری میں اسنے وفات پائی بعد اسکے اسکا بیٹا ظاہر مدینہ منورہ گیا۔ بنو حسین نے اسکو اپنا سردار بنایا، چنانچہ دو برس تک استقلال و استحکام کے ساتھ حکومت کر کے ۳۸۱ھ میں مر گیا بجائے اسکے اسکا بیٹا حسن حکومت کی کرسی پر متمکن ہوا عتبی المورخ دولت بنی سبکتگین کی کتاب میں ہے کہ ظاہر کے بعد جو شخص مدینہ منورہ کا حکمران ہوا تھا وہ اسکا داماد اور اسکے چچا کا بیٹا داؤد بن قاسم بن عبیداللہ بن ظاہر تھا۔ اسکی

کنیت ابوعلی تھی۔ اسنے استقلال اور استحکام کے ساتھ ظاہر کے بعد حکمرانی کی تھی نہ کہ ظاہر کے بیٹے حسن نے۔ تا آنکہ ابوعلی نے وفات پائی تب بجائے ہانی اسکا بیٹا پھر اسکا بیٹا مہنی یکے بعد دیگرے حکومت کرتے رہے حسن بن ظاہر سلطان محمود بن سبکتگین کے پاس خراسان چلا گیا تھا اور وہیں ٹھیرا رہا۔

میرے نزدیک یہ روایت غلط ہے کیونکہ مسبحی مورخ دولت عبیدیہ میں سنے ظاہر بن مسلم کی وفات اور اسکے بیٹے حسن کی حکومت کو اسی سنہ میں تحریر کیا ہے جس سنہ میں کہ ابھی ہم نے بیان کیا مسبحی نے لکھا ہے کہ ۳۸۳ھ میں مدینہ منورہ کا حکمران حسن بن ظاہر تھا جو مہنی کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا۔

مسبحی بہ نسبت عتبی کے حالات مدینہ منورہ اور مصر سے زیادہ واقف تھا اسوقت امراء مدینہ منورہ اپنے کو داؤد کی طرف نسبًا منسوب کرتے ہیں کہتے ہیں کہ داؤد عراق سے آیا تھا میرے نزدیک اس کا قائل وہی شخص ہوگا جسکو تاریخ سے مس نہ ہوگا۔ مورخ حماۃ جہاں پر انکے موڑثوں کا ذکر کرتا ہے تو انکو ابوداؤد کیجانب نسبًا منسوب کرتا ہے واللہ اعلم

ابوسعید نے لکھا ہے کہ ۳۹۰ھ میں ابوالفتوح حسن بن جعفر امیر مکہ نے جو بنی سلیمان سے تھا بحکم حاکم عبیدی مدینہ منورہ پر قبضہ حاصل کر لیا تھا اور امارت بنی مہنی کی جو کہ بنی حسین سے تھے مدینہ منورہ سے زائل اور معدوم کردی تھی اس نے جسد نبوی کو مدینہ منورہ سے رات کے وقت مصر لے جانے کا قصد کیا تھا۔ اس رات کو اسقدر تیز ہوا چلی کہ جس سے فضاء آسمان تاریک ہوگیا قریب تھا کہ بڑے بڑے مکانات اور تناور درخت جڑ سے اکھڑ جائے ابوالفتوح گھبرا کر اس ارادہ سے باز آیا اور بعجلت تمام مکہ معظمہ کی جانب مراجعت کردی۔ ابولمہنی بھی مدینہ منورہ واپس آگئے مورخ حماۃ نے انکے امراء میں سے منصور بن عمار کو ذکر کیا ہے مگر کسی کی جانب نسبًا منسوب نہیں کیا۔ لکھتا ہے کہ ۴۹۵ھ میں منصور نے وفات پائی تھی بعد اسکے اسکا بیٹا حکمراں ہوا اور یہ سب مہنی کی اولاد سے تھے۔ نیز انہیں میں سے قاسم بن مہنی ابن حسین بن مہنی بن داؤد کا تذکرہ لکھا

ہے اسکی کنیت ابو فلیتہ تھی کہ یہ سلطان صلاح الدین بن ایوب کے ہمراہ جہاد انطاکیہ میں گیا تھا اور ۵۸۵ھ میں اسکو اس نے مفتوح کیا تھا۔

زنجاری مورخ حجاز جیسا کہ اس سے ابن سعید نے بوقت تذکرہ ملوک مدینہ جو اولاد سے حسین ابن علی کے تھے روایت کی ہے لکھتا ہے کہ بوجہ جلیل القدر عظیم الشان ہونے کے ان لوگوں میں سے قابل ذکر قاسم بن جماز بن قاسم بن مھنی ہے اسکو خلیفہ مستضی نے مدینہ منورہ کی سند حکومت عطا کی تھی پچیس برس تک حکمرانی کرتا رہا ۵۸۳ھ میں وفات پائی بجائے اسکے سالم ابن قاسم اسکا بیٹا حکمراں ہوا یہ شاعر تھا اس سے اور ابو عزیز قتادہ والی مکہ سے ۶۰۱ھ مقام بدر میں لڑائی ہوئی تھی۔ ابو عزیز نے مکہ سے مدینہ منورہ پر فوج کشی کی تھی اور مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ ایک مدت تک نہایت سختی سے حصار کئے رہا پھر محاصرہ اٹھا کے چلا آیا اس اثناء میں سالم کی کمک پر بنی لام جو کہ بطون ہمداں سے ہیں آگئے پیچھا لیا تھا سالم نے ابو عزیز کا تعاقب کیا اور مقام بدر میں جاکے ابو عزیز کو گھیر لیا۔ فریقین میں گھمسان لڑائی ہوئی جانبین کے ہزارہا آدمی کام آگئے ابو عزیز شکست کھاکے مکہ کیجانب بھاگا پھر اسی ۶۰۱ھ میں معظم عیسیٰ بن عادل آگیا اس نے پھر قلعہ بندی شروع کی لڑائی کے مورچہ قائم کئے دمدمے اور ڈھس بند ہوائے سالم بن قاسم امیر مدینہ بھی اسکے ہمراہ تھا کسی وجہ سے ان لوگوں نے مراجعت کی اثناء راہ میں مدینہ منورہ پہونچنے سے پہلے سالم انتقال کر گیا۔ تب اسکا بیٹا شیخہ حکومت کی کرسی پر متمکن ہوا۔ سالم نے اپنے ہمراہی میں ترکمانوں کی ایک فوج تیار کی تھی جسکو شیخہ نے از سر نو مرتب کر کے قتادہ پر چڑھائی کی اور بزور تیغ قبضہ کر لیا۔ ابو عزیز قتادہ ینبوع بھاگ گیا اور وہاں پر جاکے قلعہ نشین ہو گیا ۶۴۷ھ میں شیخہ والی مدینہ مارا گیا بجائے اسکے اسکا بیٹا عیسیٰ متمکن ہوا بعدازاں جماز بن شیخہ نے عیسیٰ کو ۶۴۹ھ میں گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا اور بجائے اسکے خود حکمرانی کرنے لگا۔ ابن سعد لکھتا ہے کہ ۶۵۹ھ میں ابوالحسن بن شیخہ بن سالم مدینہ منورہ کا حکمراں تھا۔ علاوہ اسکے اور مورخین لکھتے ہیں کہ ۶۵۳ھ

میں ابو مالک منیف بن شیحہ مدینہ منورہ کی حکومت پر تھا۔ ۶۵۷ھ میں اس نے وفات پائی بجائے
اسکے جماز اسکا بھائی حکمراں ہوا۔ اس نے بہت بڑی عمر پائی۔ ۷۰۴ھ میں اسکا انتقال ہوا
بعد اسکے منصور اسکا بیٹا حکمرانی کرنے لگا اسکا دوسرا بیٹا مقبل نامی شام چلا گیا اور بطور وفد
مصر میں بیبرس کی خدمت میں حاضر ہوا بیبرس نے منصور کے نصف مقبوضہ بلاد کی حکومت
مقبل کو عطا کی پس مقبل بحالت غفلت مدینہ منورہ میں داخل ہوا اسوقت مدینہ منورہ میں
منصور کا بیٹا ابو کبیشہ حکومت کر رہا تھا ابو کبیشہ اور منصور سے کچھ بن نہ پڑی شہر چھوڑ کر
بھاگ کھڑے ہوئے مقبل نے کامیابی کے ساتھ شہر پر قبضہ کر لیا۔ ابو کبیشہ بحال پریشان قبائل
عرب میں چلا گیا اور ان لوگوں سے ایک فوج مرتب کر کے ۷۰۹ھ میں مدینہ منورہ کی جانب
مراجعت کی مقبل اور ابو کبیشہ سے لڑائی ہوئی مقبل مارا گیا۔ منصور مظفر و منصور اپنے دار الامارت
میں داخل ہوا۔ مقبل کا ایک لڑکا ماجد نامی تھا اسکو بعض مقبوضات جو اسکے باپ کے تھے
مرحمت کئے گئے پس یہ عربوں کے ساتھ وہاں جا کے قیام پذیر ہوا اور درپردہ منصور کی
مخالفت کرتا رہا۔ اتنے میں مابین منصور اور ابو عزیز قتادہ والی ینبوع ۷۱۱ھ میں اسی معاملہ
کی وجہ سے لڑائی ہوئی بعد اسکے ماجد بن مقبل ۷۱۷ھ میں اپنے چچا منصور سے جنگ کرنے کو
مدینہ منورہ آیا منصور نے سلطان سے امداد طلب کی چنانچہ شاہی لشکر اسکی کمک پر آیا اسوقت
ماجد بن مقبل مدینہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا بہت بڑی خونریز لڑائی ہوئی آخر کار ماجد شکست
کھا کے بھاگ کھڑا ہوا اور منصور بدستور اپنی امارت پر قائم رہا تا آنکہ ۷۲۵ھ میں مر گیا اور
اسکا بیٹا کبیش بن منصور امارت کرنے لگا۔ اسکا زمانہ حکومت بھی طول طویل ہوا ودی بن
جماز سے اور اس سے درباره امارت جھگڑا ہوا ودی ایک مدت تک اسکا محاصرہ کئے رہا
بعد ازاں طفیل حکمراں ہوا۔ ۷۵۱ھ میں ناصر نے گرفتار کر لیا اور عطیہ کو حکومت عنایت
کی (۷۸۳ھ میں عطیہ مر گیا) طفیل کو سند حکومت مرحمت ہوئی بعد چندے قید کر لیا
گیا اور جماز بن ہبۃ اللہ بن جماز بن منصور کو امارت دی گئی غرض سلاطین ترک جو مصر

میں حکمرانی کررہے تھے مدینہ منورہ کی حکومت کو انہیں دو خاندانوں میں سے کسی ممبر کو منتخب کرتے تھے بجز ان دو خاندانوں کے مدینہ منورہ کی امارت کے لئے کسی دوسرے خاندان سے کسی کو منتخب نہیں کرتے تھے۔ انجام مدینہ منورہ کی زمام حکومت جماز بن ہبۃ اللہ بن جماز کے ہاتھ میں تھی اور اسکا ابن عم[1] .... ابن محمد بن عطیہ امارت کی بابت جھگڑا رہا تھا کیونکہ ان دونوں میں ایک مدت دراز سے جھگڑا چلا آرہا تھا یہ سب مذہب امامیہ رکھتے تھے جو ایک شاخ رافضیوں کی ہے یہ لوگ ایمہ اثنا عشر کے قائل تھے اور اُن کل اعتقادات کے معتقد تھے جو رافضیوں کے ہیں واللہ یخلق مایشاء ویختار یہ آخری حالات امراء مدینہ کے ہیں اس سے زیادہ مجھے واقفیت کا موقع نہیں ملا الا واللہ المقدر لجمیع الامور سبحانہ لا الہ الا ہو

اخبار دولت بنی رسی ایمہ زیدیہ حکمرانان صعدہ

محمد بن ابراہیم ملقب بہ طباطبا بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن داعی کے حالات اور زمانہ خلافت مامون میں اسکے ظہور کے واقعات اور ابو السرایا کا اسکی بیعت کرنی اور تبلیغ کی کیفیات تم اوپر پڑھ آئے ہو۔ پس جب یہ اور نیز ابو السرایا مرگیا تو انکا کارخانہ درہم برہم ہوگیا خلیفہ مامون نے اسکے بھائی قاسم الرسی بن ابراہیم طباطبا کی گرفتاری کا حکم صادر فرمایا قاسم بخوف جان سندھ کی طرف بھاگ گیا اور اسی حالت روپوشی میں ۲۴۵ھ میں مرگیا۔ اسکے مرنے پر اسکا بیٹا حسن یمن واپس آیا۔ صعدہ بلاد یمن کے ایمہ اسی کے نسل سے تھے اسی کی آیندہ نسلوں نے زیدیہ کی حکومت مقام مذکور میں قائم کی جو آخر زمانہ تک باقی رہی۔

صعدہ ایک پہاڑ ہے جو صنعاء کے شرق میں واقع ہے اس میں متعدد قلعات تھے جن میں صعدہ، قلعہ تلا اور جبل مطابہ زیادہ مشہور و معروف تھے یہ سب بنی رسی کے مقبوضات

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا۔ من مترجم۔

سے شمار کیے جاتے تھے۔

سب کے پہلے جسنے ان میں سے صعدہ میں خروج کیا تھا وہ یحییٰ بن حسین بن قاسم رسی تھا اسنے صعدہ میں اپنی خود مختاری حکومت کا اعلان کیا اور "ہادی" کے لقب سے مخاطب ہوا، سنہ ۲۸۰ھ میں بحالت حیات حسین بن قاسم یحییٰ کی حکومت و سلطنت کی بیعت لی گئی تھی۔ بعد بیعت لینے کے اس نے اپنے ہواخواہوں کی فوجیں فراہم کیں اور ابراہیم بن یعفر سے معرکہ آرا ہوا چنانچہ صنعاء اور نجران کو اسکے قبضہ سے نکال لیا اپنے نام کا سکہ مسکوک کرایا پھر بعد چندے بنو یعفر نے صنعاء وغیرہ کو یحییٰ سے چھین لیا، یحییٰ شکست کھا کے صعدہ واپس آیا، سنہ ۲۹۸ھ میں اپنی حکومت کے دس سال پورے کر کے رہگرائے ملک جاودانی ہوا۔ ایسا ہی ابن حازم نے لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ در بارہ حلال و حرام اسنے ایک کتاب تصنیف کی ہے اسکے سوا اور مورخین لکھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا مجتہد احکام شرعیہ کا تھا۔ علم فقہ میں اسکی عجیب و غریب رائیں تھیں اسکی تصانیف شیعہ میں معروف ہے۔

صولی کہتا ہے کہ بعد اسکے اسکا بیٹا مرتضیٰ حکمرانی کرنے لگا۔ اس کا زمانہ نہایت پر آشوب گذرا، بایں ہمہ چھبیس برس حکومت کی۔ سنہ ۳۲۰ھ میں وفات پائی بجائے اسکے اسکا بھائی الناصر احمد حکومت کی کرسی پر متمکن ہوا۔ فتنہ و بغاوت کا بازار سرد ہو گیا۔ ملک میں امن و امان کی منادی پھر گئی۔ اسکے بعد اسکے بیٹے حسین منتخب نے عبائے حکمرانی کو زیب تن کیا۔ سنہ ۳۴۲ھ میں اسنے انتقال کیا تب بجائے اسکے قاسم مختار اسکا بھائی حکمران ہوا تا آنکہ ابو القاسم ضحاک ہمدانی نے سنہ ۳۴۴ھ میں اسکی زندگانی کا اپنے تیغ آبدار سے خاتمہ کر دیا۔

صولی کہتا ہے کہ بنی ناصر سے رشید اور منتخب تھا اس نے سنہ ۳۴۲ھ میں وفات پائی ابن حزم جہان پر ابو القاسم رسی کی اولاد کا تذکرہ لکھتا ہے تحریر کرتا ہے کہ انھیں میں سے وہ لوگ ہیں جو صعدہ سرزمین یمن میں حکمرانی کر رہے تھے۔ انکا پہلا حکمران یحییٰ ہادی گزرا ہے علم فقہ میں اسکو ید طولیٰ حاصل تھا میں نے دیکھا ہے کہ اہل سنت و جماعت سے یہ بہت دور

نہیں گیا۔ اسکے بیٹے احمد ناصر کے چند بیٹے تھے۔ انہیں میں سے بعد اسکے جعفر رشید بعدہ اسکا بھائی قاسم مختار پھر حسن منتخب اور محمد مہدی حسب ترتیب مذکور حکمراں ہوئے پھر لکھتا ہے کہ یمانی جس نے ۳۴۳ھ میں مازوہ کی حکومت کی بناء ڈالی تھی وہ عبداللہ بن احمد ناصر برادر رشید، مختار اور مہدی تھا۔ ابن جبابہ تحریر کرتا ہے کہ ان لوگوں کی امامت اور حکومت کا سلسلہ برابر صعدہ میں ایک مدت تک جاری و قائم رہا تا انکہ ان لوگوں میں باہم مخالفت پیدا ہوئی اور سلیمانیوں نے جبکہ انکو ہواشم نے مکہ سے نکال باہر کیا صعدہ میں پہونچ کر ان لوگوں کو مغلوب کیا اور ان کی حکومت و دولت کے سلسلہ کو چھٹی صدی ہجری میں منقطع کر دیا

ابن سعید نے لکھا ہے کہ بنی سلیمان میں جس وقت کہ یہ مکہ معظمہ سے یمن کی جانب نکالے گئے تھے احمد بن حمزہ بن سلیمان ایک سربرآوردہ شخص تھا اسکو اہل زبید نے جس زمانہ میں علی بن مہدی خارجی انکا محاصرہ کئے ہوئے تھا اپنی امداد کو بلایا۔ ان دنوں زبید میں فاتک بن محمد نجاحی حکمرانی کر رہا تھا احمد بن حمزہ نے کہلا بھیجا کہ میں تمہاری امداد کو موجود ہوں بشرطیکہ تم لوگ فاتک کو مار ڈالو۔ چنانچہ اہل زبید نے غریب فاتک کو ۵۵۳ھ میں مار کر اپنی حکومت کی عنان احمد بن حمزہ کے قبضہ میں دیدی لیکن احمد بن حمزہ سے کچھ بن نہ پڑی علی بن مہدی کا مقابلہ نہ کر سکا زبید سے بھاگ کھڑا ہوا علی بن مہدی نے زبید پر قبضہ کر لیا ابن بنی سعید کا بیان ہے کہ عیسیٰ بن حمزہ برادر احمد بن حمزہ مع اپنے خاندان کے یمن میں تھا[1] .... اور انہیں میں سے غانم بن یحییٰ تھا۔ بعد اسکے بنی سلیمان کی حکومت تہامہ، جبال اور یمن سے بنی مہدی کی ہاتھوں جاتی رہی بعدہ بنی ایوب نے ان ممالک پر قبضہ حاصل کرکے بنی مہدی کو مغلوب کر دیا مگر آخرکار اسکی حکومت پر منصور عبداللہ ابن احمد بن حمزہ متمکن ہوا۔ ابن عدیم نے لکھا ہے کہ اس نے صعدہ کی حکومت اپنے باپ سے حاصل کی تھی خلیفہ ناصر عباسی تاجدار خلافت

---

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔ من مترجم

بغداد کے ساتھ یہ اکثر بحث و مباحثہ کیا کرتا تھا اور اپنے ایلچیوں کو دیلم اور جیلان (گیلان) کی جانب بھیجتا تھا، یہانتک کہ ان بلاد کے رہنے والوں نے اسکی امامت و ریاست کو تسلیم کیا اور اسکے نام کا خطبہ پڑھنے لگے اور اسکے طرف سے ان بلاد پر عمال مقرر کئے جانے لگے۔ خلیفہ ناصر نے اہل عرب اور یمن کو بیحد روپئے دیئے اور انکے ملانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہوا۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ سنہ ۵۰۱ھ میں منصور عبداللہ بن احمد بن حمزہ نے جن دنوں صعدہ میں زیدیہ کی حکومت کا سکہ چل رہا تھا ایک عظیم فوج مرتب کی، یمن پر حملہ آور ہوا۔ معز بن سیف الاسلام طغتکین بن ایوب کو اس سے خطرہ پیدا ہوا، مگر سوائے مقابلہ کے چارہ کا کیا تھا، فوجیں آراستہ کرکے منصور عبداللہ کے مقابلہ کو بڑھا۔ دونوں فریق میں گھمسان لڑائی ہوئی۔ کیمپ معز کے ہاتھ رہا منصور عبداللہ شکست کھا کے بھاگا، دوبارہ سنہ ۶۱۲ھ میں منصور عبداللہ۔ ہمدان اور خولان کی فوجیں مجتمع کرکے یمن کی طرف بڑھا۔ تمام ملک یمن میں زلزلہ سا پڑ گیا مسعود بن کامل جو اسوقت والی یمن تھا بیحد خائف ہوا، کردوں اور ترکوں کی فوج اسکے رکاب میں تھی امیر الجیوش عمر بن رسول نے رائے دی کہ قبل اسکے کہ منصور عبداللہ کسی قلعہ پر قابض ہو جائے جنگ چھیڑ دینا چاہیئے مسعود نے اس رائے کے مطابق لڑائی چھیڑ دی۔ چونکہ لڑائی شروع ہونے سے پیشتر منصور کے ہمراہیوں میں باہم نزاع شروع ہوگئی تھی منصور کو ہزیمت ہوئی۔

منصور نے بہت بڑی عمر پائی سنہ ۶۳۰ھ میں انتقال کیا۔ ایک بیٹا احمد نامی یادگار چھوڑا زیدیہ نے اسکو اپنا امیر بنایا مگر اسکی امامت کا خطبہ مسن ہونے اور شرائط امامت پورے ہونے کے انتظار میں نہ پڑھا گیا سنہ ۶۴۵ھ میں زیدیہ کے ایک گروہ نے احمد موطی (جو یادگار اسلاف رسی تھا) کے ہاتھ پر بیعت کی، احمد موطی حسین کا بیٹا اور ہادی کے نسل سے تھا۔ جسوقت بنو سلیمان نے بنو ہادی کو صعدہ کی کرسی امامت سے اتار کر نکال باہر کیا تھا اسوقت یہ لوگ کوہ قطابہ میں جاکر پناہ گزیں ہوئے تھے جو صعدہ کے شرق میں واقع ہے۔ اس زمانہ سے یہ برابر اسی پہاڑ میں مقیم رہے اور ہر زمانہ میں انکا امام اعلان کرتا آتا تھا کہ اصل میں حکومت ہماری

ہی ہے یہاں تک کہ زیدیہ نے احمد موطی کے ہاتھ پر امامت و امارت کی بیعت کی۔ یہ فقیہ، ادیب، اپنے مذہب کا عالم اور پابند صوم وصلوٰۃ تھا۔ ۶۴۵ھ میں اسکی امامت کی بیعت کی گئی نورالدین عمر بن رسول کو اس سے خطرہ پیدا ہوا فوجیں مرتب کرکے احمد موطی پر چڑھائی کردی اور ثلا سنہ میں اسپر محاصرہ ڈالا۔ احمد موطی نے قلعہ بندی کرلی عمر بن رسول نے محاصرہ اٹھالیا اور دوبارہ محاصرہ کرنیکی غرض سے محصور قلعہ کے گرد و نواح کے قلعات سے فوجیں طلب کیں لیکن ان فوجوں کے پہونچنے سے پہلے عمر بن رسول مارڈالا گیا اسکا بیٹا مظفر، قلعہ وملوہ کے سر کرنے میں مصروف تھا اسکو وقت نے اسقدر موقع نہ دیا کہ وہ احمد موطی کے مقابلہ پر آتا، احمد موطی نے نہایت اطمینان کے ساتھ قلعات کو سر کرنا شروع کردیا۔ بیس قلعے بزور تیغ مفتوح کئے، صعدہ پر فوج کشی کی، سلیمانیوں کو شکست فاش دیکے صعدہ میں اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑا، سلیمانیوں نے اپنے امام منصور عبداللہ کے بیٹے احمد کی بیعت، اسی زمانہ میں کرلی تھی اور متوکل کا خطاب دیا تھا جبکہ موطی کی امامت کی بیعت کی گئی تھی، کیونکہ سلیمانی اسکے محسن ہونے اور شرائط امامت کے پورا ہونے کا انتظار کر رہے تھے پس جب احمد موطی کی بیعت کی خبر مشہور ہوئی تو ان لوگوں نے بھی بیعت کرلی پھر جسوقت احمد موطی نے صعدہ کو مفتوح کرلیا تو سلیمانیوں کے امام احمد متوکل نے امن حاصل کرکے اپنے کو احمد موطی کے حوالہ کردیا اور اسکی امارت و امامت کی بیعت کرلی یہ واقعہ ۶۴۹ھ کا ہے، ۶۵۰ھ میں احمد موطی حج کرنیکو گیا۔ اس زمانہ سے زیدیہ صعدہ کی حکومت، احمد موطی کے آیندہ نسلوں میں چلی گئی۔

میں نے صعدہ میں سنا ہے کہ امام صعدہ، قبل ۸۰۰ھ کے علی بن محمد تھا جو کہ احمد موطی کے اعقاب سے تھا اور اس نے قبل ۸۰۰ھ کے وفات پائی۔ بعد ازاں انکا بیٹا صلاح حکمراں ہوا، زیدیہ نے اسکی بیعت کی۔ بعض زیدیہ کہتے تھے کہ وہ بوجہ عدم شرائط امامت، امام نہیں تھا بہرکیف صلاح نے آخری ۷۹۳ھ میں انتقال کیا بجائے اسکے اسکا بیٹا نجاح حکمراں ہوا، زیدیہ نے اسکی بیعت سے انکار کیا نجاح نے کہا کچھ مضائقہ نہیں ہے میں اللہ

تعالیٰ کا محتسب ہوں۔

یہ واقعات وہ ہیں جو مجھکو زمانہ قیام مصر میں اُن لوگوں سے معلوم ہوئے اللہ تعالیٰ زمین اور کل اُن چیزوں کا جو اسپر ہیں وارث و مالک ہے۔

طالبیون کے انساب اور انکے مشاہیر کے تذکرے

طالبیون کا سلسلہ نسب حسنؓ و حسینؓ پسران علیؓ بن ابی طالب تک منتہی ہوتا ہے جو بطن فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں نواسے ہیں بعض طالبیوں کا سلسلہ نسب محمد بن حنفیہ برادر علاتی حسنؓ و حسینؓ سبطین رسول اللہ صلعم سے بھی جا ملتا ہے اگرچہ علی رضی اللہ عنہ کی اور اولاد بھی سوائے ان لوگوں کے تھی مگر جن لوگوں نے خلافت و امارت کو اپنا حق تصور کر کے طلب کیا اور شیعوں نے انکی جنبہ داری کی اور اطراف بلاد میں انکی امارت و حکومت کی ترغیب دی وہ یہی تین (حسن اور حسین اور محمد) تھے نہ کہ اور اولاد۔

حسن کی اولاد سے حسن مثنیٰ اور زید ہیں انہیں دونوں سے حسن سبط کی نسل مدعی امامت و حکومت ہوئی۔ حسن مثنیٰ کے لڑکوں سے عبداللہ کامل، حسن مثلث، ابراہیم عمر، عباس اور داؤد ہیں عبداللہ کامل اور اسکے لڑکوں کے حالات اور انساب اوپر بیان کئے گئے جہاں پر کہ اسکے بیٹے محمد مہدی کے تذکرہ اور حالات جو ابوجعفر منصور کے ساتھ پیش آئے تھے احاطہ تحریر میں لائے گئے۔ ملوک اور سہ مغرب اقصیٰ بنو ادریس بن ادریس ابن عبداللہ کامل، بنو حمود ملوک اندلس، (جو بنو امیہ کے آخری عہد حکومت میں بنو امیہ کی جانب سے حکمراں تھے) بنو حمود بن احمد بن علی بن عبید اللہ بن عمر بن ادریس (جنکا ذکر ہم آئندہ تحریر کرینگے) بنو سلیمان بن عبداللہ کامل، (جنکی نسل سے ملوک یمامہ بنو محمد اخیضر بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ جون گذرے ہیں) بنو صالح بن موسیٰ بن عبداللہ ساقی ملقب

یہ ابوالکرام بن موسیٰ جون انہیں طالبیوں کے اعقاب اور نسل سے تھے۔ بنو صالح وہ ہیں جنہوں نے بغانہ مصافات سوداں ملک مغرب اقصیٰ میں حکمرانی کی تھی اور ان کی پچھلی نسلیں اسوقت تک وہاں پر معروف و موجود ہیں اسکی نسل سے ہواشم بنو ابی ہاشم محمد بن حسن بن محمد اکبر بن موسیٰ ثانی بن عبداللہ ابوالکرام تھے جو عہد حکومت عبیدیوں میں امراء مکہ تھے انکے تذکرے ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں، انہیں کے اعقاب سے بنو قتادہ بن ادریس ابن مطاعن بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن سلیمان بن موسیٰ جون بھی تھے جو بعد ہواشم کے حکمرانِ مکہ معظمہ ہوئے یہ لوگ اپنے باپ قتادہ کی بدولت حکومت کی کرسی پر رونق افزا ہوئے تھے۔ انھیں میں سے بنو نمی بن سعد بن علی بن قتادہ ہیں جو اسوقت امراء مکہ ہیں۔

داود بن حسن مثنیٰ سے سلیمانیوں کا سلسلہ نسب ملتا ہے جو حکمرانِ مکہ معظمہ تھے یہ لوگ سلیمان بن داود کی نسل سے تھے ان پر آخر زمانہ میں ہواشم غالب آگئے تھے اور یہ لوگ مکہ معظمہ سے یمن کی جانب چلے گئے تھے، زیدیہ نے انکی امامت و امارت تسلیم کی جیسا کہ انکے حالات کے ضمن میں بیان کیا گیا۔

حسن مثلث بن حسن مثنیٰ سے حسین بن علی بن حسن مثلث تھے جس نے ہادی پر خروج کیا تھا اسکا ذکر بھی تم اوپر پڑھ آئے ہو۔

ابراہیم عمر بن حسن مثنیٰ کے اعقاب سے ابن طباطبا ہے اسکا نام ابراہیم بن اسمعیل بن ابراہیم تھا انہیں میں سے محمد بن طباطبا ابوالائمہ صعدہ تھا جنپر بنو سلیمان بن داود بن حسن مثنیٰ غالب آئے تھے جبکہ مکہ سے صعدہ میں آئے تھے پھر ان پر بنو رسی مسلط ہوئے چنانچہ یہ لوگ اپنے امام کے پاس صعدہ چلے گئے اور اسوقت تک وہاں پر موجود ہیں۔

بنو سلیمان بن داود بن حسن مثنیٰ اور اسکا بیٹا محمد بن سلیمان (جو حکمران مدینہ عہد حکومت مامون میں تھا) محمد بن حسن بن محمد بن ابراہیم بن حسن بن زید (جو زمانہ معتمد میں مدینہ منورہ کا والی اور حاکم گذرا ہے اور اسنے منہیات شرعیہ اور خونریزی کو مباح کر رکھا

تھا فتنہ اور فساد کی اس درجہ گرم بازاری ہوگئی تھی کہ جماعت کے ساتھ نماز کا ہونا موقوف ہوگیا تھا) حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید اور اسکا بھائی محمد (جنہوں نے یکے بعد دیگر طبرستان میں حکومت و امارت کی بنا قائم کی تھی۔ اور ان دونوں کے حالات اوپر بیان کئے گئے) داعی صغیر حسین بن قاسم بن علی بن عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بطحانی بن قاسم بن حسین بن زید (جو رے اور طبرستان کا داعی صغیر تھا) اسی ابراہیم غمر بن حسن مثنی کے اعقاب سے تھا داعی صغیر اور اطروش میں لڑائیاں بھی ہوئیں تھیں۔ چنانچہ ۳۱۹ھ میں داعی صغیر مارا گیا اسکی پچھلی نسل سے قاسم بن علی بن اسماعیل تھا جو حسن بن زید کا ایک سپہ سالار تھا۔

ان لوگوں نے اس اطراف کے رہنے والوں کے ساتھ محبت اور اخلاق کے برتاؤ کئے تھے جس سے اس اطراف کے رہنے والوں کے دلوں میں انکی محبت جانشین اور متمکن ہوگئی اور یہی سبب تھا کہ دیلم آئے دن بلاد اسلام پر حملہ آور ہوتے تھے کیونکہ ان حسنیوں کی فوج انہیں دیلمیوں سے مرتب کیجاتی تھی۔ جوان لوگوں کے ساتھ خروج کیا کرتی تھی، اطروش حسنی کے ساتھ ماکان بن کالی بادشاہ دیلم نے خروج کیا تھا، مرداویج اور بنو بویہ انہیں کے ہواخواہوں سے تھے۔ انہیں دیلمیوں کے اعزہ و اقارب انکی فوج کے سپہ سالار اور سپاہی ہوتے تھے جو بلحاظ اپنے قوم کی دیلم کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے واللہ یخلق ما یشاء۔

حسین بن علی کی اولاد ذکور سے جو کہ زمانہ حکومت یزید بن معاویہ مقام کربلا میں شہید کئے گئے تھے صرف ایک یادگار نسل "علی" ملقب زین العابدین باقی رہ گئے تھے علی زین العابدین کے چار لڑکے ہوئے محمد ملقب بہ باقر، عبداللہ ارقط، عمر، اور حسین اعرج۔

عبداللہ ارقط کی نسل سے حسین کوکبی بن احمد بن محمد بن اسمعیل بن احمد بن عبداللہ ارقط تھا حسین کوکبی، حسن اطروش بن علی قائم بن حسن بن علی بن عمر کے سپہ سالاروں سے تھا اسنے سرزمین طالقان عہد خلافت معتصم میں حکومت و سلطنت کی بنا ڈالی تھی پھر خونریزی کے خوف سے روپوش ہوگیا تھا اور اسی حالت روپوشی میں وفات پائی، معتزلی مذہب تھا،

اطروش کے ہاتھ پر دیلم کا گروہ اسلام لایا تھا۔

اطروش کا نام حسن تھا علی بن حسن بن علی بن عمر کا بیٹا تھا۔ ادیب اور فاضل تھا اس نے اپنے مذہب کو خوب بنوارا طبرستان پر حکمرانی کی۔ ۳۰۴ھ میں رہگرائے ملک بقا ہوا اسکے بعد اسکا بھائی محمد حکمرانی کرنے لگا، جب یہ بھی مرگیا تو حسین بن محمد بن علی جو اسکے بھائی کا بیٹا تھا کرسی حکومت پر جلوہ افروز ہوا ۳۱۶ھ میں نصر بن احمد بن اسماعیل بن احمد بن نوح بن اسد سامانی والی خراسان کی جنگ میں مارا گیا۔

حسین اعرج کی اولاد سے حسین بہرج بن زین العابدین بن عبداللہ عقیقی بن حسین اعرج تھا" عبداللہ عقیقی کی نسل سے حسین بن محمد بن جعفر بن عبداللہ عقیقی گذرا ہے جسکی زندگانی کا خاتمہ حسن بن زید والی طبرستان کے ہاتھوں ہوا اسی خاندان سے جعفر بن عبداللہ بن حسین اعرج تھا جسکو اسکے گروہ والے "حجۃ اللہ" سے موسوم کرتے تھے اسکی آئندہ نسل سے ملقب یہ مسلم ایک شخص تھا جو زمانہ حکومت کافور میں مصر کے امور سیاسی کا ناظم و منصرم گذرا ہے مسلم کا نام محمد بن عبداللہ بن طاہر بن یحییٰ محدث بن حسین بن جعفر حجۃ اللہ تھا مسلم کے بیٹے طاہر کی نسل سے اس زمانہ کے امراء مدینہ منورہ بنو جماز بن ہبتہ اللہ بن جماز بن منصور بن جماز بن شیخہ بن ہاشم بن قاسم بن مہنی اور مہنی بن مہنی بن داؤد بن قاسم برادر مسلم اور عمر و طاہر ہیں۔

ابن سعید کا یہ خیال ہے کہ بنی جماز بن شیخہ امراء مدینہ منورہ عیسیٰ بن زید شہید کی اولاد سے ہیں۔ یہ امر قابل قبول نہیں ہے۔

حسین اعرج کی اولاد سے زید بھی تھے جنہوں نے کوفہ میں ہشام بن عبدالملک کے خلاف ۱۲۱ھ میں خروج کیا تھا اور وہیں مارے گئے تھے بعد ازاں ۱۲۵ھ میں انکے بیٹے یحییٰ نے خراسان میں علم مخالفت بلند کیا اور انکی بھی زندگانی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بعض اوقات صاحب الزنج اپنے کو لیسا انکی طرف منسوب کرتا ہے اور اوسکا بھائی عیسیٰ بن زید، جسنے اوائل زمانہ خلافت منصور میں منصور سے معرکہ آرائی کی، حسین ہی کی اولاد سے شمار کیا جاتا ہے

جنکی نسل سے یحییٰ بن عمر بن یحییٰ تھا جس نے عہد حکومت مستعین میں کوفہ میں امارت کی بنا، قائم کی تھی اسکے خیالات، صحابہ کے بابت اچھے اور قابل تحسین تھے۔ اسکی طرف وہ عمری منسوب کیے جاتے ہیں جو کہ بغداد میں سلطان کی جانب سے دیلم کے مستولی ہونیکے زمانہ میں کوفہ پر متغلب و متصرف ہوئے تھے، علی بن زید بن حسین بن زید نے کوفہ میں بنا، حکومت قائم کی تھی پھر صاحب الزنج کے پاس بصرہ بھاگ گئے اس نے اُسکو قتل کرکے اُس لونڈی کو گھر میں ڈال لیا جسکو انہوں نے بصرہ سے گرفتار کیا تھا۔

محمد ملقب بہ باقر بن زین العابدین کی اولاد سے عبداللہ افطح اور جعفر صادق تھے، عبداللہ افطح کے گروہ والے عبداللہ افطح کی امامت کے قایل تھے اسی کی گروہ سے زرارہ بن اعین کوفی تھا۔ زرارہ نے کوفہ سے نکل کر مدینہ منورہ میں جاکے قیام کیا تھا اہل مدینہ نے زرارہ سے چند مسائل فقہیہ دریافت کیے تھے جسکا جواب اس سے نہ بن پڑا انلوگوں نے عبداللہ افطح کی امامت کے اعتقاد سے رجوع کرلیا اس وجہ سے افطحیہ کی امامت کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

ابن حزم کا خیال ہے کہ عبیدیین، ملوک مصر اسکی طرف نسباً منسوب کیے جاتے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

جعفر صادق کے لڑکوں سے اسماعیل، امام موسیٰ کاظم اور محمد دیباجہ تھا محمد دیباجہ نے زمانہ خلافت مامون میں مکہ معظمہ میں خروج کیا اہل حجاز نے اسکی خلافت و امارت کی بیعت کی پھر جسوقت معتصم حج کو آیا تو انکو گرفتار کرکے مامون کی خدمت میں بغداد لایا۔ مامون نے اسکی خطا معاف کردی تھی۔ محمد دیباجہ نے ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔ باقی رہے اسماعیل اور موسیٰ کاظم۔ انہیں پر اور انہیں سے شیعہ میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ موسیٰ کاظم کا حلیہ بدویوں سے زیادہ ملتا جلتا اور رنگ مائل بہ سیاہی تھا۔ رشید انکی بہت عزت کرتا تھا اور انکے معاملات میں لوگوں کے کہنے سننے پر مکان ترکھتا تھا جیسا کہ تم اوپر

پڑھ آئے ہو انہیں کی آیندہ نسل سے بقیہ ایمہ اثنا عشر ہیں جنکی امامت کا فرقہ امامیہ عہد خلافت علی ابن ابی طالب وصی سے قائل ہے۔

علیؑ ابن ابی طالب نے ۳۵ھ میں جام شہادت نوش فرمایا بعد ان کے انکے بیٹے حسنؑ امامت کی کرسی پر متمکن ہوئے انکی وفات ۴۵ھ میں ہوئی پھر انکے بھائی حسین امام ہوئے انکی شہادت ۶۱ھ میں ہوئی بعدہ انکے بیٹے علی زین العابدین امامت کے عہدہ سے

لہ مورخ ابن خلدون نے اس مقام پر شیعوں کے ایمہ اثنا عشر کی ترتیب اور ان کے زمانہ وفات کو تحریر کیا ہے ولادت کے زمانہ سے کچھ تعرض نہیں کیا۔ میں اس کمی کو او کتب تواریخ سے پورا کرتا ہوں وہو ہوا (sic) ہذا۔ حسنؑ کی ولادت مدینہ منورہ میں نصف رمضان ۳ھ میں ہوئی تقریبًا چالیس برس کی عمر پائی۔ حسینؑ بھی مدینہ منورہ میں ہجرت کے چوتھے سال شعبان کی پانچویں تاریخ کو پیدا ہوئے تقریبًا ساون مرحلے عمر کے طے کیے۔ علیؑ زین العابدین بھی مدینہ منورہ میں علی ابن ابی طالب کے زمانہ حیات میں شہادت کے دو برس پہلے ۳۳ھ میں پیدا ہوئے تقریبًا ساون برس کی عمر پائی۔ محمدؑ باقر تین برس قبل شہادت حسین ابن علی مدینہ منورہ میں ۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ تقریبًا اٹھاون سال کی عمر پائی۔ جعفرؑ صادق کی ولادت ۸۳ھ مدینہ منورہ میں ہوئی انکی ماں کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد ابن ابی بکر صدیق تھا۔ ترسٹھ مرحلے عمر کے طے کیے۔ موسیٰؑ کاظم مقام ابوا ر ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے انکی ماں کا نام حمیدہ بربریہ تھا۔ انہوں نے پچپن برس کی عمر پائی۔ انکے سینتیس لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔ علیؑ رضا کی ۱۴۸ھ میں ولادت مقام مدینہ منورہ میں ہوئی پچپن برس کی عمر پائی طوس میں مدفون ہوئے۔ محمدؑ ملقب بہ جواد مدینہ منورہ میں ۱۰ رمضان ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے پچیس برس زندہ رہے بغداد میں مدفون ہوئے۔ علیؑ ہادی ۲۱۴ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے چالیس مرحلے عمر کے طے کیے۔ حسنؑ عسکری ۲۳۲ھ مقام مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اٹھائیس برس کی عمر پائی اور سر من رای میں مدفون ہوئے۔ بارہویں امام محمد ملقب بہ مہدی ہیں کہا جاتا ہے کہ انکی عمر بوقت وفات انکے باپ حسن عسکری کے پانچ برس کی تھی اپنی ماں کے ساتھ سرداب میں داخل ہوئے اور غائب ہوگئے۔

ہذا عند الشیعۃ انتہی ملخصًا من تاریخ ابی الفداء و سبائک الذہب والمعارف لابن قتیبہ ۱۲

سرفراز کئے گئے انہوں نے ۹۴ھ میں وفات پائی انکی وفات کے بعد محمد بن علی زین العابدین ملقب بہ باقر امام ہوئے انہوں نے ۱۱۶ھ میں انتقال کیا بعدہ انکے بیٹے جعفر صادق نے امامت کی ۱۴۸ھ میں یہ جان بحق تسلیم ہوئے بعدازاں انکے بیٹے موسیٰ کاظم کو امامت دی گئی۔ انکی وفات ۱۸۳ھ میں ہوئی۔ شیعوں کے نزدیک یہ ساتویں امام ہیں بعد انکے ان کے بیٹے علی رضا منصب امامت سے ممتاز ہوئے ۲۰۳ھ میں انہوں نے وفات پائی پھر ان کے بیٹے محمد ملقب بہ جواد امام ہوئے انہوں نے ۲۲۰ھ میں انتقال کیا۔ پھر ان کے بیٹے علی معروف بہ ہادی نے امامت کی انکا انتقال ۲۵۴ھ میں ہوا بعد انکے ان کے بیٹے حسن عسکری کو امامت ملی انہوں نے ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ پھر انکے بیٹے محمد ملقب بہ مہدی عہدہ امامت سے سرفراز کئے گئے۔ یہ شیعوں کے بارہویں امام ہیں انکے حالات تم اوپر پڑھ آئے ہو

موسیٰ کاظم کی اولاد سے سوائے ائمہ کے ابراہیم مرتضیٰ نامی ایک شخص گذرا ہے جسکو محمد بن طباطبا اور ابوالسرایا نے یمن کی سندحکومت دی تھی پس ابراہیم یمن گیا اور وہیں پر زمانہ خلافت مامون میں ٹھیرا ہوا خونریزی کرتا رہا تا آنکہ کثرت خونریزی سے لوگوں نے اسکو "جزّار" کا لقب دیا اس نے اپنی امامت کا اظہار اور حکومت وسلطنت کا دعویٰ کیا تھا جب کہ خلیفہ مامون نے اسکے بھائی علی رضا کی ولی عہدی کا اعلان کیا تھا اعلان کو زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ خلیفہ مامون انکے قتل سے متہم کیا گیا جزار نے علم مخالفت بلند کیا اور حکومت وسلطنت کا دعویدار ہوا۔ پس مامون نے جنگ فاطمیین پر یمن میں محمد بن زیاد بن ابی سفیان کو مامور کیا چونکہ ان لوگوں میں باہم عداوت وبغض تھا اسوجہ سے محمد بن زیاد نے نہایت مستعدی سے اس مہم کو سر کیا فاطمیوں پر متعدد حملے کئے۔ انکے ہواخواہوں اور گروہ والوں کو قتل کیا اور انکی جماعت کو تتر بتر کر دیا

ابراہیم مرتضیٰ کی اولاد سے موسیٰ بن ابراہیم شریف رضی اور مرتضیٰ کا دادا تھا ہر ایک کا نام علی بن حسین بن محمد بن موسیٰ بن ابراہیم تھا۔

موسیٰ کاظم کی اولاد سے زید بھی تھا اس کو ابوالسرایا نے اہواز کی حکومت پر مامور کیا

تھا چنانچہ زید بصرہ گیا اور اسپر حکمرانی کرتا رہا عباسیوں کے مکانات کو جو وہاں تھے جلوا کے خاک و سیاہ کردیا اسی مناسبت سے یہ "زید النار" کے نام سے موسوم ہوا۔ اسکی نسل سے زید الجنتہ بن محمد بن زید بن حسن بن زید النار تھا یہ اس خاندان کا نامور فاضل اور صالح تر شخص تھا یہ زمانہ حکومت متوکل میں بغداد بھیجا گیا متوکل نے اسکو ابن ابی داود کے سپرد کردیا۔ ابن ابی داود نے اسکی زمائش کی امتحان میں کامل نکلا تب ابن ابی داود کی شہادت پر متوکل نے اسکو رہا کردیا موسیٰ کاظم ہی کی اولاد سے اسماعیل بھی تھا اس کو بھی ابوالسرا نے فارس کی حکومت دی تھی

جعفر صادق کی نسل سے علاوہ ائمہ کے محمد و علی پسران حسین بن جعفر تھے جنہوں نے ۲۷۱ھ میں حکومت و سلطنت کی بنا مدینہ منورہ میں ڈالی بہت بڑی خونریزی کی لوگوں کے مال و اسباب لوٹ لئے جعفر بن ابی طالب کی اولاد کو جی کھولکر پائمال کیا مہینوں مدینہ منورہ میں نہ جمعہ ہوا نہ جماعت کی نماز ہوئی۔

اسماعیل امام کی نسل سے عبیدیین خلفاء قیروان و مصر یعنی بنو عبید اللہ مہدی بن محمد بن جعفر بن محمد بن جعفر بن محمد بن اسمعیل تھے جنکا ذکر اوپر ہو چکا، جو لوگ انکی نسب میں رد و قدح یا اختلاف کرتے ہیں وہ ازسرتاپا قابل التفات نہیں ہے یہ نہایت صحیح ہے جو ہمنے تحریر کیا ہے۔

ابن حزم نے لکھا ہے کہ یہ لوگ حسن بن بغیض عم عبید اللہ مہدی کی اولاد سے ہیں ابن حزم کہتا ہے کہ یہ عبیدیوں کا دعویٰ ہے جسکی واقفیت کچھ نہیں ہے۔

محمد بن حنفیہ کے لڑکوں سے عبداللہ بن عباس اور اسکا بھائی علی بن محمد اور اسکا بیٹا حسن بن علی بن محمد تھا۔ شیعہ انکی امامت کے بھی قائل ہیں۔ خلیفہ مامون کے عہد خلافت میں اولاد علی بن محمد کے سوا عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب نے بھی خروج کیا تھا۔

جعفر بن ابی طالب کی نسل سے عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب تھا جسکی فارس میں حکومت تھی کوفہ میں اسکی خلافت و امارت کی بیعت لی گئی، بعض ہوا خواہان عسلویہ سنے یہ چاہا تھا کہ عنان حکومت و سلطنت اسکے قبضہ میں دیدی جائے لیکن ابو مسلم

نے اس سے مخالفت کی۔ انکے گروہ والے انکے آنے کا انتظار کرتے ہیں اور بذریعہ وصیت ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ اسکو خلافت وامارت کا مستحق سمجھتے ہیں یہ فاسق تھا اور معاویہ اسکا بیٹا شرف وفسق میں اپنے باپ کا نظیر تھا' طالبیوں کے انساب اور حالات تمام ہوئے اب ہم بنی امیہ کے حالات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اندلس میں علم خلافت عباسیہ کے مدمقابل تھے بعد اسکے ہم عرب کی اُن دولتوں ترک' یمن' جزیرہ' شام' عراق' مغرب کے حالات کے لکھنے کی طرف اپنی توجہ مبذول کرینگے جو علم خلافت عباسیہ کی ماتحت اور انکی نام لیوا تھیں' مگر اس سے علیحدہ اور جداتھیں واللہ المستعان۔

(مترجم) ایک زمانہ دراز سے تم ان اوراق کو نہایت صبر واستقلال سے پڑھتے چلے آتے ہو اور بظاہر روکھے سوکھے مضامین کے سوا چٹپٹے پھڑکتے ہوئے جملے تم نے نہ دیکھے اور نہ سنے ہونگے تم نے انہیں اوراق میں اسلام اور اسلامیوں کی جیتی جاگتی چلتی پھرتی تصویریں دیکھی ہیں اور پھر انہیں صفحات میں تمنے انکے انحطاط کی صورتوں کو بھی تنزل کے گوشہ میں سر بگریبان بیٹھی ہوئی یا حیران وسرگردان ملاحظہ کیا ہوگا۔ اس سے تمہارے دماغ میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ آخر یہ کیوں ہوا؟ مگر ذرا تم سوچو گے تو تمہارا ذہن' تمہارا دل' خود یہ جواب فوراً دے دیگا کہ اسلامیوں کی بربادی اس وجہ سے ہوئی کہ ان لوگوں نے احکام قرآنی پر نظر نہ رکھا اور آپس کی خانہ جنگیوں' باہمی نزاعات' بیجا خواہشات حکمرانی اور تکبر و بیجا فخر انساب و ہمچو من دیگرے نیست میں مبتلا ہو گئے تھے۔

خلافت راشدہ اسلامیہ کے تیسرے دور کے آخر میں امیر المومنین عثمانؓ بن عفان کی شہادت کا واقعہ اگرچہ سوائے بلوایان مصر کبار صحابہ سے کوئی اس میں شریک نہیں ہوا تھا تاہم اسلام اور اسلامیوں کے نقصان عظیم ہو جانیکے لئے کم نہ تھا مگر اس زخم کا فوری علاج یوں ہو گیا کہ امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالب بمشورہ ارباب حل وعقد وکبار صحابہ سریر خلافت پر جلوہ آرا ہو گئے۔ نظام حکومت درست ہونے پایا تھا کہ اسی بیچ میں غیر متوقع واقعہ شہادت خلیفہ

مظلوم نے اپنے کو جنگ جمل کے سانچے میں ڈھال لیا۔ طلحہ، زبیر اور ام المومنین عائشہ ایک فریق ہوئیں اور امیر المومنین علی ایک فریق ہوئے۔ لگانے بجھانے والوں اور قاتلین عثمان نے دونوں فریق کو لڑا کے اپنے کو قصاص خون خلیفہ مقتول سے بچا لیا۔ اس جنگ میں فریق اول کی شکست ہوئی۔ امیر المومنین علی نے ام المومنین عائشہ کو بعزت و احترام میدان سے واپس کیا اور خود کوفہ میں پہنچ کے نظم و نسق میں مصروف ہوئے۔ خواہان قصاص خون عثمان کے دل واقعہ شہادت متذکرہ بالا سے بھرائے ہوئے تو پہلے سے تھے امیر المومنین علی کے عزل و نصب نے انکے حق میں سونے میں سہاگہ کا کام دیدیا اور جنگ صفین کی بنیاد پڑ گئی۔ اسمیں ایک فریق امیر معاویہ والی شام تھے، دوسرے فریق وہی امیر المومنین علی۔ فریق کی قوتیں اس لڑائی کی نذر ہوگئیں آخر کار قدرتی طور پر یہ طے پایا کہ عرب اور عراق کی زمام حکومت امیر المومنین علی کے قبضہ اقتدار میں رہی اور شام پر امیر معاویہ حکمراں رہے۔ اس سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ آخری دو چار میں خلافت میں متحدہ قوت اسلام کی دو قوتوں میں منقسم ہو جانے سے مسلمانوں کی قوت کو کسقدر نقصان پہونچا ہوگا اور وہ قوت جو اسلام کو خلافت کے دور سابقہ میں حاصل تھی کہاں تک زائل ہوگئی ہوگی اسی جنگ کے خاتمہ پر جنگ نہرواں کی بنا پڑتی ہے اور امیر المومنین علی کو اسمیں مصروف و مشغول ہونا پڑتا ہے اس سے خلافت کی رہی سہی قوت ٹوٹ جاتی ہے یہی واقعات تھے جنکی وجہ سے آخری دور خلافت چارمی میں اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنیکا موقع نہیں ملا اور ساری قوت آپسکے جھگڑوں، باہمی نزاعات اور رفع بغاوت میں صرف ہوگئی۔

تا آنکہ امیر المومنین علی کا زمانہ شہادت قریب آگیا اور بعد شہادت جناب موصوف لوگوں نے آپکے بیٹے حسنؓ کے ہاتھ پر خلافت و امارت کی بیعت کی، یہ بھی ایک صورت اجتماع اور شورش کی تھی۔ حسنؓ نے سریر خلافت پر متمکن ہوتے ہی اس امر کا احساس کر کے کہ ممالک اسلامیہ میں دو حکومتوں کے قائم ہونے یا رہنے سے اسلام کو بجائے فائدہ

کے نقصان اور بعوض ترقی کے تنزل ہوگی نہایت دانائی اور انجام بینی سے اس امر کو پیش نظر کر کے کہ خلافت راشدہ کا دور بموجب ارشاد نبوی صلعم تیس[1] برس رہے گا، حکومت و امارت امیر معاویہ کو سپرد کر دی اور آپ مدینہ منورہ میں جاکے عزلت گزیں ہوگئے کسی ہوا پرست کا یہ خیال کرنا کہ حسنؓ ابن علیؓ نے بزدلی یا سستی و کاہلی سے چھوڑ دی نہایت حماقت و بلے دیتی ہے اس امر نے ادہر رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی اس[1] پیشینگوئی کو جو کہ آپ نے عہد طفلی حسن بن علی میں کی تھی سچ کر دکھایا اُدہر شیعان علی نے ہمیشہ کے لئے اسی وجہ سے انکے خاندان کو منصب امامت سے محروم کر دیا ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

امیر معاویہؓ اس عام الجماعت کے بعد کل ممالک اسلامیہ پر بلا کسی شریک اور سہیم کے حکمرانی کرنے لگے یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگوں نے نبوت اور فیوض و برکات صحبت رسالت مآب کو بھلا دیا تھا قومی حمیت، عصبیت اور جنبہ داری میں مبتلا ہوگئے تھے۔ معاویہ ایک مدت دراز حکومت کر کے انتقال کر گئے انہوں نے انتقال سے چند دنوں پیشتر اپنے بیٹے یزید کو ولیعہد بنایا اسلام میں یہ پہلی نظیر تھی جس سے انتخابی اور جمہوری حکومت برخاست ہوتی ہے اور شخصی حکومت کی بنا قائم ہوتی ہے ورنہ اس سے پیشتر انتخاب اور اجماع اہل شوریٰ سے منصب امارت

---

[1] عن ابی بکرۃ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر والحسن بن علی الی جنبہ وھو یقبل علی الناس مرۃ وعلیہ اخری ویقول ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمین من المسلمین رواہ البخاری

ترجمہ ابی بکرۃ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور حسن بن علی آپ کے پہلو میں تھے گاہے آدمیوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور گاہے حسن کی طرف اور یہ فرماتے جاتے تھے میرا یہ بیٹا سردار ہے اور یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہ عظیم میں مصالحت کرا دیگا۔ روایت کی اسکی بخاری نے مشکوۃ شریف صفحہ ۵۶۹ مطبوعہ اصح المطابع لکھنؤ۔

وخلافت دیا جاتا تھا۔ اگرچہ امیر معاویہ خود بھی انتخاباً واجماعاً خلیفہ وامیر نہیں بنائے گئے تھے مگر انہوں نے بہ تقاضائے فطرت وجبلت جبکہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو چلا تھا بوجہ عصبیت اپنی قوم اور نیز کل عرب اور کل مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کر لیا جیسا کہ ہر بادشاہ اپنی قوم کو بوجہ عصبیت اپنی جانب مائل کر لیتا ہے۔

اس وقت تک جسقدر لڑائیاں ہوئیں وہ محدود اور شخصی تھیں اسکا اثر اسی وقت تک رہا جب تک کہ وہ قائم رہیں یزید کے زمانہ حکومت میں ایک ایسا واقعہ پیش آجاتا ہے کہ جس سے اسلام میں گروہ بندیاں شروع ہو جاتی ہیں اگرچہ گروہ بندیوں کا سلسلہ آخری دور خلافت خلیفہ ثالث سے شروع ہو جاتا ہے لیکن وہ ایسا وقیع نہیں ہے کہ جسکی طرف توجہ کیجائے یزید کے زمانہ حکومت میں کوفیوں کی تحریک واصرار پر جو اپنے کو شیعان علی سے تعبیر کرتے تھے حسین ابن علی نے پہلے پسران مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا اور جب کوفہ کے شیعان علی نے انکے ہاتھ پر حسین بن علی کی بیعت کر لی تو آپ نے بھی یہ خبر پا کے کوفہ کی طرف کوچ کیا ادھر حکومت کا دباؤ پڑنے سے کوفہ والوں نے جنہوں نے ابنائے مسلم کے ہاتھ پر حسین ابن علی کی بیعت کی تھی پسران مسلم کو حکومت کے حوالہ کر دیا اور وہ شہید کر ڈالے گئے اُدھر حسین ابن علی کوچ وقیام کرتے ہوئے قریب کوفہ پہونچ گئے۔ یزید نے ملکی مصلحت کے خیال سے اپنے امرائے لشکر اور نیز گورنر کوفہ کو اس امر کے روک تھام پر مامور کیا۔ اس جدوجہد میں لشکر شام کو کامیابی حاصل ہوئی اور کوفہ والے جنہوں نے خطوط لکھکر بیعت کر کے بلوایا تھا اور پسران مسلم کے ہاتھ پر آپکی بیعت بھی کر لی تھی اپنے مطلوبہ امام کو لشکر شام کے حوالہ کر کے تماشائے جنگ دیکھتے رہ گئے۔ اس موقع پر میں اس امر کو ظاہر کیا چاہتا ہوں کہ اہل کوفہ جنہوں نے خطوط لکھے تھے شیعان علی سے تھے اور انکے تبع تھے۔ شام والے شاہی ملازم تھے اور انکا مذہب میرے نزدیک نہ شیعہ تھا نہ سنی بلکہ وہ حکومت کا مذہب رکھتے تھے۔ حکومت کا مذہب کیا تھا؟ مصالح ملکی انتظام سلطنت

اور حکمرانی۔ اس واقعہ کے ختم ہونے پر واقعہ حرہ پیش آیا۔ یہ بھی منجملہ اور واقعات جانخراش کے ایک واقعہ تھا جسکے بعد یزید مرگیا۔ اسکا بیٹا معاویہ بن یزید بن معاویہ تخت نشین ہوا چالیس روز یا کچھ کم و زیادہ حکومت کرکے امارت سے دستکش ہوگیا۔ اہل حجاز یمن عراق اور خراسان نے بلا جد و جہد عبداللہ بن زبیر کی امارت کی بیعت کرلی۔ ملک شام اور مصر والے تقرر امیر میں پس و پیش کر رہے تھے کہ مروان بن الحکم جو ایک مدت سے ایسے مواقع کا منتظر اور حکومت و سلطنت کا خواہش مند تھا بحکمت عملی ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے لگا اسکو اور اسکے آیندہ نسلوں کو اپنی کوششوں میں کامیابی ہوئی اور عبداللہ بن زبیر کی زندگانی کا ناکامی کے ساتھ خاتمہ ہوگیا عبداللہ بن زبیر کی بیعت امارت اگر بغور دیکھا جائے تو باجماع و شوریٰ ہوسکتی ہے نہ کہ مروان بن الحکم کی۔

بہرکیف اب وہ زمانہ آگیا تھا کہ مروانیوں کی خوش اقبالی کا پھریرہ کامیابی کی ہوا میں لہرا رہا تھا۔ ادھر دعویداران امارت و حکومت درپردہ ریشہ دوانیاں کر رہے تھے اُدھر گاہے خوارج خروج کرتے نظر آتے تھے اور گاہے[۱] شیعان و محبان علی خون حسین کے قصاص لینے کو اٹھ کھڑے ہوتے تھے تاہم کچھ نہ کچھ جہاد کا سلسلہ قائم و جاری رہا۔ سندھ، کاشغر، چین اور اندلس وسیعہ عظمیٰ وغیرہا ممالک مفتوح ہوئے۔

سنہ ۱ھ سے دعویداران سلطنت اور خواہشمندان حکومت کا ایک جدید گروہ پیدا ہوجاتا ہے جسمیں عباسی اور علوی حکومت و سرداری کا جھنڈا لئے ہوئے نظر آتے ہیں اور ان لوگوں کو جنہوں نے بزور و غلبہ یا بحکمت عملی حکومت حاصل کرلی تھی حکومت کی کرسی سے اُتارا چاہتے ہیں عباسیوں کو اس ریشہ دوانی میں رفتہ رفتہ سنہ ۱۳۲ھ میں کامیابی حاصل ہوجاتی ہے اور علویہ جو قافلہ سالار تھے پیچھے رہجاتے ہیں۔ مروان بن

---

[۱] بعد وفات یزید و بیعت مروان بن الحکم سلیمان بن صرد۔ مختار بن ابی عبید وغیرہم نے بطلب خون حسین خروج کیا تھا دیکھو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد ہ صفحہ ا

محمد آخری تاجدار بنو امیہ مارا جاتا ہے اور ابو العباس سفاح حکومت و سلطنت کی عبا پہنے ہوئے کرسی امارت پر متمکن نظر آتا ہے کاش یہ دعویداران سلطنت و خواہشمندان حکومت اپنی ذاتی منفعت یا حصول ثروت و دولت کی قوت کو ممالک اجنبیہ پر قبضہ و تصرف حاصل کرنے میں صرف کرتے اور ان ممالک میں آتش جنگ مشتعل نہ کرتے جہاں کہ اسلام کے نام لیوا حکومت کر رہے تھے تو آج دنیا میں اسلام ہی اسلام نظر آتا۔

اس وقت سے دوبارہ اسلام کی زمام حکومت مختلف خاندانوں کے قبضہ اقتدار میں چلے جاتے ہے ایک عباسیہ جو بنو امیہ کو کرسی حکومت سے اُتار کے خود متمکن ہو جاتے ہیں دوسرے بنو امیہ کی وہ پچھلی نسلیں جو عباسیہ کے ظلم کے ہاتھوں سے بچکر اندلس بھاگ جاتی ہیں اور وہاں پہنچ کر اپنی حکومت و امارت کی جدید بنیاد قائم کرتی ہے۔

بنو امیہ کی حکومت، اِن ممالک سے منقرض ہونے پر ان کے گورنران صوبجات بکرات و مرات سر اُٹھاتے ہیں مگر حکومت و سلطنت اُنکا سر کچل دیتی ہے غرض اسطرح سے آہستہ آہستہ بنو عباس کی حکومت کا سکہ ممالک اسلامیہ میں چلنے لگتا ہے اسکے تھوڑے دنوں بعد، اہل بیت علویہ نے خلفاء عباسیہ سے منازعت و مخاصمت پیدا کی۔ اور یہ خیال جما کر کہ ہم مستحق خلافت و امارت ہیں اپنی امارت و حکومت کی بنا قائم کرنے لگے۔ گھڑی بلا کو کون ٹال سکتا ہے انہوں نے بھی چند دنوں میں بسعی و کوشش ممالک بعیدہ اسلامیہ پر قبضہ و تصرف حاصل کر لیا اور المغرب الاقصےٰ، قیروان اور مصر وغیرہ وغیرہ ملکوں میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ یہ ممالک کس کے تھے؟ مسلمانوں کے! کس نے قبضہ کیا؟ وہی اسلام کے دعویداروں نے! یہ کیوں؟ محض اس دعویٰ سے کہ ہم امارت و خلافت کے مستحق ہیں، ہم ہاشمی ہیں، ہم علوی۔ ہمارے جد امجد کے حق میں امامت و امارت کی وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے تھے، حالانکہ ارباب نقل و روایات اس سے انکار کرتے ہیں۔

افسوس ہے کہ ان لوگوں نے احکام و ارشادات قرآنی کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو نسیاً منسیاً کر رکھا تھا۔ مسلمانوں کی خونریزی کو بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھ لیا تھا۔ مذہب و ملت کو حکومت و سلطنت سے جدا کر دیا تھا۔ بیجا خواہشات حکمرانی اور تفاخر بالانساب نے اسلام اور اسلامیوں کی بیخکنی اور اپنے ہوا و ہوس کے پودھوں کے نشوونما میں اپنی قوتوں کو صرف کر رہے تھے۔ یہی اسباب تھے جن سے علم خلافت اسلامیہ آخر کار سرنگوں ہو گیا اور اسکا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔

حکومت اسلامیہ کی تنزلی کے اسباب میں سے ایک بڑا اور قوی سبب یہ بھی ہوا کہ تاجدار خلافت کی سستی و کاہلی یا عدم خبرت کی وجہ سے حکومت و سلطنت کے بہت سے ٹکڑے ہو گئے تھے، چھوٹی چھوٹی متعدد سلطنتیں قائم ہو گئیں تھیں آئے دن دعویداران حکومت و سلطنت، علم حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ بسا اوقات وزراء، امراء، محلسراؤں کے خواجہ سرا اور لونڈی غلام خلافت مآب پر مستولی ہو جاتے تھے اور وہی امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کے مالک ہوتے تھے اجنبیوں اور عجمیوں کا دخل اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ ہر صیغہ کے مالک یہی تھے سرزمین عرب کے پرزے بالکل نکمے اور ناکارہ تسلیم کر لئے گئے تھے۔ ہمارے اس دعویٰ کی علاوہ اور ماسبق واقعات کے ابن علقمی وزیر السلطنت، اور خلیفہ مستعصم کا واقعہ، کافی طور سے شہادت دے رہا ہے۔ اگر مسلمانوں کا ہر فرد اپنے کو اسلام کا جانباز سپاہی اور ہر جانباز سپاہی اپنے کو امیر و خلیفہ سمجھتا اور اُن اصول کے مسلمان پابند رہتے جنکو شارع اور انکے متبعین خلفاء نے جاری و قائم کیا تھا۔ جیسا کہ دور خلافت راشدہ میں تھا تو اسلام کو اس روز بد کے دیکھنے کی نوبت نہ آتی۔ اور نہ اسلامیوں کی حکومت زوال پذیر ہوتی، یہی اصول تھے جنکے ترک کرنے سے اسلام اور اسلامیوں پہ ضعف اور کمزوری

طاری ہوئی اور غیر اقوام نے انکی پابندی سے کامیابی حاصل کی۔
اس قدر تحریر کرنیکے بعد ہم اُن لوگوں کی اجمالی فہرست درج ذیل کرتے ہیں جنہوں نے عہد خلافت عباسیہ میں بدعویداری امارت و امامت علم مخالفت بلند کیا تھا اور حکومت و سلطنت اسلامیہ کی بربادی کے باعث ہوئے۔

زمانہ خروج	مقام خروج	نام	کیفیت
۱۳۵ھ عہد خلافت منصور	حران	عبداللہ بن علی عباسی	نوبت امارت نہیں آئی ۱۴۹ھ میں مارے گئے
۱۴۵ھ عہدہ خلافت منصور عباسی	مدینہ منورہ	محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب الملقب بہ مہدی و نفس زکیہ	۱۴۵ھ میں مارے گئے
ایضاً	بصرہ	ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب	بصرہ اور اہواز میں چندے حکومت کی
۱۶۹ھ عہد خلافت ہادی	مدینہ منورہ	حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط	قتل کیے گئے۔ نوبت امارت نہیں آئی
۱۷۲ھ عہد خلافت ہارون الرشید	دیلم	یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسین سبط	فضل برمکی کی عاقلانہ تدبیر سے مصالحت ہوگئی تھی
۱۹۵ھ	دمشق	علی بن عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ	

زمانہ خروج	مقام خروج	نام	کیفیت
عہد خلافت مامون ۱۹۵ھ		سفیانی اموی	
عہد خلافت مامون	کوفہ	محمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسین علوی معروف بہ طباطبا	اسکے مرجانے پر اسکا غلام ابوالسرایا شاہی لشکر سے لڑتا رہا متعدد لڑائیاں ہوئیں
۲۰۰ھ	مکہ	محمد بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین	
۲۱۹ھ یا اس سے کچھ پہلے عہد خلافت معتصم	طالقان	محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن زین العابدین	گرفتار ہو کر بغداد بھیجے گئے پھر جیل سے نکل بھاگے تھے
عہد خلافت معتصم	بغداد	عباس بن مامون	نوبت خروج نہیں آئی صرف بیعت کی گئی تھی
۲۲۷ھ عہد خلافت واثق	اطراف فلسطین	ابو حرب یمانی ملقب بہ مبرقع اموی ہونے کا مدعی تھا	
۲۵۰ھ عہد خلافت مستعین	کوفہ	یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید شہید علوی	۲۵۰ھ میں مارے گئے
۲۵۹ھ عہد خلافت معتمد	مصر	ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن محمد بن حنفیہ علوی معروف بہ ابن صوفی	بلاد صعید کے چند قصبات پر قبضہ حاصل کر لیا تھا

زمانہ خروج	مقام خروج	نام	کیفیت
معتمد	کوفہ	علی بن زید علوی	کوفہ پر قبضہ کر لیا تھا
ایضاً	رے	حسین بن زید علوی	۲۶۰ھ میں مارا گیا۔ رے پر قابض ہو گیا تھا موسیٰ بن بغا سے اور اس سے لڑائی ہوئی
۳۰۱ھ یا اس سے کچھ دنوں پیشتر عہد خلافت مقتدر	طبرستان و دیلم	حسن بن علی بن حسین بن علی بن عمر بن زین العابدین معروف بہ اطروش	صوبہ طبرستان وغیرہ پر قابض ہو گیا تھا۔

یہ اجمالی فہرست ان لوگوں کی تھی جنھوں نے وقتاً فوقتاً امارت وحکومت حاصل کرنے کی غرض سے خروج کیا تھا مگر بہت ہی جلد حکومت کی طرف سے انکا استیصال ہو گیا تھا اگر انتقاط و انتخاب میں میری نظر نے غلطی کی ہو اور کچھ لوگ اس فہرست میں شامل کرنے سے باقی رہ گئے ہوں تو مجھے امید ہے کہ تم معاف کرو گے۔ باقی رہ گئے وہ لوگ جنہوں نے خلافت عباسیہ سے علیحدہ اپنی اپنی حکومت قائم کر لی تھی انکو میں نے فہرست میں شامل نہیں کیا۔ علامہ مورخ نے ان لوگوں کے حالات کو جدا جدا تحریر کیا ہے انتہی کلام (المترجم)

اخبار حکومت بنو امیہ حکمرانان اندلس

جو عرب کے اسی طبقہ سے تھے اور علم حکومت عباسیہ کے ہمعصر اور مد مقابل تھے انکی حکومت کے واقعات اور انکے بعد ملوک الطوایف کے حالات

اندلس بحیرہ روم کے شمالی کنارہ پر مغرب کی جانب واقع ہے اسکو عرب اندلوسیۂ عظمیٰ کے نام

سے موسوم کرتا ہے۔ یہاں پر فرانس کا ایک گروہ رہتا تھا ان میں سے زیادہ تر سخت اور کثیر التعداد جلالقہ تھے لیکن قوط (گاتھ) نے اسلام سے دو سو برس پہلے لاطینوں سے متعدد لڑائیاں لڑ کر اس خطہ پر قبضہ حاصل کر لیا تھا انہیں لڑائیوں میں قوط (گاتھ) نے رومہ پر محاصرہ ڈالا تھا اہل رومہ نے صلح کا پیام دیا اور آخر کار اس امر پر مصالحت ہوگئی کہ گاتھ اندلس کو واپس چلے جائیں چنانچہ ان لوگوں نے اس ملک کی طرف رخ کیا اور قابض ہو گئے پھر جب رومیوں اور لاطینوں نے ایلہ نصرانیہ کو لے لیا تو دوسری طرف سے مغرب میں فرانسیسی بھی گھس پڑے اس وقت گاتھ کے قبضہ اقتدار میں یہاں کی زمام حکومت تھی پس گاتھ نے ان تعلقات سے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔

شاہان گاتھ کا دار السلطنت طلیطلہ (ٹولیڈو) میں تھا اور اکثر [1] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابین اسکے قرطبہ، ماردہ اور اشبیلیہ کے تھا۔ اسی حالت سے گاتھ نے تقریباً چار سو برس حکمرانی کی تا آنکہ آفتاب اسلام کی روشنی سے تمام عالم منور ہو گیا اور اسکی فتح کی موجیں بحر ظلمات اور سواحل افریقہ میں لہراتی نظر آنے لگیں۔ اسوقت یہاں کا بادشاہ لذریق (راڈرک) تھا یہ لقب یہاں کے بادشاہوں کا تھا جیسا کہ جرجیر ملوک صقلیہ کا خطاب تھا۔ گاتھ کا نسب اور انکی حکومت کے واقعات ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ بحیرہ روم کے جنوبی ساحل کے اس پار بھی گاتھ ہی کا قبضہ تھا جسکے حدود ادھر طنجہ سے اُدھر بلاد بربر سے ملے ہوئے تھے۔ بربریوں کا بادشاہ جو اس صوبہ پر اان دنوں حکمرانی کر رہا تھا جسکو عرب جبال غمارہ سے تعبیر کرتا ہے بلیان نامی ایک شخص تھا۔ یہ شخص انہیں کے مذہب سے متمذہب اور انہیں کا ماتحت تھا' موسیٰ بن نصیر سردار عرب، خلیفہ ولید بن عبد الملک اموی کی جانب سے افریقہ کی گورنری پر تھا' اسکا دار الحکومت قیروان میں تھا۔ عساکر اسلامیہ

---

[1] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے من المترجم

نوٹ۔ [2] بلیان کا نام جولین تھا صوبہ سیوٹا (سبطہ) کا یہ گورنر تھا

نے اس نامور گورنر کی ماتحتی میں المغرب الاقصے کے اکثر بلاد کو مفتوح کیا انکے فتوحات کا سیلاب بڑھتے بڑھتے جبال طنجہ سے گذر کر بحیرۂ زقاق تک پہونچ گیا تھا صرف ایک قلعہ جبال غمارہ کا جسپر بلیان حکمرانی کر رہا تھا مسلمانوں کے مقابلہ پر اڑا ہوا لڑ رہا تھا۔ گورنر افریقیہ موسیٰ بن نصیر بلیان سے علم حکومت اسلامیہ کی اطاعت قبول کر لینے کا نامہ و پیام کر رہا تھا اور اپنے آزاد غلام طارق بن زیاد لیثی کو طنجہ کی حکومت پر مامور کر دیا تھا۔ اتفاق سے انہیں ایام میں بلیان اور لرزیق بادشاہ گاتھ میں چشمک پیدا ہو گئی سبب یہ ہوا کہ لرزیق نے بلیان کی بیٹی (فلورنڈا) کی عصمت پر اپنے محلسرا میں حملہ کر کے اسکی پاکدامنی کو اپنے ہوا وہوس اور شہوت پرست اور عیش پسند طبیعت کا شکار کر ڈالا تھا اسوقت اسپین کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا یہ دستور تھا کہ اپنے بچوں کو دربار شاہی میں آداب بزم و تہذیب سیکھنے کی غرض سے بھیجا کرتے تھے چنانچہ بلیان نے اسی دستور کے مطابق اپنی بیٹی فلورنڈا کو طلیطلہ (ٹولیڈو) بھیجدیا تھا۔ بلیان کو اس شرمناک خبر کے سننے سے سخت برہمی پیدا ہوئی فوراً سامان سفر درست کر کے دربار شاہی کو روانہ ہوا اور وہاں پہونچ کر لرزیق سے ملاقات کی اور مع اپنی مظلومہ بیٹی کے اپنے دار الحکومت واپس آیا واپس ہوتے ہی طارق سے ملاقات کی جسکے ساتھ بارہا تیغ وسپر ہو چکا تھا۔ اور اسکو گاتھ کے سرسبز و شاداب ملک کے راہوں سے واقف کر کے اسقدر شوق دلایا کہ عربی جرنیل کے منہ میں پانی بھر آیا طارق نے فرصت اور موقع پاکر ۹۲ھ میں اپنے امیر موسیٰ بن نصیر سے اجازت حاصل کی اور تین سو عربی سپاہ کی جمعیت سے دریا کو عبور کر کے سواحل اندلس پر حملہ آور ہوا طارق کے ہمراہ علاوہ تین سو عربی فوج کے تقریباً دس ہزار بربری فوج بھی تھی طارق نے ان کو بھی فوجی لباس پہنا کر ایک خاصہ لشکر بنا لیا تھا اور فتحمندی کا جھنڈا لئے ہوئے جبل الفتح (لائینز راک یا قلعۃ الاسد) موسوم بہ جبل الطارق (جبرالٹر) تک پہونچ گیا۔ دوسری طرف سے طریف بن مالک نخعی مالک اندلس میں گھس کر تاخت

وتاراج اور لوٹ مار کرتا ہوا اس مقام تک پہونچا جسکو اسکے نام کی مناسبت سے شہر طاریفا کہتے ہیں ان مقامات کے مفتوح ہونیکے بعد اندلس کے اندرونی حصوں کی طرف عساکر اسلامیہ نے رُخ کیا۔ لزریق کو اسکی خبر لگی تو اس نے عجم کے مختلف گروہوں اور عیسائیوں کو مجتمع کر کے چالیس ہزار کی جمعیت سے عساکر اسلامیہ سے لڑنے کو خروج کیا دونوں فوجوں کا ایک وادی میں جسکو عربی مورخ وادی بیکا[1] کہتے ہیں مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کو اس معرکہ میں کامیابی ہوئی بہت بڑی غنیمت ہاتھ آئی، بیشمار لونڈی غلام کے مالک ہوئے۔ طارق نے نامہ بشارت فتح مع مال غنیمت اپنے گورنر موسیٰ بن نصیر کی خدمت میں روانہ کیا موسیٰ بن نصیر کو طارق کی اس غیر متوقع فتحیابی اور ناموری سے رشک پیدا ہوا ایک باضابطہ فرمان لکھ بھیجا کہ "چونکہ تم بغیر میری اجازت کے ملک غیر میں گھسے جاتے ہو لہذا جہانتک تم پہونچ گئے ہو رک جاؤ اور جب تک میں نہ پہونچ لوں آگے نہ بڑھو" اور بجائے اپنے قیروان میں اپنے بیٹے عبداللہ کو مامور کر کے ۹۳ھ میں ایک عظیم لشکر کے ساتھ ممالک ہسپانیہ کے سر کرنے کو کوچ کیا، اس مہم میں حسین بن ابی عبداللہ المہدی فہری اور عرب کے نامی نامی دلاور آزاد غلام اور بربر کے مشہور نبرد آزما شریک تھے۔ چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے خلیج زقاق کو مابین طنجہ اور جزیرہ خضرا عبور کر کے اندلوسیہ عظمیٰ میں قدم رکھا۔ طارق نے اپنے گورنر سے ملاقات کی اور مطیع و منقاد ہو کر اسکی ماتحتی میں ممالک ہسپانیہ کو سر کرتا رہا تا آنکہ موسیٰ بن نصیر نے فتح کی تکمیل کی اور اندلس کو شرقاً برشلونہ تک وسطاً اربونہ تک غرباً صنم قادس تک فتح کر لیا۔ تمام ممالک ہسپانیہ کو زیر و زبر کر کے بہت سا مال غنیمت جمع کیا اور مشرق کی طرف سے قسطنطنیہ کو سر کرتا ہوا ملک شام میں داخل ہونے دوران ممالک کے درمیان میں جسقدر عجمیوں اور نصرانیوں کے ممالک تھے ان کو تاخت و تاراج اور فتح کر کے دار الخلافت میں حاضری کا ارادہ کیا تھا۔ رفتہ رفتہ دربار خلافت تک یہ خبر پہونچی۔ خلیفہ ولید کو مسلمانوں کا

[1] وادی بیکا وادی لیست کے متصل بہتا ہے اور پچیلا دریا اس طریفا نگر کے پاس ہو کر سٹریٹ کو جاتا ہے۔ تاریخ اسپین صفحہ ۱۵۔

دارالاسلام سے اسقدر دور و دراز نکل جانا اور دارالکفر میں جاکر اسدرجہ توغل و انہماک کرنا شاق گذرا، موسیٰ بن نصیر کو تہدید آمود فرمان لکھا اور واپس آنے کی سخت تاکید کی اس سے موسیٰ بن نصیر نے عزیمت فسخ کردی اور ملک ہسپانیہ کا نظم و نسق و سرحدی مقامات کی حفاظت پر فوجیں مامور کر کے لوٹ کھڑا ہوا۔ روانگی کے وقت اپنے بیٹے عبدالعزیز کو بلاد ہسپانیہ میں دشمنان اسلام پر جہاد کرنیکی ہدایت کی عنان حکومت و انتظام بھی اسی کو سپرد کیا اور قرطبہ میں قیام کرنیکا حکم دیا، عبدالعزیز نے قرطبہ کو اپنا دارالامارت قرار دیا ۹۵ھ میں موسیٰ بن نصیر قیروان میں داخل ہوا بعدازاں ۹۶ھ میں مع مال غنیمت اور خزاین وغیرہ کے دارالخلافت دمشق کی جانب روانہ ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ منجملہ مال غنیمت کے جو ملک اندلس سے ہاتھ آیا تھا تیس ہزار سوار غلامی کے حلقہ میں تھے۔ افریقیہ میں اسنے بجائے اپنے بیٹے عبداللہ کو متعین کیا تھا۔

جسوقت موسیٰ بن نصیر دربار خلافت میں حاضر ہوا، خلیفہ سلیمان نے اسکی جرات اور مسلمانوں کو خطرہ میں ڈالنے پر ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسکی اس کارگذاری کا ذرہ برابر پاس نہ کیا۔

اس واقعہ کے دو برس بعد عساکر اسلامیہ اندلس نے سلیمان کی پشت گرمی سے عبدالعزیز بن موسیٰ بن نصیر کو قتل کر ڈالا ایوب بن حبیب لخمی ہمشیرہ زادہ موسیٰ بن نصیر حکومت اندلس پر مامور کیا گیا۔ عبدالعزیز نیک مزاج، فاضل اور جوانمرد تھا اسکے زمانہ حکومت میں بہت سے بلاد مفتوح ہوئے۔ ایوب کے چھ ماہ حکومت کی بعدازاں گورنران عرب اندلس میں حکمرانی کرنے کو آتے رہے۔ گاہے دربار خلافت کی جانب سے اور گاہے انکے گورنر قیروان کی جانب سے۔ ان اسلامی گورنروں نے اوقات مختلفہ میں ملک اندلس کو اس سرے سے اُس سرے تک فتح کر لیا اور تمام جزیرہ نما اندلس کو چھان ڈالا شرق میں برشلونہ اور قلعات بشتالہ پر بھی قابض ہو گئے تھے، وسط میں بسایطہ کو دبا لیا تھا۔ غرض رفتہ رفتہ قوم گاتھ اور جلالقہ کا گروہ معدوم ہو گیا ان کی حکومت صفحہ دنیا سے مٹ گئی کچھ لوگ جو اسلامی دلاوروں کے تلواروں سے بچ گئے تھے وہ جبال قشتالہ اربونہ اور سرحدی پہاڑوں کے دروں میں جاکے پناہ گزین ہو گئے

تھے ہنر بران لشکر اسلام برشلونہ کی پرلی جانب بھی جزیرہ نما اندلس کے سرحد سے نکل کر فرانس کے مقبوضات میں داخل ہو رہے تھے اور اپنی فتحیابی کی موجوں سے کفار کی دیواروں کو ہلائے ڈالتے تھے انہیں واقعات کے اثنا میں کبھی کبھی عربی سپاہ مقیم اندلس میں اختلاف جھگڑا بھی پیدا ہو جاتا تھا اس سے دشمنان اسلام کو موقع مل جاتا تھا۔ پس اہل فرانس اُن ممالک کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیتے تھے جنکو لشکر اسلام بزور تیغ ان سے چھین لیتا تھا۔

سلیمان بن عبدالملک کے گورنر افریقہ محمد بن یزید کو جب عبدالعزیز بن موسیٰ بن نصیر کے مارے جانیکی خبر ہوئی تو اس نے حرب بن عبدالرحمٰن بن عثمان کو سند حکومت اندلس عنایت کر کے روانہ کیا . . . . چنانچہ حرب اندلس میں پہنچ کے ایوب بن حبیب کو حکومت سے معزول کر کے خود حکمرانی کرنے لگا دو برس آٹھ ماہ اس نے حکمرانی کی بعد ازاں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اندلس کی حکومت پر سمح بن مالک خولانی کو سر صدی ہجری میں مامور کیا اور مالیہ اندلس سے پانچواں حصہ لینے کا حکم دیا چنانچہ سمح نے اسکی تعمیل کی اور قرطبہ کا پل تعمیر کرایا بعد ازاں ۱۰۲ھ میں ممالک فرانس پر جہاد کی غرض سے فوجیں مرتب کیں اور نہایت مردانگی سے حملہ آور ہوا، اتفاق یہ کہ سمح اس معرکہ میں شہید ہو گیا پس اہل اندلس نے بجائے اسکے عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی کو اپنا امیر بنا لیا تا آنکہ عنبسہ بن سحیم کلبی یزید بن مسلم گورنر افریقہ کی جانب سے امیر اندلس ہو کر آیا پھر بعد قتل عنبسہ اہل اندلس کی درخواست پر یحییٰ بن سلمہ کلبی کو حنظلہ بن صفوان کلبی والی افریقہ نے روانہ کیا ۱۰۳ھ میں یحییٰ بن سلمہ اندلس میں داخل ہوا ڈھائی برس حکمرانی کی اسنے اپنے زمانہ حکومت میں کوئی جہاد نہیں کیا بعد ازاں عثمان بن ابی . . . عبیدہ ابن عبدالرحمٰن کلبی گورنر افریقہ کی طرف سے والی اندلس ہو کر آیا۔ پھر پانچ مہینے بعد حذیفہ بن احوص قیسی کو بھیج کر عبیدہ کو معزول کیا۔ عبیدہ نے ۱۱۰ھ کو پورا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حکومت کے دو برس بعد اسکو بھی معزول کر دیا۔ مورخین اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا عثمان سے پہلے حذیفہ یا حذیفہ سے پیشتر عثمان آیا تھا۔ بہرکیف بعد اسکے ہیثم بن عبید کلابی محرم ۱۱۱ھ میں عبیدہ بن عبدالرحمٰن

گورنر افریقیہ کی طرف سے والی اندلس ہوکر آیا اس نے سرزمین مقرشہ پر جہاد کیا اور بزور تیغ اسکو فتح کرکے دس مہینہ تک وہیں ٹھرا رہا۔ اپنی حکومت کے دو برس بعد ۱۱۳ھ میں اسنے وفات پائی بعدہ عبیداللہ بن حجاب گورنر افریقیہ کی طرف سے ملک اندلس میں داخل ہوا ۱۱۳ھ میں فرانس پر جہاد کیا بڑے بڑے نمایاں کام کئے۔ دو برس حکومت کی۔ واقدیؒ نے لکھا ہے کہ چار برس حکومت اندلس پر رہا۔ یہ ظالم سخت گیر اور رعب و داب والا شخص تھا ۱۱۵ھ میں سرزمین شکنش پر جہاد کیا اور کمال مردانگی سے ان پر حملہ آور ہوا اس لڑائی میں بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ پھر ۱۱۶ھ میں یہ معزول کردیا گیا بجائے اسکے عبیداللہ بن حجاب گورنر افریقیہ کی جانب سے عقبہ بن حجاج سلولی حکومت اندلس پر مامور ہوا ۱۱۶ھ میں اندلس پہونچا۔ پانچ برس تک نہایت نیک سیرتی، فتحمندی اور کافروں پر جہاد کرنے کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا اسلامی فتوحات کا سیلاب اس کے زمانہ حکمرانی میں ارمونہ تک پہونچ گیا تھا۔ اسلامیوں کی بود و باش نہر ردونہ تک پھیلی ہوئی تھی بعدازاں عبدالملک بن قطن فہری نے ۱۲۱ھ میں امارت اندلس کا دعویٰ کیا اور عقبہ کو کرسی امارت سے اُتار کر مار ڈالا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبدالملک نے عقبہ کو اندلس سے نکال کر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی تھی تا آنکہ ۱۲۴ھ میں بلج بن بشر معہ لشکر شام سرزمین اندلس میں داخل ہوا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اور عبدالملک کی حکومت کا استیصال کرکے تقریباً ایک برس حکمرانی کی۔ رازی کہتا ہے کہ اہل اندلس نے ماہ صفر ۱۲۳ھ عہد خلافت ہشام بن عبدالملک میں اپنے امیر عقبہ بن حجاج سے بغاوت و سرکشی کی تھی اور عبدالملک بن قطن کو اپنا امیر بنایا تھا اس حساب سے عقبہ کی حکومت کا دور چھ برس چار مہینے رہا۔ پھر بمقام سرقوسہ ماہ صفر ۱۲۳ھ میں اسنے وفات پائی۔ اسکے مرنے سے عبدالملک کے قدم استقلال و استحکام کے ساتھ حکومت اندلس پر جم گئے بعدازاں بلج بن بشر معہ اہل شام کے بعد واقعہ کلثوم بن عیاض و بربر، اندلس پہونچا۔ عبدالملک پر دفعۃً حملہ کرکے مار ڈالا۔ اس سے فہریوں کا جتھہ دب دبا کر ایک طرف ہوگیا مگر در پردہ اپنی قوتوں کو فراہم اور اپنی گزری ہوئی جاتوں

کو درست کرتے رہے تا آنکہ سب کے سب مجتمع ہو کر بلج بن بشر سے لڑنے کو اٹھ کھڑے ہوئے، عبدالملک بن قطن کے خون کا بدلہ لینے کو میدان جنگ میں آ گئے اس وقت فہریوں پر عبدالملک بن قطن کے دونوں بیٹے قطن اور امیہ حکمرانی کر رہے تھے۔ اس معرکہ میں اتفاق سے فہریوں کو ہزیمت ہوئی مگر بلج بن بشر بھی انہیں لڑائیوں کی نذر ہو گیا یہ واقعہ ۱۲۴ھ کا ہے جبکہ بلج کی حکومت کو تقریباً ایک برس گذر چکے تھے۔ بلج کے بعد حکومت اندلس پر ثعلبہ بن سلامہ جذامی متولی و غالب ہوا۔ فہریوں نے اس سے بھی کنارہ کشی کی اور اسکے علم حکومت سے منحرف ہوئے۔ دو برس اسنے نہایت عدل و انصاف کے ساتھ امارت کی آخر کار یمانی قبائل والوں نے مخالفت شروع کی جس سے اسکی حکومت کی مشین کے پرزے ڈھیلے پڑ گئے۔ فتنہ و فساد کی گرم بازاری ہو گئی۔ اسی اثناء میں حنظلہ بن صفوان گورنر افریقہ کی طرف سے ابوالخطاب حسام بن ضرار کلبی والی اندلس ہو کر براہ دریا تونس سے ۱۲۵ھ میں اندلس آیا۔ اہل اندلس نے اسکی اطاعت قبول کر لی ثعلبہ، ابن سعد اور پسران عبدالملک اس سے ملنے آئے ابوالخطاب ان لوگوں سے بعزت و احترام پیش آیا۔ استقلال کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔ یہ نہایت شجاع، کریم صائب الرائے اور عالی حوصلہ تھا اسکے عہد حکمرانی میں اہل شام اس کثرت سے آئے کہ قرطبہ جیسا وسیع شہر ان کو کافی نہ ہوا پس ابوالخطاب نے ان لوگوں کو مختلف شہروں میں آباد ہونے کو بھیجدیا اہل دمشق کو بوجہ مشابہت کے بیرہ (گرے ناڈا) میں ٹھہرایا اور دمشق کے نام سے اسکو موسوم کیا، اہل حمص کو اشبیلیہ میں آباد کیا اور آب و ہوا کی مناسبت سے اسکا نام حمص رکھا، اہل قنسرین کو حسان میں قیام کرنیکا حکم دیا اور قنسرین کے نام سے اسکو موسوم کیا، اہل اردن کو ریہ یعنی مالقہ میں ٹھہرایا اور اردن کے نام سے پکارے جانیکا حکم دیا اہل فلسطین کو شدونہ (شیڈونیا یا شرش) میں فروکش کرایا اور اسکو فلسطین کا خطاب دیا اور اہل مصر کے مکانات تدمیر (مرشیا) میں بنوائے بلحاظ سرسبزی و شادابی مصر کے نام سے موسوم کیا۔ بعد اسکے ثعلبہ مشرق چلا آیا اور مروان بن محمد کی خدمت میں حاضر ہو کر اسکے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوا ابوالخطاب عرب کے ایک دیہات کا رہنے والا تھا مزاج میں قومی عصبیت اور جنبہ داری

زیادہ تھی اس نے اپنے زمانہ حکمرانی میں اپنی قوم یمانیہ کی خوب خوب طرف داری کی مضریہ کو ہر کام میں دباتا گیا۔ قبیلہ قیس کو بھی زیر و زبر کیا ایک روز ضمیل بن حاتم بن شمر بن ذی الجوشن سردار قیسیہ کو جو کہ لخم کے ہوا خواہوں سے تھا کسی کام خاص پر مامور کیا۔ ضمیل منہ پر رومال ڈالے ہوئے اٹھا ایک حاجب نے جو قصر امارت کے باہر کھڑا ہوا تھا بول اٹھا "اے ابو الجوشن اپنے عمامہ کو درست کرلو" ضمیل یہ جواب دیتا ہوا اگر میری قوم چاہے گی تو اسکو درست کریگی۔ چلا گیا بعد چندے اسکی قوم نے یکجا کر کے اسکے کینے کے مطابق ایک ہنگامہ برپا کردیا، مخالفین یمانیہ سے یمانیہ کے مقابلہ پر امداد طلب کر کے لڑنے لگے۔ پس ابو الخطاب نے اپنے آپ کو ۱۲۸ھ میں اپنی حکومت کے چار برس نو ماہ بعد حکومت اندلس سے علیحدہ کر لیا۔ تب بجائے اسکے ثعلبہ بن سلامہ جذامی والی اندلس ہو کر آیا۔ اسکے زمانہ حکمرانی میں مشہور جنگ کی آگ مشتعل ہوئی اہل اندلس نے اس معاملہ میں عبدالرحمن بن حبیب والی افریقہ سے خط و کتابت کی عبدالرحمن نے آخری ماہ رجب ۱۲۹ھ میں ثعلبہ کو سند حکومت اندلس مرحمت فرما کے روانہ کیا، ثعلبہ نے اندلس پہنچتے ہی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور ضمیل اسکی امارت و حکومت کے کام کو انجام دینے لگا۔ اس نے بحکمت عملی دونوں فریق میں مصالحت کرادی دو برس حکومت کر کے مر گیا بعد اسکے اہل افریقہ میں مخالفت پیدا ہو گئی، مشرق میں بنی امیہ کی حکومت مضمحل اور کمزور ہو چکی تاجداران خلافت امویہ آئے دن کے جھگڑوں اور بانیان دولت عباسیہ کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اقصائے مغرب کے انتظام سے غافل ہو گئے۔ اہل اندلس ایک خود مختاری و خود سری کی حالت سے اپنا آپ انتظام کرنے لگے اور مصالح ملکی و مذہبی کے انجام دینے کو عبدالرحمن بن کثیر کو امارت کی کرسی پر بٹھایا بعد اسکے عساکر اسلامیہ مقیم اندلس نے یہ رائے قائم کی کہ امارت اندلس، مضریہ اور یمنیہ میں نصفا نصف تقسیم کر دی جائے اور ایک ایک برس دونوں لشکروں کو حکمرانی کرنے کا موقع دیا جائے۔ مضریہ نے اپنی امارت کے لئے یوسف بن عبدالرحمن فہری کو ۱۲۹ھ میں منتخب کیا۔ ایک برس تک یہ دارالامارت قرطبہ میں حسب قرار داد شرط حکومت کرتا رہا بعد ازاں یمنیہ، انقضائے میعاد

پر حکمرانی کی عباپہنکر دارالامارت میں داخل ہوئے یوسف نے یمینہ پر موضع شقندہ مضافات قرطبہ پر جہاں کہ یمینہ اترے ہوئے تھے شبخون مارا [1] . . . . . . ضمیل بن حاکم قیسیہ اور مضریہ باہم گتھ گئے بہت بڑی خونریزی ہوئی یوسف کی حکومت سرزمین اندلس سے جاتی رہی یمینہ نے حکومت وامارت پر قبضہ کرلیا۔ ایک مدت تک فریقین اسی طریقہ سے رہے کہ کبھی یہ مغلوب ہو جاتے تھے اور گاہے غالب تاآنکہ عبدالرحمن الملقب بہ داخل سرزمین اندلس میں آیا۔ آخری دور میں یوسف بن عبدالرحمن نے ضمیل بن حاکم کو سرقسطہ کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ پس جب مشرق میں سیاہ پھریرے والے (عباسیہ) ظاہر ہوئے تو حباب بن رواحہ زہری نے اندلس کی جانب کوچ کیا اور انکی حکومت وامارت کی دعوت دینے لگا ضمیل کا سرقسطہ میں محاصرہ کیا ضمیل نے یوسف سے مدد طلب کی یوسف نے بوجہ عداوت سابقہ کمک نہ بھیجی قیسیہ نے امدادی فوجیں بھیجیں لیکن وقت گذر گیا تھا مجبوراً ضمیل نے سرقسطہ کو خالی کر دیا پس حباب نے سرقسطہ پر قبضہ کر لیا اور ضمیل طلیطلہ میں ہو بیٹھکر حکومت کرنے لگا تاآنکہ عبدالرحمن داخل وارد اندلس ہوا جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کرینگے۔

(مترجم) فتح اندلس کی کیفیت علامہ مورخ نے جس پیرایہ اور طرز سے تحریر کی ہے اسکو تم پڑھ آئے ہو اور میرے نزدیک واقفیت کے لئے کافی ہے۔ علامہ مورخ نے فتح اندلس کے کسی اہم واقعہ کو نظرانداز نہیں کیا جسکے لکھنے کی زحمت مترجم کا قلم گوارا کرتا مگر چونکہ آج کل لوگوں میں ناول بینی کا مذاق حد سے زیادہ پیدا ہو گیا ہے اسوجہ سے جب تک کسی واقعہ کو گھٹا بڑھا کر نہ لکھو انکو لطف نہیں آتا۔ یہ نہیں سمجھتے کہ تاریخ کو چلبلے جملوں اور پھڑکتے ہوئے فقروں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نظر براین میں تمہاری دلچسپی کے خیال سے انہیں واقعات کو جنکو تم ابھی پڑھ چکے ہو ذرا تفصیل سے باضافہ والحاق لکھنا چاہتا ہوں سنو! یہ جزیرہ نما جسکی سرسبزی وشادابی بے نظر تھی ایک مدت سے ردمن امپایر کے

[1] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔ (مترجم)

قبضہ اقتدار میں تھا لیکن اسلام سے تقریباً دو سو برس پیشتر قوم گاتھ نے رومائی سلطنت گورنمنٹ کو اس صوبہ سے بیدخل کر دیا تھا اور انکی حکومت و سلطنت کے نام و نشان کو مٹا کر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ رکھا تھا گاتھ ایک وحشی ایشیائی قوم تھی اسکی بہت سی شاخیں ہیں ازانجملہ ایک وزی گاتھ ہے جس نے پانچویں صدی مسیحی (یعنی اسلام سے تقریباً دو سو برس پیشتر) اس سلطنت روما کی تہذیب اور شائستگی اپنے وحشیانہ حملوں سے تہ خاک کر کے صوبہ آئی بیریا (اسپین یا اندلس) پر قبضہ حاصل کر لیا تھا یاد رکھو کہ جس قوم میں تہذیب اور شائستگی حد سے زیادہ آجاتی ہے اسکی دلاوری بہادری، مردانگی اور شجاعت میں فوراً فرق آجاتا ہے، رومن میں جسوقت شائستگی اور تہذیب کا نام نہ تھا انہیں دنوں یہ اپنی تیغ بیدریغ سے خلائق کو مسخر اور مطیع کر رہے تھے جوں ہی ان لوگوں میں امارت اور عیش پسندی آئی بہادری نے رخصتی کا سلام کیا۔ اسلام میں بھی اسکی نظیر موجود ہے جب تک اہل اسلام سیدھی سادی زندگی بسر کرتے تھے، نیزہ اور شمشیروں کے سوا دوسری چیزوں سے نہیں کھیلتے تھے اسوقت تک ان میں مذہبی جوش بھی تھا، یہ بہادر بھی تھے، فاتح بھی تھے جب سے علوم و فنوں کی آمد و شروع ہوئی امارت اور عیش پسندی سے مانوس ہوئے، دلجمعی کے ساتھ عیش و عشرت میں مصروف اور زمانہ کی حالت سے غافل ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک گیا، دولت گئی، مذہبی جوش کا خاتمہ ہو گیا۔ صرف شیخی ہی شیخی باقی رہ گئی۔

جس زمانہ میں اندلس پر اسلامی لشکر نے قبضہ حاصل کیا تھا ان دنوں اسپین میں راڈرک (لذریق) نامی ایک بادشاہ حکمرانی کر رہا تھا جس نے شاہ وٹزا کو تخت حکومت سے اوتار کر بزور و جبر حکومت حاصل کی تھی۔ اسکا دارالسلطنت طلیطلہ (ٹولیڈو) میں تھا۔ اسلامی فتوحات کی موجیں ان دنوں شمالی افریقہ میں ممالک بربر کی دیواروں سے ٹکرا رہی تھیں اور اس نے قریب قریب اسکے کل شہروں کو مفتوح کر لیا تھا صرف

ایک قلعہ سبطہ (سیوٹا) اسکے مقابلہ پر اڑا ہوا کھڑا رہا تھا۔ یہ قلعہ درحقیقت شاہ یونان
والی قسطنطنیہ کے زیر حکومت تھا مگر بوجہ دور و دراز ہونیکے بلحاظ مذہب و ہمدردی
ملت اسکی حفاظت اور امداد کا ذمہ دار شاہ اسپین تھا۔ قلعہ سبطہ کے والی کا نام
جولین تھا جسکو عربی مورخ بالیان سے موسوم کرتے ہیں اس سے اور شاہ اسپین
راڈرک سے کچھ ان بن ہوگئی تھی جسکا یہ سبب ہوا کہ جولین گورنر سبطہ نے حسب
دستور ملک اسپین اپنی بیٹی فلورنڈا کو آداب شاہی تہذیب اور تربیت حاصل
کرنے کی غرض سے شاہ اسپین کے دربار میں بھیجدیا تھا شاہ اسپین (راڈرک)
نے بجائے اسکے کہ فلورنڈا کی عصمت کو اپنی بیٹیوں کی طرح محفوظ رکھتا اسکی
پاکدامنی کو اپنے ہوا و ہوس عیش پرستی اور شہوت رانی کے نذر کر دیا۔ یہ ایک بہت بڑا
شرمناک واقعہ تھا۔ جولین کو اس خبر کے استماع سے بیحد برہمی پیدا ہوئی اول تو اسکا دل
اسوجہ سے پہلے ہی سے صاف نہ تھا کہ راڈرک نے شاہ ڈنزا کو معزول کر کے خود
عنان حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی تھی اور شاہ ڈنزا کی بیٹی جولین کی بیوی تھی
دوسرے اس واقعہ شرمناک نے بارود خانہ میں چنگاری کا کام دیدیا۔ سامان
سفر درست کر کے طلیطلہ پہونچا راڈرک سے ملاقات کی لیکن اپنے جوش انتقام اور
غیض و غضب کو اس طرح چھپائے رہا کہ راڈرک کو اسکی بددلی کا حس تک نہوا
راڈرک سے رخصت ہو کر مع اپنے بیٹی کے سبطہ واپس آیا۔ اور یہ ٹھان لی کہ اب میں
مسلمانوں سے تیغ و سپر ہرگز نہونگا۔ چنانچہ واپس آتے ہی موسیٰ بن نصیر گورنر شمالی
افریقہ سے ملاقات کی۔ یہ ولید بن عبد الملک تاجدار خلافت امویہ کی جانب سے
اس صوبہ کا والی تھا۔ قیروان میں اسکا دار الامارت تھا۔ جولین نے موسیٰ بن نصیر سے
اسپین کی سرسبزی، زرخیزی اور شادابی کی حکایتیں بیان کر کے یہ ظاہر کیا کہ تمہارے
جانیکی دیر ہے۔ تمہارا لشکر پہونچا نہیں کہ یہ ملک فتح ہوا نہیں، پہلے تو موسیٰ کو

اس معاملہ میں لیس وپیش ہوا مگر اسکے لبریز خزانوں اور شاداب زمینوں کے حالات سننے سے منہ میں پانی بھر آیا۔ انگریزی مورخ لکھتے ہیں کہ خلیفہ دمشق سے اجازت حاصل کرکے یا اوسکا استمزاج لے کے پانچ سو آدمیوں کی جمعیت سے طارف کو سنہ ۹۲ھ/۷۱۰ء میں جولین کے چار جہازوں پر سوار کرکے سواحل اندلس پر لوٹ مار کرنے کو روانہ کیا مگر عربی مورخوں کی تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ بن نصیر نے بلا استمزاج خلیفہ دمشق اپنی فوج کو بسرداری طارق بلاد ہسپانیہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ اگر انگریزی مورخوں کا بیان صحیح ہوتا تو خلیفہ ولید بن عبد الملک کو ملک اندلس کی فتحیابی کا حال سننے سے بجائے خوشی کے قلق اور مسلمانوں پر افسوس نہوتا اور موسیٰ کو ڈانٹ کا فرمان نہ بھیجتا اور نہ اسکو گورنری شمالی افریقہ سے معزول کرکے دمشق میں طلب کرتا

بہرکیف عربوں کو یہ پہلا موقع بحر روم میں جہازرانی کا ملا طارف نے الجیراس کو تاخت وتاراج کرکے اور گاتھ کی سلطنت کے حالات کو برائے العین مشاہدہ کرکے تھوڑے دنوں بعد مراجعت کی طارف پہلے جس مقام پر اوترا تھا وہ ابتک اسی کے نام سے طاریفا مشہور ہے۔ موسیٰ بن نصیر کے خیالات طریف کے بیان سے بہت زیادہ فتح اندلس کے بابت مستحکم ہوگئے اور جولین کے قول کی اس سے تصدیق بھی ہوگئی سنہ ۹۲ھ/۷۱۱ء میں موسیٰ نے دو فوجیں تیار کیں ایک کو بسرداری طارق گاتھ کی سلطنت کے سر کرنے کو روانہ کیا اور دوسرے کو بسرکردگی طریف۔ ان دونوں جرنیلوں نے ممالک ہسپانیہ میں قدم رکھتے ہی آتش جنگ مشتعل کردی طارق کے رکاب میں تین سو عرب اور تقریباً دس ہزار بربری تھے اور طریف بن ملک نخعی کے ساتھ دو سو عرب اور تقریباً سات ہزار باشندگان بربر۔ راڈرک انکے مقابلہ پر چالیس ہزار فوج لے کے لڑنے کو آیا ہوا تھا طارق پہلے لائنزراک قلتا اسد پر اترا جو اسوقت تک اس فاتح کے نام سے جبل الطارق (جبرالٹر) مشہور ہے اس مقام سے قریطہ کو

فتح کر کے ممالک ہسپانیہ کے اندرونی حصوں کی طرف قدم بڑھائے۔ زیادہ مسافت طے نہ کرنے پایا تھا کہ راڈرک شاہ اسپین چالیس ہزار کی جمعیت سے آپہونچا دونوں فوجوں کا ایک چھوٹے سے دریا کے کنارے مقام وادی بیکا میں مقابلہ ہوا۔

اس موقع پر مغربی اور مشرقی مورخ عجیب وغریب فسانے تحریر کرتے ہیں از انجملہ طلسمی گنبد ہے جسکو بادشاہ ہرقل نے سمندر کے کنارے پر بنوایا تھا اور اسمیں ایک طلسم رکھا تھا اور اسکے قبل از وقت افشار راز نکرنے کی بیحد ممانعت کی تھی چنانچہ ہر بادشاہ جو سریر آرائے مملکت ہسپانیہ ہوتا تھا اپنے نام کا علیحدہ قفل دروازے پر لگا دیتا تھا پس جب راڈرک نے عنان حکومت اندلس اپنے ہاتھ میں لی تو دو بوڑھے دربار شاہی میں حاضر ہوئے اور بعد ادائے مراسم شاہانہ دروازہ گنبد پر قفل لگانے کی استدعا کی راڈرک کو مخفیات کے دریافت کرنے کا شوق پیدا ہوا ایک روز باوجود مشیروں اور شیپون کی ممانعت کے بہت سے سوار اور پیادوں کو ہمراہ لے کے گنبد کی جانب گیا۔ قفلوں کو توڑ کے اندر داخل ہوا ایک وسیع کمرہ سے گذرتا ہوا دوسرے کمرہ میں گیا اس کمرہ کے دروازے کے سامنے پیتل کی ایک مہیب تصویر مرد کی کھڑی تھی۔ ہاتھ میں ایک بھاری گرز تھا۔ دمبدم یہ تصویر گرز کو زمین پر مارتی تھی۔ اس تصویر کے سینہ پر لکھا ہوا تھا "میں اپنا منصبی فرض ادا کر رہا ہوں" اس حیرت انگیز تصویر کو دیکھکر راڈرک کا حوصلہ اور بڑھا کسی نہ کسی طرح کمرہ کے اندر داخل ہوا وسط کمرہ میں ایک میز رکھی تھی جس پر صندوقچہ رکھا ہوا تھا اس صندوقچہ پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی "گنبد کے کل راز اس صندوقچہ میں ہیں بجز ایک بادشاہ کے اس کے کھولنے کی اور کسی کو جرات ہوگی لیکن اسکو ذرا باخبر رہنا چاہئے کیونکہ مرنے سے پہلے بہت سے عجیب وغریب واقعات دکھائی دینگے" راڈرک نے صندوقچہ کو کھولا تو اس میں ایک چرمی وصلی پائی جو تانبے کی دو تختیوں کے بیچ میں محفوظ تھی وصلی پر گھوڑے

سواروں کی تصویریں بنی تھیں۔ صفحہ کے پیشانی پر یہ عبارت لکھی تھی "دیکھ اے بداندیش اُن لوگوں کو جو تجھے سریر سلطنت سے اُتار کر خاک مذلت پر بٹھائینگے اور تیرے ملک پر قبضہ کرینگے" وصلی پر نظر پڑتے ہی اُن تصویروں میں یک بیک حرکت پیدا ہوئی اور میدان جنگ کا حقیقی فوٹو پیش نظر ہو گیا جس میں مسیحی اور اسلامی دلاور لڑتے ہوئے نظر آئے اسلامی عساکر نے مسیحیوں کو پسپا کر کے اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ ہزیمت خوردہ گروہ جوادھر اُدھر بھاگتا نظر آتا تھا اسمیں ایک جوانمرد سپاہی نظر آیا جو سر پر تاج شاہی رکھے ہوئے سفید گھوڑے پر سوار تھا۔ عین دار و گیر کے وقت گھوڑے سے یہ شخص نیچے گرا اور پھر کہیں اسکا پتہ نہ چلا یہ شخص اسلحہ اور لباس سے ہو بہو شاہ راڈرک معلوم ہوتا تھا راڈرک اور اسکے ہمراہی اس حیرت انگیز سین کو دیکھکر گھبرا گئے۔ سراسیمہ حواس باختہ کمرہ سے باہر آئے تو نہ وہ تصویر تھی اور نہ اسکے محافظ زندہ تھے علاوہ اسکے اور بہت سے بیشمار عجائبات نظر آئے جس سے سلطنت اسپین کی تباہی کی خبر ملتی تھی۔ عربی کے بعض مورخوں نے بھی اس عجیب و غریب واقعہ کو تحریر کیا ہے اسپین کے متوسط زمانہ کے مورخوں کی تصنیفات میں اس قسم کے تعجب خیز حالات نہایت خوشی سے قلمبند کئے گئے ہیں۔

فریقین جو وادی بیکا میں ایک دوسرے کے مقابلہ و جنگ پر تل رہے تھے نہایت مردانگی سے میدان میں آئے اور اپنے حریف مقابل سے ہم نبرد ہوئے۔ شاہ راڈرک کے رکاب میں ٹڈی دل فوج تھی جنکے مقابلہ میں اسلامی عساکر کو وہی نسبت تھی جو ایک کو دس سے ہوتی ہے تاہم اسلامی نبرد آزمایوں نے آٹھ روز مسلسل لڑائی لڑکر اپنے جوش دل اور جانبازیوں کو ثابت کر دیا اور شاہ راڈرک کی متواتر کوششوں کو ہزیمت دیدی۔

اس تائید الٰہی اور غیبی کامیابی سے طارق کے حوصلے بڑھ گئے نہایت اولوالعزمی

اور ثابت قدمی سے تمام ملک اسپین کے سر کرنے کو مستعد ہو گیا اور ضرورت کے مطابق سامان جنگ فراہم کر کے آگے بڑھا۔ موسیٰ بن نصیر گورنر افریقہ کو جسکا طارق ماتحت تھا اس غیر متوقع کامیابی پر رشک پیدا ہوا باضابطہ فرمان بھیجکر طارق کو آگے بڑھنے کی ممانعت کی، مگر عالی حوصلہ طارق کو اسکی ممانعت کی ذرا بھی پروا نہوئی اپنے رکاب کی فوج کو تین حصوں پر تقسیم کر کے تمام جزیرہ نما اسپین کو اس سرے سے اُس سرے تک چھان ڈالا اور یکے بعد دیگرے کل صوبوں قلعہ جات کو مفتوح کر لیا

قرطبہ کے محاصرہ اور فتح کرنے کو مغیث (طارق کا سکرٹری) سات سو آدمیوں کی جمعیت سے گیا ہوا تھا۔ قریب قرطبہ پہونچکر شام تک ادھر اُدھر اپنی چھوٹی سی فوج لیے ہوئے چھپا رہا جوں ہی رات ہوئی شہر کی طرف بڑھا۔ اتفاق وقت سے اس وقت بارش اور اولوں کا طوفان شروع ہو گیا اس نے اسلامی دلاوروں کے گھوڑوں کے سموں کی آواز دور تک نہ پہونچنے دیا جس سے اہل قرطبہ کو انکی آمد کی اطلاع تک نہوئی۔ شہر پناہ کے قریب پہونچ کے دھاوا کرنے کا موقع تلاش کرنے لگے فصیل کے ایک مقام میں شگاف نظر آیا مسلمانوں کا ارادہ ہوا کہ اسی مقام سے حملہ کرنا چاہئے فصیل سے ملا ہوا انجیر کا درخت تھا ایک مسلمان سپاہی دوڑ کر چڑھ گیا اور اس پر سے اُچھلکر فصیل پر کود گیا جھٹ پٹ اپنا عمامہ اُتار کر نیچے لٹکا دیا۔ کئی مسلمان سپاہی اس عجیب وغریب کمند کے ذریعے سے اوپر چڑھ گئے بعد ازاں ان لوگوں نے نہایت ہوشیاری سے دربانوں کی مشکیں باندھ لیں اور شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ پھر کیا تھا اسلامی رسالہ شہر میں گھس پڑا اور بات کی بات میں شہر کو مفتوح کر لیا۔ گورنر اور کل باشندگان شہر نے ایک گرجا میں جا کے پناہ لی تین ماہ تک سواران اسلام انکا محاصرہ کئے ہوئے لڑتے رہے بالآخر ان محصوروں نے بھی گردن اطاعت جھکا دی۔

فتح قرطبہ نے عیسائیوں کی کمر ہمت اور توڑ دی طارق فتحمندی کا جھنڈا لئے ہوئے
جس طرف رخ کرتا تھا کامیابی اور نصرت دوڑ کر رکاب چوم لیتی تھی۔ آر کی ڈونا بلاجدوجہد
مفتوح ہو گیا کل باشندے بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے۔ مالاگا اور البیرا کو حملہ کر کے
عیسائیوں سے چھین لیا۔ اب صرف مرشیا کے پہاڑی درے باقی رہ گئے تھے جو تدمیر
کی واقف کاری اور ہوشیاری کی وجہ سے حملہ آور کے حملوں سے محفوظ تھے۔ آخر کار
عساکر اسلامیہ اور تدمیر سے کیلئے میدان ہم نبرد ہونے کی نوبت آئی۔ کیمیت مسلمانوں
کے ہاتھ رہا تدمیر معہ اپنے ایک نو عمر غلام کے بھاگ کر شہر اوری ہیولا میں جا کے
پناہ گزیں ہوا اسلامی لشکر بھی تعاقب کرتا ہوا اس شہر تک پہونچ گیا اسوقت
مرشیا میں بجز عورتوں اور بوڑھوں بچوں کے کوئی جوان باقی نہ رہا تھا تدمیر
کو اس موقع پر غضب کی سوجھی اس نے کل عورتوں کو مردانہ لباس پہنایا۔ سر پہ
خود رکھا۔ نیزہ کے بجائے ڈنڈوں اور دیگر ضروری نمائشی اسلحہ جنگ سے آراستہ
کیا۔ سر کے بالوں کو پیچ دیکر زنخدان کے نیچے اس طرح لٹکایا کہ دور سے دیکھنے والوں
کو داڑھی معلوم ہوتی تھی۔ اس مصنوعی فوج کو تدمیر نے فصیل شہر کے حفاظت پر مامور
کیا۔ اسلامی لشکر کو اس کا شعور نہوا کہ یہ کس قسم کی فوج ہے حملہ کی تدبیریں سوچنے
لگا۔ تدمیر نے یہ احساس کر کے کہ میری تدبیر کارگر ہو گئی فوراً اپنے نو عمر غلام کو
ایلچیوں کا لباس پہنایا اور خود صلح کا جھنڈا لئے ہوئے مصالحت کرنے کو شہر سے
باہر آیا۔ رفتہ رفتہ لشکر اسلام تک پہونچا۔ عربی سپہ سالار نے اسکو ایلچی سمجھکر نہایت
تپاک اور احترام سے استقبال کیا۔ ملاطفت اور نرمی سے باہم گفتگو ہونے لگی۔ تدمیر
بولا میں اپنے حکمران کی طرف سے آپ سے شرائط صلح طے کرنے کو آیا ہوں جنکا
قبول و منظور کرنا آپ کی عالی حوصلگی اور مردانگی سے بعید نہیں ہے ہمارے رحمدل
صلح پسند حاکم کو خونریزی منظور نہیں ہے اگر آپ وعدہ فرمائیں کہ اہل شہر کو معہ انکے

مال و اسباب کے نکل جانے دیں تو کل صبح، شہر آپکے حوالہ کر دیا جائے ورنہ فصیل شہر کی حفاظت اور ناکہ بندیوں کو آپ خود ملاحظہ فرما رہے ہیں اس شہر پر آپ کا اُسوقت تک قبضہ نہ ہو گا جب تک ہم میں کا ایک بھی زندہ رہے گا" مغیث کو یہ شرط پسند آئی صلح پر راضی ہو گیا۔ عہد نامہ لکھے جانے کے بعد پہلے مغیث نے دستخط کیا بعد ازاں تدمیر نے عہد نامہ پر دستخط کر کے مغیث کے حوالہ کر کے کہا "لیجئے حضرت" یہ "عہد نامہ" "میں ہی اس شہر کا حاکم ہوں" بعد اسکے تدمیر مع اپنے غلام کے شہر واپس گیا۔ اگلے دن صبح ہوتے ہی شہر پناہ کا دروازہ کھلا۔ سب سے پہلے تدمیر مع اپنے چند غلاموں کے نکلا انکے پیچھے بڈھوں، عورتوں اور بچوں کا جھنڈ برآمد ہوا۔ مغیث کو بیحد استعجاب ہوا متحیر ہو کر تدمیر سے دریافت کیا "آپ کے وہ سپاہی کہاں ہیں جو فصیل کی حفاظت پر تھے" تدمیر نے جواب دیا "میرے پاس سپاہی کہاں باقی رہ گئے تھے۔ جنکے ذریعہ سے میں نے شہر کی حفاظت کی تھی وہ یہی عورتیں اور بوڑھے مرد ہیں" مغیث کو تدمیر کی اس ہوشیاری اور دلیرانہ کارروائی سے بیحد تعجب ہوا اور اسدرجہ اسکو مسرت ہوئی کہ اس نے اپنے مغلوب دشمن کو مرشیا کا گورنر مقرر کر دیا چنانچہ آج تک یہ صوبہ اسی کے نام کی مناسبت سے "تھوڈمیر لینڈ" کہا جاتا ہے۔

اسوقت طارق سرزمین اندلس کو تاراج کرتا ہوا سرداران گاتھ کے تعاقب و جستجو میں ٹولیڈو (طلیطلہ) تک پہونچ گیا تھا مگر ٹولیڈو میں صرف وہی لوگ باقی رہ گئے تھے جنکو مسلمانوں سے تعلق اور ارتباط پیدا ہو گیا تھا مثلاً کونٹ جولین (بالیان) گورنر سبطہ اور "شاہ ڈنزا" سابق حکمران ہسپانیہ کا رشتہ دار۔ طارق نے ان لوگوں کو عہد ہائے جلیلہ عنایت کئے سرداران گاتھ جنکی جستجو میں طارق خاک چھان رہا تھا وہ لوگ اسٹریا کے پہاڑوں میں جا کے پناہ گزین ہو گئے تھے

اسوجہ سے ہاتھ نہ آئے۔

طارق نے ممالک ہسپانیہ کے تقریباً کل بلاد کو سر کر لیا تھا اور جو اِدھر اُدھر دو چار صوبے باقی رہ گئے تھے وہ بھی فتح ہونے کے لئے تیار ہو رہے تھے کہ اس اثناء میں موسیٰ بن نصیر گورنر افریقہ نے جسکو طارق کی یہ غیر متوقع کامیابیاں پسند نہ آئی تھیں اس ناموری اور فتحیابی میں حصہ لینے کی غرض سے اٹھارہ ہزار عربی سپاہ کی جمعیت سے اسٹریٹ کو ۱۲ء ۷ کے موسم گرما میں عبور کیا۔ کارموتا، سیوائیل اور میرڈا کے میدانوں کو بزور تیغ جنگ کر کے سر کر لیا جس سے اسپین کا سارا ملک اس سرے سے اُس سرے تک مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور اُس خلیفہ اسلام کی وسیع اور بسیط سلطنت کا یہ ایک صوبہ بن گیا جسکا مرکز حکومت دمشق میں تھا۔

موسیٰ بن نصیر گورنر افریقہ کے دل میں فتح اسپین کے بعد فتح یورپ کی ارزو پیدا ہوئی مگر افسوس ہے کہ خلیفہ دمشق کی طلبی پر وہ اپنی اس آرزو کو پوری نہ کر سکا تاہم اسکے چلے جانے پر عساکر اسلامیہ نے یورپ کی طرف قدم بڑھائے چنانچہ ۱۹ء ۷ کے اوائل میں گال کے جنوبی حصے پر جو سپٹی مونیا کے نام سے مشہور تھا قبضہ کر کے کرکاون اور تیربون کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں داخل کر لیا بعدازاں برگنڈی اور ایکوئی ٹینا پر حملہ کیا، ایوڈیز ڈیوک آف ایکوئی ٹینا مقابلہ پر آیا اتفاق سے اس معرکہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی مگر اس ہزیمت سے انکی جوانمردی میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ سامان جنگ درست اور سپاہ کو مرتب کر کے مسلمانوں نے پھر ملک مغرب پر چڑھائی کی، بیون کو لوٹ لیا قوم سن پر خراج قائم کیا۔ ۳۰ء ۷ میں ایوگنن پر قابض ہوئے، ناربون کے جدید حکمراں عبدالرحمٰن نے فوجیں فراہم کر کے پھر ایکوئی ٹینا پر چڑھائی کی، دریائے گارون پر اس سے اور ایوڈیز سے مقابلہ ہوا عساکر اسلامیہ نے ایوڈیز کو شکست فاش دیکے ٹوورز کی جانب قدم بڑھایا چارلس ہیکن شاہ فرانس

بادشاہ تو تھاپر کی حمایت پر کمر بستہ ہو کر میدان میں آیا دونوں فریق کا پواکٹرز اور ٹوورز کے درمیان مقابلہ ہوا۔ یہ بہت بڑی لڑائی تھی اس سے بڑے بڑے نتائج پیدا ہونے والے تھے اگر عساکر اسلامیہ کو اس معرکہ میں کامیابی ہو گئی ہوتی تو تمام یورپ میں بجائے آواز جرس کے اذان کی آواز گونجتی ہوتی۔ چارلس اور اسکی فرنسیسی فوج نے مسلمانوں کی ترقی کو اسی معرکہ سے روک دیا چھ دن تک معمولی اور چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں ساتویں دن چارلس خود حملہ آور ہوا مسلمانوں کے پاؤں میدان جنگ سے ڈگ گئے اسلامی فوج کا حصہ کثیر کام آگیا اس واقعہ سے پھر مسلمانوں کو ممالک فرانس کی طرف قدم بڑھانے کا شوق پیدا نہ ہوا۔ واللہ یفعل مایشاء۔ انتہی کلام المترجم ملخصا من الطبری وتاریخ ابوالفداء والکامل لابن الاثیر وکتاب نفخ الطیب وغیرہا من کتب تواریخ الانگلشیہ

عبدالرحمٰن ملقب بہ داخل کا اندلس جانا اور حکومت کی بناڈالنا

جس وقت خاندان خلافت امویہ پر مشرق میں وہ مصائب جوان پر نازل ہونے والے تھے نازل ہوئے، دعویداران خلافت یعنی بنو عباس نے بہ حکمت عملی ان کو مغلوب کر کے کرسی خلافت سے اُتار دیا، اس خاندان کے آخری خلیفہ مروان بن محمد بن مروان بن حکم کو سنہ ۱۳۲ھ میں قتل کر کے سریر حکومت پر خود جلوہ افروز ہوئے۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس خاندان کے ممبروں کو قتل کرنے لگے خاندان امیہ کے باقی ماندہ دو چار ممبر جو اس عام خونریزی سے بچ گئے تھے وہ بخوف جان ادھر اُدھر اور دور دراز ملکوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے منجملہ ان لوگوں کے جو اس طوفان بے امتیازی سے جانبر ہو کر نکل بھاگے تھے عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک نامی ایک شخص اسی معزول شدہ

خاندان امارت کا ایک ممبر تھا قبل اس واقعہ کے اسکی قوم ملک مغرب میں اسکی بادشاہت کی منتظر تھی اور اسمیں حکومت کرنے کی ایسی علامات محسوس کرتی تھی جنکو سلمہ بن عبد الملک نے بیان کیا تھا خود عبد الرحمن نے بھی بالمشافہ سلمہ بن عبد الملک سے یہ سن رکھا تھا اس سے اسکے دل میں حکومت مغرب کا ولولہ و شوق پیدا ہو رہا تھا یہی امور تھے جس سے عبد الرحمن بن معاویہ نے ملک شام سے بیدخل ہو کر ملک مغرب کا راستہ لیا اور اپنے ماموں نفزہ برابرہ طرابلس کے یہاں پہونچ کے مقیم ہوا کسی ذریعہ سے عبد الرحمن بن حبیب کو اسکی خبر ہوگئی۔ عبد الرحمن بن حبیب اس سے پیشتر ولید بن عبد الملک کے دو لڑکوں کو جبکہ وہ افریقہ میں شام سے بھاگ کر پہونچے تھے قتل کر چکا تھا۔ عبد الرحمن بن معاویہ بخوف جان نفزہ برابرہ سے نکلکر مغیلہ میں جا کے پناہ گزین ہوا بعضوں نے کہا ہے کہ مکناسہ میں اور بعضوں نے لکھا ہے کہ قوم زناتہ میں جا کر دم لیا تھا ان لوگوں کے نہایت احترام سے اسکی آو بھگت کی اور یہ ان میں چندے بہ اطمینان مقیم رہا بعد ازاں ملیلہ میں جا ٹھہرا اور اپنے غلام بدر کو اندلس میں ان لوگوں کے پاس روانہ کیا جو مروانیوں کے خدام اور گروہ والے تھے۔ چنانچہ بدر نے اندلس میں پہونچ کے ان سبھوں کو مجتمع کیا اور عبد الرحمن بن معاویہ کی بادشاہت وحکومت کی دعوت دی۔ ان سب لوگوں نے نہایت تپاک اور خوشی سے اسکو قبول کیا اور باہم اس تذکرہ کو خوب پھیلایا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں مابین یمنیہ اور مضریہ کے بیچ چل گئی اسوجہ سے یمنیہ نے عبد الرحمن بن معاویہ کی حکومت و بادشاہت پر اتفاق و اجماع کر لیا۔ بدر نے اندلس سے واپس ہو کر اپنے آقا عبد الرحمن کو اس سے مطلع کیا۔ عبد الرحمن نے ۱۳۸ھ عہد خلافت ابو جعفر المنصور عباسی میں دریا کو عبور کیا اور ساحل سند پر جا اترا۔ اہل اشبیلیہ کے ایک گروہ نے حاضر ہو کر امارت وحکومت کی عبد الرحمن کے ہاتھ پر بیعت کی بعد اسکے عبد الرحمن نے کوررا حب کا رخ کیا۔ اسکے عامل عیسی ابن مسور نے بھی بیعت کر لی تب عبد الرحمن شذونہ کی جانب واپس آیا۔ عتاب بن علقمہ لخمی والی شذونہ نے

گردن اطاعت جھکا دی اور امارت وحکومت کی اسکے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بعدہ مور وہ پہونچا اور ابن صباح اسکے والی سے بیعت لی پھر قرطبہ کی جانب روانہ ہوا مینیہ نے حاضر ہو کر اسکی امارت کو تسلیم کیا رفتہ رفتہ اسکی خبر والی اندلس یوسف بن عبدالرحمٰن فہری تک پہونچی یہ اس وقت جلیقہ پر جہاد کر رہا تھا۔ اس خبر کے مشہور ہونے سے اسکے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی مجبوراً اسکو قرطبہ کی طرف واپس ہونا پڑا اسکے وزیر ضمیل بن حاتم نے رائے دی کہ بنظر مصلحت وقت عبدالرحمٰن کے ساتھ نرمی و ملاطفت کا برتاؤ کرنا اور مکر و حکمت عملی سے کام لینا لیکن اسکی مراد حاصل نہ ہوئی۔ اس اثناء میں عبدالرحمٰن، منکب سے مالقہ میں چلا آیا اور لشکر مالقہ سے سیاسی تدابیر سے بیعت لے لی بعد ازاں برندہ پہونچا اور لشکر برندہ سے بھی اپنی امارت کی بیعت لی۔ پھر سریش پہونچا لشکر سریش نے بھی بیعت کر لی بعد اسکے اشبیلیہ میں جا کے قیام کیا۔ ہر چہار طرف سے ہوا خواہوں اور امدادی فوجوں کی آمد شروع ہو گئی آہستہ آہستہ مضریہ بھی اسکے پاس آکر مجتمع ہو گئے حتیٰ کہ یوسف بن عبدالرحمٰن والی اندلس کے رکاب میں سوائے فہریہ اور قیسیہ کے کوئی عربی نژاد شخص باقی نہ رہ گیا۔ پس اسوقت عبدالرحمٰن نے یوسف پر فوج کشی کی۔ قرطبہ کے باہر ایک میدان میں ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ یوسف کو اس معرکہ میں ہزیمت ہوئی، شکست کھا کے غرناطہ واپس آیا، قلعہ نشین ہو گیا، امیر عبدالرحمٰن نے تعاقب کیا، غرناطہ میں پہونچ کے محاصرہ ڈالا بالآخر یوسف صلح کرنے پر مائل ہوا۔ عبدالرحمٰن نے اس شرط پر مصالحت کی کہ یوسف اسکے ساتھ غرناطہ سے نکلکے قرطبہ میں جا کے قیام کرے۔

بعد اس مصالحت کے یوسف نے بد عہدی کی ۱۴۱ھ میں بقصد خروج قرطبہ سے نکلکر طلیطلہ چلا گیا۔ تقریباً بیس ہزار بربر اسکے پاس مجتمع ہو گئے۔ امیر عبدالرحمٰن نے اسکے مقابلہ پر عبدالملک بن عمر مروانی کو مامور کیا۔

عبدالملک بن عمر عبدالرحمٰن کے پاس مشرق سے آیا تھا اسکا باپ عمر بن مروان بن حکم اپنے بھائی عبدالعزیز کی کفالت میں مصر میں رہتا تھا جب ۱۱۵ھ میں اسکا انتقال ہو گیا

تو عبد الملک بدستور مصر ہی میں رہا تا آنکہ سیاہ پھر یرے والے (عباسیہ) سرزمین مصر میں داخل ہوئے تو عبد الملک نے مصر کو خیر آباد کہہ کے اپنے خاندان کے دس نامی دلاوروں اور جنگ آوروں کے ساتھ اندلس کا راستہ لیا، کوچ و قیام کرتا ہوا ۱۴۱ھ میں امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوا عبدالرحمٰن نے اسکو اشبیلیہ کی سند حکومت عطا کی، اسکے بیٹے عمر بن عبد الملک کو مورور کی۔

یوسف معزول والی اندلس نے ان دونوں کی طرف بقصد جنگ کوچ کیا، یہ دونوں بھی فوجیں آراستہ کرکے یوسف کی طرف بڑھے دونوں فریق کا ایک میدان میں مقابلہ ہوا بہت بڑی اور گھمسان لڑائی ہوئی۔ ہزارہا آدمی کام آگئے آخر کار یوسف کی شکست ہوئی۔ کمال بے سروسامانی سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اطراف طلیطلہ میں خود اسکے کسی ہمراہی نے مکر و فریب سے قتل کر ڈالا، سر اُتار کر امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں لاکے پیش کر دیا۔

یوسف کے مارے جانے پر امیر عبدالرحمٰن کی حکومت کو استحکام اور استقلال حاصل ہوگیا تمام ملک اندلس نے اسکی اطاعت قبول کرلی کوئی مخالف نام کو بھی باقی نہ رہا چنانچہ امیر عبدالرحمٰن نے قرطبہ کو اپنی حکومت کا مرکز بنایا۔ محلسرا، جامع مسجد بنوائی اور صرف اسکی تعمیر میں اسی ہزار دینار صرف کئے۔ ہنوز تعمیر پوری ہونے پائی تھی کہ مرگیا۔ علاوہ اسکے اور مسجدیں بھی بنوائیں ایک گروہ اسکے خاندان کا مشرق سے اسکے پاس چلا آیا پہلے یہ خلیفہ ابو جعفر المنصور کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا پھر جب اسکی حکومت کا سکہ مملکت ہسپانیہ میں چلنے لگا، پورے طور سے عنان حکومت اندلس اسکے قبضہ اقتدار میں آگئی بنی مروان کی سلطنت کی بنا استحکام کے ساتھ پڑگئی، جسقدر انکے معالم و ماثر خلافت کو مشرق میں نقصان پہونچا تھا اسکو از سر نو حاصل کرلیا۔ اطراف ممالک اندلس کے باغیوں اور سرکشوں کو زیر و زبر کرچکا تب اسنے خلافت عباسیہ کے تاجدار کا نام خطبہ سے موقوف کیا اور ایک قلم اس سے قطع تعلق کرلیا۔

اس نے ۱۷۲ھ میں وفات پائی یہ عبدالرحمٰن داخل کے لقب سے معروف تھا کیونکہ بلوکی مروانیہ میں سے سب کے پہلے یہی اندلس میں داخل ہوا تھا چونکہ اس نے اندلس میں پہونچ کے بغیر کسی معاون و مددگار کے بڑے بڑے نمایاں کام کئے۔ مشرق سے کیسی بے سروسامانی سے بھاگا نہ تو اسمیں قوت تھی اور نہ کوئی شخص اسکا معین و مددگار تھا مگر سرزمین اندلس پہونچ کے اندلس جیسے وسیع ملک پر بے غل وغش قبضہ کرلیا اور اسکے والی کو معزول کردیا یہ اسکی عزمیت مردانگی اور استقلال کی قوی دلیل ہے اسوجہ سے خلیفہ ابوجعفر المنصور عباسی اسکو شیر بنی امیہ کے نام سے موسوم کرتا تھا۔ بعد اسکے اسکی آیندہ نسلیں بوراثت اس کے اس وسیع ملک کی حکمرانی کرتی رہیں۔

عبدالرحمٰن اپنے کو امیر کے لقب سے ملقب کرتا تھا۔ اسی طریقہ پر اسکے لڑکوں نے بھی اپنا رویہ رکھا انہیں سے کسی شخص نے اپنے کو "امیرالمومنین" کے معزز خطاب سے مخاطب نہیں کیا کیونکہ بیعت خلافت مرکز اسلام اور مبداء عرب میں لیجاتی تھی تاآنکہ عبدالرحمٰن ناصر کا دور حکومت آیا یہ عبدالرحمٰن داخل کے خاندان کا آٹھواں ممبر تھا جیسا کہ ہم آیندہ تحریر کرینگے پس اس نے اپنے کو "امیرالمومنین" کے لقب سے ملقب کیا بعد اسکے اسکی آیندہ نسلوں نے یکے بعد دیگرے اس خطاب کو اختیار کیا۔

عبدالرحمٰن[1] داخل کی اس خطہ اندلس میں بہت بڑی وسیع حکومت اور بیحد زرخیز

نوٹ [1] عبدالرحمٰن داخل کے جسوقت تمام اعزہ واقارب تقریباً ایک سو برس تک حکومت کرکے کرسی حکومت سے اُتار دیئے گئے اور دعویداران خلافت یعنی عباسیوں کے ہاتھوں تہ تیغ کئے گئے اس وقت عبدالرحمٰن بھی چند جانی برادروں کے ساتھ اپنی جان بچا کے بھاگا اسکے ساتھ بدر نامی اسکا ایک غلام اور اسکا نوعمر بیٹا ہشام تھا، دریائے فرات تک بہزار خرابی وہ وقت بسا۔ عباسیوں کے ہاتھ سے صحیح وسالم بچ کر پہونچ گیا اور ایک گانوں میں یہ خیال کرکے کہ یہاں پر میرے رہنے کا حریفوں کو گمان تک نہو گا بودوباش اختیار کی ایک روز یہ اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا قدرت کی نیرنگیوں پر غور کررہا تھا اور اسکا

مملکت تھی جو اسکے بعد کئی صدی تک قائم رہی جیسا کہ آئندہ ہم تحریر کرینگے مسلمانان اندلس عبدالرحمٰن کی خوش سیرتی اور عاقلانہ تدابیر کے گرویدہ ہو کر اسکی حکومت کے دائرہ کے

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۱ بیٹا خیمہ کے باہر کھیل کود میں مصروف تھا کہ یکایک یہ نو عمر بچہ چیختا چلاتا حیران و پریشان خیمہ میں گھس آیا۔ عبدالرحمٰن نے اسکو تسلی دی اور خوف کا سبب دریافت کرنے کو باہر آیا۔ دیکھا کہ گانوں پر سیاہ پھریرے والے یعنی عباسیہ محاصرہ کیا چاہتے ہیں۔ پہلے تو سخت پریشان ہوا لیکن پھر اپنے خیالات کو مجتمع کیا اور کچھ سوچ سمجھکر اپنے بچہ کو گود میں لیکر دریا میں کود پڑا۔ بھاگتے وقت بدر کو ہدایت کر گیا کہ اس ہنگامہ کے فرو ہو جانے پر میرے بقیہ اہل و عیال کو میرے پاس لے آنا۔ عباسیوں نے پہونچتے ہی خیمہ کی تلاشی لی۔ بنی امیہ کے خاندان کا ایک متنفس نظر نہ آیا۔ دریا کی طرف نظر گئی تو دو شخص تیرتے نظر آئے۔ چلا چلا کر تشفی دینے لگے اور امان دینے کی قسمیں کھانے لگے مگر اسمیں سے ایک شخص نے جسکے گود میں نو عمر بچہ تھا ایک نہ سُنی۔ مگر اسکا دوسرا ساتھی جو اسکے پیچھے پیچھے تیرتا جاتا تھا اور کسیقدر تھک گیا تھا امان دینے کی آواز سن کے لوٹ آیا کنارہ پہونچا تھا کہ سر تن سے جدا کر دیا گیا پہلا شخص جو تیر کر دریا عبور کر گیا وہ عبدالرحمٰن تھا اور پچھلا شخص جس نے اپنے کو معرض خطر میں ڈالا اور مارا گیا عبدالرحمٰن کا بھائی اور انیس سفر تھا۔ دریائے فرات عبور کرکے شبانہ روز سفر کرتا اور طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتا ہوا افریقہ پہونچا جہاں اسکے پہونچنے کے چند روز بعد اسکے باقیماندہ اہل و عیال اور خاندان والے مع بدر کے آملے۔

عبدالرحمٰن کی عمر اسوقت ۲۰ برس کی تھی۔ جری، دلاور، معاملہ فہم اور ذہین تھا قدرت نے صورت و سیرت کا حصہ کافی اسکو مرحمت کیا تھا۔ اسوقت شمالی افریقہ میں عبدالرحمٰن بن حبیب نامی گورنری کر رہا تھا۔ اسکو خاندان امیہ سے دلی عناد تھا اس نے ولید بن عبدالملک کے دو لڑکوں کو اس سے پیشتر قتل کر ڈالا تھا۔ عبدالرحمٰن نے یہ خیال کرکے کہ اسکا استیصال کارے دارد کا مضمون ہے علاوہ بریں ایسے مقام پر قیام کرنا خالی از خطرہ نہیں ہے جہاں پر کہ اپنے خاندان کا دشمن موجود ہو۔ اندلس کا راستہ لیا۔ پانچ برس تک سواحل بربر پر بحال پریشان خستہ و خراب مارا مارا پھرا آخر کار اپنے غلام بدر کو ہوا خواہان خاندان امیہ کے پاس اندلس روانہ کیا۔ تمام سرداران لشکر جنکو خاندان امیہ سے کچھ بھی تعلق تھا عبدالرحمٰن

وسیع کرنے میں مصروف و مشغول ہوگئے اس سے اسکو بہت بڑی مدد ملی۔ اسکی حکومت کو استحکام ہوگیا اسکا سکۂ حکومت تمام مملکت ہسپانیہ میں چلنے لگا۔ عبدالرحمٰن ایسی وسیع مملکت کے حاصل ہوجانے پر اطمینان کے ساتھ شاہی شان و شوکت بڑھانے کی طرف متوجہ ہوا

اسی اثناء میں فرویلہ بن اذفونش نے سرحدی بلاد اسلامیہ پر فوج کشی کردی مسلمانوں کو وہاں سے نکال دیا چنانچہ انکے قبضہ سے برلغال، سمورہ، سلمنقہ، قشتالہ اور سقوبیہ کو نکال لیا اور یہ ممالک جلالقہ کے قبضہ میں چلے گئے۔ ایک مدت تک انہیں کے قبضہ میں رہے یہانتک کہ منصور بن ابی عامر سپہ سالار دولت امویہ نے ان شہروں کو پھر فتح کیا جیسا کہ اسکے حالات کے تذکرہ میں بیان کیا جائیگا بعد ازاں پھر ان لوگوں نے بلاد اندلس کو ان سے واپس لے لیا اور تمام مملکت پر قابض و متصرف ہوگئے۔

عبدالرحمٰن نے اندلس پر قبضہ حاصل کرنیکے زمانہ میں خلیفہ سفاح کے نام کا خطبہ پڑھا تھا بعد ازاں اسکا نام خطبہ سے نکال کر خود سر حکمراں بن بیٹھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

اسی بناء پر ۱۴۶ھ میں علاء بن مغیث یحصبی نے افریقہ سے فوجیں فراہم کرکے بلاد اندلس کا رخ کیا اور باجہ میں پہونچ کے لڑائی کا نیزہ گاڑا۔ یہ شخص خلیفہ ابوجعفر المنصور عباسی کے ہواخواہوں سے تھا ایک گروہ کثیر اسکے پاس آکے مجتمع ہوگیا۔ امیر عبدالرحمٰن کو اسکی خبر لگی تو اس نے بھی سامان جنگ درست کرکے علاء کو ہوش میں لانے کی غرض سے کوچ کیا" اطراف اشبیلیہ میں دونوں حریف کا مقابلہ ہوا، چند دنوں تک لڑائیاں ہوا کیں آخرکار علاء کو ہزیمت ہوئی سات ہزار

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۲ کی امداد پر کمربستہ ہوگئے اور یمنی قبائل کو بھی کیسقدر بحث و مباحثہ کے بعد ہر طرح کی امداد و اعانت پر راضی و مستعد کرلیا۔

الغرض بدر کل مراحل طے کرکے عبدالرحمٰن کے پاس واپس آیا عبدالرحمٰن اسوقت نماز پڑھ رہا تھا۔ سلام پھیرا تو اندلس کے سب سے پہلے ایلچی کو کامیابی کی خوشخبری لئے ہوئے اپنے پاس موجود پایا فرط مسرت سے "ابو غالب" کا خطاب عنایت کیا معہ اپنے معدودے چند رفقا اور اہل خاندان کے بلا توقف جہاز پر سوار ہوکر اندلس کی طرف روانہ ہوگیا تاریخ کامل جلد [redacted] صفحہ ۲۳۴ مطبوعہ مصر

آدمی مارے گئے علاء بھی اس معرکہ میں کام آگیا امیر عبدالرحمن نے مقتولوں کے سروں کو جمع کرا کے کچھ قیروان روانہ کئے اور کچھ مکہ معظمہ بھیجدیئے جو خفیہ طور سے انکے بازاروں میں پھینکدیئے گئے۔ ان سروں کے ساتھ سیاہ پھریرے بھی تھے اور وہ خطوط بھی تھے جو خلیفہ منصور نے علاء کے پاس اثنار جنگ میں بھیجے تھے۔

ہشام بن عبدربہ فہری طلیطلہ میں ایک با اثر شخص تھا اور ان واقعات کے پہلے سے اسکے دلمیں عبدالرحمن کی عداوت اور مخالفت پیدا ہو چکی تھی اور وہ اسی حالت سے باقی چلی آتی تھی تا آنکہ ۱۴۷ھ میں امیر عبدالرحمن اموی نے اپنے خادم قدیم بدر اور تمام بن علقمہ کو طلیطلہ کے سر کرنے کو روانہ کیا پس ان دونوں نے طلیطلہ پر پہونچ کے محاصرہ ڈالا اور ایک خونریز جنگ کے بعد اسکو فتح کر کے ہشام کو معہ حیوۃ بن ولید یحصبی اور عثمان بن حمزہ بن عبید اللہ بن عمر بن خطاب کے گرفتار کر لیا' پا بزنجیر قرطبہ لائے امیر عبدالرحمن نے انکو صلیب دی۔

پھر اسی ۱۴۷ھ میں سعید یحصبی معروف بہ مطری نے ان لوگوں کے خون کا بدلہ لینے کو خروج کیا جو قبائل یمن کے علاء کے ہمراہ مارے گئے تھے پہلے اس نے شہر لبلہ میں فوجیں فراہم کیں جب ایک عظیم گروہ مجتمع ہو گیا تو اشبیلیہ پر پہونچ کے قبضہ کر لیا۔ امیر عبدالرحمن یہ خبر پا کے اٹھ کھڑا ہوا فوجیں فراہم کیں سامان جنگ درست کیا اور سعید سے جنگ کرنے کو کوچ کر دیا سعید اسکی آمد سے مطلع ہو کے اشبیلیہ کے ایک قلعہ میں جا کے پناہ گزیں ہو گیا امیر عبدالرحمن نے پہونچتے ہی محاصرہ کر لیا۔ رسد وغلہ کی آمد ورفت بند کر دی۔ عتاب بن علقمہ لخمی اسوقت شہر شدونہ میں تھا، مطری کے محصور ہونے کی خبر پا کے امدادی فوجیں مجتمع کر کے مطری کی جانب روانہ کیں۔ عبدالرحمن نے اپنے غلام بدر کو بسر افسری ایک دستہ فوج اس کمک کے روک تھام پر مامور کیا چنانچہ بدر نے نہایت دانائی سے اس امداد کو مطری تک یوں نہ پہونچنے دیا کہ مابین مطری اور امدادی فوج کے خود حائل ہو گیا۔ ایک مدت تک محاصرہ وجنگ کا سلسلہ قائم وجاری رہا۔ آخر الامر سعید انہیں لڑائیوں میں مارا گیا۔ تب اہل

قلعہ نے بجائے اسکے خلیفہ بن مروان کو اپنا امیر بنالیا۔ امن کی درخواست کی امیر عبدالرحمٰن نے انکی درخواست منظور کرلی اہل قلعہ نے قلعہ کے دروازے کھول دئے عبدالرحمٰن نے قلعہ کو ویران کردیا خلیفہ[1] بن مروان کو معہ ان لوگوں کے جو اسکے ہمراہ تھے مار ڈالا۔

اس مہم سے فارغ ہوکر عتاب کی سرکوبی کو روانہ ہوا شدونہ پہونچ کر حصار کرلیا۔ اہل شدونہ نے مجبور ہوکر امن کی درخواست پیش کی عبدالرحمٰن نے انکو امن دی اور کامیابی کے ساتھ قرطبہ واپس آیا۔

بعد واپسی عبداللہ بن خراشہ اسدی نے کورہ جیان میں علم مخالفت بلند کیا گروہ کثیر کو مجتمع کرکے قرطبہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی عبدالرحمٰن نے ایک فوج اس مجمع کے منتشر کرنے کو روانہ کیا۔ عوام الناس نے یہ خبر پائے کہ عبدالرحمٰن کا لشکر آرہا ہے عبداللہ کا ساتھ چھوڑ دیا جمعیت منتشر ہوگئی عبداللہ نے عفو تقصیر کرائی اور امن طلب کی چنانچہ عبدالرحمٰن نے امن دیدی۔

۱۵۰ھ میں غیاث بن میسر اسدی نے سر اٹھایا اور عبدالرحمٰن کی مخالفت پر کمربستہ ہوکر خروج کیا گورنر باجہ نے جو عبدالرحمٰن کی طرف سے مامور تھا فوجیں فراہم کیں اور سینہ سپر ہوکر لڑا آخر کار غیاث کی شکست ہوئی اثنار دار وگیر میں مارا گیا بعد فتحیابی کے گورنر باجہ نے بشارت نامہ فتح کے ساتھ غیاث باغی کا سر بھی عبدالرحمٰن کے پاس قرطبہ روانہ کیا۔

اسی سنہ میں عبدالرحمٰن نے قرطبہ کے شہر پناہ بنانے کی بنا ڈالی۔

ان واقعات کے بعد مشرقی اندلس میں ایک شخص نے بربر مکناسہ سے سر اٹھایا۔ یہ شخص شقنا بن عبدالواحد کے نام سے موسوم تھا۔ معلمی کا پیشہ کرتا تھا۔ اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں حسین بن علی شہید کربلا کی اولاد سے ہوں، میرا نام عبداللہ بن محمد ہے۔ بربریوں کا انبوہ کثیر

[1] خلیفہ کے مار ڈالنے کی یہ وجہ تھی کہ اہل قلعہ نے قلعہ کے حوالہ کردینے کی شرط پر امان طلب کی تھی پس جب عبدالرحمٰن نے انکی درخواست منظور کرلی اور اہل قلعہ نے قلعہ اور خلیفہ کو عبدالرحمٰن کے حوالہ کیا تو عبدالرحمٰن نے خلیفہ کو مار ڈالا مصالحت اہل قلعہ سے ہوئی تھی نہ کہ خلیفہ سے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۵ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۷۳

مجتمع ہوگیا۔ اس سے اسکی شان وشوکت بڑھ گئی۔ حوصلے بلند ہوگئے شنت بریہ میں جاکے مقیم ہوا عبدالرحمن اسکی سرکوبی پر تیار ہوگیا۔ شقنا عبدالرحمن کی آمد کی خبر پاکے بلا جدال وقتال پہاڑوں پر بھاگ گیا اور وہیں جاکے پناہ گزین ہوگیا۔ عبدالرحمن نے بے نیل مرام مراجعت کی۔ طلیطلہ پر حبیب بن عبدالملک کو مامور کیا۔ حبیب نے اپنی طرف سے شنت بریہ پر سلیمان بن عثمان بن مروان بن عثمان بن ابان بن عثمان ابن عفان کو متعین کیا اور شقنا کی گرفتاری کی سخت تاکید کی۔ سلیمان نے سامان جنگ تیار ومہیا کرکے شقنا کا تعاقب کیا اتفاق یہ کہ شقنا نے سلیمان کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا اور اطراف قوریہ پر قابض ومتصرف ہوگیا۔ عبدالرحمن نے ۱۵۲ھ میں بذات خود شقنا کی سرکوبی پر کمر باندھی شقنا یہ خبر پاکے پھر بھاگ گیا ہاتھ نہ آیا۔ عبدالرحمن کو سخت پریشانی دامنگیر ہوئی شقنا کے روزانہ خروج اور فرار سے عبدالرحمن تنگ آگیا جب یہ لشکر بھیجتا[1] تھا تو اسکو بمکر وفریب ہزیمت دے دیتا تھا اور برابر ایک شہر سے دوسرے شہر میں جا پہونچتا اور وہاں کے لشکر کو ہزیمت دیتا رہتا تھا۔ مگر اسکا اصل قیام گاہ جبال بلنیسہ کے قلعہ شیطران میں تھا ۱۵۶ھ میں عبدالرحمن نے قرطبہ پر اپنے بیٹے سلیمان کو بطور نائب کے متعین کرکے شیطران کا قصد کیا جوں ہی شیطران کے قریب پہونچا اہل اشبیلیہ ویمنیہ قبیلہ کی بغاوت اور عبدالغفار وحیوۃ بن فلاقش کی مخالفت کی خبر لگی۔ ناچار شقنا کو بحالہ چھوڑ

[1] ۱۵۳ھ میں بدر خادم روانہ کیا گیا شقنا قلعہ شیطران خالی چھوڑ کر بھاگ گیا پھر ۱۵۴ھ میں خود عبدالرحمن شقنا کی جنگ پر گیا شقنا پھر بھاگ گیا عبدالرحمن بمجبوری واپس آیا۔ بعد ازاں ۱۵۵ھ میں ابوعثمان عبیداللہ بن عثمان کو بسرافسری عظیم فوج کے روانہ کیا شقنا نے بحکمت عملی اسکی فوج کو بگاڑ دیا جس سے ابوعثمان کو ہزیمت ہوئی شقنا نے اسکے لشکرگاہ کو لوٹ لیا اور بنی امیہ کی ایک جماعت کو قتل کرڈالا۔ بعد اسکے شقنا نے اسی سنہ میں قلعہ ہوارین معروف بہ مداین پر چڑھائی کی یہاں پر عبدالرحمن کا گورنر رہتا تھا شقنا نے براہ فریب دم پٹی دیکے بلایا جب وہ باہر آیا تو شقنا نے اسکو قتل کرکے اسکا گھوڑا، ہتھیار اور کل اسباب لوٹ لیا۔ مجبور ہوکر پھر عبدالرحمن بذاتہ اس مہم پر روانہ ہوا یہ واقعہ ۱۵۶ھ کا ہے جیسا کہ تم ترجمہ تاریخ میں پڑھ ہوگے۔ انتہی ملخصاً من کامل ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۰۷ مطبوعہ مصر

کے اشبیلیہ کی جانب مراجعت کی۔ اور عبدالملک بن عمر کو اہل اشبیلیہ سے جنگ کرنے کی غرض سے بڑھنے کا حکم دیا۔ عبدالملک[1] اپنے رکاب کی فوج لئے ہوئے اشبیلیہ کی جانب بڑھا اور مرنے پر کمربستہ ہو کر اہل اشبیلیہ سے لڑا اہل اشبیلیہ بھاگ کھڑے ہوئے عبدالملک نے نہایت سختی سے انکا تعاقب کیا اور جی کھول کر انکو پامال کرکے مظفر و منصور عبدالرحمٰن کی خدمت میں واپس آیا۔ عبدالرحمٰن نے بحد شکریہ ادا کیا معقول صلہ دیا، اپنے بیٹے کا (جو ولیعہد تھا) عقد عبدالملک کی لڑکی سے کرکے اپنا سمدھی بنالیا اور عہدہ وزارت سے سرفراز فرمایا۔

عبدالغفار اور حیوۃ بن فلاقش اس واقعہ سے جانبر ہو کر اشبیلیہ بھاگ گئے تھے ۱۵۶ھ میں عبدالرحمٰن نے ان پر حملہ کیا اور انکو معہ ایک گروہ کثیر کے جو انکے ہوا خواہ تھے قتل کر ڈالا یہی اسباب تھے جنکی وجہ سے عبدالرحمٰن کو عرب کی جانب سے مشکوک اور مشتبہ ہونا پڑا اور اس نے اسی تاریخ سے باستثناء عرب عجمی قبائل اور غلاموں کو اپنی فوج میں بھرتی اور حکومتوں پر مامور

[1] عبدالملک نے اشبیلیہ کے قریب پہونچ کے اپنے بیٹے امیہ کو اہل اشبیلیہ پر شبخون مارنے کو روانہ کیا امیہ نے اہل اشبیلیہ کو ہوشیار پاکے حملہ نہ کیا اور اپنے باپ کے پاس واپس آیا عبدالملک نے حملہ نہ کرنے کی وجہ دریافت کی امیہ نے جواب دیا اہل اشبیلیہ ہوشیار تھے حملہ کرنے کا موقع نہ تھا عبدالملک بولا "تو نے موت سے ڈر کر حملہ نہیں کیا تو حد درجہ کا بزدل ہے میں ایسے بزدل شخص کو دوست نہیں رکھتا" یہ کہہ کے عبدالملک نے امیہ کی گردن ماردی اور اپنے امراء لشکر کو جمع کرکے کہا۔ بھائیو! تم جانتے ہو کہ ہم لوگ مشرق سے اس قدر دور و دراز ملک کی طرف نکالے گئے اور اب یہ ٹکڑا اتفاق سے ہاتھ آگیا ہے جو قوت لایموت کے حکم میں ہے تو اسکو بھی ہم بزدلی سے ضائع کیا چاہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ ایسی زندگی پر ہم موت کو فوقیت دیں۔ سبھوں نے ایک زبان ہو کر مرنے یا فتح یاب ہو کر واپس ہونے کی قسمیں کھائیں اور مجموعی قوت سے حملہ آور ہوئے۔ یمانیہ اور اہل اشبیلیہ کو ایسی ہزیمت ہوئی کہ پھر اسکے بعد یمانیہ نہ ابھر سکے۔ عبدالملک کے کئی زخم اس جنگ میں آئے تھے ہاتھ سے قبضہ شمشیر نہیں چھوٹتا تھا۔ ایسی حالت سے یہ عبدالرحمٰن کی خدمت میں آیا کہ تلوار سے خون ٹپک رہا تھا اور زخموں سے خون کے فوارے جاری تھے "تاریخ ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۴ مطبوعہ مصر

کرنا شروع کیا۔

بعد اسکے ۱۶۲ھ میں شقنا کے ہمراہیوں میں سے دو شخصوں نے شقنا کو دہوکا دیکے مار ڈالا اور سر اُتار کر امیر عبدالرحمن کے پاس لائے۔

ان واقعات کے ختم ہونے پر دولت عباسیہ کے اراکین کو عبدالرحمن کے مطیع کرنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ ۱۶۱ھ میں عبدالرحمن بن حبیب فہری معروف بہ صقلی افریقہ سے فوجیں آراستہ کرکے اندلس کی طرف خلافت عباسیہ کا سیاہ جھنڈا لئے ہوئے اہل اندلس کے زیر اور مطیع کرنے کی غرض سے روانہ ہوا، تدمیر کے میدان میں پہونچ کے پڑاؤ کیا۔ بربریوں کا ایک گروہ اسکے پاس آکے مجتمع ہوگیا، عبدالرحمن بن حبیب نے سلیمان بن یقظان والی برشلونہ کو لکھ بھیجا "تم خلافت عباسیہ کی اطاعت قبول کر لو ورنہ مجھے تم اپنے سر پر پہونچا ہوا یقین کرو" سلیمان نے اسکو منظور نہ کیا، عبدالرحمن بن حبیب نے بربریوں کی فوج آراستہ کرکے سلیمان پر چڑہائی کی سلیمان بھی سینہ سپر ہوکر میداں میں آیا، کمال مردانگی سے عبدالرحمن کو شکست دے دی عبدالرحمن بن حبیب ناکامی کے ساتھ تدمیر واپس آیا۔ اس واقعہ کی عبدالرحمن کو خبر لگی تو اس نے قرطبہ سے تدمیر کا رخ کیا، عبدالرحمن بن حبیب اسکی آمد کی خبر پاکے کوہ بلنسیہ میں جاکر پناہ گزین ہوگیا۔ عبدالرحمن نے اشتہار دیدیا کہ جو شخص عبدالرحمن بن حبیب کا سر اُتار کر میرے سامنے لائیگا اسکو میں اس قدر مال و زر دونگا چنانچہ عبدالرحمن بن حبیب ہی کے بربری ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے دہوکا دیکر عبدالرحمن کو مار ڈالا، سر اُتار کر عبدالرحمن کے پاس لے آیا۔ یہ واقعہ ۱۶۲ھ کا ہے۔ عبدالرحمن بن حبیب کے مارے جانیکے بعد عبدالرحمن اپنے دارالحکومت

۱؎ ۱۶۰ھ میں عبدالرحمن نے پھر ایک لشکر شقنا کی جنگ پر بھیجا تھا ایک ماہ تک قلعہ شیطران میں محاصرہ کئے رہا آخر کار مجبور ہوکر بے نیل مرام واپس آیا بعد واپسی لشکر شقنا قلعہ سے نکل کر شنت بریہ کے ایک گاؤں میں آیا ابو معین اور ابو حزیم نے جو اسکے ہمراہیوں سے تھے اسکو قتل کر ڈالا اور عبدالرحمن کے پاس چلے آئے تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۲۱ مطبوعہ مصر۔

قرطبہ میں واپس آیا۔

اسی سنہ میں وجیہ غسانی نے قلعات بیرہ میں سے ایک قلعہ میں جاگزین ہو کر بغاوت کی عبدالرحمن نے شہید بن عیسیٰ کو اسکی سرکوبی پر مامور کیا۔ شہید نے نہایت مردانگی سے لڑکر وجیہ کو شکست دی اور مار ڈالا۔ بعد اسکے بربریوں نے سر اٹھایا ابراہیم بن شجرہ انکا سردار تھا عبدالرحمن نے بدر کو اس ہنگامہ کے فرو کرنے کا اشارہ کیا۔ بدر نے بھی بربری باغیوں کے سردار ابراہیم کو قتل کر ڈالا اور انکی جماعت کو تتر بتر کر دیا۔ انہیں دنوں سلمیٰ[1] نامی ایک سپہ سالار باغی ہو کر قرطبہ سے طلیطلہ بھاگ گیا اور مخالفت شروع کر دی عبدالرحمن نے حبیب بن عبدالملک کو سلمیٰ کے زیر کرنے پر متعین کیا۔ ایک مدت تک حبیب اسکا محاصرہ کئے رہا تا آنکہ زمانہ محاصرہ میں سلمیٰ کا انتقال ہوگیا باغیوں کی جماعت منتشر ہوگئی۔

۱۶۴ھ میں عبدالرحمن کو سرقسطہ کی بغاوت فرو کرنیکی ضرورت پیش آئی ان دنوں سرقسطہ میں سلیمان بن یقظان اور حسین بن عاصی حکمرانی کر رہے تھے ان دونوں ناعاقبت اندیشوں نے مل جلکر عبدالرحمن کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، عبدالرحمن نے پہلے اپنے سپہ سالاروں میں سے ثعلبہ بن عبید کو اس مہم پر روانہ کیا، ثعلبہ نے پہونچتے ہی ان دونوں کا سرقسطہ میں محاصرہ کر لیا ایک مدت تک سلسلہ جنگ اور محاصرہ قائم و جاری رہا ہنوز کوئی نتیجہ نہیں ظاہر ہونے پایا تھا کہ ایک روز سلیمان نے دہوکا دیکر ثعلبہ کو گرفتار کر لیا۔ اور شاہ فرانس کو بلا بھیجا بس حسب وقت شاہ فرانس سرقسطہ میں آیا اسوقت شاہی لشکر نے ثعلبہ کی گرفتاری کی وجہ سے محاصرہ اٹھا لیا تھا۔ سلیمان نے ثعلبہ کو شاہ فرانس کے حوالہ کر دیا شاہ فرانس اس امید میں کہ میں عبدالرحمن والی

[1] سلمیٰ کی بغاوت کی یہ وجہ بیان کیجاتی ہے کہ سلمیٰ نے ایک روز شب کیوقت شراب پی اور بحالت نشہ میں دروازہ قنطرہ کی طرف گیا اور کھولنے کا قصد کیا محافظین مجلس نے ممانعت کی لوٹ آیا صبح کو جب نشہ اترا تو اس خوف سے کہ مبادا عبدالرحمن کسی قسم کا مجھ سے مواخذہ نکرے قرطبہ سے طلیطلہ چلا آیا۔ اسکے آتے ہی جن جن لوگوں کے دلوں میں عبدالرحمن کی خاص غبار تھا طلیطلہ چلے آئے اور بغاوت کر دی۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۲۴ مطبوعہ مصر

اندلس سے اسکے معاوضہ زرکثیر لونگا واپس گیا بعد اسکے حسین نے سلیمان کو قتل کرکے بالانفراد حکمرانی شروع کردی، عبدالرحمٰن نے ان واقعات سے مطلع ہو کر فوجیں مرتب کیں، بذاتہ حسین کے جنگ کرنے کو سرقسطہ پر پہونچ کے محاصرہ ڈالدیا تاآنکہ حسین نے طول محاصرہ سے تنگ آکر مصالحت کرلی۔

اس مہم سے فارغ ہوکر امیر عبدالرحمٰن بلاد فرانس و بشکنس پر جہاد[1] کرنے میں مصروف ہوا انکے علاوہ اور ملوک پر بھی جو انکے قرب وجوار میں تھے حملہ کرکے اپنے وطن قرطبہ میں واپس آیا بعد اسکے ۱۶۵ھ میں حسین نے مقام سرقسطہ میں پھر علم مخالفت بلند کیا، عبدالرحمٰن کا ایک گورنر غالب بن ثمامہ بن علقمہ نامی اس ہنگامہ کے فرو کرنے کو روانہ ہوا۔ متعدد اور چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد حسین کے ہمراہیوں میں سے ایک گروہ کو گرفتار کرلیا اور حصار کئے ہوئے لڑتا رہا تاآنکہ ۱۶۶ھ میں عبدالرحمٰن بنفس نفیس فوجیں آراستہ کرکے اس مہم[2] کے سر کرنے کو روانہ ہوا اور بزور تیغ اسکو مفتوح کرکے حسین کو قتل کرڈالا، اہل سرقسطہ میں سے بھی کچھ لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ ۱۶۸ھ میں ابوالاسود[3] محمد بن یوسف بن عبدالرحمٰن فہری نے بغاوت کی وادی احمر مقام

[1] اس جہاد میں عبدالرحمٰن لڑتے لڑتے قلہرہ تک پہونچ گیا تھا۔ شہر قلہرہ کو فتح کیا اور ان قلعات کو جو اس اطراف میں تھے ویران و منہدم کردیا بعد ازاں بلاد بشکنس کی طرف روانہ ہوا قلعہ مثمین الاقرع کو فتح کرکے بلاد ثون میں اطلال کی جانب بڑھا اور اسکے قلعہ کو بزور تیغ فتح کرکے منہدم کرادیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۲۶ مطبوعہ مصر۔

[2] سرقسطہ کی مہم سر کرنے میں عبدالرحمٰن نے اس مرتبہ بہت بڑا اہتمام کیا۔ چھتیس ۳۶ منجنیقیں نصب کرائیں جورات دن چلا کرتی تھیں۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۲۷ و ۲۸ مطبوعہ مصر۔

[3] ابوالاسود اس زمانہ سے قرطبہ کے جیل میں تھا جب سے اسکا باپ یوسف بھاگ گیا تھا اور اسکا بھائی عبدالرحمٰن بن یوسف مارا گیا تھا۔ برس دو برس قید رہنے کے بعد اس نے اپنے کو نابینا ظاہر کرنا شروع کیا بھولکر بھی کسی طرف آنکھیں نہیں اُٹھاتا تھا ایک زمانہ دراز تک اسی حالت سے رہا امیر عبدالرحمٰن کو بھی اسکے نابینا ہونے کا یقین ہوگیا۔ جیل کے آخری مکانات میں رہتا تھا جنکے دروازے نہر اعظم کی طرف تھے کل قیدی اسی جانب حوائج

قسطلونہ میں عبدالرحمن اس سے معرکہ آرا ہوا اور اسکو شکست دیکے اسکے ہمراہیوں اور فوج کو بھی کھولکر پامال کیا بن ازاں دوبارہ ۱۶۹ھ میں پھر ابوالاسود کے دماغ میں ہوائے بغاوت سمائی اور عبدالرحمن سے لڑنے کو نکلا عبدالرحمن نے اس واقعہ میں بھی اسکو ہزیمت دی اس واقعہ کے دوسرے برس ۱۷۰ھ میں ابوالاسود صوبہ طلیطلہ میں مرگیا بجائے اسکے اسکا بھائی قاسم جانشین ہوا اور ایک بہت بڑی فوج مرتب کر لی عبدالرحمن نے یہ خبر پاکر قاسم پر چڑھائی کی ایک مدت کے محاصرہ و جنگ کے بعد قاسم بغیر امان کے گرفتار ہو آیا عبدالرحمن نے اسکو موت کی سزا تجویز کی جو نہایت عجلت سے تعمیل کی گئی۔

انہیں واقعات کے ختم ہونے پر ۱۷۱ھ اور ابتدائے ۱۷۲ھ کا دور شروع ہو جاتا ہے اور امیر عبدالرحمن ملک اندلس میں تینتیس ۳۳ سال حکومت کرکے سفر آخرت اختیار کرتا ہے

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۰۰ ضروری رفع کرنے کے لئے جاتے تھے محافظین جیل ابوالاسود کو نابینا تصور کر کے چھوڑ دیتے تھے اور مطلق نگرانی و محافظت نکرتے تھے جبوقت نہر سے اپنی ضرورت رفع کرکے ابوالاسود واپس ہوتا تھا تو آواز بلند سے کہتا تھا "کون شخص اندیشہ کو اسکی جگہ پر پہنچا دیگا"۔ تھوڑے دنوں بعد ابوالاسود کا ایک خادم کنارہ نہر پر آنے لگا اور اس سے سرگوشیاں کرنے لگا۔ محافظین جیل یہ ابوالاسود کے نابینا ہونے کی وجہ سے کچھ متعرض نہوتے تھے ایک روز ابوالاسود نے اپنے اسی خادم سے سواری منگوائی اور دریا تیر کر گھوڑے پر سوار ہو کر نکل گیا محافظین کو خبر تک نہوئی۔ طلیطلہ پہونچ کے لوگوں کو فراہم کرنا شروع کیا جب بہت بڑی جماعت جمع ہوگئی تو انکو فوج کی صورت میں مرتب کرکے عبدالرحمن اموی سے لڑنے کو نکل کھڑا ہوا پہلا معرکہ وادی احمر مقام قسطلونہ میں ہوا اسمیں ۴ اسکے چار ہزار آدمی علاوہ ان لوگوں کے جو نہر میں بوقت دار و گیر ڈوب کر مر گئے کام آئے تھے۔

تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۳۱ و ۳۲ مطبوعہ مصر۔

سلہ امیر عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک والی اندلس نے ماہ ربیع الآخر ۱۷۲ھ عہد خلافت خلیفہ رشید میں وفات پائی تینتیس ۳۳ سال چار مہینے اندلس پر حکمرانی کی۔ سرزمین دمشق مقام دیر حنا ۱۱۳ھ میں پیدا ہوا تھا ام ولد راح نامی بربریہ کے بطن سے تھا اسکا باپ معاویہ اسکے دادا ہشام کے زمانہ میں مرگیا

ہشام کی حکومت

جسوقت عبدالرحمٰن نے سفر آخرت اختیار کیا اسوقت اسکا بڑا بیٹا سلیمان طلیطلہ میں حکمرانی کر رہا تھا اور اسکا دوسرا بیٹا ہشام ماردہ کی کرسی حکومت پر تھا۔

بقیہ نوٹ ۲۰۱۔ تھا۔ شروع عہد شباب میں اسپر اور اسکے خاندان پر بہت بڑی مصیبت طاری ہوئی ۱۳۲ھ میں شام سے جس کیفیت سے بھاگا ہے تم اوپر پڑھ آئے ہو اللہ تعالیٰ نے اسی کے دماغ اور اسی کے قوائے عقلیہ میں یہ قوت ودیعت رکھی تھی کہ اندلس جیسے ملک پر پہونچتے ہی قبضہ کرلیا اور بعد قبضہ حاصل کر لینے کے آئے دن خانہ جنگیوں سے برابر مقابلہ کرتا رہا۔ حکمرانان اسلام اور حکومت اسلامیہ کی بربادی کے قوی اسباب سے ایک امر یہ بھی ہے۔ غور کرو کہ عبدالرحمٰن نے جسوقت اندلس کی سرزمین پر قدم رکھا تھا اُسوقت اندلس دو بڑے قبایل یمنیہ اور مضریہ کی مخالفت کا دنگل بنا ہوا تھا علاوہ ان دونوں قبایل کی باہمی مخالفت کے بہت سے چھوٹے چھوٹے امیر خود سر حکمراں بنے ہوئے تھے ایسی حالت میں عبدالرحمٰن ہی جیسے شخص کی ضرورت تھی اس نے مشرق سے بیدخل ہو کر اندلس پر پہونچ کے قبضہ جمایا۔ قابض ہونے کی کیفیت سے تم مطلع ہو چکے ہو کہ اسوقت اسکو چنداں مخالفت اور بغاوت کا سامنا نہیں کرنا پڑا اگر بعد قبضہ حاصل کرلینے کے ایک دن بھی نچلا بیٹھنے نہ پایا۔ ایک نہ ایک کی سرکوبی پر کمر باندھنا پڑتی تھی۔ یہ خودسریاں اور بغاوت کیوں ہوتی تھیں؟ اسکی بنا محض اسی پر تھی کہ کبھی تو ہوا خواہان دولت عباسیہ کو اسکے مطیع کرنے کی خواہش پیدا ہوتی تھی جیسا کہ علاء کا واقعہ اسپر کافی طور سے روشنی ڈالتا ہے اور گاہے خواہشمندان حکومت اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ افسوس کہ ان لوگوں نے نقض عہد بیعت اور فتنہ و فساد کو بائیں ہاتھ کا کھیل مقرر کرلیا تھا حالانکہ اسلام اسکی سخت مخالفت کرتا ہے مگر عبدالرحمٰن کی ہمت و مردانگی کو صد آفرین کہ وہ کبھی ہمت نہ ہارا جب اسکو یہ خبر ملتی کہ فلاں شخص فلاں مقام پر باغی ہوگیا ہے فوراً اُٹھ کھڑا ہوتا اور جب تک اسکا قلع وقمع نہ کرلیتا آرام نہ کرتا تھا اسکی سوانح میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ جس سے یہ تھک گیا ہو۔ بہت بڑا عالی حوصلہ، سخی، شجاع، حلیم، عالم اور صاحب عزیمت تھا کبھی کبھی کچھ شعر بھی کہہ لیتا تھا نہایت درجہ کا فصیح اور بلیغ تھا ابن حیان لکھتا ہے کہ عبدالرحمٰن خود دربار عام میں بیٹھتا تھا اور رعایا کی فریادیں اور استغاثے سُنتا تھا ضعیف سے ضعیف شخص بے روک ٹوک و بلا جدوجہد پہونچ کر

عبد الرحمن نے اسی کو اپنا ولیعہد بنایا تھا تیسرا بیٹا عبد اللہ مسکین بوقت وفات قرطبہ میں موجود تھا اپنے نامور باپ کے مرنے پر اپنے بھائی ہشام کی حکومت کی بیعت لی اور اس حادثہ جانکاہ کی خبر پہونچائی۔ چنانچہ ہشام ماردہ سے قرطبہ میں آیا اور حکمرانی کی عبا پہنکے کرسی حکومت پر بیٹھکر حکمرانی کرنے لگا۔

چونکہ سلیمان اس سے سن میں بڑا تھا اسوجہ سے اسکو کشیدگی پیدا ہوئی، رفتہ رفتہ اس کشیدگی نے مخالفت کی صورت اختیار کی طلیطلہ میں علم مخالفت بلند کیا۔ اسکا بھائی عبد اللہ بھی اس سے آملا۔ ہشام نے اسکے واپس لانے کی غرض سے چند لوگوں کو روانہ کیا مگر یہ اسکو نہ پاسکے بعدازاں ہشام نے فوجیں آراستہ کرکے طلیطلہ کی جانب کوچ کیا، پہونچتے ہی ان دونوں کا طلیطلہ میں محاصرہ کرلیا سلیمان نے اپنے بھائی عبد اللہ اور اپنے بیٹے کو محافظت شہر پر چھوڑکر قرطبہ کا راستہ لیا مگر کچھ حاصل نہوا ہشام نے اسکے تعاقب پر اپنے بیٹے عبد الملک کو متعین کیا اور طلیطلہ کے محاصرہ پر رہا۔ سلیمان نے یہ خبر پاکے ماردہ کا رخ کیا والی ماردہ نے مقابلہ کیا دونوں حریف جی توڑ کر لڑے آخرکار اللہ تعالیٰ نے سلیمان کو ہزیمت دی۔ ہشام اسوقت طلیطلہ ہی کے محاصرہ پر اڑا ہوا تھا دو ماہ سے زاید کچھ روز گذر چکے تھے کہ ایک روز اسکا بھائی عبد اللہ بغیر امن حاصل کئے ہوئے ہشام کی خدمت میں آکر حاضر ہو گیا اور گردن اطاعت جھکادی۔ ہشام نے اسکی تقصیر معاف کردی اور عزت افزائی سے صلے عنایت کئے۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۰۲ اپنا حال عرض کرسکتا تھا۔ اسکی عادت سے یہ تھا کہ اسکے دسترخوان پر علاوہ اسکے مصاحبوں اور ہمراہیوں کے جو شخص کھانے کے وقت موجود ہوتا تھا شریک کرلیا جاتا تھا۔ حاجتمند اپنے حاجات کو اسوقت بھی کہہ سکتے تھے۔ قرطبہ میں اس نے بہ تقلید اپنے دادا ہشام کے رصافہ تعمیر کرایا تھا بوقت وفات گیارہ لڑکے اور نو لڑکیاں چھوڑ گیا تھا۔ سفید کپڑے اکثر پہنا کرتا تھا۔ ابن زیدون نے لکھا ہے کہ اسکے رخسارے ہلکے تھے۔ قد بڑا تھا اور نحیف الجسم تھا۔ چہرہ پر بڑا اسا تل تھا۔ مترجم ملخص از تاریخ کامل ابن اثیر جلد ششم صفحہ ۵ مطبوعہ مصر و کتاب نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب جلد ۱ صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ لیدن۔

پھر ۱۷۲ھ میں ہشام نے اپنے بیٹے معاویہ کو سلیمان سے جنگ کرنے کو تدمیر روانہ کیا چنانچہ معاویہ نے اپنے پُرزور حملوں سے اطراف تدمیر کو ویران اور پامال کردیا سلیمان روزانہ جنگ سے تنگ آکے جبال بلنسیہ کی طرف بھاگ گیا اور وہیں جاکے پناہ گزیں ہوگیا۔ اور معاویہ اپنے باپ کے پاس قرطبہ واپس آیا۔ بعد اسکے سلیمان نے مع اپنے اہل و عیال کے بلاد اندلس چھوڑ کر ملک بربر چلے جانیکی درخواست کی، ہشام نے منظور کرلیا اور اپنے باپ کے متروکہ سے دستکش ہونے پر اسکو ساٹھ ہزار دینار مرحمت کئے سلیمان کے ساتھ اسکا بھائی عبداللہ بھی اندلس سے چلا آیا تھا ہشام سرزمین اندلس میں ٹھہرا ہوا حکمرانی کرتا رہا۔

انہیں واقعات کے اثنار میں شرقی اندلس مقام طرسوسہ میں سعید بن حسین بن یحییٰ انصاری نے ہشام کی مخالفت پر کمر باندھی، سعید اس زمانہ سے طرسوسہ میں ٹھہرا ہوا ریشہ دوانی کر رہا تھا جس زمانہ میں اسکا باپ حسین مارا گیا تھا پس جب اسکے پاس یمانیہ کا گروہ کثیر مجتمع ہوگیا تو اس نے طرسوسہ پر قبضہ کرکے اسکے گورنر یوسف بن عیسیٰ کو نکال دیا موسیٰ ابن فرقوق کو یہ امر ناگوار گزرا مضرکو اکٹھا کرکے سعید سے متعرض ہوا۔ اسی اثنار میں مطروح بن سلیمان بن یقطان نے شہر برشلونہ میں بغاوت کردی شہر سرقسطہ اشقہ پر قبضہ کرلیا جوں ہی ہشام نے اپنے بھائیوں کی مہم سے فراغت حاصل کی فوراً ابوعثمان عبیداللہ بن عثمان کو بسرافسری فوج، مطروح کی سرکوبی پر متعین کیا۔ ابوعثمان نے پہونچتے ہی مطروح کا سرقسطہ میں محاصرہ کرلیا ایک زمانہ تک حصار کئے ہوئے لڑتا رہا پھر محاصرہ اُٹھا کر طرسوسہ کے قریب آکے پڑاؤ کیا اور اہل سرقسطہ پر آئے دن شبخون مارنے لگا انہیں دنوں مطروح کے بعض ہمراہیوں نے دھوکا دیکر مطروح کو مار ڈالا اور سر اُتار کر ابوعثمان کے پاس لائے ابوعثمان نے ہشام کی خدمت میں بھیجدیا اور سرقسطہ میں داخل ہوکے قابض و متصرف ہوگیا۔

ابوعثمان اس مہم کے سر کرنے کے بعد ملک فرانس پر جہاد کرنے کو روانہ ہوا شہر البتہ اور اسکے گرد و نواح کے قلعات پر حملہ کیا فرانسیسی دلاوروں نے بھی میدان جنگ کا راستہ لیا، فریقین میں گھمسان لڑائی ہوئی آخرکار عساکر اسلامیہ کو فتح نصیب ہوئی فرانسیسیوں کی فوج کی بہت بڑی جماعت کیست رہی

اور ابو عثمان نے ان مقامات کو مفتوح کر لیا۔ یہ واقعہ ۱۷۵ھ کا ہے۔

اسی سنہ میں ہشام نے اسلامی افواج کو بسرکردگی یوسف بن بخبہ جلیقہ کے سر کرنے کو بھیجا اس وقت اسکا بادشاہ برمند کبیر تھا۔ یہ بھی خم ٹھونک کر میدان میں آیا۔ سخت اور خونریز لڑائی ہوئی۔ نقصان کثیر اٹھا کے برمند کو پسپا ہونا پڑا۔ یوسف نے کامیابی کے ساتھ اسکے لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

اسی سنہ میں بعد روانگی برادران ہشام اہل طلیطلہ نے اپنے امیر ہشام کے علم حکومت کی اطاعت قبول کرنے کی درخواست پیش کی ہشام نے منظور کر کے کل اہل طلیطلہ کو امن دی اور اپنے بیٹے حکم کو طلیطلہ کا والی مقرر کر کے روانہ کیا۔ حکم نے طلیطلہ پہونچ کے عنان حکومت طلیطلہ اپنے ہاتھ میں لی اور انتظام و انصرام میں مصروف ہوا۔

پھر ۱۷۶ھ میں ہشام نے اپنے وزیر السلطنت عبدالملک بن عبدالواحد بن مغیث کو دشمنان اسلام پر جہاد کرنے کو روانہ کیا۔ عبدالملک نے نہایت تیزی سے حدود بلاد اسلامیہ سے نکل کر لڑائی شروع کر دی، لڑتا بھڑتا، فرانسیسیوں کے بلاد کو تاراج کرتا ہوا البتہ اور قلاع تک پہونچ گیا اور اسکے گرد و نواح کو اپنی فوج کا جولانگاہ بنایا، بعد ازاں حسب ہدایت ہشام ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ اربونہ اور جرندہ کی جانب روانہ ہوا۔ پہلے جرندہ پر حملہ کیا، جرندہ میں فرانس کی ایک عظیم فوج سرحدی بلاد کی حفاظت کو رہتی تھی، عبدالملک نے اسکو شکست دیکر جرندہ کے برجوں اور شہر پناہ کی فصیلوں کو منہدم کرا دیا اور سرزمین سرطانیہ کو پامال کرتا ہوا فرانس کے ملک میں گھس پڑا۔ شہر، گانوں اور قصبے ویران کرتا ہوا اربونہ پہونچا اربونہ کے ساتھ بھی یہی واقعات گذرے۔ اہل فرانس مسلمانوں کے نام سے بید کی طرح تھرانے لگے۔ کوئی شخص مقابلہ پر نہ آتا تھا کئی قلعے ویران و مسمار کر ڈالے اور کئی قلعوں کو جلا کر خاک و سیاہ کر دیا۔ اس جہاد میں اس قدر مال غنیمت ہاتھ آیا کہ جسکا شمار نہیں ہو سکتا۔

جسوقت عبدالملک نے مراجعت کی، عیسائیوں نے بشکنش اور اپنے ہمسایہ ملوک

سے مسلمانوں کے خلاف امداد طلب کی اور جب امدادی فوجیں آگئیں تو عبد الملک سے چھیڑ چھاڑ شروع کی عبد الملک نے اس معرکہ میں بھی ان اجل رسیدوں کو شکست دی اور انکے حصہ کثیر کو قتل کر کے خاک و خوں میں ملا دیا۔

۱۹۸ھ میں ہشام نے اسلامی فوجیں بسر گردگی عبد الکریم بن عبد الواحد بن مغیث بلاد جلیقہ پر جہاد کرنے کو روانہ کیں۔ عساکر اسلامیہ نے دشمنان دین کے ملک کو خوب خوب تاخت و تاراج کیا اور بہت سا مال غنیمت لیکے واپس آیا۔

اسی سنہ میں تاکدتا (یا تاکرنا) میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ یہ مقام بلاد زندہ ملک اندلس سے شمار کیا جاتا تھا یہاں جسقدر بربری تھے انہوں نے امیر ہشام کی اطاعت سے انحراف کر کے خود سری کا دعویٰ کیا تھا۔ ہشام نے ان کی سرکوبی کے لئے عبد القادر بن ابان بن عبد اللہ، خادم امیر معاویہ بن ابو سفیان کو روانہ کیا عبد القادر نے پہونچتے ہی ہنگامہ کارزار گرم کر دیا۔ ہزارہا باغی مارے گئے جو باقی رہ گئے وہ جلا، وطن ہو کر نکل بھاگے سات برس تک تاکدتا ویران پڑا رہا۔ ایک متنفس نظر نہ آتا تھا۔

۱۷۹ھ میں ہشام نے پھر جہاد کی تیاری کی، عبد الملک بن عبد الواحد بن مغیث کو امیر لشکر مقرر کر کے جلیقہ پر حملہ کرنے کو روانہ کیا رفتہ رفتہ عبد الملک سترقہ پہونچا شاہ جلالقہ (اوفونش) نے اپنی فوجیں فراہم کیں اور اپنے اطراف و جوانب کے بادشاہوں سے امدادی فوجیں منگوائیں۔ بہت بڑی تیاری سے مقابلہ پر آیا، لیکن عبد الملک کی ہیبت کچھ ایسی غالب ہوئی کہ بلا جدال و قتال لوٹ کھڑا ہوا، عبد الملک نے تعاقب کیا اوفونش بے سر و سامانی سے آگے آگے بھاگا جاتا تھا اور عبد الملک اسکے پیچھے پیچھے سراغ لگاتا، جن کو پاتا انکو قتل کرتا، شہروں، گانوں، قصبات کو لوٹتا ہوا چلا جارہا تھا تا آنکہ اوفونش اپنے پایۂ تخت کے قریب پہونچ گیا اسوقت عبد الملک نے مراجعت کی۔

اسی زمانہ میں ہشام نے ایک دوسری فوج دوسری سمت سے بلاد فرانس کی طرف

روانہ کی تھی۔ یہ فوج بھی عبدالملک کی فوج سے جا ملی تھی اور متفق ہو کر دشمنان اسلام کے بلاد کو بھی لوٹ کر تاراج کیا تھا۔ واپسی کے وقت فرانس کی فوج نے چھیڑ چھاڑ کی اور کسیقدر کامیاب ہوئی مگر باایں ہمہ عساکر اسلام مظفر و منصور واپس آیا۔

حکم کی حکومت سنہ ۱۸۰ھ میں ہشام[1] بن عبدالرحمٰن نے اپنی حکومت و امارت کے سات سال پورے کرکے وفات پائی بعضوں نے لکھا ہے کہ اسنے آٹھ سال حکومت کی۔

---

[1] ہشام بن عبدالرحمٰن بن معاویہ بن عبدالملک بن مروان والی اندلس کا انتقال ماہ صفر سنہ ۱۸۰ھ میں ہوا تقریباً چالیس مرحلے عمر کے طے کئے، ام ولد کے بطن سے ماہ شوال سنہ ۱۳۹ھ میں پیدا ہوا تھا۔ علاوہ جامع مسجد قرطبہ کی تکمیل تعمیر کے اور بہت سی مسجدیں بنوائیں۔ اسکے عہد حکومت میں اسلامی شان و شوکت کو بیحد ترقی ہوئی، عیسائی بیحد ذلیل و خوار ہوئے اہل اندلس اسکو نہایت نیکی سے یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سیرۃ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز سے مشابہ تھا۔ اندرونی بغاوتیں اور خانہ جنگیوں سے اسکو نہایت کم سامنا کرنا پڑا صرف اوائل عہد حکومت میں اسکے دونوں بھائیوں عبداللہ و سلیمان نے مخالفت کا سر اٹھایا تھا بعد ازاں پھر کسی نے دم نہیں مارا، اس نے اپنا سارا زمانہ عیسائیوں پر جہاد کرنے میں صرف کیا۔ کبھی جلالقہ سے ہم نبرد نظر آتا تھا اور گاہے شاہ فرانس پر حملہ آور ہوتا تھا۔ اس سے عیسائیوں کا دم ناک میں آگیا تھا اربونہ اسی کے زمانہ میں مفتوح ہوا تھا۔ جلالقہ سے اس نے خراج وصول کیا، فرانس کو مارتے مارتے اسکے پایہ تخت تک پہونچا یا۔ اسکے زمانہ امارت میں اسلام کو اس درجہ عزت و غلبہ حاصل ہوا تھا کہ اسکے زمانہ میں ایک شخص نے بوقت وفات وصیت کی تھی کہ میرے متروکہ سے ایک مسلمان قیدی فدیہ دیکر رہا کرایا جائے۔ اس شخص کے مرنے پر تمام دارالکفار چھان ڈالا گیا مسلمان قیدی ایک بھی نہ ملا اس سے زیادہ قوی دلیل دشمنان اسلام کی ضعیف اور اسلام کی قوت کی کیا ہوسکتی ہے قرطبہ کے پل کو جو خوبی و مضبوطی میں مشہور زمانہ تھا از سر نو بنوایا۔ اس پل کو سمح خولانی گورنر اندلس نے بحکم خلیفہ عمر بن عبدالعزیز بنوایا تھا۔ ملخص از تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱ مطبوعہ مصر صفحہ ۶۰ و کتاب نفح الطیب مطبوعہ لیدن جلد اول صفحہ ۲۱۶ تا ۲۱۹۔

ہشام نہایت نیک مزاج صلح پسند سخی، دلیر، شجاع، بلند حوصلہ صائب الرائے اور کثرت سے جہاد کرنے والا شخص تھا اسی نے جامع مسجد قرطبہ کی تعمیر تکمیل کو پہونچائی جسکی بنا اسکے باپ عبدالرحمن نے ڈالی تھی۔ اسنے صدقات اور زکوۃ کو مطابق کتاب و سنت کے وصول کیا تھا اسکے انتقال کرنے پر اسکا بیٹا حکم حکمراں ہوا۔ اسکے عہد حکومت میں خادموں کی کثرت ہوئی بہت سے گھوڑے اصطبل شاہی میں باندھے گئے اور اسکی حکومت کو معقول طور سے استحکام و استقلال حاصل ہوا۔ یہ بذاتہ ہر کام کی نگرانی کرتا اور لڑائیوں پر جاتا تھا حکم کے اوائل زمانہ حکومت میں عبداللہ بلنسی ابن عبدالرحمن داخل نے مغربی اندلس کے سرحد سے خروج کرکے بلنسیہ پر قبضہ حاصل کیا، بعد اسکے طنجہ سے اسکے بھائی سلیمان نے بھی سر اٹھایا۔ حکم کو ایک برس تک ان دونوں کی لڑائی میں مصروف رہنا پڑا آخر الامر حکم کو فتح نصیب ہوئی اور ۱۸۴ھ میں سلیمان مار ڈالا گیا۔ باقی رہا عبداللہ وہ بلنسیہ میں مقیم رہا اگرچہ آئندہ بخوف جان کسی قسم کی شورش اور فساد کا بانی نہوا۔ لیکن حکم نے یحییٰ ابن یحییٰ فقیہ کو پیام صلح لیکے ۱۸۶ھ میں روانہ کیا چنانچہ باہم بھتیجہ اور چچا میں مصالحت ہو گئی۔

انہیں خانہ جنگیوں کے اثناء میں فرانس نے موقع مناسب تصور کرکے فوجیں فراہم کیں اور حکم کو اپنے چچاؤں سے ساتھ مصروف جدال و قتال دیکھ کے برشلونہ کا قصد کیا۔ اسلامی فوجیں، برشلونہ کی حمایت کو نہ پہونچ سکیں۔ فرانس نے بے تکلف وہ برشلونہ پر قبضہ کر لیا۔ حکم نے اپنے چچاؤں کی مہم سے فراغت حاصل کرکے فرانس کی سرکوبی کی جانب توجہ کی۔ اپنے حاجب عبدالکریم بن عبدالواحد بن مغیث کو امیر لشکر مقرر کرکے، برشلونہ اور بلاد جلالقہ کی جانب روانہ کیا عبدالکریم نے دشمنان اسلام سے سختی کے ساتھ لڑائی چھیڑ دی حریف نے ایک تنگ و دشوار راستہ کو اختیار کیا۔ عبدالکریم نے میدان جنگ سے مراجعت کرکے راستہ کی دوسرے سرے کی ناکہ بندی کر لی، اور اس سرے پر بھی اپنی فوج کے چند دستہ کو مامور کر دیا۔ حریف اسوقت نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن میں گرفتار ہو گیا

سب کے سب کھیت رہے ایک بھی جانبر نہ ہوا عبدالکریم نے فتحیابی کے ساتھ بلاد اسلامیہ کی طرف مراجعت کی۔

۱۸۱ھ میں اندرونی بغاوتوں اور جھگڑوں کا زور شور ہوا اندلس کے سرحدی بلاد میں آتش فساد مشتعل ہوئی۔ بہلول بن مرزوق معروف بہ ابوالحجاج نے علم مخالفت بلند کر کے سرقسطہ کو دبا لیا۔ عبداللہ بلنسی عم امیر حکم نے بھی اسی سنہ میں سر اٹھایا جیسا کہ تم اوپر پڑھ آئے ہو اسی سنہ میں عبیدہ بن عمیرہ نے طلیطلہ میں مخالفت شروع کی۔ حکم نے اپنے گورنر و سپہ سالار عمروس بن یوسف کو جو کہ طلبیرہ میں رہتا تھا اس ہنگامہ کے فرو کرنے کو لکھ بھیجا۔ عمروس نے طلیطلہ پر پہونچ کے محاصرہ ڈالا اور لڑائی شروع کر دی ایک مدت تک محاصرہ کئے ہوئے لڑتا رہا اثنار جنگ میں عمروس نے اہل طلیطلہ میں سے بنی مخشی کو خط و کتابت کر کے ملا لیا۔ بنی مخشی نے موقع پا کے عبیدہ کو قتل کر کے سر اتار لیا اور عمروس کے پاس بھیجا۔ یا عمروس نے عبیدہ کے سر کو حکم کی خدمت میں روانہ کیا اور طلیطلہ میں داخل ہو کے قبضہ کر لیا بنی مخشی کو اس خدمت کے صلہ میں انعامات دیئے جاگیریں دیں اور اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے مناصب عطا کئے بعد اسکے بربریوں نے جو طلبیرہ میں تھے عبیدہ کے معاوضہ میں بنی مخشی کی خونریزی پر کمر باندھی عمروس نے ان شورہ پشتوں کو بھی گرفتار کرا کے قتل کیا اور انکے سروں کو بھی اور باغیوں کے سروں کے ساتھ حکم کی خدمت میں بھیجدیا۔ سارا فتنہ و فساد فرو ہو گیا۔ امن و امان کی اس اطراف میں منادی پھر گئی۔ عمروس اس فتحیابی کے بعد اپنے بیٹے یوسف کو طلیطلہ پر مامور کر کے سرقسطہ کی جانب واپس آیا اور اسکو بھی سرکش باغیوں کے پنجے سے نکال کے قابض و متصرف ہو گیا۔

۱۸۹ھ میں مسلمانان اندلس کے سروں پر یہ شامت سوار ہوئی کہ اسمیں سے بعض سرداروں اور لشکریوں کا خاندان امیر حکم سے کشیدہ خاطر ہو کر شاہ فرانس سے جا ملے اور اسکو طلیطلہ کے قبضہ پر ابھارنا شروع کیا عیسائیوں کو بھی اپنے قدیم حریف سے بدلہ لینے اور ملک پر قبضہ کرنیکی طمع دامنگیر ہوئی، فوجیں آراستہ اور سامان جنگ فراہم کر کے طلیطلہ کی

طرف فرانسیسی عیسائیوں نے قدم بڑھائے یوسف والی طلیطلہ مقابلہ پر آیا مدتوں لڑائی اور محاصرہ کا سلسلہ جاری و قائم رہا چونکہ اس مہم میں دشمنان اسلام کے ساتھ اسلام کے نام لیوا بھی شریک تھے اور وہ طلیطلہ کے حالات سے بخوبی واقف تھے اسوجہ سے اہل طلیطلہ کو ہزیمت ہوئی عیسائیوں نے طلیطلہ پر قبضہ کر لیا اور یوسف والی طلیطلہ کو گرفتار کر کے صخرہ قیس میں لیجا کے قید کر دیا۔ عمروس اسوقت سرقسطہ کی حفاظت میں مصروف تھا جب اس واقعہ کی اسکو خبر لگی تو اس نے عساکر اسلامیہ کو اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ طلیطلہ سے فرانسیسیوں کو نکال باہر کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ چنانچہ طلیطلہ کے باہر عساکر اسلامیہ نے اپنا مورچہ قائم کیا باہم فریقین لڑنے لگے۔ بہت بڑی اور سخت لڑائی کے بعد فرانسیسیوں کو ہزیمت ہوئی۔ نہایت بے سروسامانی سے طلیطلہ چھوڑ کر بھاگے۔ مسلمانوں نے طلیطلہ پر پھر قبضہ کر لیا۔ عمروس نے اپنے ایک نائب کو صخرہ قیس کی طرف روانہ کیا اس نے پہونچتے ہی یوسف بن عمروس کو قید کی تکلیف سے نجات دے دی۔ اس واقعہ سے عمروس کے رعب و داب اور مردانگی کا سکہ فرانسیسی دلاوروں کے دلوں پر بیٹھ گیا۔

جنگ ربض حکم اپنے شروع عہد امارت میں لذات دنیاوی، عیش اور عشرت میں منہمک و مستغرق ہو رہا تھا۔ قرطبہ کے اہل علم و ورع کو حکم کا یہ فعل ناگوار گذرا یحییٰ بن یحییٰ لیثی اور فقیہ طالوت جیسے فقہاء اور علماء نے ایک جلسہ میں مجتمع ہو کے حکم کے معزولی کا مشورہ کیا اہل قرطبہ ان علماء کے اشارہ سے حکم پر ٹوٹ پڑے حکم کے دستہ فوج جان نثاراں نے انکو اس فعل سے روکا۔ پس ان لوگوں نے حکم کی معزولی کا اعلان کر کے غربی قرطبہ کے شہر پناہ کے ایک محلہ میں جو قصر شاہی سے متصل تھا۔ محمد بن قاسم قرشی مروانی عم ہشام کی امارت کی بیعت کی اور سنہ ۱۹۰ھ میں ان لوگوں نے خلیفہ حکم کا اسکے محلسرا میں محاصرہ کر لیا حکم نے نہایت مردانگی سے ان لوگوں کا مقابلہ کیا اور بزور تیغ انکو مغلوب کر کے ان میں سے بہتوں کو ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیا۔ باقی ماندگان ادھر ادھر منتشر و متفرق ہو گئے

ان لوگوں کے مکانات اور مسجدیں ویران اور منہدم ہو گئیں۔ بقیۃ السیف[1] نے بھاگ کر فاس سرزمین افریقہ میں جا کے دم لیا اور کچھ لوگوں نے اسکندریہ میں پناہ لی۔ یہاں پر بھی ان خانہ بدوشوں کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ جب ان لوگوں کا ایک خاصہ جتھا اسکندریہ میں مجتمع ہو گیا تو ان لوگوں نے بغاوت کر دی۔ عبداللہ بن طاہر والی مصر انکی سرکوبی کو آیا اور بکمال مردانگی سے ان لوگوں کو زیر کر کے اسکندریہ کو انکے غاصبانہ قبضہ سے نکال لیا اور ان لوگوں کو جہازوں پر سوار کرا کے جزیرہ اقریطش (کریٹ) کی طرف روانہ کر دیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ ان لوگوں کا سردار ابو حفص عمر بلوطی نامی ایک شخص تھا یہی انکی سرداری کرتا رہا جب یہ مر گیا تو بوراثت اسکے اسکی اولاد ان پر حکمرانی کرتی رہی تا آنکہ عیسائیوں نے جزیرہ مذکور کو انکے قبضہ سے نکال لیا۔

یوم الخندق اہل طلیطلہ میں فساد اور مخالفت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا انکے تاؤ اور داغوں میں اپنے ملک کی حفاظت آپ خود کرنے کی ہوا سمائی ہوئی تھی اور آئے دن امراء کی عزل و تقرری سے یہ شیر ہو رہے تھے امیر حکم انکی روزانہ بغاوت اور خود سری سے تنگ آ گیا تھا مجبور ہو کر سرحدی بلاد سے اپنے نامور سپہ سالار عمروس بن یوسف کو اس آئے دن بغاوتوں کے فرد کرنے کی غرض سے بلا بھیجا۔

عمروس بن یوسف عربی النسل نہ تھا بلکہ شہر وشقہ کا رہنے والا [illegible] حکم کی جانب سے سرحدی بلاد کا گورنر تھا قرب و جوار کے سرکش [illegible] تھے۔

حکم نے عمروس سے اہل طلیطلہ کو مطیع کرنے کے معاملہ میں [illegible] شریک مشورہ کر کے طلیطلہ کی سند حکومت عنایت فرمائی چونکہ عمروس اہل [illegible]

---

[1] بقیۃ السیف جو جلا وطن ہو کر فاس چلے آئے [illegible] کر دہ دیا رو کا آیا تھا وہ علاوہ بچوں اور عورتوں کے پندرہ ہزار تھے [illegible] بیان کی یہ بیان انگریزی مورخوں کا ہے واللہ اعلم۔ مترجم

طلیطلہ اس سے مانوس و مطمئن ہو گئے تھوڑے دنوں بعد عمروس براہ فریب اہل طلیطلہ کو اس مشورہ میں کہ بنی امیہ کو کرسی امارت سے اُتار دینا چاہئے شریک کرنا شروع کیا اور اس غرض کے لئے کہ وہ مع شاہی ارکین کے اس میں گوشہ نشین ہو جائیگا ایک علیحدہ مکان تعمیر کرنے کی رائے دی اہل طلیطلہ اس دم پٹی میں آ گئے۔ عمروس نے ان لوگوں کی موافقت اور اعانت سے حسب مرضی ایک مکان تعمیر کرایا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں سرحد کے ایک افسر اعلیٰ نے دارالحکومت سے امداد طلب کی، امیر حکم نے ایک بہت بڑا لشکر بسر افسری اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے روانہ کیا جسمیں وزیروں کی بھی ایک جماعت تھی کوچ و قیام کرتا ہوا یہ لشکر طلیطلہ ہو کر گذرا مگر طلیطلہ میں نہ تو جانے کا ارادہ کیا اور نہ اہل طلیطلہ سے متعرض ہوا۔ دشمنان اسلام لشکر اسلام کی آمد کی خبر پاکر لوٹ گئے، اللہ تعالیٰ نے انکے شر سے بلاد اسلامیہ کو بچا لیا۔ عبدالرحمٰن نے قرطبہ کی جانب مراجعت کا قصد کیا عمروس کی ترغیب و تحریک سے سرداران طلیطلہ عبدالرحمٰن سے ملنے کو آئے عبدالرحمٰن نے ان لوگوں کی تعظیم و تکریم کی، عزت سے اپنے قریب بیٹھنے کا حکم دیا۔ حکم کے خادم نے اہل طلیطلہ کی آنکھیں بچا کر عمروس کو امیر حکم کا فرمان دیا جس میں لکھا تھا "جس طرح ممکن ہو بمکر و فریب، مفسدہ پردازان طلیطلہ کو زیر کرنا چاہئے"۔ عمروس نے اہل طلیطلہ سے کہا "اسوقت اتفاق سے عبدالرحمٰن تمہارے شہر میں آ گیا ہے اسکو اپنے شہر میں لیچلو تاکہ تمہاری قوت و شوکت دیکھکر دل میں متاثر ہو، اور آئندہ تمہارے مطیع کرنے کا خیال نہ کرے"۔ اہل طلیطلہ اس فقرہ میں آ گئے، عبدالرحمٰن کو بمنت و سماجت اپنے شہر میں لیگئے اور اسی قصر میں ٹھہرایا جو انہیں لوگوں کی معاونت سے وسط شہر میں حسب مرضی عمروس تعمیر کیا گیا تھا۔ ایک روز دعوت کے بہانہ سے عمروس نے کل سرداران بانیان فتنہ و فساد کو قصر امارت میں مدعو کیا اور یہ حکم دیا کہ کثرت مجمع و اژدحام کے خیال سے امیر نے یہ انتظام فرمایا ہے کہ "لوگ ایک دروازہ سے مکان میں داخل ہوں اور جاتے وقت دوسرے دروازہ سے جائیں" اہل طلیطلہ اس

رائے و انتظام کے مطابق گروہ کے گروہ قصر امارت میں داخل ہونے لگے جوں ہی یہ قیمہ میں داخل ہوتے سرداران لشکر ان کو کشاں کشاں اس گڑھے پر لے جاتے جو پہلے سے ان لوگوں کے قتل کے لئے کھدوایا گیا تھا اور سبھوں کی گردنیں مار دیتے۔ رفتہ رفتہ اسی تدبیر و حکمت عملی سے کل سرغناؤں کو قتل کر ڈالا۔ باقی ماندگان معمولی حیثیت والے اس امر کو تاڑ گئے اور بخوف جان بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس خوفناک نمونہ قیامت واقعہ نے کل اہل طلیطلہ کے مزاج ٹھنڈے کر دیئے۔ سمعاً و طاعۃً بطیب خاطر ایام فتنہ تک مطیع و منقاد رہے جیسا کہ آئندہ ہم تحریر کرینگے۔

پھر ۱۹۱ھ میں اصبغ بن عبداللہ نے ماردہ میں علم بغاوت بلند کیا، حکم کے گورنر کو مار کر نکالدیا۔ حکم کو اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے فوجیں مرتب کر کے ماردہ کو جا کے گھیر لیا[1] اثنار محاصرہ میں یہ خبر لگی کہ اہل قرطبہ میں بغاوت پھوٹ نکلی ہے محاصرہ اٹھا کے قرطبہ کی جانب لوٹ آیا اور نہایت تیزی سے آتش فساد فرو کر کے کل مفسدوں اور سرغناؤں کو مار ڈالا بعد اسکے اصبغ نے بھی علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی حکم نے اسکو قرطبہ میں بلا کر ٹھہرا لیا

آئے[2] دن خانہ جنگیوں اور اندرونی بغاوتوں کا شاہ فرانس نے احساس کر کے

---

[1] حکم کے لوٹ آنے پر اہل ماردہ کبھی مطیع ہو جاتے تھے اور کبھی پھر باغی ہو جاتے۔ حکم ان کی سرکوبی کو ہمیشہ لشکر بھیجتا تھا تا آنکہ اصبغ کی قوت سلب ہو گئی۔ اسی عرصہ میں حکم نے اہل ماردہ کے سرداروں کو ملا لیا جنھوں نے اسکی رفاقت ترک کر دی، اصبغ کا بھائی بھی شاہی لشکر میں چلا آیا مجبور ہو کر اصبغ نے امان طلب کی اور مصالحت کر لی۔ کامل ابن اثیر جلد ۶ مطبوعہ مصر صفحہ ۰۰

[2] یہ واقعہ ۱۹۱ھ کا ہے۔ اسی سنہ میں حزم بن وہب نے اطراف باجہ میں بغاوت کی تھی اور اہل باجہ کے اور لوگوں نے اسکا ساتھ دیا۔ حزم نے اشبونہ کا رخ کیا اسنے میں حکم کو اسکی خبر لگ گئی اپنے بیٹے ہشام کو فوج دیکر حزم کے توڑنے کو روانہ کیا ہشام نے پہونچتے ہی حزم کو ایسی بری طور سے شکست دی کہ حزم خود کردہ پشیمان ہو کر امان کا خواستگار ہوا اور مطیع ہو گیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ ۔۔۔۔ مطبوعہ مصر

فوجیں فراہم کیں سامان جنگ وحصار مہیا کر کے طرسوسہ کے محاصرہ کی غرض سے کوچ کر دیا حکم کو اسکی اطلاع ہوئی اس نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو فوج عظیم کے ساتھ شاہ فرانس کی جلوگیری پر مامور کیا ہنوز شاہ فرانس اپنے حدود مملکت سے متجاوز ہونے نہ پایا تھا کہ عبدالرحمن نے پہونچ کے لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا دونوں حریف جی توڑ کر لڑنے لگے۔ نہایت سخت اور خونریز جنگ کے بعد شاہ فرانس کو ہزیمت ہوئی فتح عساکر اسلامیہ کے ہاتھ رہا اور عبدالرحمن معہ اپنی فوج ظفر موج کے مظفر ومنصور مال غنیمت لئے ہوئے واپس ہوا۔

سنہ ۱۹۴ھ میں جب اہل ماردہ نے گذشتہ قتل وخونریزی کو بھولا دیا تو پھر باغی ہو گئے حکم انکی سرکوبی پر مستعد وآمادہ ہو کر ماردہ پہونچا تین سال انکی لڑائیوں میں مصروف رہا فرانسیسی عیسائیوں کو موقع ملگیا سرحدی بلاد پر لوٹ مار شروع کر دی حکم نے سنہ ۱۹۶ھ میں انکو ہوش میں لانیکی غرض سے مملکت فرانس کی جانب کوچ کیا متعدد قلعے مفتوح کئے اکثر شہروں کو ویران وخراب کر ڈالا قتل وخونریزی اور قیدیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ فرانسیسی مقابلہ سے جی چرانے لگے اُسوقت حکم نے قرطبہ کیجانب معاودت کی۔

گذشتہ پیش قدمیوں کی وجہ سے سنہ ۲۰۰ھ میں حکم نے اپنی فوج کو مملکت فرانس پر جہاد کی تیاری کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے کمال شوق وذوق سے تیاریاں کیں، حکم نے ان لوگوں کو بسرافسری اپنے حاجب عبدالکریم بن عبدالواحد بن مغیث، شاہ فرانس کے ملک پر جہاد کرنے کو روانہ کیا۔ عبدالکریم نے حدود مملکت اسلامیہ سے نکل کے ملک فرانس پر حملے شروع کر دیئے۔ شہر کے شہر گانوں کے گانوں۔ قصبے کے قصبے ویران ہو گئے متعدد قلعات منہدم کر ڈالے۔ شاہ جلالقہ عظیم فوج لے کے مقابلہ پر آیا۔ کنارہ نہر پر دونوں حریف کا مقابلہ ہوا۔ مدتوں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ عساکر اسلامیہ کو فرانسیسی عیسائیوں سے ان لڑائیوں میں بہت بڑا فائدہ پہونچا بعد ازاں مسلسل تیرہ شبانہ روز لڑائی ہوتی رہی۔ اتنے میں بکثرت مینھ برسا نہر میں طغیانی پیدا ہوئی۔ عساکر اسلامیہ نے مظفر ومنصور مال غنیمت لئے ہوئے معاودت کی

عبدالرحمٰن اوسط کی جانشینی

آخری ۲۰۶ھ میں امیر حکم[1] بن ہشام نے اپنی حکومت کے چھبیس سال پورے کر کے وفات پائی۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اندلس میں فوج نظام رکھی، انکی تنخواہیں مقرر کیں، طرح طرح کے آلات حرب کافی مقدار پر مہیا کیے۔

[1] حکم بن ہشام ایک جلیل القدر عظیم الشان اندلس کا فرمانروا تھا۔ اپنے خیالات اور ارادوں پر استقلال کے ساتھ عمل کرتا تھا۔ سخت سے سخت مصیبت میں گھبراتا نہ تھا۔ اسکے شروع زمانہ حکومت میں اسکے چچاؤں نے اسپر خروج کیا تھا بمجبوری اسکو انکے سر کرنے میں مصروف ہونا پڑا۔ اس اثناء میں فرانسیسی عیسائی اس موقع کو مستغنمات سے شمار کر کے بلاد اسلامیہ پر دوڑ پڑے حکم نے جیوں تیوں اپنے چچاؤں کی بغاوت سے فراغت حاصل کر کے شاہ فرانس کو خوب خوب زیر کیا اگرچہ اپنے اوائل زمانہ حکومت میں کسیقدر لہو ولعب میں مصروف ہو گیا تھا اور یہی موقع علماء قرطبہ کو اس سے مخالفت کا حاصل ہوا تھا مگر یہ الگمان ہے کہ بعد کو اس نے ان افعال وحرکات سے جو باعث ناراضی علماء وفقہاء قرطبہ ہوئے تھے توبہ کر لی تھی اسکی دینداری اور تقوی کی ادنی نظیر یہ ہے کہ ایک روز اپنے کسی خادم پر اس نے ناراض ہو کر قطع ید کا حکم دیا اتفاق سے اسوقت فقیہ زیاد بن عبدالرحمٰن آپہونچا امیر حکم کو مخاطب کر کے بولا "اللہ تعالیٰ امیر کو توفیق خیر عطا فرمائے مالک ابن انس نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جو شخص اپنے غیظ وغضب کو ضبط کرے جسکے نفاذ پر قادر ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے دل کو روز قیامت امن وایمان سے پُر کر دیگا" اس فقرہ کے ختم ہوتے ہی حکم کا غضب وغیظ فرو ہو گیا اور خادم کی تقصیر معاف کر دی"۔ اس کے خاتم پر "باللہ یثق الحکم" منقش تھا ۱۹ لڑکے اور اسیقدر لڑکیاں چھوڑ کر مرا اسکی ماں ام الولد تھی زخرف نام تھا۔ ۱۵۴ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اسکے حالات سے جس سے اسکی ہمدردی اسلام کا ثبوت ملتا ہے ایک یہ حال ہے کہ عباس شاعر سرحدی بلاد کی طرف جا رہا تھا اتفاق سے اسکا گذر وادی حجارہ میں ہوا سنا ایک عورت چلا چلا کر کہہ رہی تھی واغوثاہ بک یاحکم واغوثاہ بک یاحکم عباس نے قریب جا کے دریافت کیا عورت نے کہا امیر حکم ہمارے حال سے اس قدر بے خبر ہے کہ عیسائی کتوں نے ہمکو بیوہ کر دیا ہے اور ہمارے بچوں کو یتیم بنا دیا ہم لوگ سوا اپنے چند رفقاء کے اس بادیہ سے آرہے تھے کہ سواران

حشم اور حواشی بڑھائے، دروازہ پر سواران دستہ فوج جان نثاراں کا پہرہ مقرر کیا، اور مملوکوں، خادموں کو خدمات کے لئے رکھا۔ اور ان لوگوں کی عجمیت کی وجہ سے "خرس" کے نام سے موسوم کیا۔ ان لوگوں کی تعداد پانچہزار تک پہونچ گئی تھی۔ یہ بذاتہ ہر کام کی نگرانی کرتا

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۱۵ دشمن اسلام نے آکر ہمکو گھیر کر پامال کر ڈالا" عباس نے فی البدیہ ایک قصیدہ کہا جسکی اول یہ بتیں تھیں۔ تململت فی وادی الحجارۃ مسھرا ٭ اراعی نجوماً لاء یرون تغیرا ٭ الیک اباالعاصی نضیت مطیتی ٭ تسیر بھم ساریًا و مھجراً ٭ تدارک نساء العالمین بنصرۃ ٭ فانک احریٰ ان تغیث وتنصرا۔ جسوقت عباس نے حکم کے دربار میں حاضر ہو کر یہ قصیدہ پڑھا اور سرحدی بلاد کے خطرناک حالات کا فوٹو کھینچکر دکھلایا اور اس عورت کا نام و نشان بتلایا جسکے خاندان کو دشمنان اسلام نے پامال کیا تھا حکم نے اسیوقت جہاد کی تیاری اور لشکر کی آراستگی کا حکم دیا۔ چنانچہ اس واقعہ کے تیسرے دن مع عباس شاعر کے وادی الحجارہ کی طرف کوچ کیا۔ وادی حجارہ میں پہونچ کے دریافت کیا کہ کس جانب سے دشمنوں نے حملہ کیا تھا بتلایا گیا کہ اس سمت سے (اشارہ کر کے) پس حکم نے اسی سمت پر دھاوا کیا۔ کئی قلعے فتح کئے۔ متعدد شہروں کو ویران و خراب کیا۔ ہزاروں عیسائیوں کو مار ڈالا اور بیشمار قیدی اور مال غنیمت لے کے پھر وادی الحجارہ واپس آیا حکم دیا کہ اس مظلومہ عورت کو پیش کرو جب وہ عورت آئی تو اسکے روبرو جس قدر عیسائی قیدی اس جنگ میں گرفتار ہو کر آئے تھے سبھوں کو قتل کروا دیا بعد ازاں عباس سے مخاطب ہو کر کہا اس عورت سے دریافت کرو کہ آیا حکم نے تمہاری فریادرسی کی؟ عورت بولی "واللہ اب میرا دل ٹھنڈا ہوا دشمنان اسلام نے اپنے کئے کی سزا پائی، مظلوم کو والی اللہ تعالی امیر کی فریادرسی کرے اور نصرت و فتح عطا فرمائے۔ حکم کے چہرہ پر اس فقرہ کے سننے سے خوشی کے آثار پیدا ہوئے عباس کو مخاطب کر کے یہ دو شعر پڑھے۔ الم تریا عباس انی اجبتھا علی البعد اقتاد الخمیس المظفرا۔ فادرکت اوطلاً وبردت غلہ۔ ونفست مکروبًا اغنیت معسرًا۔ عباس نے جزاک اللہ عن المسلمین خیرا کہکر بڑھکر امیر کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ دیکھو تاریخ المقاری جلد اول از صفحہ ۲۱۶ تا صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ لیدن و تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ مطبوعہ مصر از صفحہ ۶۰ لغایتہ ۱۵۵

اور ہر جنگ پر اکثر بنفس جاتا تھا اسکے بہت سے مخبر اور جاسوس تھے جو روزانہ اسکو رعایا کے حالات اور تمام ملک کے واقعات سے مطلع کیا کرتے تھے۔ اسکی صحبت علماء، فقہاء، اور صالحین سے گرم رہا کرتی تھی اسی نے ملک اندلس کے خار وخس کو صاف کیا اور اپنے آیندہ جانشینوں کے لئے چھوڑ گیا اسکے مرنے پر اسکا بیٹا عبد الرحمن سریر حکومت پر متمکن ہوا۔

عبد الرحمن کے شروع زمانہ حکومت میں عبد اللہ بلنسی (حکم کا چچا) پھر باغی ہو گیا فوجیں آراستہ کر کے بقصد قرطبہ تدمیر کی جانب روانہ ہوا، عبد الرحمن نے اسکی سورش و بغاوت فرو کرنیکی غرض سے لشکر مرتب کر کے کوچ کیا عبد اللہ پر کچھ ایسا خوف غالب ہوا کہ بلا جدال وقتال لوٹ کھڑا ہوا اور بلنسیہ میں پہونچ کے تھوڑے ہی دنوں بعد مر گیا عبد الرحمن اسکے اہل وعیال کو قرطبہ لے آیا۔

بعد اسکے عبد الرحمن نے بلاد جلیقہ پر جہاد کیا اور دور تک تاراج کرتا ہوا نکل گیا ایک مدت قرطبہ سے غائب رہا۔ عیسائیوں کے مختلف گروہوں کو تہ تیغ اور پامال کر کے واپس آیا۔

اسی سنہ ۲۰۶ھ میں علی بن نافع معروف بہ زاب مغنی خلیفہ مہدی کا خادم، ابراہیم موصلی کا شاگرد، عراق سے اندلس میں آیا عبد الرحمن سوار ہو کر اسکے استقبال کو گیا بحد عزت و احترام سے پیش آیا چنانچہ علی نے کمال عزت سے اسکے پاس قیام کیا اور اندلس میں علم موسیقی کو بطور اپنی وراثت کے چھوڑ گیا اسکے کئی لڑکے تھے عبد الرحمن سب سے بڑا تھا علم موسیقی میں یہی اسکا جانشین تصور کیا گیا۔

سنہ ۲۰۶ھ میں بلاد اسلامیہ کے سرحد سے عظیم الشان طوفان اٹھا عبد الرحمن کو اسکے فرو کرنے میں بذاتہ مشغول ہونا پڑا۔ مدت ہوئی کہ مرحوم امیر حکم نے گورنر سرحد کو اسکے ظلم و بیجا تعدی کی وجہ سے گرفتار کر کے زندہ صلیب پر چڑھا دیا تھا اتفاق سے اسکے بعد ہی خود حکم بھی راہگرائے ملک جاودانی ہوا اور امیر عبد الرحمن سریر حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ گورنر نے جن لوگوں پر ظلم کیا تھا اور ان کے مال واسباب کو ضبط کر لیا تھا وہ سب کے

سب مجتمع ہو کر قرطبہ میں آئے اور اپنے مال و اسباب کی واپسی کے خواہاں ہوئے۔ اس واقعہ میں لشکر بیرہ پیش پیش زیادہ تھا۔ ان غوغایوں نے قصر امارت کے دروازہ کو جا کے گھیر لیا اور شور و غل مچانے لگے۔ عبدالرحمن نے چند لوگوں کو انکے شور و غل فرو اور اس مجمع کو منتشر کرنے کو بھیجا۔ ان غوغایوں اور شوریدہ سروں نے کچھ نہ سنی عبدالرحمن نے جھلا کر فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حکم کی دیر تھی قرطبہ کا سارا لشکر ان پر ٹوٹ پڑا معدودے چند جاں بر ہو کر بیرہ کی طرف واپس ہوئے۔ عبدالرحمن نے تعاقب کا اشارہ کیا۔ شاہی فوج قتل و غارت کرتی ہوئی آگے بڑھی۔ باقی ماندگان میں سے بھی گروہ کثیر کام آگیا۔

اسی سنہ میں باہم قبائل مضریہ اور یمانیہ شہر تدمیر میں جھگڑا ہو گیا۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی۔ دونوں فریق کے تقریباً تین ہزار آدمی کام آگئے۔ عبدالرحمن نے عظیم فوج کے ساتھ یحییٰ بن عبداللہ بن خالد کو آتش فساد کے فرو کرنے پر متعین کیا۔ یحییٰ کے پہنچتے ہی ہر دو فریق ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گیا۔ جوں ہی یحییٰ نے معاودت کی پھر گتھ گئے۔ اسی طرح سے پورے سات برس تک مضریہ اور یمانیہ میں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔

۲۰۸ھ میں عبدالرحمن نے اپنے حاجب عبدالکریم بن عبدالواحد بن مغیث کو بسر افسری عساکر اسلامیہ البتہ اور قلاع کی جانب جہاد کرنے کو روانہ کیا۔ عبدالکریم نے دشمنان اسلام کے اکثر شہروں کو ویران اور برباد کیا بعضے قلعات پر اپنی فتحیابی کا جھنڈا گاڑا اور بعضوں سے جزیہ لیکر مصالحت کر لی۔ مسلمان قیدیوں کو بھی اسی ضمن میں قید کی تکلیف سے نجات دلوائی (یہ واقعات ماہ جمادی الآخرہ ۲۰۸ھ کے ہیں)

۲۱۳ھ میں اہل مارده نے علم بغاوت بلند کیا۔ سبھوں نے متفق ہو کر گورنر کو نکال دیا۔ عبدالرحمن نے اس ہنگامہ کے فرو کرنے کی غرض سے فوجیں روانہ کیں۔ اہل مارده مقابلہ پر آئے لڑائیاں ہوئیں آخر کار اہل مارده نے علم حکومت کے آگے گردن جھکا دی اور مطیع ہو گئے

ملہ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ مصر

سپہ سالار شاہی افواج نے مارده کی شہر پناہ منہدم کرادی اور ان لوگوں کے چند آدمیوں کو بطور ضمانت کے لیکر دارالحکومت قرطبہ کی جانب معاودت کی۔ بعد اسکے عبدالرحمٰن نے شہر پناہ کے پتھروں کو نہر میں پھینکنے کا حکم صادر فرمایا اس سے اہل مارده کو ناراضی پیدا ہوئی اور پھر مخالف بن بیٹھے گورنر مارده کو گرفتار کرلیا اور مارده کی شہر پناہ از سر نو درست کرلی۔ اتنے میں ۲۱۳ھ کا دور آگیا عبدالرحمٰن نے بنفس نفیس ان لوگوں کی سرکوبی پر کمر باندھی۔ اہل شہر نے شہر پناہ کے دروازے بند کرلئے آمادہ بجنگ ہو کر لڑنے لگے۔ عبدالرحمٰن بہ چند وجوہ زیادہ دنوں تک نہ ٹھہر سکا واپس آیا۔ پھر ۲۱۴ھ میں فوجیں اہل مارده کے محاصرہ پر روانہ کیں، مگر کامیابی نہ ہوئی بعد ازاں ۲۲۰ھ میں مارده کا پھر محاصرہ کیا گیا۔ اس مرتبہ شاہی فوج کو کامیابی ہوئی مارده پر شاہی پھریرا اڑنے لگا۔ کچھ لوگ محمود بن عبدالجبار کے ساتھ بھاگ کر شنت شلوط پہونچے اور ۲۲۲ھ میں وہاں پہونچ کر پناہ گزیں ہوگئے، عبدالرحمٰن نے ان پناہ گزینوں کے سر کرنے کو شاہی لشکر روانہ کیا، محمود یہ خبر پاکر دشمنان اسلام کے ملک میں بھاگ گیا اور وہاں پہونچ کر انکے قلعات میں سے ایک قلعہ کو دبا بیٹھا۔ پانچ برس تک اس قلعہ پر قابض رہا تاآنکہ اذفونس بادشاہ جلالقہ (گال) نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا اور لڑ کر بزور تیغ مفتوح کیا، محمود مع اپنے کل ہمراہیوں کے مارا گیا۔ یہ واقعہ ۲۲۵ھ کا ہے۔

۲۱۵ھ میں اہل طلیطلہ میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ ہاشم ضراب نامی ایک شخص اس بغاوت کا محرک تھا یہ شخص جنگ ربض میں موجود تھا اس نے آہستہ آہستہ اپنی شان و شوکت بڑھائی۔ انبوہ کثیر خلائق کا اسکے پاس آکے مجتمع ہو گیا۔ ہاشم ان سب کو فوجی اور جنگی لباس پہنا کے اہل شنت بریہ پر آپڑا۔ عبدالرحمٰن نے شاہی فوجیں ہاشم سے جنگ کرنے کو روانہ کیں مطلق کامیابی نہ ہوئی۔ دوبارہ دوسرا لشکر روانہ کیا اطراف دورقہ میں شاہی لشکر اور ہاشم نے صف آرائی کی شاہی لشکر نے اس معرکہ میں باغیوں کو ہزیمت دیدی، اثنار دار وگیر میں ہاشم کو مع اسکے بہت سے ہمراہیوں کے مار ڈالا مگر اہل طلیطلہ مخالفت و بغاوت پر برابر اڑے رہے تب

عبدالرحمٰن نے اپنے بیٹے امیہ کو اہل طلیطلہ کے محاصرہ اور جنگ پر مامور کیا امیہ ایک زمانہ دراز تک اہل طلیطلہ کا محاصرہ کئے رہا۔ بعدازاں محاصرہ اُٹھا کے قلعہ ریاح میں آ اترا اور ایک دستہ فوج کو اہل طلیطلہ پر شبخون مارنے کی غرض سے روانہ کیا اس سے پہلے جس وقت امیہ محاصرہ اٹھا کے قلعہ ریاح کو واپس آ رہا تھا تعاقب کے خیال سے اہل طلیطلہ بھی نکل پڑے تھے شاہی فوج اس امر کا احساس کر کے کمینگاہ میں چھپ رہی۔ جوں ہی اہل طلیطلہ کمینگاہ سے آگے بڑھے شاہی فوج نے حملہ کر دیا طلیطلہ کے بہت سے آدمی کام آ گئے معدودے چند جان بچا کے طلیطلہ واپس آئے امیہ کو اس خونریزی کا بحد صدمہ ہوا تھوڑے دنوں بعد اسی صدمہ و رنج سے مر گیا۔ عبدالرحمٰن نے پھر اہل طلیطلہ کے محاصرہ پر شاہی لشکر روانہ کیا لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ البتہ قلعہ ریاح کا لشکر برابر اہل طلیطلہ پر حملہ کرنے کو جاتا تھا اور چند سے محاصرہ کر کے واپس آ جاتا تھا تا آنکہ ۲۲۲ھ میں عبدالرحمٰن نے اپنے بھائی ولید کو اہل طلیطلہ کے سر کرنے پر مامور کیا۔ ولید نے نہایت حزم و احتیاط سے طلیطلہ کا محاصرہ کیا ہر چہار طرف سے آمد و رفت بند کر دی اہل طلیطلہ قریب بمرگ پہونچ گئے محاصرین کی مدافعت بھی نہ کر سکے ولید نے بزور تیغ طلیطلہ کو فتح کر لیا اہل طلیطلہ کا سارا جوش فرو ہو گیا۔ ولید اس کامیابی کے بعد ۲۲۳ھ تک ٹھہرا رہا۔ بعدازاں قرطبہ واپس آیا۔

اندرونی بغاوتوں کے فرو کرنے سے فارغ ہو کر ۲۲۴ھ میں عبدالرحمٰن نے اپنے ایک عزیز عبیداللہ بن عیسیٰ کو بسر افسری عساکر اسلامیہ بلاد البتہ اور قلاع کی جانب روانہ کیا دشمنان اسلام مجتمع ہو کر مقابلہ پر آئے بہت بڑی لڑائی ہوئی عبیداللہ نے نہایت مردانگی سے دشمنان اسلام کو ہزیمت دی حریف کے ہزارہا آدمی قتل اور قید کئے گئے۔ بعدازاں اسی سنہ میں لذریق شاہ فرانس نے بلاد اسلامیہ کی طرف خروج کیا، سرحدی شہر سالم پر حملہ آور ہوا، فرتون بن موسیٰ نے اس سے مطلع ہو کر سالم کے بچانے کو کوچ کیا۔ ایک دوسرے سے گتھ گیا۔ نہایت سخت اور خونریز جنگ کے بعد شاہ فرانس کو ہزیمت ہوئی۔ بہت سے عیسائی قتل کئے گئے اور

ہزار ہا قید کر لئے گئے۔ فرنون اس مہم سے فارغ ہو کر اس قلعہ کی طرف متوجہ ہوا جسکو دشمنان اسلام اہل البتہ نے بمقابلہ اسلامی سرحد کے اہل اسلام کو پریشان اور زیر کرنیکی غرض سے تعمیر کیا تھا۔ اہل قلعہ نے فرنون کے حملہ سے قلعہ کو ہر چند بچایا مگر کامیاب نہوئے فرنون نے اس قلعہ کو فتح کر کے منہدم کرا دیا۔

۲۲۵ھ میں عبدالرحمن نے فوجیں مرتب کر کے بنفس نفیس بلاد جلیقہ پر چڑھائی کی متعدد قلعات مفتوح کئے۔ ایک مدت تک ٹھہرا ہوا سرزمین فرانس کو پامال کرتا رہا بعد ازاں بہت سامال غنیمت اور قیدی لے کے واپس آیا۔ پھر ۲۲۶ھ میں افواج اسلامیہ مملکت فرانس کو تاخت و تاراج کرتی ہوئیں سرزمین سرطانیہ تک پہونچیں۔ عساکر اسلامیہ کے مقدمۃ الجیش پر موسیٰ بن موسیٰ گورنر تطیلہ تھا۔ دشمنان اسلام سے مڈبھیڑ ہوئی۔ مسلمانوں نے نہایت استقلال سے کفار کا مقابلہ کیا تاآنکہ عیسائی پسپا ہو کے بھاگے۔ موسیٰ نے اس معرکہ میں دلیری مردانگی اور نیکنامی کا بہت بڑا حصہ لیا

بعدہ اتفاق سے اس سے اور عبدالرحمن کے ایک سپہ سالار سے باتوں باتوں میں چل گئی سپہ سالار نے سخت کلامی کی۔ موسیٰ کو سپہ سالار کی یہ حرکت ناگوار گذری چونکہ عبدالرحمن نے اس معاملہ میں دخل نہیں دیا تھا۔ موسیٰ یہ سمجھ گئے کہ اس سپہ سالار نے امیر عبدالرحمن ہی کے اشارہ سے مجھ سے سخت کلامی کی ہے باغی ہو گیا۔ عبدالرحمن نے چند دستہ فوج بسر افسری حرث بن بزیع کو موسیٰ کی گوشمالی پر متعین کیا۔ موسیٰ بھی مقابلہ پر آیا لڑائی ہوئی۔ موسیٰ شکست کھا کے بھاگا اسکا چچا زاد بھائی مارا گیا حرث کامیابی کے ساتھ میدان جنگ سے سرقسطہ واپس آیا بعد ازاں تطیلہ پر چڑھائی کی اور اسکا محاصرہ کر لیا۔ اسوقت موسیٰ وہاں تھا دنوں محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری دقائم رہا تاآنکہ موسیٰ نے تنگ پر مصالحت تطیلہ چھوڑ کر اربط چلا گیا اور حرث تطیلہ میں ٹھہرا ہوا انتظام کرتا رہا۔ موسیٰ کے دماغ میں پھر بغاوت و سرکشی کی ہوا سمائی۔ حرث نے موسیٰ کے حصار کی غرض سے اربطہ کی جانب کوچ کیا موسیٰ نے گھبرا کر غرسیہ بادشاہ کفار سے امداد طلب کی غرسیہ اپنی فوجیں لیکے موسیٰ کی کمک پر آیا حرث نے استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا، فوجوں کو آراستہ کر کے حریف کے

لشکر پر حملہ کیا نہر بلبہ پر دونوں حریف کا مقابلہ ہوا۔ حریف نے پہلے سے چند دستہ فوج کو کمینگاہ میں بٹھا دیا تھا جسوقت حرث کا لشکر نہر بلبہ سے متجاوز ہوا۔ حریف کی فوج نے کمینگاہ سے نکل کر حملہ کر دیا، بیچارہ حرث اس غیر متوقع حملہ کا جواب نہ دلسکا دشمنوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا آنکھیں اسی معرکہ کے نذر ہو گئیں۔ عبدالرحمٰن کو اس ناگہانی واقعہ سے سخت صدمہ ہوا، ۲۲۹ھ میں اس نے اپنے بیٹے منذر کو بسرافسری عساکر اسلامیہ موسیٰ کے محاصرہ کو تطیلہ روانہ کیا موسیٰ نے ڈر کر مصالحت کر لی۔ تب منذر نے بنبلونہ کی طرف قدم بڑھایا اور دشمنان اسلام پر جی توڑ توڑ کر حملے شروع کر دیئے۔ یہاں پر مشرکین سے متعدد لڑائیاں ہوئیں غرسیہ والی بنبلونہ مارا گیا جو حرث کے مقابلہ پر موسیٰ کی کمک پر آیا تھا۔ بعد اسکے موسیٰ نے پھر سرکشی و مخالفت پر کمر باندہی۔ شاہی لشکر نے اسکو ہوش میں لانے کی غرض سے حملہ کیا موسیٰ نے دوبارہ پھر مصالحت کر لی اور اپنے بیٹے کو بطور ضمانت کے عبدالرحمٰن والی اندلس کی خدمت میں بھیجدیا۔ عبدالرحمٰن نے مصالحت کر لی تطیلہ کی سند حکومت عطا کی چنانچہ موسیٰ نے تطیلہ میں داخل ہو کے اطراف و جوانب تطیلہ کے انتظام و سیاست پر اپنے عمال مقرر کئے اور آرام کے ساتھ تطیلہ میں حکومت کرنے لگا۔

اسی ۲۲۶ھ میں مجوسیوں نے اطراف بلاد اندلس پر خروج کیا، ساحل اشبونہ میں اپنی

ا؎ ان مجوسیوں کی سرکوبی اور گوشمالی کو امیر عبدالرحمٰن نے قرطبہ سے بسرافسری اپنے ایک نامور سپہ سالار کے عساکر اسلامیہ کو روانہ کیا تھا مجوسیوں سے اور اس لشکر سے خشکی پر اُترنے کے بعد بہت بڑی لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں نے سخت اور شدید مصائب اُٹھا کے مجوسیوں کو ہزیمت دی بعد اسکے قرطبہ سے ایک دوسری تازہ دم فوج اس اسلامیہ لشکر کی کمک پر آگئی مجوسیوں اور مسلمانوں سے پھر لڑائی چھڑ گئی اس معرکہ میں مسلمانوں نے مجوسیوں کو شکست دی اور انکی دو ایک کشتیاں چھین لیں، مال و اسباب جو کچھ اسمیں تھا لیکے جلادیا تب مجوسی قادس ہوتے ہوئے شدونہ پہونچے۔ اہل اشدونہ سے دو دن تک لڑائی ہوتی رہی۔ یہاں کی لڑائی میں کسیقدر مجوسیوں کو کامیابی ہوئی کچھ مال و اسباب بھی ہاتھ لگ گیا اتنے میں عبدالرحمٰن کا جنگی کشتیوں کا بیڑہ ساحل اشبیلیہ

کشتیوں اور جہازوں سے خشکی پر اتر پڑے اہل اشبونہ سے اور ان دشمنوں سے تیرہ دن تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی بعد ازاں قادس کی طرف بڑھے پھر قادس سے اشدونہ پہونچے اشدونہ میں مسلمانوں سے لڑائی ہوئی آگے نہ بڑھ سکے تب ان لوگوں نے اشبیلیہ کا قصد کیا اور قریب اشبیلیہ پہونچ کے اتر پڑے اہل اشبیلیہ نصف محرم ۲۳۰ھ میں ان دشمنان اسلام سے لڑنے کو نکلے۔ بہت بڑی لڑائی ہوئی کھیت مسلمانوں کے ہاتھ رہا بہت سا مال و اسباب لوٹ لیا مجوسیوں نے میدان جنگ سے بھاگ کر باجہ کا راستہ لیا پھر باجہ سے اشبونہ کی جانب لوٹے مسلمانوں نے ان کو اس مقام پر بھی دم نہ لینے دیا اکھاڑ پچھاڑ کر نکال دیا۔ اس واقعہ کے بعد ان کے حالات کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور ممالک محروسہ اسلامیہ کے ان اطراف میں امن وامان کی منادی پھر گئی یہ واقعات ۲۳۰ھ کے ہیں۔ مجوسیوں کے چلے جانے کے بعد عبدالرحمن اوسط نے ان شہروں کی اصلاح اور آبادی کی جانب عنان توجہ منعطف کی جنکو مجوسی خراب اور ویران کر گئے تھے اور افواج اسلامیہ کی کافی تعداد کو انکی حفاظت و نگرانی پر مامور کیا۔

بعض مورخوں نے مجوسیوں کی لڑائیوں کو ۲۳۱ھ میں تحریر کیا ہے شاید وہ دوسری لڑائی ہوگی واللہ اعلم۔

۲۳۱ھ میں عبدالرحمن نے عساکر اسلامیہ کو ممالک جلیقہ کی طرف روانہ کیا۔ افواج اسلامی دریا کی موجوں کی طرح بڑھتے بڑھتے عیسائیوں کے مشہور شہر لیون تک پہونچ گئیں۔ قلعہ شکن منجنیقیں نصب کر کے لڑائی شروع کر دی۔ اہل لیون تاب مقاومت نہ لا سکے، لیون

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۲ پر اترنا افواج اسلامی نے خشکی پر اتر کر مجوسیوں کو لبلہ کی طرف بھگا دیا مجوسی لوٹ مار کرتے ہوئے باجہ کی طرف بڑھے اور جب باجہ میں بھی دم نہ لینے پائے تو اشبونہ کی جانب لوٹے۔ اشبونہ سے نکلنے کے بعد پھر انکا حال معلوم نہ ہوا۔ یہ ہے تفصیل اس واقعہ کی جسکو مورخ ابن خلدون نے بیان کیا ہے۔ ملخص از کتاب نفح الطیب مطبوعہ لیدن جلد ا صفحہ ۲۲۲ و ۲۲۳۔

کو اپنے حریف کے حوالہ کر کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے شہر لیون میں گھس کے جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ مکانات کو جلا کر خاک و سیاہ کر دیا۔ شہر پناہ کے منہدم کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے اس وجہ سے کہ دیوار شہر پناہ کی چوڑائی پچیس ہاتھ کی تھی۔ ناچار ہو کر دیوار شہر پناہ میں بہت بڑا سوراخ کر کے مراجعت کر دی۔ بعد اسکے پھر عبدالرحمٰن نے اپنے حاجب عبدالکریم بن عبدالواحد بن مغیث کو بسرافسری افواج اسلامیہ بلاد برشلونہ کی جانب جہاد کرنے کو روانہ کیا۔ عبدالکریم اطراف برشلونہ کو تاراج کرتا ہوا فرانس کی اس سرحد تک پہونچ گیا جو سرب (یا برٹ) کے نام سے موسوم تھا۔ عیسائیوں اور عساکر اسلامیہ سے اس مقام پر سخت اور خونریز جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کو ہزیمت دیکے انکے گروہ کثیر کو قید اور قتل کیا۔ عیسائیوں نے بھاگ کر جرندہ میں دم لیا۔ جرندہ ملک فرانس کا بہت بڑا اور مشہور شہر تھا۔ عساکر اسلامیہ نے منہزم گروہ کا تعاقب کیا۔ چونکہ عیسائیوں نے جرندہ میں پہلے سے پہونچ کے پورے طور سے قلعہ بندی کر لی تھی اس وجہ سے مسلمانوں کو کامل کامیابی نہ ہوئی تاہم ان لوگوں نے اسکے گرد و نواح کو ویران اور اپنے قتل و غارتگری سے پامال کر کے مراجعت کی۔

انہیں دنوں بادشاہ قسطنطنیہ نوفلس بن نوفیل نے ۲۲۵ھ کے دوران میں امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں ہدایا اور تحایف بھیجے، مراسم اتحاد اور دوستی کے قائم کرنیکی درخواست کی۔ امیر عبدالرحمٰن نے بھی اسکے معاوضہ میں یحییٰ غزال کی معرفت بہت سے تحفے اور ہدیے روانہ کئے۔ یحییٰ غزال امیر عبدالرحمٰن کی دولت و حکومت کا دایاں بازو تھا۔ شاعری اور فن حکمت میں یگانہ روزگار تھا یحییٰ نے شاہ قسطنطنیہ کے دربار میں پہونچ کے دونوں سلاطین کے مابین رشتہ اتحاد و مواصلت کو مستحکم کیا اور لوٹ آیا۔ رفتہ رفتہ اسکی خبر اس دولت کے رقیب خلیفہ عباسی کو بغداد تک پہونچی۔

۲۳۶ھ میں نصر نے وفات پائی اسکا ماجرائے انتقال بھی عجیبہ و غریب واقع ہوا۔

نصر کا، عبدالرحمن کے عہد حکومت میں بڑا دور دورہ تھا، اپنے آقا کو جس کام میں چاہتا تھا دبا لیتا تھا چنانچہ عبدالرحمن نے اپنے بیٹے محمد کو اپنا ولیعہد بنانا چاہا مگر نصر لبازش مادر عبداللہ، عبداللہ کی ولیعہدی کی تحریک کرنے لگا جب نصر کو اس ارادے میں کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو طبیب شاہی پر محمد (ولیعہد) کو زہر دینے کا دباؤ ڈالا طبیب نے بذریعہ قہرمانہ محلسرا، عبدالرحمن کو اس واقعہ سے مطلع کر دیا اور یہ بھی گذارش کر دی کہ نصر نے مجھے زہر دینے پر مجبور کیا ہے۔ کل صبح کو جو پیالہ دوا کا آئے گا اس میں زہر ہوگا۔ اگلے دن صبح کو نصر جب قصر شاہی میں حاضر ہوا تو محمد (ولیعہد) کو امیر عبدالرحمن کے روبرو بیٹھا ہوا پایا دوا کا پیالہ سامنے رکھا ہوا تھا امیر عبدالرحمن نے نصر کو مخاطب کر کے ارشاد کیا "نصر مجھے یہ دوا بدمزہ اور کسیلی معلوم ہوتی ہے تم اسکو پی لو" نصر تو جانتا ہی تھا کہ اسمیں زہر ملا ہوا ہے جواب کچھ نہ دے سکا ہکا بکا ہو گیا امیر عبدالرحمن نے قسمیں دلائیں اور دوا کے پینے پر مجبور کیا نصر انکار نہ کر سکا پیالہ اٹھا کے غٹ غٹ پی گیا اور بہ کمال عجلت اجازت حاصل کر کے گھوڑے پر سوار ہو اگھر پہونچتے ہی مر گیا۔ غرض امیر عبدالرحمن نے اس آسان طریقہ سے اپنے بیٹے عبداللہ کے مرض کا علاج کر دیا اور اسکے بعد ہی خود بھی مر گیا۔

محمد کی تخت نشینی واقعہ متذکرہ بالا کے بعد امیر عبدالرحمن[1] اوسط بن حکم بن ہشام بن

---

[1] یہ امیر عبدالرحمن اوسط کے لقب سے ممتاز کیا جاتا تھا کیونکہ عبدالرحمن اول، داخل کے خطاب سے معروف تھا اور تیسرا عبدالرحمن "الناصر" کے لقب سے مشہور تھا۔ عبدالرحمن اوسط کی پیدائش شعبان ۱۷۶ھ مقام طلیطلہ میں ہوئی۔ علوم شرعیہ اور فلسفہ سے ماہر تھا۔ اسکا زمانہ بھی بغاوت و سرکشی سے خالی نہیں رہا جو ترقی دولت کے موانع وعوائق کے بڑے اسباب سے ہے تاہم وقتاً فوقتاً اپنے مسیحی دشمنوں پر بھی حملے کرتا اور کامیابی حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس کے زمانہ حکومت میں مال و دولت کی بیحد افزائش ہوئی۔ بیحد محلات اور حمامات تعمیر کرائے۔

عبدالرحمٰن معروف بہ داخل نے ماہ ربیع الآخر ۲۳۸ھ میں وفات پائی اکتیس سال حکومت کی۔

امیر عبدالرحمٰن اوسط علوم شریعہ اور فلسفہ کا عالم تھا اسکا زمانہ حکومت نہایت امن اور آسایش کا تھا دولت کی بیحد زیادتی ہوئی متعدد محلسرائیں اور حمامات تعمیر کرائے پہاڑ سے بذریعہ نل کے پانی لے آیا جس سے سارا شہر سیراب ہوا۔ جامع مسجد قرطبہ میں دو سائبان بڑھوائے مگر انکے تمام وکمال تعمیر ہونے سے پیشتر راہی ملک عدم ہوگیا جسکو اسکے بیٹے محمد نے تکمیل کو پہونچایا۔ اندلس میں اور بہت سی مسجدیں اور جامع مساجد تعمیر کرائی۔ آداب شاہی اور دفاتر مقرر کیے۔ عوام الناس سے میل جول اور ارتباط ترک کیا۔ پس جب اسنے وفات پائی تو اسکا بیٹا محمد بجائے اسکے سریر حکومت پر متمکن ہوا۔

امیر محمد نے سریر حکومت پر متمکن ہوتے ہی قلعہ رباح کی فصیلوں کی درستی کی غرض سے عساکر اسلامیہ کو بسر افسری اپنے بھائی حکم روانہ کیا۔ اس قلعہ کی فصیلوں کو اہل طلیطلہ نے خراب اور زمیں دوز کردیا تھا چنانچہ حکم نے پہلے قلعہ رباح کو درست کرایا بعد ازاں طلیطلہ کی طرف گیا اور اسکے قرب وجوار کے ویہاتوں اور گانوں پر لوٹ مار شروع کردی۔

بعد اسکے افواج شاہی کو بسر گروہی موسیٰ بن موسیٰ والی تطیلہ اطراف البتہ وقلاع کی جانب جہاد کرنے کو روانہ کیا موسیٰ نے اسکے بعض قلعات کو بزور تیغ مفتوح کیا اور بہت سا مال غنیمت لیکے واپس آیا پھر دوبارہ اسلامی فوجیں اطراف برشلونہ کی طرف روانہ کیں عساکر اسلامیہ نے اس اطراف میں بھی لوٹ مار شروع کردی اور قلعات برشلونہ کو سر کرکے واپس آئیں

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۵ ادیب اور شاعر تھا۔ طروب نامی ایک کنیز پر فریفتہ تھا۔ ایک مرتبہ امیر عبدالرحمٰن اوسط نے اسکو ایک زیور عنایت کیا جسکی قیمت ایک لاکھ دینار تھی وزراء نے گذارش کی "شاہی خزانہ سے ایسی قیمتی چیزوں کو علیحدہ کرنا نا مناسب ہے" امیر عبدالرحمٰن نے جواب دیا۔ "اسکا پہننے والا تو اس زیور کے پہننے کے لائق ہے اور اس سے کہیں زیادہ اسکی قدر ومنزلت ہے" اسکا رنگ گندمی آنکھیں گہری، دراز ریش لحیم وشحیم شخص تھا ڈاڑھی میں حنا کا خضاب کرتا تھا پینتالیس[5] لڑکے وقت وفات اسکے موجود تھے تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۲۹ مطبوعہ مصر ونفح الطیب جلد اول صفحہ ۱۶۲ لغایت ۱۶۴ مطبوعہ لیدن

پھر ۲۴۰ھ میں امیر محمد نے عساکر اسلامیہ کو مرتب کیا، آلات حرب سے انکو آراستہ کرکے والی طلیطلہ کی سرکوبی کو روانہ ہوا، اہل طلیطلہ نے بادشاہ جلیقہ (گالز) اور شاہ بشکنس سے امداد کی درخواست کی چنانچہ شاہان جلیقہ و بشکنس، اہل طلیطلہ کی کمک پر آئے اور انکے ساتھ ہو کر امیر محمد سے میدان میں لڑنے کو نکلے۔ مقام وادی سلیط میں دونوں حریف کا مقابلہ ہوا۔ امیر محمد نے معرکہ کارزار گرم ہونے سے پیشتر چند دستہ فوج کو کمینگاہ میں بٹھا دیا جس سے حریف کے پاؤں اکھڑ گئے۔ کامیابی کا سہرا امیر محمد کے سر رہا، اہل طلیطلہ اور مشرکین کے بیس ہزار آدمی کھیت رہے۔ بعدہ ۲۴۳ھ میں امیر محمد نے اہل طلیطلہ پر دوبارہ فوج کشی کی نہایت سختی سے انکو پامال کیا اور انکے مال و اسباب کو نقصان پہونچایا اہل طلیطلہ نے دبکر مصالحت کرلی مگر امیر محمد کے واپس ہوتے ہی پھر باغی اور شاہی حکومت سے منحرف ہو گئے۔

۲۴۵ھ میں مجوسیوں کا بیڑہ جہازات، بلاد اندلس میں داخل ہوا مجوسی جہازوں پر سے اشبیلیہ اور جزیرہ میں اتر پڑے اور اسکی مسجد کو جلا کے تدمیر کی جانب لوٹ پڑے پھر تدمیر سے قصد ارونہ چلے گئے سواحل فرانس کی طرف روانہ ہوئے اور ان ساحلی مقامات کو تاراج کرتے ہوئے واپس ہوئے اتنے میں امیر محمد کی جنگی کشتیوں سے مقابلہ ہو گیا فریقین میں بحری لڑائی ہوئی مسلمانوں نے مجوسیوں کی دو کشتیاں پکڑ لیں، مجوسی باقی کشتیوں کو لیکے بنبلونہ کی طرف چلتے پھرتے نظر آئے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت اس معرکہ میں شہید ہو گئی مجوسیوں نے بنبلونہ میں پہونچ کے دھوم مچائی اسکے گورنر غرسیہ فرنگی کو گرفتار کرلیا غرسیہ نے ستر ہزار دینار زر فدیہ دیکے اپنے کو انکے پنجۂ غضب سے رہا کرایا۔

۲۴۶ھ میں امیر محمد نے باغیان طلیطلہ کی سرکوبی کی جانب پھر توجہ کی، شاہی فوجوں کو آراستہ کرکے طلیطلہ کی طرف روانہ کیا ایک ماہ کامل محاصرہ رہا۔

پھر ۲۵۱ھ میں امیر محمد نے اپنے بیٹے منذر کو بسر کردگی افواج اسلامی اطراف البتہ و قلاع پر جہاد

۱؎ بارھویں رجب ۲۵۱ھ کو یہ لڑائی مقام فج مرکوین میں ہوئی تھی حریف کے مقتولوں کی تعداد دو ہزار پانچ سو اناسی تھی۔ زخمیوں کا کوئی شمار نہیں۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۶۳ مطبوعہ مصر

کرنے کو روانہ کیا۔ عساکر اسلامی نے بلاد مشرکین میں داخل ہوکر لوٹ مار شروع کر دی شاہ لذریق فوجیں آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا گھمسان لڑائی ہوئی، کھیت مسلمانوں کے ہاتھ رہا، لذریق شکست کھا کے بھاگا عساکر اسلامی نے تعاقب کیا تلواریں نیام سے کھنچ گئیں، ہزارہا مشرک قتل وقید کئے گئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کو بہت بڑی فتح حاصل ہوئی جسکی کوئی نظیر نہیں

اسی سنہ میں امیر محمد نے بذات بلاد جلالقہ پر جہاد کیا۔ نہایت سختی سے انکے شہروں کو پامال کیا۔ بہت سے گاؤں اور قصبات ویران کر ڈالے۔

اسی اثنا میں عبدالرحمن بن مروان جلیقی مع اُن نومسلموں کے جو اسکے ہمراہ تھے باغی ہوگیا اور علم حکومت سے منحرف ہوکر اقصائے بلاد میں چلا گیا، شاہ اذفونش سے مراسم اتحاد پیدا کر لئے۔ وزیر السلطنت ہاشم بن عبدالرحمن بسر افسری افواج اندلس، عبدالرحمن کی بغاوت فرو کرنے کو ۲۶۳ھ میں روانہ ہوا۔ عبدالرحمن نے پہلے ہی حملہ میں ہاشم کو ہزیمت دیکے گرفتار کر لیا۔ بعد چندے مابین امیر محمد اور عبدالرحمن مصالحت کی خط وکتابت ہونے لگی، شرط مصالحت یہ قرار پائی کہ عبدالرحمن مقام بطلیوس میں جاکے قیام کرے اور وزیر السلطنت ہاشم کو رہا کر دے۔ ۲۶۵ھ میں صلحنامہ کی تکمیل ہوئی۔ عبدالرحمن نے بموجب شرائط صلح بطلیوس میں جا کے قیام کیا اور اسکی درستی وتعمیر کی جانب خاص توجہ کی اسوقت تک یہ ویران پڑا ہوا تھا۔ وزیر السلطنت ہاشم بھی رہا کیا گیا۔ یہ رہائی عبدالرحمن کی خودسری کے ڈھائی برس بعد ہوئی

بعد مصالحت اذفونش نے عبدالرحمن سے بدعہدی کی، عبدالرحمن اسکی رفاقت ترک کر کے دارالحرب سے چلا آیا روانگی کے وقت دونوں میں لڑائیاں بھی ہوئیں، عبدالرحمن نے اطراف ماردہ شہر انطانیہ میں پہونچ کے قیام اختیار کیا۔ ان دنوں یہ شہر ویران اور کس مپرسی کی حالت میں پڑا ہوا تھا، عبدالرحمن نے اسکی شہر پناہ کی فصیلیں درست کرائیں۔ قلعہ بنوایا بعد ازاں اسکے گرد ونواح میں جسقدر بلاد جلالقہ کے تھے اُنپر قبضہ کر کے اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا غرض رفتہ رفتہ انطانیہ سے بطلیوس تک اسکے مقبوضات کا دائرہ وسیع ہوگیا۔

موسیٰ بن ذی النون ہواری گورنر شنت بریہ نے اسی زمانہ میں علم بغاوت بلند کیا اور نقض عہد کر کے اہل طلیطلہ پر حملہ کر دیا۔ اہل طلیطلہ بیس ہزار فوج کی جمعیت سے مقابلہ پر آئے، سخت اور خونریز لڑائی ہوئی، آخر کار اہل طلیطلہ شکست کھا کے بھاگ گئے، ان لوگوں کے ساتھ مطرف بن عبدالرحمٰن بھی تھا یہ بھی ہزیمت اٹھا کے بھاگا باوجود یکہ شجاعت میں فرد، نسب میں اعلیٰ درجہ کا شخص تھا۔

اس واقعہ سے موسیٰ کے حوصلے بڑھ گئے فوجیں آراستہ کر کے شبخہ والی بنبلونہ پر چڑھائی کر دی، شبخہ نے موسیٰ کو ہزیمت دیکے گرفتار کر لیا۔ ایک مدت کے بعد بحکمت عملی جیل سے نکل کے شنت بریہ بھاگ آیا اور اس زمانہ سے برابر علم حکومت کا مطیع رہا تا آنکہ آخری عہد حکومت امیر محمد میں مر گیا۔

۲۶۱ھ میں اسد بن حرث بن بدیع نے تاکرتا (رندہ) میں بغاوت کا جھنڈا بلند کیا، امیر محمد نے اسکی سرکوبی کو فوجیں روانہ کیں۔ محاصرہ و جنگ کے بعد اسد نے علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکا دی۔ ۲۶۳ھ میں امیر محمد نے اپنے بیٹے منذر کو جہاد کی غرض سے دارالحرب کی جانب روانہ کیا، منذر نے ماردہ کا راستہ اختیار کیا اطراف ماردہ میں اسوقت عبدالرحمٰن بن مروان جلیقی موجود تھا۔ شاہی لشکر کا ایک گروہ اسی سمت سے ہو کر گذرا، عبدالرحمٰن مع ان کفار کے جسکو اسنے اپنی کمک پر بلا رکھا تھا شاہی لشکر کے اس گروہ پر آپڑا اور ان سبھوں کو مار ڈالا۔ پھر ۲۶۴ھ میں جہاد کی غرض سے بنبلونہ کی جانب روانہ کیا گیا۔ اس مرتبہ منذر نے براہ سرقسطہ کوچ کیا اہل سرقسطہ نے مزاحمت کی باہم لڑائی ہوئی تب اسنے سرقسطہ سے اعراض کر کے تطیلہ کی جانب قدم بڑھائے اور اسکے کل اطراف کو تاراج کر کے بلاد مقبوضہ موسیٰ بن ذی النون کا رخ کیا اور اس سرزمین کو بھی اپنے گھوڑوں سے روندتا ہوا بنبلونہ پر جا پہنچا اسکے اکثر قلعا ت ویران اور خراب کر کے بہت سا مال غنیمت لیکے قرطبہ کی طرف مراجعت کی۔

۲۶۶ھ میں امیر محمد نے دریائے قرطبہ میں جنگی کشتیوں کی تیاری کا حکم دیا غرض یہ تھی کہ افواج

اسلامی براہ بحر محیط جلیقہ کے ملک میں دوسری جانب سے اتار دیجائیں پس جب جنگی کشتیوں کا بیڑہ بنکر تیار ہوا اور دریائے قرطبہ سے بحر محیط میں داخل ہوا، اتفاق سے ہوائے مخالف ایسی تیز اور تند چلی کہ کل کشتیاں باہم ٹکرا ٹکرا کر ٹوٹ گئیں ان میں سے دو ہی چار سالم بچیں ورنہ سب کی سب طوفاں کے نذر ہو گئیں۔

سنہ ۲۶۷ھ میں عمر[1] بن حفصون نے قلعہ بشتر جبال مالقہ میں بغاوت کا مادہ پھیلایا اس نے قلعہ مذکور کو اپنا مرکز حکومت بناکر ازدگرد کے قصبات اور شہروں پر قبضہ کرلیا۔ افواج اسلامیہ نے جو اس صوبہ میں تھیں بدفعات اسپر یلغار کیا، عمر بن حفصون نے ان کو ہر بار شکست دی جس سے اسکے قوائے حکمرانی میں مضبوطی پیدا ہوگئی اتنے میں خاص دارالحکومت قرطبہ سے شاہی لشکر عمر بن حفصون کی سرکوبی کو آیا عمر بن حفصون نے بڑی چالاکی اس سے مصالحت کرلی امن و امان قائم ہوگیا۔

سنہ ۲۶۸ھ میں امیر محمد نے طوائف الملوکی اور باغیان دولت امویہ کے استیصال پر اپنے بیٹے منذر کو مامور کیا۔ منذر نے سب کے پہلے سرقسطہ کا پہونچ کے محاصرہ کرلیا اسکے اطراف وجوانب اور گردوپیش کے مقامات پر لوٹ مار شروع کردی۔ تھوڑے دنوں بعد قلعہ ربط کو مفتوح کیا بعد ازاں دیر بروجہ کی جانب بڑھا، محمد بن لب بن موسیٰ یہیں موجود تھا اس سے بھی دو ہاتھ چل گئی بعد اسکے منذر نے شہر لاردہ و قرطاجیہ کا رخ کیا اور اس کے مہم سے فارغ ہوکر بلاد کفار میں گھس کے نوچ گھسوٹ شروع کردی، اطراف البتہ وقلاع کو غارتگری اور قتل سے تہ و بالا کردیا چند قلعات کو کامیابی کے ساتھ مفتوح کرکے مراجعت کی۔

سنہ ۲۷۰ھ میں ہاشم بن عبدالعزیز شاہی لشکر کو لیکے عمر بن حفصون کے محاصرہ اور جنگ پر قلعہ بشتر کی طرف روانہ ہوا، چنانچہ ابن حفصون باغی و سرکش کو سمجھا بوجھا کے قرطبہ لے آیا اس نے وہیں قیام اختیار کیا۔

---

[1] عمر بن حفصون عیسائی امیر تھا۔ تاریخ اسپین صفحہ ۸۱

اسی سنہ میں اسماعیل بن موسی نے شہر لاردہ کی تعمیر شروع کی والی برشلونہ مزاحم ہوا فوجیں آراستہ کر کے اسماعیل کے زیر کرنے کو آپہونچا اسماعیل نے کمال مردانگی سے ہزیمت دی اور اس کے بہت سے پیادوں کو مار ڈالا۔

۲۷۱ھ میں ہاشم بن عبدالعزیز بسرافسری افواج شاہی سرقسطہ کے محاصرہ اور مفتوح کرنے کو دوبارہ گیا ایک مدت کے محاصرہ و جنگ کے بعد سرقسطہ مفتوح ہوا، اہل سرقسطہ نے ہاشم کے فیصلہ و حکم سے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے اس مہم میں عمر بن حفصون بھی گیا ہوا تھا اور شریک جنگ ہوا تھا۔ لیکن بوقت معاودت چھپکر اسلامی لشکرگاہ سے بھاگ کر بشتر میں جا کے دم لیا اور قلعہ نشین ہو گیا۔ بعد اسکے ہاشم نے عبدالرحمن بن مروان جلیقی کا قلعہ منت سولن میں محاصرہ کیا مگر کچھ سوچ سمجھ کے بغیر کامیابی کے واپس آیا۔ عبدالرحمن نے اسکی مراجعت کے بعد اشبیلیہ اور لقبت پر چھاپا مارا بعدہ منت شلوط میں جا کے قیام پذیر ہو کر قلعہ بندی کر لی، امیر محمد نے مصلحتاً اسی قاعدہ پر اس سے مصالحت کر لی، عبدالرحمن بھی علم حکومت کا مطیع ہو گیا اور برابر مطیع رہا تا آنکہ امیر محمد نے وفات پائی۔ ان دنوں رومہ اور فرانس کا بادشاہ فرلیب بن لوزنیق تھا۔

منذر کی امارت ان واقعات کے تمام ہوتے ہوتے امیر محمد بن عبدالرحمن اوسط بن حکم بن ہشام بن عبدالرحمن معروف بہ داخل ماہ صفر ۲۷۳ھ میں پینتیس سال حکومت کر کے گو

۱؎ امیر محمد کی ولادت ۲۰۷ھ میں ہوئی تقریباً چھیاسٹھ سال کی عمر پائی سفید رنگ، مائل بسرخی، ڈاڑھی کو حنا و کسم سے رنگتا تھا۔ ذکی، ہوشیار، اور سخی تھا۔ اسکا زمانہ حکومت بھی طوائف الملوکی میں تمام ہوا۔ اندرونی بغاوتیں اور بیرونی سازشوں سے کبھی اسکو فرصت نہیں ملی۔ سارے ملک پر بدعملی کا سیاہ بادل چھایا ہوا تھا۔ عیسائیوں کی ریشہ دوانیاں نو مسلموں کی شورشیں اسپر طرہ یہ کہ عربی سرداروں کی خودسریوں نے ایک دن بھی اسکو چین سے بیٹھنے نہ دیا تا آنکہ اسی حالت سے دولت امویہ کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ملخص از تاریخ کامل جلد ۷ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ مصر و کتاب نفح الطیب جلد اول صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶ مطبوعہ لیدن۔

قبر میں جا چھپا، بعد اسکے اسکے بیٹے منذر نے سریر حکومت پر قدم رکھا۔

منذر نے اپنے شروع زمانہ حکومت میں ہاشم بن عبدالعزیز وزیر السلطنت کو سزائے قتل دی اور فوجیں آراستہ کرکے عمر بن حفصون باغی و سرکش کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔

سنہ ۲۷۴ھ میں اسکا قلعہ بشتر میں محاصرہ کیا گیا۔ خونریز اور سخت جنگ کے بعد عمر بن حفصون کے کل قلعات اور شہروں کو فتح کرلیا از انجملہ قلعہ ریہ یعنی مالقہ تھا منذر نے اسکے والی عیشون کو گرفتار کرکے قتل کر ڈالا، بعدہ عمر بن حفصون نے شدت محاصرہ سے تنگ آکے مصالحت کی درخواست کی، منذر نے عمر بن حفصون کی درخواست پر مصالحت کرلی، محاصرہ اٹھا کے مراجعت کی، عمر بن حفصون نے منذر کے مراجعت کرتے ہی خلاف مصالحت عہد توڑ ڈالا منذر نے یہ خبر پاکر لوٹ کے محاصرہ کرلیا عمر بن حفصون نے پھر صلح کرلی مگر جوں ہی منذر واپس ہوا عمر بن حفصون نے پھر عہد شکنی کی غرض عمر بن حفصون عہد شکنی پر عہد شکنی کرتا جاتا تھا منذر نے جھلا کے اس مرتبہ نہایت سختی سے محاصرہ کیا، اس محاصرہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد منذر نے جان بحق تسلیم کردی عمر بن حفصون کو ہمیشہ کے لئے اسکے محاصرہ سے نجات مل گئی۔

امیر عبداللہ کی امارت

سنہ ۲۷۵ھ میں بحالت محاصرہ عمر بن حفصون قلعہ بشتر میں منذر[1] کا پیام موت آپہونچا، دو برس اسنے حکمرانی کی بجائے اسکے اسکا بھائی امیر عبداللہ بن امیر محمد سریر حکومت پر متمکن ہوا اور زمام حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی، تمام بلاد اندلس میں آتش بغاوت و فساد مشتعل ہو رہی تھی، محاصرہ اٹھا کے قرطبہ چلا آیا، آئے دن کی بغاوتوں اور اور امراء مملکت کی مخالفتوں کی وجہ سے اندلس کی مالیہ میں بیحد کمی آگئی۔ اس سے پیشتر اس ملک کا خراج تین لاکھ دینار تھا اس میں سے ایک لاکھ دینار ترتیب لشکر اور مصارف فوج میں صرف کئے

---

[1] امیر منذر بوقت وفات چھیالیس برس کا تھا۔ چہرہ پر چیچک کے داغ تھے ڈاڑھی گھنی اور بڑی تھی۔ شعر و شاعری کا شائق اور شاعروں کا قدرداں تھا۔ اسکا زمانہ حکمرانی نہایت کوتاہ ہوا تاہم اسکو بھی بغاوتوں اور خود سروں نے ایک دم کو مہلت نہ دیا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۷ صفحہ ۱۷۴ مطبوعہ مصر

کئے جاتے تھے، ایک لاکھ دینار مختلف ضرورتوں میں خرچ ہوتے تھے باقی ایک لاکھ خزانہ شاہی میں بطور توفیر داخل کئے جاتے تھے ان سنین میں توفیر جس قدر رکھی وہ صرف ہو گئی بلکہ اس پر بیت المال کا خزانہ بھی خالی ہو گیا

عام بغاوتیں ابن مروان کی بطلیوس میں بغاوت

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ عبدالرحمن بن مروان نے امیر محمد بن عبدالرحمن والی اندلس کے مقابلہ میں بوقت جہاد جلالقہ (گالیشیا) ۲۵۵ھ میں علم مخالفت بلند کیا تھا۔ چنانچہ نو مسلموں اور مولدوں کا جم غفیر اسکے پاس مجتمع ہو گیا، اقصائے بلاد کی جانب قدم بڑھائے، رفتہ رفتہ اذفونش بادشاہ جلالقہ تک اسکی رسائی ہو گئی۔ اسی مناسبت سے یہ جلیقی کے نام سے موسوم و معروف ہوا۔ اوپر ہم یہ بھی بیان کر آئے ہیں کہ ہاشم بن عبدالرحمن، وزیرالسلطنت ۲۶۳ھ میں بسرافسری افواج اندلس ابن مروان کی سرکوبی کو گیا تھا اور ابن مروان نے اسکو ہزیمت دیکے گرفتار کر لیا تھا۔ بعدازاں ۲۶۵ھ میں ہاشم کی رہائی اور ابن مروان کے بطلیوس سے چلے جانے پر باہم مصالحت ہو گئی، اس مصالحت کی بنا پر ابن مروان بطلیوس چلا آیا اور اسکو از سر نو آباد کر کے اپنی حکومت اور دولت کی بنا قائم کی۔ بعد چندے اذفونش بدعہدی اور مخالفت کرنے لگا نوبت جدال و قتال کی پہونچ گئی، ابن مروان دارالحرب چھوڑ کر شہر الطانیہ (متعلقات ماردہ) چلا آیا اور اسکی قلعہ بندی کر کے وہیں قیام پذیر ہو گیا یہ شہر اسوقت ویران پڑا ہوا تھا۔ ابن مروان نے قیام الطانیہ کے بعد بلاد والیون کے شہروں پر آہستہ آہستہ قبضہ کر لیا اور اپنے مقبوضات کو بطلیوس تک بڑھا کر اسکو بھی شامل کر لیا، بلاد والیون جلالقہ کے مقبوضات سے تھے۔

ابن مروان کے ساتھ دارالحرب میں سعدون سرساقی نامی مشہور نبرد آزما بھی تھا فنون جنگ سے اسکو کماحقہ آگاہی تھی، یہ بھی ابن مروان کے ساتھ امیر عبداللہ سے باغی ہو گیا تھا پس جب ابن مروان نے بطلیوس میں اقامت اختیار کی تو سعدون نے اس سے علیحدگی اختیار کر کے مابین قلنبیرہ اور باجہ کے ایک قلعہ میں قیام کیا، بعد چندے قلنبیرہ پر قابض و متصرف ہو کر دونوں دولتوں یعنی دولت اسلامیہ و دولت مسیحیہ کے درمیان میں حائل ہو گیا تاآنکہ کسی لڑائی میں اذفونش کے ہاتھ مارا گیا

ابن تاکیت کی بغاوت

محمد بن تاکیت، مصمودہ سے تھا اس نے زمانہ حکومت امیر محمد میں سرحدی بلاد میں علم بغاوت بلند کیا تھا اور سب کے پہلے ماردہ پر فوج کشی کی تھی اسوقت ماردہ میں عرب اور کتامہ کی فوجیں مقیم تھیں، محمد بن تاکیت نے بحکمت عملی شاہی افواج کو ماردہ سے نکال کے ماردہ میں مع اپنی قوم مصمودہ کے قیام کر دیا۔

بقیہ احوال ابن مروان

جسوقت محمد بن تاکیت نے ماردہ پر قبضہ کر لیا، شاہی فوجیں قرطبہ سے اسکو ہوش میں لانے کو ماردہ کی طرف بڑھیں، عبدالرحمن بن مروان یہ خبر پا کے بطلیوس سے اسکی کمک کو آیا، مدتوں محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری رہا بالآخر محاصرہ میں کامیابی نہ ہوئی مزید براں یہ ہوا کہ محمد بن تاکیت نے بحکمت عملی دم پٹی دیکے ان لوگوں کو ماردہ سے نکال دیا جو اسوقت ماردہ میں عرب، مصمودہ اور کتامہ کے لوگ رہتے اور موجود تھے۔ ان لوگوں کے نکال دینے کے بعد محمد بن تاکیت مع اپنی قوم کے نہایت اطمینان کے ساتھ ماردہ میں رہنے لگا۔

بعد اسکے مابین محمد اور ابن مروان نزاع اور مخالفت پیدا ہو گئی ایک دوسرے سے گتھ گیا ابن مروان نے بکرات و مرات محمد کو شکست دی۔ منجملہ ان ہزیمتوں کے ایک ہزیمت مقام لقنت میں دی تھی اس واقعہ میں محمد کے لشکر کے ایک بازو میں مصمودہ کی فوج تھی۔ جو عین مقابلہ کے وقت بھاگ کھڑی ہوئی جس سے محمد کو ناکامی کے ساتھ میدان جنگ سے پسپا ہونا پڑا۔ شکست کھانے کے بعد محمد نے سعدون سرساقی والی قلنبرہ کی فوج طلب کر کے معرکہ آرائی کی، مگر اس تدبیر نے بھی اسکے زخم دل پر کسی قسم کا مرہم تسکین نہ رکھا، ابن مروان کی قوت و شوکت بڑھتی ہی گئی، اسکی حکومت کو استحکام ہوتا ہی گیا۔ اسی اثناء میں ابن حفصون سے اور اس سے ان بن ہو گئی چونکہ ابن مروان کا دماغ ان کامیابیوں سے بڑھا چڑھا ہوا تھا ابن حفصون کو آگے بڑھنے سے روک دیا مگر اسکے بعد ہی عہد حکومت امیر عبداللہ ابن مروان میں مر گیا بجائے اسکے اسکا بیٹا عبدالرحمن بن عبدالرحمن بن مروان حکمرانی کرنے لگا، بربریوں کو جو اسکے

قرب و جوار میں تھے بحد تنگ اور مجبور کیا۔ دو ہی مہینے حکومت کرنے پایا تھا کہ پیام موت آگیا
پس امیر عبداللہ نے بطلیوس پر اپنی جانب سے عرب کے دو سرداروں کو مامور کیا۔

عبدالرحمن کے پس ماندگان خاندان جسمیں عبدالرحمن کے دو لڑکے مروان اور عبداللہ
اور ان دونوں کا چچا مروان تھا قلعہ شونہ چلے گئے' بعد چندے عبدالرحمن کے دونوں لڑکے
شونہ سے نکل کر اپنے دادا عبدالرحمن کے ہمراہیوں اور مصاحبوں کے پاس جاکے مقیم ہو گئے

پھر ان دو سرداران عرب میں جو امیر عبداللہ کی جانب سے بطلیوس کی امارت پر مامور
ہوئے تھے باہم چل گئی ایک نے دوسرے کو قتل کر کے بطلیوس پر بالانفراد قبضہ کر لیا امیر عبداللہ
کو اسکی خبر لگی تو اسنے ۲۸۶ھ میں امیر بطلیوس کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور بطلیوس پر قبضہ کر لیا
قبضہ بطلیوس کے بعد امیر عبداللہ نے برابرہ کے قلعات کی طرف قدم بڑھایا تاآنکہ ان لوگوں
نے گردن اطاعت جھکا دی۔ اسی سلسلہ میں محمد بن تاکیت والی ماردہ سے معرکہ آرا ہوا۔
محمد بن تاکیت نے تنگ آ کے مصالحت کر لی' مگر بعد چندے پھر باغی ہو گیا۔ امیر عبداللہ سے
اور اس سے دوبارہ لڑائی شروع ہو گئی جو امیر عبداللہ کے آخری عہد حکومت تک جاری
اور قائم رہی۔

لب بن محمد کی بغاوت

۲۵۸ھ عہد حکومت امیر محمد میں لب بن محمد بن لب بن موسیٰ نے سرقسطہ
میں بغاوت کی۔ امیر محمد نے متواتر حملے کئے نتیجہ یہ ہوا کہ لب بن محمد نے
گردن اطاعت جھکا دی۔ آتش بغاوت فرو ہو گئی۔ امیر محمد نے اپنی جانب سے لب بن محمد کو
سرقسطہ، تطیلہ اور طرسونہ کی سند حکومت عطا کی۔ لب بن محمد نے نہایت دانائی اور دیانتداری
سے ان مقامات کی حفاظت و حمایت کی تھوڑے ہی دنوں میں اسکی حکومت و امارت کو استحکام
حاصل ہو گیا۔ انہیں دنوں اذفونش بادشاہ جلالقہ نے طرسونہ پر فوج کشی کی' لب بن محمد
نے نہایت مردانگی سے اسکو ہزیمت دیکے الٹے پاؤں لوٹا دیا، تقریباً تین ہزار جلالقہ کام
معرکہ میں کھیت رہے بعد اسکے لب بن محمد نے امیر عبداللہ کے خلاف پھر علم مخالفت بلند

کیا چنانچہ امیر عبداللہ نے تطیلہ میں اسکا محاصرہ کیا۔

مطرف بن موسیٰ کی بغاوت

مطرف بن موسیٰ، شجاعت، عالی نسبی اور عصبیت قومی میں مشہور روزگار ہو رہا تھا۔ اسنے مقام شنت بریہ میں علم مخالفت وبغاوت بلند کیا۔ اس سے اور والی بنباونہ بادشاہ بشکنس سے جو کہ جلالقہ کے گروہ سے تھا لڑائیاں ہوئیں جسمیں فریق مخالف نے مطرف کو اتفاق سے گرفتار کر لیا، مطرف موقع پا کے بھاگ آیا شنت بریہ میں پھر واپس آیا اور آخری زمانہ حکومت امیر محمد تک علم حکومت کا مطیع و منقاد رہا

ابن حفصون کی بغاوت

ابن حفصون کا نام عمر بن حفصون بن عمر بن جعفر بن دمیان فرغلوش بن اذونش القس تھا۔ ابن حیان نے اسکا نسب یوں ہی بیان کیا ہے۔ سب کے پہلے اندلس میں اسی نے بغاوت شروع کی اسی نے مخالفت اور نزاع کے دروازے کھولے ۲۶۷ھ عہد حکومت محمد بن عبدالرحمٰن والی اندلس میں تفرقہ اندازی کی، عساکر اسلامیہ سے علیحدہ ہو کر کوہ بشتر اطراف ریہ و مالقہ میں خروج کیا عساکر اسلامیہ اندلس کے بہت سے لوگ، جنکے قلوب نا فرمانی اور بغاوت کے مرض میں گرفتار و مبتلا تھے ابن حفصون سے آملے۔ ابن حفصون نے اس مقام پر اپنا مشہور قلعہ تعمیر کیا اور غربی اندلس پر رندہ تک سواحل پرشجہ سے بیرہ تک قابض و متصرف ہو گیا۔ ہاشم بن عبدالعزیز وزیر السلطنت نے اسکی سرکوبی پر کمر ہمت باندھی اور اسکے سر پر پہونچ کے اسکا محاصرہ کر لیا بالآخر ۲۷۰ھ میں اسکو سمجھا بوجھا کے قرطبہ لے آیا، بعد چندے ابن حفصون قرطبہ سے بھاگ کر قلعہ بشتر جا پہونچا، اتنے میں امیر محمد اس دار فانی سے رحلت کر گیا ابن حفصون کو اپنے مقبوضات کے وسیع کرنے کا موقع مل گیا قلعہ جات ریہ، رندہ اور شجہ پر قبضہ کر لیا، امیر منذر نے ۲۷۳ھ میں ابن حفصون پر فوج کشی کی، اور اسکے کل قلعجات کو بزور تیغ مفتوح کر لیا، اسکے گورنر "ریہ" کو قتل کر ڈالا۔ ابن حفصون نے مجبور ہو کر مصالحت کی درخواست پیش کی امیر منذر نے مصالحت کر لی مگر تھوڑے ہی دنوں بعد ابن حفصون نے پھر عہد شکنی کی اور علم مخالفت وبغاوت بلند

کر دیا۔ منذر نے اسکا دوبارہ محاصرہ کیا اتفاق یہ کہ اسی محاصرہ کے اثنا میں امیر منذر راہی ملک بقا ہو گیا اور امیر عبداللہ محاصرہ اُٹھا کے قرطبہ چلا آیا، امیر منذر کے انتقال سے ابن حفصون اور نیز کل باغیوں کے کاموں میں استقلال و استحکام کی کیفیت پیدا ہو گئی شاہی فوجیں اور ارکین دولت متواتر اسپر حملہ آور ہوتے رہے اور برابر اسکا محاصرہ کئے رہے لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ انہیں لڑائیوں کے اثنا میں ابن حفصون نے ابن اغلب گورنر افریقہ سے خط وکتابت شروع کی اور اس سے میل جول و مراسم اتحاد پیدا کرکے دعوت عباسیہ کا اندلس میں جہاں پر کہ وہ قابض و متصرف تھا اعلان و اظہار کیا مگر ابن اغلب افریقہ کے نظام حکومت درہم و برہم اور مضطرب ہونیکی وجہ سے اس کام کو دشوار خیال کرکے ترک کر دیا ابن حفصون نے اہل قرطبہ سے مراسم پیدا کر کے اسکے قریب ایک قلعہ بلایہ نامی تعمیر کرایا۔ امیر عبداللہ کو اسکی خبر لگی فوج کشی کر دی چنانچہ بلایہ اور شجہ کو فتح کرکے ابن حفصون کے خاص قلعہ کا قصد کیا اور ایک مدت تک محاصرہ کئے رہا، جوں ہی مراجعت کی ابن حفصون نے تعاقب کیا امیر عبداللہ نے پلٹ کر اس شدت کا حملہ کیا کہ ابن حفصون تاب مقاومت نہ لا سکا کمال بے سروسامانی سے بھاگ کھڑا ہوا، امیر عبداللہ نے نہایت بیرحمی سے اسکے لشکر کو پامال کیا، اسی مہم کے سلسلہ میں اسکے مقبوضات میں سے بیرہ کو مفتوح کر لیا۔ اور ہر سال اسکے حصار اور اس سے جنگ کرنے کو فوجیں بھیجتا رہا پس جبکہ[1] . . . . اور اثنا . . . . عمر بن حفصون اور بادشاہ جلالقہ سے باہم عہد و پیمان ہوا اس کے امراء کو یہ امر ناگوار گذرا، عہدنامہ کو بادشاہ جلالقہ کے پاس بھیج دیا۔ وزیر السلطنت احمد بن ابی علیبدہ فوجیں مرتب و آراستہ کرکے عمر بن حفصون کے محاصرہ کرنے کو بڑھا، عمر بن حفصون نے ابراہیم بن حجاج باغی اشبیلیہ سے فوجی امداد طلب کی، ابراہیم فوجیں تیار کر کے عمر بن حفصون کی کمک پر آگیا وزیر السلطنت سے اور ان دونوں باغیوں سے مڈبھیڑ ہوئی

---

[1] اصل کتاب میں اسی صورت سے جگہ خالی ہے۔ مترجم

وزیر السلطنت نے ان دونوں سرکشوں کو فاش ہزیمت دی، ابراہیم بن حجاج نے اس واقعہ کے بعد گردن اطاعت جھکا دی۔ امیر عبداللہ نے اسکو اشبیلیہ کی سند حکومت مرحمت فرمائی باقی رہا ابن حفصون۔ اسنے اظہار اطاعت کی غرض سے دولت شیعہ سے خط و کتابت شروع کی یہ وہ زمانہ تھا کہ بابیان : دولت شیعہ نے قیروان کو اغالبہ کے قبضہ سے نکال لیا تھا پس عمر بن حفصون نے اندلس میں عبیداللہ شیعی کی دعوت کا اظہار و اعلان کیا مگر بعد چندے جسوقت کہ اللہ جل شانہ نے خلیفہ الناصر لدین اللہ اموی کی حکومت و سلطنت کو استحکام و استقلال عنایت فرمایا اور باغیوں کا خاطر خواہ استیصال ہوگیا۔ اسوقت عمر بن حفصون بھی علم حکومت کا پھر مطیع و منقاد ہوگیا تاآنکہ اسی حالت پر ۳۰۶ھ میں بغاوت و سرکشی کے سینتیسویں سال مرگیا۔

بجائے اسکے اسکا بیٹا جعفر متمکن ہوا خلیفہ ناصر نے اس جانشینی کو بحال و قائم رکھا۔ جعفر دو یا تین برس حکومت کرنے پایا تھا کہ اسکے بھائی سلیمان بن عمر کی سازش سے خود اسکے ایک سپاہی نے اسکو مار ڈالا۔ سلیمان اسوقت ناصر کی خدمت میں تھا یہ خبر پاکر قلعہ بشتر کی طرف گیا اور بجائے اپنے بھائی کے اہل بشتر پر حکومت کرنے لگا۔ یہ واقعہ ۳۰۸ھ کا ہے سلیمان نے بشتر پر قبضہ کرنیکے بعد خلیفہ ناصر کو اس واقعہ سے مطلع کیا خلیفہ ناصر نے اسکو بھی بشتر کی سند حکومت عطا کی جیسا کہ اسکے بھائی جعفر کو مرحمت فرمایا تھا۔ چند دنوں بعد سلیمان نے مخالفت و بغاوت کا اظہار کیا ناصر نے گوشمالی کی غرض سے فوجیں بھیجیں مطیع ہوگیا پھر بدعہدی کی دوبارہ فوجیں گئیں پھر عفو تقصیر کرا کے مطیع ہوگیا۔ مگر ناصر کو اس اظہار اطاعت پر اطمینان حاصل نہوا اپنے وزیر السلطنت عبدالحمید بن بسیل کو بسرافسری افواج شاہی سلیمان کے سر کرنے کو بھیجا، وزیر السلطنت نے سلیمان کو شکست دیکے قتل کر ڈالا، سر اُتار کے قرطبہ لے آیا، مولدون اور نومسلموں نے بجائے سلیمان کے اسکے دوسرے بھائی حفص بن عمر کو اپنا امیر بنایا اسنے بھی بغاوت کی اور اپنی بدعہدی و مخالفت پر اڑا رہا

ناصر نے اسکی سرکوبی کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ مدتوں محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری و قائم رہا تا آنکہ حفص نے امن کی درخواست کی ناصر نے اسکو امن دی چنانچہ حفص نے اپنی حکومت کے ایک سال بعد قرطبہ میں آکے قیام کیا اور ناصر موکب ہمایوں کے ساتھ بشتر کی طرف گیا سرزمین بشتر کو ایک طرف سے چھان ڈالا عمر بن حفصون اور اسکے بیٹوں جعفر و سلیمان کی نعشوں کو نکلوا کے قرطبہ میں لا کے صلیب پر چڑھا دیا۔ کل کنائس[1] اور قلعات کو جو اطراف ریہ میں تھے منہدم و مسمار کرا دیا۔ صوبہ مالقہ میں بیس یا کچھ زیادہ قلعات تھے یہ سب بھی زمین دوش کرا دیئے گئے۔ اسی واقعہ سے بنی حفصون کی حکومت منقرض ہو جاتی ہے اور صفحہ ہستی سے انکی حکمرانی کا نام و نشان مٹ جاتا ہے یہ واقعہ ۳۱۵ھ کا ہے والبقاء اللہ وحدہ۔

باغیان اشبیلیہ صوبہ اشبیلیہ کے باغیوں کا سرغنہ ابن عبید، ابن خلدون ابن حجاج اور ابن مسلمہ تھا۔ سب کے پہلے اشبیلیہ میں امیہ بن عبدالغافر بن ابی عبیدہ نے علم بغاوت بلند کیا تھا۔ امیہ کا دادا ابو عبیدہ عبدالرحمن داخل کی طرف سے اشبیلیہ کا گورنر تھا، ابن سعید بروایت مورخین اندلس حجازی محمد بن اشعب اور ابن حیان تحریر کرتا ہے کہ جس وقت اندلس میں بوجہ فتنہ و بغاوت، نظام حکومت و امور سیاست میں بزمانہ حکومت امیر عبداللہ، اضطراب و اختلال پیدا ہوا اور امراء و رؤساء بلاد، خود سری و خود مختاری کی جانب مائل ہوئے اسوقت اشبیلیہ کے نامی سرداروں سے امیہ بن عبدالغافر، کریب ابن خلدون حضرمی اور اسکا بھائی خالد، اور عبداللہ بن حجاج تھا امیر عبداللہ نے اپنے بیٹے محمد کو جو کہ ناصر کا باپ تھا اشبیلیہ کا امیر مقرر کر کے روانہ کیا چونکہ اشخاص مذکوران صدر دولت و حکومت کے نام و نشان مٹانے کے درپے تھے اسوجہ سے ان لوگوں نے محمد بن امیر عبداللہ پر حملہ کر دیا اور قصر امارت میں اسکا مع اسکی ماں کے محاصرہ کر لیا، محمد بن امیر عبداللہ بہزار دقت و خرابی بسیار اپنی جان بچا کے اپنے باپ امیر عبداللہ کے پاس بھاگ آیا۔ امیہ ابن عبدالغافر

[1] کنائس جمع کنیسہ کی ہے۔ کنیسہ معرب کلیسہ ہے، عبادت گاہ یہود یا نصاریٰ یا کفار۔ مترجم۔

بموافقت اشخاص مذکورین اشبیلیہ پر حکمرانی کرنے لگا۔ تھوڑے دنوں بعد امیہ نے سازش کر کے عبداللہ بن حجاج کو قتل کرا دیا۔ ابراہیم بن حجاج (برادر عبداللہ) اپنے مقتول بھائی کی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، امیہ کا قصر امارت میں محاصرہ کر لیا، امیہ اس امر کا احساس کر کے کہ ابراہیم نے مجھے ہر چہار طرف سے گھیر لیا ہے مرنے پر کمربستہ ہو کر اسطور پر نکلا کہ اپنے اپنے اہل وعیال کو قتل کر کے مال و اسباب میں آگ لگا دی بعد ہ شمشیر بکف ہو کر میدان میں آگیا آخر کار ابراہیم مارا گیا عوام الناس نے سر اتار کر پھینک دیا یہ واقعات ۲۸۳ھ کے ہیں۔

ابن خلدون اور اسکے رفقاء نے ان واقعات سے امیر عبداللہ کو مطلع کیا اور یہ بھی لکھ بھیجا کہ "امیہ کرسی حکومت سے اتار کر مار ڈالا گیا ہے اپنی جانب سے کسی کو امیر مقرر کر کے روانہ کیجئے" امیر عبداللہ نے مصلحت وقت کے لحاظ سے ابن خلدون کی اس گذارش کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور اپنی جانب سے اشبیلیہ کی امارت پر اپنے چچا ہشام بن عبدالرحمن کو بھیجا ہشام کے پہونچتے ہی ان لوگوں نے پھر سرکشی کی اور اسکو نکال دیا، اس مخالفت کا بانی مبانی کریب ابن خلدون تھا چنانچہ یہی اہل اشبیلیہ پر حکمراں ہوا۔

ابن حیان نے لکھا ہے کہ ابن خلدون کا خاندان حضر موت کا ہے اور یہ لوگ اشبیلیہ میں نہایت شرف وعزت سے ریاست سلطانیہ اور علمیہ کے بازو اور قسیم شمار کئے جاتے تھے۔ ابن حزم لکھتا ہے کہ ابن خلدون، وائل ابن حجر کی اولاد سے تھا۔ اسکا نسب کتاب الجمہرہ میں لکھا ہوا ہے ایسا ہی حیان نے بنی حجاج کی بابت لکھا ہے۔

حجازی تحریر کرتا ہے کہ جسوقت عبداللہ بن حجاج مارا گیا اسکا بھائی ابراہیم بجائے اسکے متمکن ہوا۔ بنی خلدون نے امیہ کے قتل کی تحریک شروع کی چنانچہ امیہ پر گذرا جو کچھ گذرنے والا تھا اور کریب ابن خلدون حکومت پر بحکمت عملی مستولی ہوا، اہل اشبیلیہ پر جبر و تعدی کرنے لگا اس سے اہل اشبیلیہ کو نفرت پیدا ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم کو اپنی غرض حاصل کرنے کا موقع ہاتھ آگیا، اسوقت کریب اہل اشبیلیہ سے بہ جبرو تعدی پیش آیا ابراہیم نرمی و ملاطفت اور دلجوئی کرتا

اور سفارشی بنکر اپنی نیک سیرتی کا اثر ڈالتا۔ بعد اسکے ابراہیم نے کریب ابن خلدون پر سختی کرنے کی غرض سے امیر عبداللہ سے سند حکومت طلب کی۔ امیر عبداللہ نے ابراہیم کے نام کی سند حکومت لکھ کے بھیجدی' جسوقت ابراہیم نے سند حکومت پا کے عوام الناس پر اس امر کو ظاہر کر دیا عوام تو کریب کے ظلم و نابرداشتنی تعدی سے اکتائے ہوئے تھے ہی سب کے سب کریب پر ٹوٹ پڑے اور اسکو قتل کر ڈالا۔ کریب کے مارے جانے سے ابراہیم بن حجاج کی حکومت کرنے کے راستے کھل گئے اسکی حکومت و امارت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ امیر عبداللہ کی ماتحتی میں حکمرانی کرنے لگا' شہر قرمونہ کی قلعہ بندی کی اس میں گھوڑوں کے اصطبل بنوائے۔ قرمونہ اور اشبیلیہ کے مابین اسکی آمد و شد لگی رہتی تھی۔ بعدہ ابراہیم ابن حجاج نے وفات پائی بجائے اسکے حجاج ابن مسلمہ متمکن ہوا مگر بعد چندے اشبیلیہ کی حکومت حجاج ابن مسلمہ کے قبضہ اقتدار میں رہ گئی اور قرمونہ پر محمد بن ابراہیم بن حجاج حکمرانی کرنے لگا۔ ناصر نے اپنی جانب سے اسکو سند حکومت عطا فرمائی پھر اسنے بدعہدی کی' ناصر نے اسکی سرکوبی کو فوجیں روانہ کیں' ابن حفصون' حجاج بن مسلمہ کی کمک پر آیا شاہی فوج نے ان باغیوں کو ہزیمت دی حجاج بن مسلمہ نے اپنے بیٹے کو اپنا شفیع بنا کے شاہی دربار میں بھیجا۔ سفارش مقبول نہ ہوئی۔ تب ابن مسلمہ نے خفیہ طور پر اپنے ایک رفیق کو روانہ کیا' اس رفیق نے دارالامارت میں پہنچ کے ناصر سے سازش کی اور اپنے نام کی سند حکومت حاصل کر کے شاہی فوج لئے ہوئے اشبیلیہ آیا۔ ابن مسلمہ اپنے رفیق سے باتیں کرنے اور اسکو لینے کو شہر سے باہر آیا۔ لشکریوں نے اسکے ساتھ بدعہدی کی' اور اسکو اشبیلیہ سے بیدخل کر کے قرطبہ لے آئے۔ شاہی گورنر نے بلامزاحمت اشبیلیہ میں جا کے قیام کیا

ان بغاوتوں کا محرک امیر عبداللہ کا ایک قریبی رشتہ دار تھا اس تحریک فتنہ پردازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکے رفقاء نے براہ فریب اسکو مار ڈالا۔

قتل امیر محمد و مطرف | مطرف نے اپنے بھائی محمد کی شکایتوں سے اپنے باپ امیر عبداللہ

کے کان بھرنا شروع کیا کہتے کہتے امیر عبداللہ کے دل میں اپنے بیٹے محمد کی جانب سے غبار پیدا ہو گیا غضب آلودہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ محمد کو جب اس امر کا احساس ہوا تو وہ بخوف جان ابن حفصون کے پاس بھاگ گیا۔ بعد چندے امن حاصل کر کے پھر واپس آیا۔ مطرف نے پھر چغلی اور شکایتیں شروع کر دیں تا آنکہ امیر عبداللہ نے محمد کو ایک محل سرا میں قید کر دیا۔ اتفاق سے انہیں دنوں امیر عبداللہ کو کسی لڑائی میں جانا پڑا چنانچہ مطرف کو بجائے اپنے مامور کر کے چلا گیا مطرف کو اپنی دلی کاوش پوری کرنے کا موقع مل گیا۔ بیچارے محمد کو سخت سخت ایذائیں دے کے مار ڈالا۔ امیر عبداللہ کو اپنے بیٹے محمد کے مارے جانے کا دلی ملال ہوا۔ اس کے بیٹے عبدالرحمن کو شاہی محل میں داخل کر لیا اور خاص اہتمام سے پرورش کرنے لگا اسوقت اسکی عمر صرف بیس دن کی تھی

بعد اسکے امیر عبداللہ نے اپنے بیٹے مطرف کو لشکر صائفہ کے ساتھ ۲۰۳ھ میں جہاد کرنے کو روانہ کیا عبدالملک بن امیہ وزیر السلطنت بھی اس مہم میں مطرف کے ہمراہ تھا۔ پس مطرف نے ایک روز موقع پا کے بحالت غفلت وزیر السلطنت کو بوجہ عداوت سابقہ مار ڈالا۔ امیر عبداللہ کو اس سے برہمی پیدا ہوئی اسوقت مطرف کو گرفتار کرا کے محمد اور وزیر السلطنت عبدالملک کے خون کے معاوضہ میں بہت بری طور سے قتل کرا دیا۔ اور بجائے وزیر السلطنت عبدالملک کے اسکے بیٹے امیہ بن عبدالملک کو قلمدان وزارت سپرد کیا۔ امیہ نے عہدہ وزارت سے سرفراز ہو کر متکبرانہ روش اختیار کی اپنے ہم چشموں اور وزیروں سے دون کی لینے لگا ان لوگوں نے امیر عبداللہ سے اسکی چغلی کر دی کہ اس نے در پردہ ایک گروہ سے آپ کے بھائی ہشام بن محمد کی امارت کی بیعت لی ہے۔ اس بیان کے تائید میں چند شہادتیں بھی پیش کیں چنانچہ قاضی نے اعتماد کر لیا۔ چغلی کرنے والوں نے وزیر السلطنت کے بعض دشمنوں کو پیش کر کے یہ کہلا دیا کہ ہمارے روبرو ہشام کی بیعت وزیر السلطنت نے لی ہے اس سے رہی سہی کسر جاتی رہی امیر عبداللہ نے اسیوقت امیہ کو گرفتار کرا کے

قتل کر ڈالا یہ واقعہ ۲۸۴ھ کا ہے۔

عبدالرحمن ناصر کی تخت نشینی آخری تیسری صدی ماہ ربیع الاول میں امیر عبداللہ نے اس دار فانی سے اپنی حکومت کے چھبیسویں سال رحلت کی بجائے اسکے اسکا پوتا عبدالرحمن بن محمد سریر حکومت پر متمکن ہوا یہ محمد وہی ہے جسکو مطرف نے اپنے باپ امیر عبداللہ کے زمانہ غیر موجودگی میں قتل کر ڈالا تھا۔

عبدالرحمن ناصر کی تخت نشینی بھی عجائبات روزگار سے ہے یہ ایک نو عمر اور نوجوان شخص تھا اسکے اور نیز اسکے باپ کے متعدد چچا موجود تھے بایں ہمہ اس نے امارت حاصل کرنیکی کوشش کی اور کسی کے کان پر مخالفت کی جوں تک نہ رینگی۔ بلکہ سبھوں نے اسکے جلوس کو اپنے لیے مبارک و محمود تصور کیا اسوقت اندلس میں آئے دن کی بغاوتوں کی وجہ سے تہلکہ پڑا ہوا تھا۔ عبدالرحمن ناصر نے سریر حکومت پر متمکن ہوتے ہی کل نزاعات کا خاتمہ اور سارے مخالفین کو ٹھنڈا کر دیا تا آنکہ ان باغیوں اور مخالفوں کو اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا اور ان لوگوں نے مجبوراً اطاعت قبول کر لی بنی حفصون کا نام و نشان صفحہ ہستی سے اسی نے خوار و نیست و نابود کیا جو باغیوں کا سردار اور سرغنہ تھا۔ اہل طلیطلہ کو اسی نے اپنے علم حکومت کا مطیع بنایا حالانکہ اس سے پیشتر وہ لوگ بدعہدی اور مخالفت پر مدت دراز سے اڑے ہوئے تھے۔ اندلس اور اسکے کل صوبجات کا انتظام حکومت اسی کے زمانہ حکومت کے پہلے بیس برس میں درست ہوا تقریباً پچاس سال اسنے حکمرانی کی۔ اسی کے زمانہ میں بنی امیہ کی حکومت کو اس اطراف میں استحکام و استقلال حاصل

---

[1] امیر عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن بن حکم بن ہشام بن عبدالرحمن داخل کی عمر بوقت وفات بیالیس برس کی تھی گیارہ لڑکے چھوڑ کر مرا۔ اسکے زمانہ حکومت میں بعید البلاد میں ہوئیں امراء بلاد نے خود مختاری و سرکشی شروع کر دی تمام سرزمین اندلس میں فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہو رہی تھی۔ خراج کی کمی خرچ کی زیادتی سے خزانہ خالی ہو گیا تھا۔ یہی امور تھے جن سے اسلام اور اسلامیوں کو اس درجہ نقصان پہنچا کہ ڈوبنے کے بعد پھر نہ ابھر سکے۔ مترجم

ملخص از تاریخ ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۸۰ و نفح الطیب جلد اول صفحہ ۱۶۶

ہوا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے کو "امیر المومنین" کے لقب سے ملقب کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ مشرق میں قوائے خلافت مضمحل اور کمزور ہو چکے تھے اور ترکی غلام، خلفاء عباسیہ پر غالب و مستولی ہو گئے تھے۔ اسی زمانہ میں یہ خبر بھی گوش گذار ہوئی تھی کہ مونس مظفر نے اپنے آقائے نامدار خلیفہ مقتدر کو ۳۲۰ھ میں قتل کر ڈالا ہے پس ان اسباب اور وجوہات سے عبدالرحمن ثالث نے خلیفہ کا لقب اختیار کیا۔ بنفس نفیس لڑائیوں میں دشمنوں کے مقابلہ پر جاتا تھا۔ جہاد اور کفار کے ملک پر چڑھائی کرنے کا بیحد شایق تھا ۳۲۷ھ عام الخندق میں اسکو کفار کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی اس واقعہ سے اسکی کمر ہمت ٹوٹ گئی بنفسہ لڑائیوں پر نہ جاتا تھا بلکہ ہر سال صوائف کو جہاد کی غرض سے روانہ کرتا تھا چنانچہ عساکر اسلامیہ نے ملک فرانس کو اس قدر پامال کیا تھا کہ اس سے پیشتر اسطرح کبھی اسکو تاخت و تاراج نہیں کیا تھا سرحدی عیسائی امراء اور حکمرانوں کو اپنے زوال حکومت کا یقین ہو گیا تھا۔ اظہار محبت اور مراسم اتحاد قائم کرنیکے لئے انکے وفود (ڈیپوٹیشن) تحائف و ہدایا لیکے اسکے دربار میں حاضر ہوتے تھے۔ اسکے خوش کرنے کو رومہ اور قسطنطنیہ کے سلاطین بڑے بڑے تحائف بھیجتے تھے۔ ملوک جلالقہ (گان) کے شاہزادے دور و دراز مسافت طے کر کے اسکی دست بوسی کو آتے تھے اور اس میں اپنی وہ عزت افزائی سمجھتے تھے۔ سرحدی بلاد کے شہروں میں سے سبتہ کو اس نے ۳۱۹ھ میں اہل سبتہ سے چھین لیا، بنو ادریس اور ملوک زناتہ بربر نے اسکا غاشیہ اطاعت اپنی گردن پر رکھا اور ان میں سے بہت سے اسکے دربار خلافت میں چلے آئے جیسا کہ ہم انکے حالات میں بیان کرینگے۔

عبدالرحمن ناصر کے رعب و داب کا سکہ شروع شروع یوں بیٹھا تھا کہ اسنے رعایا کے بہت سے ٹیکسوں میں کمی کر دی تھی۔ موسیٰ بن محمد بن یحییٰ کو حجابت کا عہدہ عنایت کیا تھا، قلمدان وزارت عبدالملک بن جہور بن عبدالملک بن جوہر اور احمد بن عبدالملک بن سعد کو مرحمت فرمایا تھا، اسنے ایک قیمتی نذرانہ دربار شاہی میں پیش کیا تھا جس میں متعدد اقسام کی چیزیں تھیں ابن حیان نے اس نذرانہ کو ذکر کیا ہے اس نذرانہ سے دولت امویہ کی دولتمندی اور اتساع

حوال کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ وہو ہذا۔

سونا خالص عمدہ پانچ لاکھ مثقال[1] (اٹھاون من ۲۳ سیر) چاندی خالص چار سو رطل[2] (چار من ۵ سیر) چاندی کے سکہ رائج دو سو توڑے[3] (دو لاکھ چالیس ہزار) عود ہندی جو مجالس ومحافل میں شمع کی طرح جلایا جاتا تھا بارہ رطل (ساڑھے پودہ سیر) عود[4] غرقی کے ٹکڑے اکیاسی رطل (تقریباً دو من) برادہ عود ایکسو رطل تقریباً ایک من ۶ سیر) مشک[5] خالص اپنے جنس میں نہایت اعلیٰ درجہ کا ایکسو اوقیہ (تقریباً چھ سیر) عنبر اشہب اصلی بلا امیزش جیسا کہ پیدا ہوتا ہے پانچسو اوقیہ (تقریباً تیس سیر) علاوہ اسکے عنبر کا ایک ٹکڑا عجیبۃ الشکل تھا جسکا وزن سو اوقیہ (چھ سیر) تھا کافور عمدہ تیز بو کا تین سو اوقیہ (۱۲۰ سیر) از قسم لباس تیس تھان ریشمی مختلف رنگ وبناوٹ کے جنپر سونے کا کام بنا ہوا تھا خلفاء کے لباس کے لائق، دس پوستین فنک[6] خراسانیہ کی قیمتی ونفیس کھالوں کی چھ پردے عراقی، اڑتالیس بغدادی جھولیں ریشمی طلائی بنظر آرائش وزینت گھوڑوں پر ڈالنے کیلئے، تیس بڑی جھولیں اونٹوں کے لئے، دس قناطیر شمور جسیں سو کھالیں تھیں، ریشم بنا ہوا چار ہزار رطل (سوا اکتالیس من) ریشم صاف کے لچھے جسکو بٹ سکتے تھے ایک ہزار رطل (دس من سوا چھ سیر) فرش ریشمی تیس عدد، مختلف اقسام کے

[1] مثقال ساڑھے چار ماشہ رائج الوقت کے برابر ہوتا ہی مترجم

[2] رطل تقریباً ۳۳ تولہ کا ہوتا ہے۔ مترجم

[3] ایک توڑا بارہ سو کا ہوتا ہے۔ مترجم

[4] ابن فرضی نے بحوالہ اس خط کے جسکو وزیر السلطنت نے اس تحفہ کے ساتھ روانہ کیا تھا تحریر کیا ہے کہ عود غرقی جو نہایت قیمتی تھا چار سو رطل بھیجا تھا جسمیں سے ایک ٹکڑا ایکسو اسی رطل کا تھا۔ دیکھو المقاری جلد اول صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ لیدن

[5] ابن فرضی لبسند اس خط کے جو اس تحفہ کے ساتھ بھیجا گیا تھا تحریر کرتا ہے کہ مشک خالص نفیس دو سو بارہ اوقیہ تھا دیکھو المقاری جلد اول صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ لیدن

[6] فنک بہ تحریک وفتح نون ایک جانور کا نام ہے جسکے کھال کی پوستین بنائی جاتی اور یہ جانور خراسان میں زیادہ وبکثرت ہوتا ہے۔ اقرب الموارد (جلد ۲ صفحہ ۹۴۲ مطبوعہ بیروت)

[7] سمور ایک جانور بری کا نام ہے جو بلی سے مشابہت رکھتا ہے اسکی کھال کی پوستین بنائی جاتی ہے۔ اقرب جلد ۱ صفحہ ۵۳۹

قیمتی و نفیس فروش ایک ہزار جانماز مختلف اقسام کی ایک سو قطعہ جانمازیں ریشم کی پندرہ قطعہ از قسم آرائش و جلو جو چیزیں بوقت سواری استعمال کیجاتی ہیں سلطانیہ ڈھالیں ایک لاکھ عمدہ و نفیس تیروں کے پھل ایک لاکھ شاہی سواری کے لئے عربی اصیل گھوڑے چندرہ راس خچر سواری کے باساز و یراق بیس راس علاوہ اسکے بہت سے خچر جنکی زینیں جعفری تھی یشم کی تھیں اور ایک سو راس گھوڑے وہ تھے جنسے لڑائیوں اور معرکوں میں کام لیا جاسکتا تھا۔ خدام کی قسم کے چالیس سلیقہ شعار خادم، بیس خادمہ معہ لباس و زیورات۔ دوسری قسم کی اشیاء جو تعمیرات میں کارآمد تھے عمدہ و نفیس تیر کے ستون جنکی تیاری میں ایک مال میں اسی ہزار دینار (دو لاکھ تیس ہزار روپیہ) خرچ ہوئے تھے بیس ہزار کمان بنانیکی لکڑیاں جو نہایت سخت اور پرانی تھیں جنکی قیمت پچاس ہزار دینار (چار لاکھ پچاس ہزار روپیہ) تھی۔

اس ہدیہ کے بھیجنے میں سینتالیس ہزار دینار (چار لاکھ پانچ ہزار روپیہ) صرف ہوئے تھے ماہ جمادی الاولیٰ ۵۲۲ھ کی آٹھویں تاریخ کو یہ ہدیہ خلیفہ ناصر کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا خلیفہ ناصر نے وزیر سلطنت کا شکریہ ادا کیا اور اسکی قدر افزائی فرمائی۔

قاضی اور محمد کا مارا جانا

محمد بن عبد الجبار بن امیر محمد اور عبد الجبار نے جو کہ خلیفہ ناصر کے باپ کا چچا تھا دربار خلافت میں اپنے بھائی قاضی بن محمد کی یہ شکایت کی کہ قاضی بن محمد خلافت مآب کی مخالفت پر کمربستہ و آمادہ ہے اور اپنی خلافت و امارت کی بیعت لینے کا قصد رکھتا ہے قاضی نے بھی محمد بن عبد الجبار کی اسی قسم کی شکایت خلافت مآب کی خدمت میں جڑ دی خلیفہ ناصر نے دونوں کی شکایتوں کی خفیہ تفتیش شروع کر دی اصل واقعہ کا پتہ چل گیا اور

---

[1] ابن الاثیر میں لکھا ہے کہ ایکسو راس گھوڑے بھیجے گئے جس میں سے پندرہ راس گھوڑے خاص ناصر کی سواری کے لئے عربی النسل اصیل تھے اور پانچ راس باساز و یراق شاہی جلوس کیلئے جسکی زینیں اور اسکی ہیٹھک عراقی ریشمی کپڑے کی تھی باقی رہے اسی راس گھوڑے وہ ظہار حرکت و احتشام کے لئے تھے نفح الطیب جلد اول صفحہ سوم مطبوعہ مصر

[2] دینار سونے کا سکہ ہے ہم ماشہ کا ہوتا تھا جس کی قیمت تقریباً نو روپیہ ہوگی۔ مترجم

اُسکے نزدیک دونوں کی مخالفت اور بغاوت کی قلعی کھل گئی پس اسنے ان دونوں کو ۳۰۵ھ میں قتل کر ڈالا۔

بنی اسحاق مروانین کی سرگذشت

اسحاق بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن ولید بن ابراہیم بن عبدالملک بن مروان کا دادا (اسحاق بن ابراہیم) زمانہ حکومت بنی امیہ میں اس ملک میں آیا تھا اور اس زمانہ سے برابر عزت و احترام کے ساتھ رہا تا آنکہ حکومت و ریاست اسحاق کے خاندان میں ٹھہر گئی۔ جن دنوں سرزمین اندلس میں آتش فساد و فتنہ مشتعل ہو رہی تھی اس نے ابن حجاج کے پاس اشبیلیہ میں جا کے قیام کیا، پھر جب ابن حجاج مر گیا اور ابن مسلمہ بجائے اسکے حکمران ہوا تو ابن مسلمہ نے اسکو متہم اور ملزم قرار دے کے گرفتار کر لیا اس گرفتاری و مصیبت میں اسکا بیٹا اور اسکا داماد یحیٰی بن ہشام بن خالد بن ابان بن خالد بن عبداللہ بن عبدالملک بن حرث بن مروان بھی شریک تھا۔ ابن مسلمہ نے ان دونوں کو تو مار ڈالا باقی رہا اسحاق اور اسکا ایک دوسرا بیٹا احمد ثانی یہ دونوں باپ اور بیٹے ابن حفصون کے سفیر کی سفارش کیوجہ سے بچ گئے بعد اسکے خلیفہ ناصر نے اشبیلیہ کو ابن مسلمہ کے قبضہ سے نکال لیا اسوقت اسحاق دارالخلافت قرطبہ میں آرہا۔ خلیفہ ناصر نے اسکو عہدہ وزارت سے سرفراز فرمایا اور اسکے بیٹے احمد اور احمد کے بیٹوں محمد و عبداللہ کو بھی اس جلیل القدر عہدہ سے محروم نہ رکھا پس ان لوگوں نے بڑے بڑے نمایاں کام کئے۔ دنیا داری اور مہتم بالشان امور کو انجام دیا۔ فتوحات کے دائرہ کو وسیع کیا جس سے حکومت و سلطنت کے دایاں بازو شمار کیے جانے لگے یہاں تک کہ ان لوگوں کا باپ اسحاق راہی ملک عدم ہوا چنانچہ یہ لوگ بجائے اسکے اسی رتبہ و منزلت پر متمکن ہوئے بعدہ اس خاندان کے بڑے و بزرگ شخص عبداللہ کا انتقال ہوا۔ خلیفہ ناصر کی خدمت میں یہی اپنے خاندان میں سے پیش پیش تھا خلیفہ ناصر نے اسکے پس ماندگان خاندان کو رتبہ وزارت سے ممتاز کیا چند دنوں بعد ناصر نے بغاوت کا الزام ان کے سر تھوپا۔ لوگوں کی بن آئی چغلی اور شکایتیں کرنے لگے۔ اس سے ناصر کے دل میں ان کی [illegible]

ناصر نے قرطبہ سے نکالکر اودہر اُدہر جلاوطن کردیا۔ چنانچہ ان میں سے امیہ نے تسترین میں جاکے قیام کیا اور ۳۲۵ھ میں خلیفہ ناصر کی اطاعت سے منحرف ہوکر باغی ہوگیا خلیفہ ناصر کو اسکی خبر لگی تو اس نے فوجیں آراستہ کرکے امیہ پر چڑہائی کردی امیہ اسکی آمد سے مطلع ہوکر دارالحرب میں چلا گیا اور ردمیر بادشاہ جلالقہ کے پاس جاکے پناہ گزین ہوگیا۔ تھوڑے دنوں بعد ردمیر نے اس سے کج ادائی شروع کی، اسکو یہ امر ناگوار گذرا بلاکسی عہد وپیمان کے خلیفہ ناصر کے پاس چلا آیا خلیفہ ناصر نے اسکی تقصیر معاف کردی اور اپنی خدمت میں رکھ لیا یہانتک اسنے وفات پائی۔

احمد پر یہ گذری کہ جس زمانہ میں اسکے خاندان پر اوبار آیا اسی زمانہ میں خلیفہ ناصر نے اسکو سرقسطہ کی حکومت سے معزول کردیا۔ نوبت بحال ہونے کی نہ آئی روز بروز شاہی عتاب اسپر بڑہتا گیا لگانے بجھانے والے لگاتے بجھاتے رہے، بالآخر شاہی حکم سے مار ڈالا گیا۔ باقی رہا محمد یہ خلیفہ ناصر ہی کی خدمت میں رہا، یہانتک کہ جب خلیفہ ناصر کے موکب ہمایوں نے سرقسطہ کی جانب کوچ کیا لوگوں نے اسکی بھی شکایت جڑدی۔ محمد بخوف جان بھاگ کھڑا ہوا۔ اسی زمانہ فراری میں اہل سرقسطہ کے چند لوگوں سے ملاقات ہوگئی ان لوگوں نے اسکو مار ڈالا۔

بغاۃ اور ناصر خلیفہ ناصر کے عہد خلافت میں سب سے پہلے جو قلعہ مفتوح ہوا وہ ابیح تھا اسکے سر کرنے پر بدر (خلیفہ ناصر کا خادم) اور خلیفہ ناصر کا حاجب مامور کیا گیا تھا پس ان دونوں نے جان پر کھیل کے اس قلعہ کو ابن حفصون کے قبضہ سے ۳۰۰ھ میں نکال لیا اسکے بعد ہی خلیفہ ناصر نے بنفس نفیس جہاد کی غرض سے کوچ کیا۔ تیس قلعات سے زیادہ ابن حفصون کے بزور تیغ فتح کئے منجملہ اسکے قلعہ بیرہ تھا۔ ابن حفصون کے بلاد مقبوضہ ناصر کے مواکب ہمایوں کا جولانگاہ بنا ہوا تھا آئے دن کی لڑائی اور محاصرہ سے ابن حفصون کا ناک میں دم آگیا تھا تا آنکہ سعید بن هذیل نے اسکو قلعہ منتلون وقلعہ سمنان سے بھی سمجھا بوجھاکے بیدخل کردیا، پھر ۳۰۱ھ میں ناصر نے اشبیلیہ کو احمد بن مسلمہ کے قبضہ سے نکال لیا جیسا کہ اوپر ہم تحریر کر آئے ہیں۔ پھر ۳۰۲ھ میں فوجیں آراستہ کرکے ابن حفصون کے قلعات

کی طرف بڑھا، سیر کرتا ہوا جزیرہ خضرا تک پہونچا۔ ساحلی مقامات پر قبضہ کر لیا جنگی کشتیوں کے بیڑوں پر متصرف ہوا اور ان میں جس چیز کی کمی تھی اسکو پورا کیا۔ ابن حفصون نے برائے نام مزاحمت کی۔ ناصر نے ڈانٹ بتلائی۔ ابن حفصون نے یحییٰ بن اسحاق مروانی کے زبانی مصالحت کا پیام دیا ناصر نے منظور کر کے صلحنامہ پر دستخط کر دیا۔

ان واقعات کے بعد اسحاق بن محمد قرشی نے باغیان مرسیہ اور بلنسیہ پر فوج کشی کی۔ نہایت سختی سے انکے اطراف و جوانب کو تاراج کر کے اریول کو فتح کر لیا۔ اسی زمانہ میں بدر (ناصر کے آزاد غلام) نے شہر لبلہ پر چڑھائی کی، عثمان بن نصر باغی کو گرفتار کر کے قرطبہ کی طرف بھیجدیا بعد ازاں ۳۰۵ھ میں اسحاق شہر قرمونہ پر جنگ کرنے کو اُترا اور حبیب بن سوارہ کے قبضہ سے نکال لیا، حبیب بن سوارہ نے بھی بغاوت کی تھی اور اس شہر کو اپنا ملجا و ماوا بنا رکھا تھا بعد اسکے قلعہ سمبرنہ کو ۳۰۶ھ میں اور ۳۰۹ھ میں قلعہ طرسوس کو سر کیا، اسی زمانہ میں احمد بن اضحی ہمدانی باغی قلعہ حامہ نے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی، اور آئندہ اطاعت کی ضمانت و طمانیت کی غرض سے اپنے بیٹے کو شاہی عمال کے حوالہ کر دیا۔

۳۱۴ھ میں ابن حفصون نے پھر علم بغاوت بلند کیا، شاہی افواج مقیم مجمرہ نے اس کی سرکوبی پر کمر باندھی، نہایت مستعدی سے اسکا محاصرہ کیا، ابن حفصون نے خود کردہ پر پشیمان ہو کر حفص کو امن حاصل کرنے کی غرض سے ناصر کے دربار میں بھیجا ناصر نے اسکو امن دی، ابن حفصون قلعہ کو حوالہ کر کے قرطبہ چلا آیا اور ناصر نے لبشتر پر قبضہ حاصل کر لیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا

بعد اس واقعہ کے ۳۲۵ھ میں امیہ بن اسحاق نے تسترین میں بغاوت کی، اسکی بغاوت کی کیفیت اوپر بیان ہو چکی ہے، محمد بن ہشام تجیبی نے سرقسطہ اور مطرف بن مندف تجیبی نے قلعہ ایوب میں بغاوت کا مادہ پھیلایا۔ خلیفہ ناصر نے اس سے مطلع ہو کر بذاتہ ان لوگوں کی گوشمالی کو کوچ کیا سب کے پہلے قلعہ ایوب پر چڑھائی کی اور پہلے ہی حملہ میں مطرف کو قید حیات سے سبکدوش کر دیا اسکے ساتھ یونس بن عبد العزیز بھی مارا گیا۔ اسکا بھائی ایک قصبہ میں جا کے

پناہ گزیں ہوا جب نجات کی صورت نظر نہ آئی تو خلیفہ ناصر سے امن کی درخواست کی معافی کا خواستگار ہوا خلیفہ ناصر نے اسکی تقصیر معاف کردی۔ اس واقعہ میں مطرف کے ہمراہ جسقدر عیسائیاں البتہ تھے وہ بھی تہ تیغ کئے گئے۔ اسی سلسلہ میں صوبہ البتہ کے تیس قلعات جو انہیں عیسائیوں کے مقبوضات سے تھے مفتوح کرلئے گئے۔ اس اثناء میں طوطہ (ٹھوڈا) ملکہ بشکنس کی بدعہدی کی خبر لگی، خلیفہ ناصر نے اس سے جنگ کرنے کو نیباونہ پر فوج کشی کی اور اُسکے سرزمین کو تاراج اور اپنے غارتگری اور قتل سے وہاں کے رہنے والوں کو پامال کرکے واپس آیا۔ بعدازاں ۳۲۷ھ میں جلیقہ پر جہاد کرنیکی غرض سے جنگ خندق میں شریک ہوا اس جنگ میں خلیفہ ناصر کو ہزیمت ہوئی، مسلمانوں کو نقصان اُٹھانا پڑا محمد بن ہاشم تجیبی کفار کے ہاتھ میں گرفتار ہوگیا۔ خلیفہ ناصر نے اسکی رہائی میں بڑی جدوجہد کی دو برس تین ماہ بعد قید فرنگ سے اس نے نجات پائی۔ اس غیر متوقع حادثہ سے ناصر بذاتہ جہاد میں شریک نہونے لگا لیکن فوجیں اور صوائف بھیجتا رہا۔ ۳۳۳ھ میں ایک باغی نے اطراف ماردہ میں علم بغاوت بلند کیا، شاہی لشکر اسکی گوشمالی پر مائل ہوا اور اس باغی کو مع اسکے ہمراہیوں کے گرفتار کرلایا، قرطبہ پہونچتے ہی کل باغیان ماردہ مثلہ کرکے قتل کرڈالے گئے۔

طلیطلہ کے حالات اور اطاعت

ابن حیان تحریر کرتا ہے کہ ویزنقیوش جبار نے جو کہ رومہ کا سپہ سالار تھا طلیطلہ کو آباد کیا تھا اور اسکو رومہ کا مقر حکومت بنانا چاہتا تھا بعد چندے بخدانیہ سے برباط نے یہاں پر بغاوت کی اور اسپر قابض و متصرف ہوگیا سپہ سالاران رومہ اسکے محاصرہ اور جنگ کو برابر آیا کئے مگر کسی کو کامیابی نہوئی اس اثناء میں برباط کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے برباط پر حملہ کردیا اور پہلے ہی حملہ میں قتل کرکے اس مقام پر قبضہ کرلیا زیادہ زمانہ گذرنے نہ پایا تھا کہ یہ بھی مارڈالا گیا۔ اسکے مارے جانے سے اسکی عنان حکومت پھر رومہ کے سپہ سالار کے قبضہ اقتدار میں چلی گئی بعدازاں یہاں کے رہنے والوں نے بغاوت کی اور اپنے میں سے ایک شخص اتش نامی کو اپنا امیر بنایا پھر یہ بھی مارڈالا گیا اور اسکی حکومت

پر پھر رومہ کے سپہ سالار قابض و متصرف ہو گئے، سب کے پہلے جسنے اسکی زمام حکومت اپنے ہیں لی وہ شنتیلہ تھا، رفتہ رفتہ اہل اندلس بھی اسکے مطیع ہو گئے اسوقت اسنے ملوک رومہ سے قطع تعلق کر لیا، اپنر فوج کشی کی، رومہ کا محاصرہ کیا اور رومہ کے بہت سے بلاد کو مفتوح کر کے طایطلہ کی جانب مراجعت کی۔ بشکنس نے اس سے بغاوت کی، اسنے اپنے زور تیغ سے بشکنس کو بھی دبا لیا اور نہایت بیرحمی سے انکو تہ تیغ کیا وہ لوگ بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے بعد ازاں شنتیل اپنی حکومت کے نو سال بعد مر گیا بجائے اسکے قوط (گاتھ) برسیلہ چھ سال تک حکمرانی کرتا رہا اس نے کوئی نمایاں کام نہیں کیا، اسکے بعد انہیں میں سے خندس نامی ایک شخص حکمراں ہوا، اسنے افریقہ پر فوج کشی کی تھی، خندس کے بعد قبقبان سریر حکومت پر متمکن ہوا اس نے متعدد کنائس تعمیر کرائے۔ اسکو بھی تسلیم کے مبعوث ہونے کی خبر پہونچی تھی بلیان نے جو کہ قوم قوط کا ایک معزز و محترم فرد تھا اس سے کہتا تھا کہ میں نے مطربوس عالم کی کتاب میں بروایت دانیال نبی یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ یہ ان نبی (جسکے مبعوث ہونیکی خبر پہونچی ہے) اندلس پر ایک روز قابض ہو جائینگے۔ تھوڑے دنوں حکومت کرکے یہ بھی دنیا سے کوچ کر گیا تب بجائے اسکے اسکا بیٹا[1] . . . . . . سولہ سال تک حکمراں رہا یہ نہایت بدخلق اور ظالم تھا اسکے بعد لزریق تخت نشین ہوا۔ غرض اس زمانہ سے طلیطلہ برابر فتنہ و فساد اور جنبہ داری کا مخزن بنا رہا۔ عبدالرحمن داخل بھی اسکے پیچھے سات سال تک حیران و پریشان رہا۔ ہشام، حکم اور عبدالرحمن اوسط کے عہد حکومت میں بھی یہاں بغاوت پھوٹی تا آنکہ خلیفہ ناصر کا دور حکومت آیا پس اسنے اسکو بزور و جبر اپنے علم حکومت کا مطیع بنایا یا فتح نامہ، بطلیوس اور بشتربن کے بعد ناصر نے اسپر فوج کشی کی، اسکا محاصرہ کیا، باغیان دولت ہر چہار طرف سے اسکی حمایت کو آئے، خلیفہ ناصر نے ان لوگوں کی معقول طور سے مدافعت کی اور ان پر غالب آیا۔ امیر ثعلبہ بن محمد بن عبدالوارث والی طلیطلہ مجبور ہو کر مصالحت کی گفتگو اور امن کی درخواست دینے کو دربار ناصر میں حاضر ہوا، خلیفہ ناصر نے امن دی اور تقصیرات

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر جگہ خالی ہے۔ مترجم۔

کو عفو فرما کے مظفر و منصور صوبہ طلیطلہ میں داخل ہوا اور ایک سرے سے اسکو پامال ڈالا کوئی چپہ زمیں ایسا باقی نہ رہا کہ جس جگہ کو اسے اپنے گھوڑے کے سموں سے نہ روندا ہو۔ اُس وقت سے اہل طلیطلہ علم حکومت کے مطیع ہوئے اور بعد کو بھی مطیع رہے۔

ناصر اور سرحدی امراء اندلس کی اندرونی بغاوتوں اور اسکے امرار کی خود سریوں کے دور کرنے کے بعد ناصر کو سرحد بربر بلاد مغرب کے سر کرنے کا خیال پیدا ہوا پس اسنے امرہ کو جو کہ ملک سبتہ میں بنی عصام کے زیر حکومت تھا مفتوح کیا۔ بربر کے سرحدی امرار نے اسکو قبضہ کی غرض سے طلبی کے خطوط لکھے۔ اتفاق سے ابراہیم بن محمد امیر بنی ادریس کو اسکی اطلاع ہو گئی۔ چنانچہ ابراہیم نے خلیفہ ناصر کے آنے سے پیشتر بڑھکر سبتہ پر محاصرہ ڈالا بعد ازاں اس سے اور ناصر سے قبضہ سبتہ کے معاملہ میں خط و کتابت شروع ہوئی ابراہیم نے سبتہ میں ناصر کی حکومت تسلیم کی اور ناصر نے اپنی طرف سے اسکو سبتہ کی سند حکومت عطا کی۔ اسکے دیکھا دیکھی ارارسہ سے ادریس بن ابراہیم والی ارشکوک نے بھی ہدایا و تحائف بھیج کے خلیفہ ناصر سے سند حکومت حاصل کر لی۔ محمد بن خزر امیر مغراوہ اور موسیٰ بن ابی العافیہ امیر کناسہ نے بھی ادریس بن ابراہیم کی پیروی کی۔ ان دنوں مغرب کی زمام حکومت امیر مکناسہ کے قبضہ میں تھی المغرب الاوسط کے بلاد تنس، وہران، سرشال اور بطحار بھی اسی کے زیر حکومت تھے ان لوگوں نے بھی ہدایار اور تحائف خلیفہ ناصر کے دربار میں بھیجے خلیفہ ناصر نے اسکو قبول کیا ان لوگوں کو جائزے اور معقول صلے مرحمت کئے، انکی حکومتوں کی بنیاد کو مستحکم اور مضبوط کیا۔ اسیطرح ملوک ادارسہ کی ایک جماعت نے بھی خلیفہ ناصر کے دربار میں اسی قسم کا رسوخ پیدا کیا از انجملہ قاسم بن ابراہیم اور حسن بن عیسیٰ وغیرہما تھے والی فاس نے بھی بہت بڑا تحفہ ایوان خلافت ناصر میں بھیجا تھا۔ ناصر نے اسکو بھی اپنی جانب سے سند حکومت عطا کی۔ الغرض جسوقت المغرب الاقصیٰ میں خلیفہ ناصر کی حکومت کا یوں زور شور ہوا تو عبید اللہ المہدی نے عظیم فوج کے ساتھ اپنے نامور سپہ سالار ابن ابصل گور نرتاہرت کو ۳۲۱ھ میں ملک مغرب کے سر کرنے کو بھیجا موسیٰ بن ابی العافیہ نے

ناصر کو اس واقعہ سے مطلع کر کے امداد کی درخواست کی۔ ناصر نے قاسم بن طملس کو بسر افسری افواج شاہی، موسیٰ کی کمک پر متعین کیا اور جنگی کشتیوں کا بیڑہ بھی اسکے ہمراہ روانہ فرمایا قاسم کوچ و قیام کرتا ہوا استبہ پہونچا، یہاں پر یہ خبر مسموع ہوئی کہ موسیٰ بن ابی العافیہ نے غنیم کی فوج کو شکست دیدی ہے اسوجہ سے قاسم آگے نہ بڑھا، قرطبہ کی جانب لوٹ کھڑا ہوا جیسا کہ ان کے حالات میں مذکور ہے۔

خلیفہ ناصر اور فرانس و گالز

اوائل چوتھی صدی ہجری میں قوم جلالقہ پر اردون بن رذمیر بن ہرمند بن قربولہ بن ادفونس بن بیطر حکمراں ہوا، اس نے ۳۰۲ھ میں بلاد اندلوسیہ کے سرحد جوفی کی طرف ابتدار زمانہ حکومت خلیفہ ناصر میں پیش قدمی کی۔ اطراف ماردہ میں قتل و غارتگری کا بازار گرم کر دیا قلعہ حنش پر قابض و متصرف ہو گیا، خلیفہ ناصر نے اپنے وزیر السلطنت احمد بن عبدہ کو بسر افسری افواج اسلامیہ اردون کے بلاد مقبوضہ کی طرف معاوضہ لینے کی غرض سے روانہ کیا۔ احمد نے نہایت دلیری و مردانگی سے اردون کے مقبوضات پر تاخت و تاراج کا ہاتھ بڑھایا بعد اسکے دوبارہ ۳۰۵ھ میں اردون کے ملک پر پھر چڑھائی کی اس معرکہ میں چونکہ اسکا جام حیات، لبریز ہو گیا تھا شہید ہو گیا تب خلیفہ ناصر نے اپنے آزاد غلام بدر کو اردون کے مقبوضات پر جہاد کرنے کو مامور کیا بدر نے ہوشیاری اور مردانگی سے اس مہم کو انجام دیکے مراجعت کی۔ بعد اسکے خلیفہ ناصر بذاتہ ۳۰۸ھ میں جلیقہ کے ملک پر جہاد کرنے کی غرض سے چڑھ گیا اردوان نے سانجہ بن غرسیہ بادشاہ بشکنس و والی بنبلونہ سے امداد طلب کی چنانچہ یہ سب مجموعی قوت سے مقابلہ پر آئے مگر ناصر کی مردانگی اور جرأت کے آگے ایک کی بھی نہ پیش گئی سب کے سب بری طور سے ہزیمت اٹھا کے بھاگے، خلیفہ ناصر نے جی کھول کر ان کے شہروں اور مقبوضات کو تاراج اور پامال کیا، انکے بہت سے قلعات کو مفتوح کر لیا اور کئی کو منہدم کرا دیا۔ بعد اسکے مقبوضات غرسیہ پر متواتر اور مسلسل جہاد کرتا رہا تا آنکہ ادفونس نے وفات پائی اسکا بیٹا فرویلہ سریر آرائے حکومت ہوا۔

ابن حیان تحریر کرتا ہے کہ جس وقت فرویلہ بن اردون بن ردمیر بادشاہ جلالقہ ۳۱۳ھ میں حکمراں ہوا، اسکا بھائی ادفونش بھی دعویدار سلطنت ہوا، اسکے بھائی شانجہ بھی اس جھگڑے میں شریک ہوگیا، غرسیہ کو موقع مل گیا اسلئے ان کے دارالحکومت پر قبضہ کرلیا اور ادفونس نے اپنے برادر زادہ کو مار کر نکال دیا[1] . . . . اور شانجہ کا داماد تھا ان لوگوں میں باہم نفاق پیدا ہو جانے سے مجموعی قوت مسلوب ہوگئی بعد چندے پھر متفق الکلمہ ہوئے، شانجہ کو حکومت و سلطنت کے بارے سبکدوش کرکے شہر لیوں سے نکال دیا۔ شانجہ نے اندرونی جلیقہ میں جاکے پناہ لی اسکا بھائی ردمیر بن اردون اسکے مقبوضات پر جو کہ غربی جلیقہ میں قلنبریہ تک تھے حکمراں ہوا، اس واقعہ کے بعد ہی شانجہ مرگیا اسنے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ اب ادفونش مستقل طور پر حکمراں ہوگیا تھا اسکے حکومت کا سکہ رعایا برایا کے دلوں پر بیٹھ گیا تھا فوجیں آراستہ کرکے اپنے بھائی ردمیر پر چڑھائی کردی، شہر سینٹ بادکش پر قابض و متصرف ہوگیا بعدازاں ادفونش پر اسکی قوم بوجہ ترک رہبانیت (درویشی) نفرین کرنے لگی ادفونش نے مجبور ہوکر رہبانیت اختیار کرلی۔ بعد اسکے دوبارہ خروج کیا اور شہر لیوں پر قابض ہوگیا اندنوں اسکا بھائی ردمیر بسمورہ کی طرف جنگ کرنے کو گیا ہوا تھا، یہ خبر پاکے واپس آیا اور ادفونش لیون میں محاصرہ ڈالدیا تاآنکہ بزور تیغ ۳۲۰ھ میں لیون کو فتح کرکے ادفونش کو جیل میں ڈالدیا بعدہ اسکو اپنے باپ کی اولاد کی طرف سے مخالفت اور دعویداری حکومت کا خطرہ پیدا ہوا ایک جماعت کو گرفتار کراکے ان کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروادیں۔

غرسیہ بن شانجہ بادشاہ بشکنس کے مرنے پر اسکی ماں طوطہ سریر حکومت پر متمکن ہوئی ۳۲۵ھ میں ملکہ طوطہ نے بدعہدی کی خلیفہ ناصر نے یہ خبر پاکر اسپر فوج کشی کردی۔ اطراف بنبلونہ کو خوب خوب پامال کیا۔ بدفعات اس پر حملہ آور ہوا، انہیں غزوات کے اثنا میں محمد بن ہشام نے سرقسطہ میں علم بغاوت بلند کیا مگر محاصرہ و جنگ سے گھبرا کر گردن اطاعت جھکادی

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔ مترجم

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ ایسا ہی امیہ بن اسحاق نے مقام تسترین میں سر اٹھایا تھا۔

محمد بن ہشام کی بغاوت و سرکشی کا یہ واقعہ ہے کہ ۳۲۲ھ میں خلیفہ ناصر نے دخشمہ پر چڑھائی کی، محمد بن ہشام کو سرقسطہ سے اس مہم میں شریک ہونے کو بلا بھیجا۔ محمد بن ہشام نے اس حکم کی تعمیل نہ کی، اس پر خلیفہ ناصر کو طیش آ گیا، تو گھر سرقسطہ کی طرف آیا اور محمد بن ہشام کے مقبوضہ قلعات کو بزور تیغ مفتوح کر لیا، اسکے بھائی یحییٰ کو قلعہ روطہ سے گرفتار کر لیا بعد ازاں بنبلونہ کی جانب کوچ کیا ملکہ طوطہ بنت انثیر نے نذرانہ اطاعت پیش کر کے اسکو اپنا حاکم بالادست تسلیم کر لیا۔ اور اپنے بیٹے غرسیہ بن شانجہ کو حکومت بنبلونہ پر مامور کیا خلیفہ ناصر نے ملکہ طوطہ کے مقبوضات سے اعراض کر کے البتہ اور اسکے مضافات کی طرف قدم بڑھایا چنانچہ اس سرزمین کو بھی خاطر خواہ پامال کیا، متعدد قلعات کو مسمار و منہدم کر دیا، بعدہ جلیقیہ نے پھر پیش قدمی شروع کی اسوقت رذمیر بن اردون اس پر حکمرانی کر رہا تھا۔ رذمیر نے اس پیش قدمی میں اپنے ساتھ دخشمہ کو شریک کر لیا تھا خلیفہ ناصر کو اسکی خبر لگ گئی، قلعہ برجمث پر پہونچ کے ان دونوں کا محاصرہ کر لیا آخر کار رذمیر کو ہزیمت ہوئی بہزار خرابی اپنی جان بچا کے بھاگا، خلیفہ ناصر نے اس قلعہ کو اور نیز اور بہت سے قلعات کو ویران و خراب کر ڈالا۔ رذمیر اور خلیفہ ناصر سے متعدد لڑائیاں ہوئیں ان لڑائیوں میں کامیابی کا سہرا خلیفہ ناصر ہی کے سر رہا ان مہم کامیابیوں کے بعد خلیفہ ناصر بنفسہ جنگ خندق میں شریک ہوا۔ اور اس لڑائی کے بعد پھر اور کسی جنگ پر بذاتہ نہیں گیا۔ صوائف ہمیشہ بھیجتا تھا۔ اسکے رعب و داب کا سکہ عیسائی بادشاہوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا

۳۳۶ھ میں قسطنطین بن الیون بن شل بادشاہ قسطنطنیہ نے اظہار محبت و نیاز مندی کی غرض سے سفیر بھیجا اور اُن کی معرفت ہدایا و تحائف روانہ کئے۔ خلیفہ ناصر نے دربار عام میں اس سفارت کے پیش کئے جانے کا حکم دیا کل افسران فوجی اور ملکی کے نام فرامین جاری کرا دیئے کہ دربار عام میں مناسب ساز و سامان اور آلات حرب سے مسلح ہو کر آئیں۔ قصر خلافت شاہانہ شان و شوکت سے آراستہ کیا گیا۔ دروازوں اور محرابوں پر عمدہ عمدہ پردے لٹکائے گئے۔ وسط میں سریر خلافت بچھایا گیا،

جسپر بہت سے آبدار ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے تخت شاہی کے ارد گرد شاہزادے
خلافت مآب کے بھائی، اعمام (چچا) اقربا، وزرار اور خ۔ام علی قدر مراتب و درجات استادہ
ہوئے بادشاہ قسطنطنیہ کے سفیر دربار میں داخل ہوئے تو دربار کی شان اور خلافت مآب کی
جبروت اور سطوت سے حیرت زدہ ہوگئے مگر پھر ذرا سنبھلے اور شاہی تخت کے قریب جاکر اپنے
بادشاہ قسطنطین کا پیام پہونچایا، خط پیش کیا۔ خلیفہ ناصر نے حاضرین جلسہ کو اشارہ کیا کہ
اس جلسہ میں حسب موقع و مناسب خطبہ (اسپیچ) دیا جائے جس میں اسلام و خلافت اسلامیہ
کی عظمت بیان کیجائے اور ظہور اعزاز ملت اسلامیہ اور ذلت و خواری اعداء دین پر اللہ
تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جائے، چنانچہ حاضرین جلسہ جسمیں بڑے بڑے نامی خطیب (اسپیکر)
تھے تعمیل حکم پر تیار ہوئے لیکن جلسہ کے رعب (یا سلطان کی سطوت) سے اپنے پورے مافی الضمیر
کو ادا نہ کرسکے۔ دو چار فقرے یا چند کلمے کہنے پائے تھے کہ زبان میں لکنت اور پاؤں میں لغزش
پیدا ہوگئی لڑکھڑا کر زمیں پر گر پڑے۔ انہیں لوگوں میں ابو علی القالی وافد عراق تھا جو کہ حکم و لیعہد
کے حاشیہ نشینوں اور مصاحبوں سے تھا اس خدمت کے انجام دینے کو فخریہ کھڑا ہوا۔ جب کل
خطیبوں کو جو کہ مشہور اسپیکر اور پہلے سے اس خدمت کے انجام دینے کو آمادہ ہو رہے تھے
اس حکم تعمیل میں ناکامی ہوئی تو منذر بن سعید بلوطی نامی ایک شخص جو پہلے سے اس خدمت
کے لئے تیار بھی نہوا تھا اور نہ اس نے اس سے پہلے ایسی شان و شوکت کی محفل دیکھی تھی اُٹھا
اور نہایت متانت و سنجیدگی سے حسب حال و موقع تقریر کی اور اس خدمت کو پورے طور سے
انجام دیا۔ ختم تقریر پر فی البدیہ چند اشعار بھی پڑھے جس سے حاضرین جلسہ اسکی ظاہری حالت
سے بحید متعجب ہوئے اور اسکو اس خدمت کی بجا آوری کا فخر و مباہات حاصل ہوا۔ خلیفہ ناصر
نے اسکی برجستہ تقریر او فصاحت و بلاغت پر متحیر اور خوش ہو کر قاضی القضاۃ کا معزز عہدہ عطا
فرمایا۔ اس واقعہ سے منذر عزت اور سر برآوردگی میں مشہور ہوا۔ اسکے حالات مشہور ہیں اور ہیکا
خطبہ بھی جو اس جلسہ میں اس نے دیا تھا ابن حبان کی تصانیف میں مذکور ہے۔

ان سفیروں کی واپسی پر خلیفہ ناصر نے بھی ہشام بن کلیب جاثلیق کو مراسم اتحاد، محبت و کار رشتہ محبت مستحکم کرنے کی غرض سے کچھ ہدایا اور تحائف لے کے قسطنطنیہ بھیجا دو برس بعد ہشام قسطنطنیہ سے اندلس واپس آیا۔ بادشاہ قسطنطنیہ نے پھر اسکے ساتھ اپنے سفیر بھیجے۔ بعد اسکے ہوتو بادشاہ صقالیہ، بادشاہ جرمن، انود بادشاہ فرانس جو کہ سبرت کے نام سے مشہور تھا اور کارلہ بادشاہ فرانس اقصائے مشرق کے ایلچی آئے خلیفہ ناصر نے ان لوگوں سے بھی ملاقات کی اور بادشاہ صقالیہ کے سفیروں کے ساتھ ربیع اسقف کو روانہ کیا دو برس بعد واپس آیا۔

سنہ ۳۴۴ھ میں اردون بن ردمیر کا سفیر آیا یہ ردمیر وہی ہے جسنے اپنے بھائی ازفونش کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دی تھیں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اردون کا سفیر مصالحت اور مراسم اتحاد قائم کرنیکا پیام لایا تھا خلیفہ ناصر نے مصالحت کر لی اور دوستانہ مراسم قائم اور جاری رکھنے کا عہد نامہ لکھدیا۔ پھر سنہ ۳۴۵ھ میں اردون نے اس صلحنامہ میں فرذلند بن عبد شلب سردار قشتیلیہ کو داخل کرنیکی درخواست پیش کی، خلیفہ ناصر نے درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت فرما کے فرذلند کو بھی عہد نامہ میں شامل کرنیکی اردون کو اجازت دی غرسیہ بن شانجہ نے اپنے باپ شانجہ بن فردیلہ کے بعد جلیقہ پر استیلاء و تصرف حاصل کر لیا تھا بعد چندے اہل جلیقہ اس سے باغی و منحرف ہو گئے، فرذلند سردار قشتیلیہ مذکور کو موقع مل گیا اس نے جلیقہ کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور اردون بن ردمیر کی جانب مائل ہو گیا۔ غرسیہ بن شانجہ ملکہ طوطہ بنت انشیر والیہ بشکنس کا پوتا تھا اسکو اپنے پوتے غرسیہ کی تباہی و بربادی سے رنج و ملال ہوا، سامان سفر درست کر کے بطور وفد کے سنہ ۳۴۷ھ میں خلیفہ ناصر کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اپنی اور اپنے بیٹے شانجہ بن ردمیر کی مصالحت اور اپنے پوتے غرسیہ کی اعانت کی درخواست پیش کی۔ ملکہ طوطہ کے ساتھ شانجہ اور غرسیہ بھی آیا ہوا تھا۔ خلیفہ ناصر ان لوگوں سے بعزت و احترام پیش آیا، انکی درخواست کے مطابق ملکہ طوطہ اور شانجہ کے ساتھ مصالحت کر لی، صلحنامہ کی تکمیل کرا دی، غرسیہ بادشاہ

خلیفہ کے ہمراہ فوجیں روانہ کیں پس عساکر اسلامیہ نے غرسیہ کو خلیفہ کا دوبارہ بادشاہ بنایا چنانچہ جلیقہ نے اردون کی اطاعت سے منحرف ہو جانیکا اعلان کر دیا غرسیہ نے خلیفہ ناصر کی خدمت میں شکریہ کا خط روانہ کیا اور نیز قرب وجوار کے لوگوں کو خلیفہ ناصر کی امداد و اعانت اور فرولند سردار قشتیلیہ کی بدعہدی اور بیرہ دستی سے مطلع کیا اس سے لوگوں کو فرولند کی طرف سے نفرت پیدا ہو گئی۔ اس زمانہ سے خلیفہ ناصر تا زیست غرسیہ کی ہمدردی اور اعانت میں مصروف رہا۔

جن دنوں کلدہ بادشاہ فرانس مشرقی کا سفیر آیا تھا اُسی زمانہ میں بادشاہ برشلونہ اور طرکونہ کے سفیر بھی مصالحت واتحاد قائم کرنیکی غرض سے آئے ہوئے تھے خلیفہ ناصر نے انکی درخواست کے مطابق ان لوگوں سے بھی مصالحت کر لی بعد ازاں رومہ کا سفیر اظہار مودت ورسم دوستی جاری و قائم رکھنے کے لئے حاضر ہوا خلیفہ ناصر نے اس سے بھی مراسم اتحاد جاری و قائم رکھنے کا عہد کر لیا۔

خلیفہ ناصر کا اپنے بیٹے عبداللہ سے انتقام لینا

خلیفہ ناصر نے اپنے بیٹے حکم کو اپنا ولیعہد بنایا تھا اور اپنے کل لڑکوں پر اسکو فضیلت دے رکھی تھی۔ کاروبار سلطنت میں بھی اسکو دخیل کر لیا تھا۔ اکثر امور سیاست کا انصرام و انتظام اسکے سپرد تھا اگرچہ حکم کا بھائی عبداللہ، عقل و فراست میں حکم سے کم نہ تھا لیکن باپ کا منظور نظر نہ تھا، یہ امر عبداللہ کو پسند خاطر نہ تھا موقع کا منتظر تھا بالآخر اس دلی کاوش نے باپ کے ساتھ مخالفت کرنے پر اُبھار دیا۔ پس اسنے اُن ارکین دولت کو بھی اس مخالفت میں شریک کرنا چاہا جنکے قلوب پہلے سے اس مرض میں مبتلا ہو چکے تھے ان لوگوں نے نہایت خوشی سے عبداللہ کی درخواست کو منظور و قبول کیا۔ انہیں لوگوں میں سے یاسر فتی وغیرہ تھے۔ شدہ شدہ اسکی خبر خلیفہ ناصر تک پہونچی خلیفہ ناصر نے تفتیش شروع کی تھوڑی ہی کوشش سے اصلی واقعہ کا انکشاف ہو گیا فوراً اپنے بیٹے عبداللہ اور یاسر فتی کو معہ اُن

کل ارکین دولت کے جو اس سازش و فتنہ پردازی میں شریک تھے گرفتار کر لیا اور ۳۳۹ھ میں ان سب اجل رسیدہ دن کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔

تعمیرات خلیفہ ناصر جسوقت خلیفہ ناصر کی حکومت و سلطنت اندرونی اور بیرونی خدشات و خطرات سے محفوظ ہوگئی اور معقول طور سے اسکی امارت و حکمرانی کو استقلال و استحکام حاصل ہوگیا اسوقت خلیفہ ناصر نے تعمیرات عمارات کی طرف توجہ فرمائی۔

خلیفہ ناصر کا دادا امیر محمد اور اسکے باپ عبدالرحمٰن اوسط اور اسکے دادا حکم نے یکے بعد دیگرے اپنے اپنے محلسرا، صرف کثیر سے نہایت اعلیٰ درجہ کے بنوائے تھے از انجملہ قصر الزاہر، بھوا الکامل اور قصر منیف تھا لیں جب عبدالرحمٰن ناصر کا دور حکومت آیا تو اسنے بھی قصر الزام کے پہلو میں محلسرا تعمیر کرایا اور اسکا نام "دارالروضہ" رکھا پہاڑ سے اس شاہی محل میں بذریعہ نل کے پانی لایا۔ مختلف ملکوں اور سرزمینوں سے بڑے بڑے مہندسوں اور انجینیروں کو طلب کیا چنانچہ وہ لوگ دور و دراز ملکوں سے قرطبہ میں آئے حتیٰ کہ بغداد اور قسطنطنیہ کے مشہور مشہور کاریگروں نے زحمت سفر گوارا کرکے قرطبہ میں آکے قیام اختیار کیا محلسراؤں کی تعمیر کے بعد حمامات کی تعمیر کی جانب متوجہ ہوا محلسراؤں کے باہر مینار ناعورہ حمام تعمیر کرایا اور پہاڑ کی بلند چوٹی سے باوجود بُعد مسافت کے پانی لایا۔ بعد اسکے مدینۃ الزہرا کا بنیادی پتھر رکھا اور اسکے تکمیل تعمیر کے بعد اسکو اپنا دارالحکومت اور مقر سلطنت قرار دیا اس شہر میں بھی بڑی بڑی عمارتیں، عمدہ عمدہ محلسرائیں اور باغات جو اس سے قبل کی تعمیرات سے اعلیٰ درجہ کی تھیں تعمیر کرائے ان باغات میں جانوروں کے رہنے کے لئے جالدار مکانات اور سائبان اسقدر وسیع بنوائے کہ ہر جانور اسکے فضا میں کود پھاند کر سکتا اور اپنی طبعی طور سے رہ سکتا تھا۔ اسی شہر میں "دارالصناعۃ" آلات حرب اور زیورات کے بنانے کا بھی بڑا کارخانہ جاری کیا صحن جامع قرطبہ میں بہت بڑا شامیانہ لوگوں کو تمازت آفتاب سے بچنے کے لئے بنوا کر نصب کرایا۔

المستنصر کی حکومت خلیفہ ناصر نے جسکی ذات سے اسلام کی شان، دین کی شوکت از سرنو قائم ہوئی تھی ایسی شاندار سلطنت چھوڑ کر ۳۰۵ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔

خلیفہ ناصر کے چار قاضی تھے مسلم بن عبدالعزیز، احمد بن تقی بن مخلد ......

محمد بن عبداللہ بن ابو عیسیٰ اور منذر بن سعید بلیطی۔

لے خلیفہ عبدالرحمن ملقب بہ الناصر لدین اللہ اموی ان تاجداروں میں تھا جسکے رعب و داب کا سکہ تمام عالم میں چل رہا تھا تخت نشینی کے وقت اسکی عمر اکیس سال کی تھی۔ زمانہ ایسا نازک تھا کہ تمام ممالک ہسپانیہ میں فتنہ و فساد کی گرم بازاری تھی افق سیاست آئے دن کی بغاوتوں اور سرحدی عیسائی امراء کے حملوں سے گرد آلود ہو رہا تھا عبدالرحمن ناصر نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد پہلے باغی صوبوں پر یلغار کیا اور انکو بزور تیغ اپنا مطیع کیا بعد ازاں سرحدی عیسائی ممالک پر جہاد کرنے میں مصروف ہوا۔

نوجوان بادشاہ اندلس اکثر لڑائیوں میں سپہ سالار میدان جنگ کی حیثیت سے اپنے لشکر کے ہمراہ جاتا تھا اس سے لشکریوں کے جوش دل کی عجیب کیفیت ہو جاتی تھی۔ اور ہر سپاہی اپنے امیر لشکر کے جلو میں سرفروشی اور جانبازی کو اپنی سعادت سمجھتا تھا۔

پورے ستائیس سال کی بال توڑ کوششوں اور جانکاہ محنتوں سے عبدالرحمن ناصر نے اندلس کی اندرونی رقیبوں اور بیرونی حریفوں کی نظروں سے بچا کر ایک شائستہ اور محفوظ گورنمنٹ بنایا اور اس زمانہ میں جبکہ اسکو صحیح طور پر یہ خبر پہونچی کہ مختلف مقامی گورنروں کی خود مختاری اور اراکین سلطنت کی خود سریوں سے خلیفہ بغداد کا اقتدار ایوان خلافت کی چار دیواری کے اندر محدود ہو گیا ہے، افریقہ میں بربریوں کے نوزائیدہ خاندان حکومت کے علوی حکمران نے اپنے کو امیر المومنین کہلانا شروع کر دیا ہے، نیز مونس مظفر نے اپنے آقا سے نامدار خلیفہ مقتدر کو قتل کر ڈالا ہے تب عبدالرحمن نے اپنے موروثی لقب کو بلا تکلف اختیار کر لیا اور خلیفہ عبدالرحمن ثالث الناصر لدین اللہ" کے مبارک لقب سے مخاطب ہوا اور حق یہ ہے کہ عبدالرحمن نے جیسا لقب اختیار کیا تھا ویسا ہی اسکو خوب نباہا۔

قرطبہ اسکے زمانہ میں دلہن کی طرح آراستہ تھا۔ مدبرانہ نظم و نسق اور شائستہ قوانین جاری تھے۔ دیگر

خلیفہ ناصر کی وفات پر حکم ملقب بہ المستنصر باللہ سریر حکومت پر متمکن ہوا۔ عہدہ حجابت (لارڈ چیمبرلین) جعفر مصحفی کو مرحمت فرمایا۔ اس نے مستنصر کو جس دن اسنے تخت حکومت

کے علوم اور فنون کا یہ مرکز بنا ہوا تھا۔ طلبا علوم دور دراز ملکوں سے تحصیل علم کو یہاں آتے تھے عروض، الہیات، قانون، فلسفہ، طب، تجارت اور طبیعات غرض ہر شاخ علم کی تعلیم یہاں ہوتی تھی۔ ہر فن کے یگانہ روزگار یہاں موجود تھے۔ کاملین جنگ و واقفین فنون جدال کا بھی یہی دنگل تھا۔ ارباب قلم اور اصحاب شمشیر یہاں کے قیام کو باعث ناموری و فخر تصور کرتے تھے خلاصہ کلام یہ ہے کہ اندلس کو اس وقت اور بلاد یورپ سے وہی نسبت تھی جو کہ دلہن کو معمولی مستورات سے ہوتی ہے اور قرطبہ کو اندلس سے وہی مناسبت تھی جو سر کو جسم سے یا قلب کو اعضاء رئیسہ سے۔ شہر قرطبہ کی لنبائی میں مختلف بیانات ہیں مگر اکثر کا اتفاق اس پر ہے کہ دس میل سے کسی طرح کم نہ تھی (جو اس زمانہ میں لندن کی لنبائی ہے) خلیفہ کے رعب و داب کی یہ کیفیت تھی کہ عیسائی سلاطین اپنے جھگڑوں اور نزاعوں کے فیصلہ کرانے کو خلیفہ ناصر کے دربار میں آتے تھے۔ قسطنطنیہ، فرانس، جرمنی اور اطالیہ کے بادشاہ مراسم اتحاد قائم کرنے اور باہم مصالحت رکھنے کی درخواست پیش کرنے کی غرض سے سفیر بھیجتے تھے۔ اس زمانہ میں کسی ملک کا ایسا کوئی خطہ نہ تھا جہاں پر خلیفہ ناصر کی سطوت و جبروت اپنی مہیب و خوفناک شکل نہ دکھلا رہی ہو۔ خلیفہ ناصر کی عقل و دانش اور دولت و عظمت کا شہرہ تمام براعظم یورپ اور افریقہ میں عام ہو رہا تھا ابن حیان تحریر کرتا ہے کہ جس وقت سفیران قسطنطنیہ تحائف و ہدایا لئے ہوئے سرزمین اندلس میں وارد ہوئے تو خلیفہ ناصر نے سرحد پر اور نیز سفر میں مہمانداری کرنے کی غرض سے یحییٰ بن محمد بن لیث کو روانہ کیا پھر جب سفراء مذکور قریب محلات قرطبہ کے پہنچے تو سپہ سالاران لشکر گئے بعد دیگرے سفیروں سے ملاقات کی بعد ازاں خواجہ سراؤں کے سردار یاسر اور تمام جو محلات شاہی کے داروغہ اور خلیفہ ناصر کے جلیس خلوت تھے ملے اور نہایت احترام سے ولیعہد حکم کے ایوان خاص میں جو کہ شہر پناہ قرطبہ کے قریب تھا ٹھہرایا۔ خواص و عوام کے آمد و رفت کی ممانعت کر دی گئی اور ان سفیروں کی حجابت پر چنے اور منتخب ۱۶ آزاد غلام مقرر کئے، خلیفہ ناصر نے

پر قدم رکھا تھا ایک تحفہ پیش کیا جسمیں طرح طرح کی قیمتی قیمتی اشیا تھیں جسکو ابن حبان نے متقبس میں تحریر کیا ہے۔ وہو ہذا۔

بقیہ صفحہ ۲۶۱ ان سفیروں کے ملنے اور کاغذات سفارت پیش کئے جانے کے لئے گیارہویں ربیع الاول ۳۳۸ھ اور بقول مورخ علامہ ابن خلدون ۳۳۶ھ مطابق ۹۴۹ء یوم شنبہ مقرر کیا۔ قصر قرطبہ، مجلس از زاہرہ شاہی شان وشوکت سے آراستہ کیا گیا وسط میں ایک جڑاؤ تخت بچھایا گیا تخت کے دائیں بائیں جانب پہلے خلیفہ ناصر کے بیٹوں کی کرسیاں رکھی گئیں سب کے پہلے ولیعہد سلطنت حکم کی بعدہ عبد اللہ کی پھر عبد العزیز ابو الاصبغ پھر مروان کی کرسیاں رکھی گئیں بائیں جانب منذر، عبد الجبار اور سلیمان کی کرسیاں حسب ترتیب بچھائی گئیں عبد الملک بن خلیفہ ناصر علالت کی وجہ سے شریک دربار نہیں ہوا ان شاہزادوں کے بعد وزرا حسب مراتب دائیں بائیں حاضر تھے پھر حجاب (لارڈ چیمبرلین) بعدہ وزراء کے لڑکے خدام اور وکلا صف بصف استادہ ہوئے تمام محل میں اندر سے صحن تک قیمتی قیمتی قالینوں اور اعلیٰ درجہ کے فروش کا فرش تھا دروازوں اور محرابوں پر ریشمی زردوزی کے پردے لٹکائے گئے سفرائے قسطنطنیہ جس وقت اس شاہانہ دربار میں حاضر ہوئے دربار کی آراستگی دیکھکر دنگ ہوگئے اور سب سے زیادہ حیرت تو انہیں خلیفہ ناصر کی سطوت و جبروت سے چھاگئی جیوں تیوں قریب تخت شاہی کے پہونچ کر اپنے بادشاہ قسطنطین بن لیو والی قسطنطنیہ کا خریطہ پیش کیا غلاف آسمانی رنگ کا تھا جسپر سنہرے حرفوں سے بخط اغریقی یونانی لکھا ہوا تھا غلاف کے اندر ایک صندوقچہ تھا اور یہ بھی رنگین تھا نقرئی حروف سے بخط اغریقی تحریر تھا صندوقچہ پر سونیکی مہر لگی ہوئی جسکا وزن چار مثقال تھا مہر کے ایک رخ میں مسیحؑ کی صورت تھی دوسری جانب خود بادشاہ قسطنطین کی تصویر مع اسکے بیٹے کے منقوش تھی اس صندوقچہ کے اندر دوسرا چھوٹا صندوقچہ تھا یہ صندوقچہ شیشہ کا تھا طلائی ونقرئی مینا کار کام اسپر بنا تھا اس صندوقچہ کے اندر ایک ریشمی لفافہ تھا جس کے اندر خط رکھا ہوا تھا۔ عنوان خط کے ایک سطر میں قسطنطین و رومانس مومنین مسیح بادشاہ عظیم سلطنت دوم لکھا ہوا تھا۔ اور دوسری سطر میں بزرگ قابل تعظیم متفخر و شریف النسب عبد الرحمن

ایک سو فرانسیسی غلام عمدہ نسل کے گھوڑوں پر سوار تلواروں، نیزوں، زرہوں، ڈھالوں اور ہندی خودوں سے آراستہ پیراستہ، تین سو بیس مختلف اقسام کی زرہ، تین سو خود ایک سو

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۶۲ خلیفہ و حاکم عرب در ملک اندلس اللہ تعالیٰ انکی بقا کو دراز کرے مکتوب تھا۔ خلیفہ عبدالرحمن نے خط سنکر اشارہ کیا کہ خطباء، اسپیکر یا لکچرار اور شعراء حسب موقع مناسب اسپیچ دیں اور قصائد پڑھیں ولیعہد حکم نے فقیہ محمد بن عبد البر کشینانی کو اس خدمت کے انجام دینے کو حکم دیا اگرچہ اسکو بہت کچھ دعویٰ اپنی قادر الکلامی کا تھا اور فی البدیہ خطبہ دینے پر بہ نسبت اوروں کے بیحد مشتاق تھا مگر دربار کی شان و شوکت اور خلیفہ ناصر کی سطوت و جبروت سے کھڑے ہوتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑا تب ابو علی بغدادی اسماعیل بن قاسم قالی مولف امالی و نوادر کھڑا ہوا یہ خلیفہ کے یہاں وفد ہو کے عراق سے آیا ہوا تھا اور ولی عہد سلطنت کا منظور نظر و مقبول تھا حمد و نعت کے بعد یہ بھی خاموش ہو رہا صورت سے معلوم ہوتا تھا کسی فکر و اندیشہ میں مستغرق ہے ابن حیان وغیرہ نے ایسا ہی ذکر کیا ہے مورخ علامہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ دینے کے لئے ابو علی القالی پہلے سے اس خدمت پر مامور کیا گیا تھا مطمح میں لکھا ہوا ہے کہ جس وقت ابو علی سکوت کے کے عالم میں حمد و نعت پڑھ کر کھڑا ہو گیا منذر بن سعید بلوطی جو زمرہ فقہاء میں حاضر دربار تھا خود بخود اٹھ کھڑا ہوا اور ایسی تقریر شروع کی کہ جو ابو علی کے کلام سے چسپاں ہو گئی سامعین کو یہ معلوم نہ ہوا کہ حمد و نعت کسی اور کی ہے اور تقریر کسی اور کی۔ خطبہ اور اشعار جو منذر نے اس موقع پر پڑھے تھے کتاب نفح الطیب جزو اول صفحہ ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۱ میں موجود ہے فمن شاء الاطلاع علیها فلیرجع الیه۔

مورخوں نے لکھا ہے کہ خلیفہ ناصر کے عہد حکومت میں دو کروڑ چون لاکھ اسی ہزار دینار (ایک دینار نو روپیہ کا تقریباً ہوتا ہے) اندلس کا خراج تھا۔ بازار اور گذروں کی آمدنی سات لاکھ پینسٹھ ہزار دینار تھی۔ باقی رہے اخماس غنائم (مال غنیمت کا پانچواں حصہ) یہ خارج از شمار تھے اسکا حصہ کسی دفتر سے نہیں ہو سکتا خلیفہ ناصر اس خراج کو تین حصوں پر تقسیم کرتا تھا ایک ثلث آراستگی فوج اور درستی سامان

تیرضہ ہندیہ، پچاس خود خشبیہ (لکڑی والے) یہ لکڑی فرانس کی مشہور اور اعلیٰ درجہ کی طائشانہ سے کہیں نفیس اور قیمتی تھی، تین سو فرانسیسی حربہ، ایک سو سلطانی ڈھالیں دس جوشنیں طلائی، پچیس طلائی سنگہین جو بھینس کی سینگ کی بنائی گئیں تھیں"

خلیفہ ناصر کی وفات کے بعد جلالقہ کو ملک گیری کی طمع دامنگیر ہوئی فوجیں آراستہ کر کے سرحد پر آپڑے خلیفہ حکم نے اس سے مطلع ہو کر بذاتہ اس مہم کے سر کرنے کو کوچ کیا اور اس شدت سے جلالقہ پر حملہ کیا کہ اُنکے دانت کھٹے ہو گئے۔ بوریا بندھنا سنبھال کے سرحد بلاد اسلامیہ سے کوچ کر گئے۔ مصالحت کا پیام دیا اور اپنے اس خیال خام سے باز آئے جسکو اُنہوں نے خلیفہ ناصر کی وفات کر جانے سے اپنے دماغوں میں پکانا شروع کیا تھا، بعد ازاں اسکا آزاد غلام غالب بلاد جلیقیہ پر جہاد کرنے کو کمر بستہ ہو کر نکلا فوجیں آراستہ کر کے دار الحرب میں داخل ہو گیا

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۶۳ جنگ پر صرف کرتا تھا اور ایک ثلث کو تعمیرات میں لگاتا تھا باقی رہا تیسرا ثلث وہ بیت المال میں جمع کیا جاتا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بعد وفات خلیفہ ناصر کا غذات میں سے ایک قلمی یادداشت بخط خاص خلیفہ ناصر نکلی جسمیں مرحوم خلیفہ نے وہ دن کمال احتیاط سے لکھے تھے جو اسکے پچاس سالہ حکومت میں افکار سے خالی تھے شمار کرنے سے معلوم ہوا کہ اس طویل اور دراز زمانہ میں اسکو ایسے دن صرف چودہ (۱۴) نصیب ہوئے۔ وقت وفات اسکی عمر تہتر برس کی تھی۔ چہرہ کا رنگ سفید چمکدار، حسین، اور عظیم الجثہ تھا۔ پنڈلیاں پتلی اور چھوٹی۔ پیٹھ لمبی تھی۔ اہل اندلس کا بیان ہے کہ یہ پہلا خلیفہ ہے جو بعد اپنے دادا کے سریر حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ ام ولد جانہ کے بطن سے تھا جن لوگوں نے امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا انہیں سے کسی نے اسکے زمانہ خلافت کے برابر باستثناء مستنصر علوی والی مصر کے خلافت نہیں کی گیارہ لڑکے وقت وفات اسکے موجود تھے ماہ رمضان المبارک ۳۵۰ھ میں وفات پائی افسوس ہے کہ اسکے جانشین پھر ایسی قابلیت کے نہ ہوئے۔ مترجم ملخص از کتاب نفح الطیب جلد اول صفحہ ۲۲۷ لغایتہ ۲۴۲ و کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۴۱ و تاریخ اسپین انگریزی۔

۱؎ بلاد اسلامیہ کے سرحد کا سپہ سالار تھا

غرض سے شہر سالم کی طرف روانہ ہوا جلیقہ نے بھی اس خبر سے مطلع ہو کے فوجیں فراہم کیں دونوں فوجوں کا ایک وادی میں مقابلہ ہوا سخت اور خونریز جنگ کے بعد عساکر اسلامیہ نے عیسائیوں کو ہزیمت دی اور انکے لشکر گاہ کو لوٹ کے فرولند وقس کے شہر پر چڑھ گئے اسکو بھی تاخت و تاراج کر کے مظفر و منصور مال غنیمت لئے ہوئے مراجعت کی۔

اسی زمانہ میں شانجہ بن زذمیر بادشاہ لشکنس کو بدعہدی کا خیال پیدا ہوا اور خلاف عہد نامہ کے ممالک اسلامیہ کی جانب پیش قدمی شروع کی، خلیفہ حکم نے یحییٰ ابن تجیبی والی سرقسطہ کو بسر کردگی افواج اسلامیہ اس مہم کے سر کرنے کو روانہ کیا، بادشاہ جلالقہ شانجہ کی کمک پر آیا گھمسان لڑائی ہوئی کھیت یحییٰ کے ہاتھ رہا عیسائیوں کو بہت بُرے طور سے شکست ہوئی، بھاگ کر قوریہ میں اپنی جان بچائی، عساکر اسلامیہ نے جی کھولکر شانجہ کے مقبوضات کو تاخت و تاراج کیا اور بہت سا مال غنیمت لیکے مراجعت کی۔ انہیں دنوں ہذیل بن ہاشم اور غالب (مولائے حکم) بہ اجازت خلیفہ حکم سرحدی عیسائی مقبوضات پر جہاد کرنے کو گیا اور کامیابی کے ساتھ واپس آیا، حکم کے فتوحات کی تمام سرحدی ملکوں میں دھوم مچ گئی۔ سرحدی اسلامی سپہ سالاروں کے حوصلے بڑھ گئے ہر طرف سے فتحیابی اور کامیابی کی بشارتیں آنے لگیں۔ ان فتوحات میں سب سے بڑی اور نمایاں فتح قلہرہ مقبوضات لشکنس کی فتح تھی جو غالب کے ہاتھ پر ہوئی، خلیفہ حکم نے اسکو از سر نو تعمیر کرایا اور اپنی خاص توجہ اسکی جانب صرف کی بعد اسکے فتح قلوبیہ کی ہے قلوبیہ کے سر کرنیکا سہرہ سپہ سالار وشقہ کے سر پر باندھا گیا۔ اسکے فتح ہونے سے بہت سا مال، اسباب، آلات حرب و محاصرہ اور غلہ کا بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ لگا اسکے مضافات سے گائے، بکریاں، گھوڑے کھانے پینے کی چیزیں اور قیدی جو تعداد و شمار سے باہر تھے عساکر اسلامیہ کے ہاتھ آئے پھر ۳۴۵ھ میں غالب سپہ سالار افواج اسلامی نے بلاد البتہ پر چڑھائی کی، اس مہم میں یحییٰ بن محمد تجیبی اور قاسم بن مطرف بن ذی النون وغیرہ نامی نامی کارآزمودہ سپہ سالار بھی شریک تھے، عساکر اسلامیہ نے پہلے قلعہ غرماج پر قبضہ حاصل کیا بعد ازاں حریف کے بلاد میں تاخت و تاراج کرتے ہوئے گھس پڑے اور کامیابی کے ساتھ واپس

آئے۔ اسی سنہ میں مجوسیوں کی کشتیوں کا بیڑا البحر کبیر کے ساحل سے آلگا اور ان لوگوں نے خشکی پر اتر کر اشبونہ کے مضافات میں غارتگری اور لوٹ شروع کر دی۔ اہل اشبونہ مسلح ہو کر مقابلہ پر آئے اور مجوسیوں سے لڑنے لگے، گھبرا کر مجوسیوں نے اپنی کشتیوں کی جانب مراجعت کی۔ خلیفہ حکم کو اسکی خبر لگی تو اس بیدار مغز بادشاہ نے سپہ سالاروں کو سواحل کی محافظت کی ہدایت اور تاکید کی اور عبدالرحمٰن بن رماحس امیر البحر کو حکم دیا کہ جسقدر جلد ممکن ہو جنگی کشتیوں کا ایک بیڑا مجوسیوں سے جنگ کرنے کو بھیجدو اس حکم کے صادر ہوتے ہی یہ اطلاع پہونچی کہ سواحل کے ہر طرف سے عساکر اسلامیہ نے یلغار کر کے مجوسیوں کو انکی پیش قدمی کا مزا چکھا کے خائب و خاسر واپس کر دیا۔

بعد ان واقعات کے اردون بن ادفونش معزول شہزادہ جلالقہ دربار حکم میں حاضر ہوا اور بکمال عجز و الحاح یہ درخواست کی کہ مجھکو تخت حکومت پر بحال و قائم ہونے میں مدد دیجئے اردون کا چچا زاد بھائی شانجہ بن ردمیر باعانت خلیفہ ناصر تخت حکومت پر متمکن ہو گیا تھا اور عیسائیوں نے اسکی اطاعت قبول کر لی تھی، اسوقت اردون اپنے داماد فرولند حکمران قشتیلیہ کے پاس چلا گیا تھا بعد وفات خلیفہ ناصر اردون کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا خلیفہ حکم بھی شانجہ کا معاون نہو جائے جیسا کہ اسکا باپ خلیفہ ناصر اسکا معین ہوا تھا اس خیال کا پیدا ہونا تھا کہ سامان سفر درست کر کے بطور وفد خلیفہ حکم کی خدمت میں حاضر ہو کر پناہ گزیں ہو گیا خلیفہ حکم نے اس سے ملاقات کرنے کا ایک دن خاص مقرر کیا اور جیسا کہ اسکے پہلے سفراء سلاطین کے آنے پر دربار سجایا گیا تھا اردون کے آنے پر بھی ایوان خلافت آراستہ کیا گیا ابن حبان نے اس آراستگی و اہتمام کو اسیطرح بیان کیا ہے جس طرح کہ پہلے دربار کا حال تحریر کیا ہے۔ الغرض خلیفہ حکم کی خدمت میں اردون باریاب ہوا، خلیفہ حکم نے بیٹھنے کی اجازت دی اسکے دشمن کے مقابلہ میں امداد کا وعدہ کیا اور چونکہ اردون خود دربار شاہی میں حاضر ہوا تھا اسوجہ سے خلعت عنایت کیا، بعدہ اسلام کے موالات اور فرولند قومس سے قطع تعلق کر لینے کے شرط پر عہد نامہ لکھا گیا خلیفہ حکم نے توثیق عہد و اقرار کی غرض سے اردون کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور اردون نے اپنے بیٹے غرسیہ کو مزید اطمینان کے لئے دربار خلافت میں بطور ضمانت کے

پیش خدمت رہنے کا وعدہ کیا، چنانچہ تکمیل عہد نامہ کے بعد صیلے اور جائزے اردون کو اور اسکے ہمراہیوں کو مرحمت ہوئے، بوقت مراجعت ان لوگوں کے ہمراہ قرطبہ کے چند ذمی مسیحی امراء و ولید بن مغیث قاضی، اصبغ بن عبداللہ بن جاثلیق اور عبداللہ بن قاسم مطران وغیرہم بھیجے گئے کہ اردون کے ملک میں پہونچ کے اسکے تخت نشینی کے رسم میں شریک ہوں اور اسکے رہین کو قرطبہ لے آئیں یہ واقعہ ۳۵۱ھ کا ہے۔

انہیں دنوں اردون کے ابن عم شانجہ بن ردمیر نے بھی اہل جلیقہ و سمورہ کے سرداروں اور مسیحی علماء کو بطور وفد دربار شاہی میں اظہار اطاعت اور شاہنشاہی اقتدار تسلیم کرنے کی غرض سے روانہ کیا اور یہ امید ظاہر کی کہ جس طرح آپ کے بزرگ باپ خلیفہ ناصر نے مجھے تخت حکومت پر متمکن فرمایا تھا اسیطرح آپ بھی مجھے بحال و قائم رکھئے خلیفہ حکم نے ان لوگوں کے عہد و اقرار کو بچند شرائط قبول و منظور فرمایا از انجملہ اُن قلعات اور برجوں کا منہدم کرنا تھا جو ممالک اسلامیہ کے سرحد پر بنائے گئے تھے۔ بعد اسکے پریزیڈنٹ فرانس کی طرف سے مراسم اتحاد قائم رکھنے کی سفارت آئی۔ اسی وقت ملوک برشلونہ اور طرکونہ نے بھی سفارتیں اظہار مودت کی غرض سے بھیجیں اور یہ درخواست کی کہ دونوں سلطنتوں میں جیسا کہ اس سے پیشتر رسم اتحاد تھا وہی قائم و بحال رکھا جائے سفارت کے ساتھ ان دونوں بادشاہوں نے کچھ تحفہ بھی بھیجا تھا وہو ہذا "صقالبہ کے خواجہ سراؤں کے لڑکے بیس نفر بیس قنطار[1] سمور کا اون" "پانچ قنطار قصدیر[2] دس صقلبی زرہیں اور دو سو فرانسیسی تلواریں"

خلیفہ حکم نے ان لوگوں کے تحائف کو قبول فرمایا اور ان شرائط سے مصالحت کر لی کہ یہ دونوں ان قلعات کو منہدم و مسمار کرادیں جو حدود ممالک اسلامیہ کے قریب واقع ہیں اور یہ دونوں آیندہ اپنے کسی ہم مذہب کی مدد خلافت مآب کے خلاف نکریں اور عیسائیوں کو مسلمان تاجروں کی مزاحمت اور ایذا رسانی سے روک دیں۔

---

[1] ایک قنطار سو رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل برابر ہوتا ہے ۳۴ تولہ کے ۱۲ مترجم

[2] قصدیر یا قزدیر ایک معدنی جسم ہے ۱۲ مترجم

بعد ازاں غرسیہ بن شانجہ بادشاہ بشکنش کے سفراء، رؤساء اور علماء نصاریٰ کے ایک گروہ کے ساتھ دربار حکم میں حاضر ہوئے، مصالحت کی درخواست پیش کی اگرچہ اسنے سفارت کے بھیجنے اور مصالحت کی درخواست کرنے میں توقف کیا تھا مگر خلیفہ حکم نے اپنی فیاضی اور عام اخلاق سے اسکو محروم نہ رکھا اسکی بھی درخواست منظور فرمائی۔ چنانچہ سفراء بادشاہ بشکنس نے کامیابی کے ساتھ مراجعت کی۔

سنہ ۔ ۔ ۔ ۔ میں مادر لزریق بن بلاکش سردار مغربی جلیقہ جو بھولوں میں سرآوردہ اور ممتاز تھا دار الخلافت قرطبہ میں خلیفہ حکم کی خدمت میں آئی خلیفہ حکم نے اسکی بڑی خاطر و مدارات کی ارا کین دولت کو استقبال کا حکم دیا اور اس سے ملنے کا ایک خاص دن مقرر کیا جسمیں تمام شاہی محل اور دربار آراستہ کیا گیا چنانچہ مادر لزریق نے حاضر ہو کر مصالحت و مراسم اتحاد قائم رکھنے کی درخواست پیش کی خلیفہ حکم نے اسکی خواہش اور استدعا کے مطابق اسکے بیٹے کے لئے عہدنامہ صلح لکھدیا اور اسکو بہت سامال و زر عطا کیا جو اسکے ہمراہی وفود میں تقسیم کر دیا گیا۔ علاوہ اسکے ایک خچر سواری کے لئے مرحمت ہوا جسکی زین اور لگام مطلا تھی اور جھول دیبا کی تھی بعد اسکے خلیفہ حکم کے ارا کین دولت نے اس سے بازدید کی ملاقات کی۔

ان واقعات کے بعد خلیفہ حکم کی فوجیں حدود المغرب الاقصیٰ اور المغرب الاوسط کی جانب بڑھیں اور ملوک زناتہ "مغراوہ" اور مکناسہ کو خلیفہ حکم کے شاہنشاہی اقتدار کے تسلیم کرنیکا پیام دیا ان لوگوں نے بطیب خاطر اپنے کو خلیفہ حکم کے ظل حمایت میں داخل کر کے اسکے اقتدار شاہی کو تسلیم کر لیا اور اسکے نام کا خطبہ اپنے یہاں کی جامع مساجد میں پڑھنے لگے۔ اسی وجہ سے حکومت شیعہ اور دولت اموبیہ اندلسیہ میں رقابت پیدا ہو گئی اور ایک کا دوسرے سے ان ملکوں میں تصادم ہوا۔ انکے ملوک میں سے بنی آل خزر اور بنی ابی العافیہ بطور وفد کے دربار حکم میں حاضر ہوئے تھے چنانچہ خلیفہ حکم نے ان لوگوں کو معقول صلے عنایت کئے۔ توقیر سے ٹھہرایا، نہایت عزت سے واپس کیا۔ ان کے سرداروں میں سے بنی ادریس کو سرحد پر سرسبز و شاداب مقام

پر چند سے رہنے کے لئے جگہ دی پھر براہ دریا ان کو قرطبہ سے آیا اور جلاء وطن کر کے اسکندریہ کی جانب روانہ کر دیا جیسا کہ آئندہ ہم اسکو تحریر کرینگے۔

خلیفہ حکم علوم اور فنون کا شیدائی، اہل علم و فضل کا قدر دان اور عزت کرنیوالا تھا ہر قسم کی کتابوں کا بیحد شائق تھا اس نے ایک بہت بڑا کتب خانہ بنوایا تھا جس میں بیشمار کتابیں تھیں اتنی جیسے پیشتر ملوک اندلس میں سے کسی نے اسقدر کتابیں نہیں جمع کیں تھیں۔

ابن حزم کہتا ہے کہ مجھے خواجہ سرا تلید نے جو کتب خانہ واقعہ مکان بنی مروان کا داروغہ تھا اطلاع دی ہے کہ حکم کے شاہی کتب خانہ میں صرف دواوین کی فہرست کی چوالیس جلدیں تھیں، ہر فہرست میں بیس بیس اوراق تھے جسمیں سوائے دواوین کے اسمار کے اور کتابوں کے نام نہ تھے حکم نے دارالحکومت قرطبہ میں علم و فضل کا بازار لگا دیا تھا، دور و دراز ملکوں سے اہل علم و فضل اسکی کشش مقناطیسی سے کھنچے آتے تھے۔ ابو علی القالی مؤلف کتاب الامالی بغداد جیسے اسلامی دارالسلطنت سے قرطبہ چلا آیا۔ خلیفہ حکم نے اسکی بیحد عزت اور قدر افزائی کی، اہل اندلس نے اسکے علم سے فائدہ اٹھایا، بنظر قدر افزائی خلیفہ حکم نے اسکو اپنے مخصوص مصاحبوں میں داخل کر لیا اور اسکے علم سے مستفاد ہوا۔ نادر، نایاب اور نئی کتابوں کے بہم پہونچانیکے لئے تمام عالم میں معتبر معتبر آدمیوں اور تجار کو روانہ کیا کہ جسقدر نادر کتابیں دستیاب ہوں زر کثیر انکی خریداری میں صرف کر کے انکو حاصل کر لیں اور قرطبہ بھیجدیں۔ جہاں کہیں سن پاتا کہ فلاں شخص نے فلاں کتاب تصنیف کی ہے فوراً اس سے قبل اشاعت اس کتاب کو خرید کر کے اپنے کتب خانہ میں داخل کر لیتا تھا چنانچہ ابوالفرج اصفہانی مصنف کتاب الاغانی کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا، ابوالفرج خاندان بنی امیہ سے تھا حکم نے ایک ہزار دینار سرخ اسکے پاس بھیجدئے اور ایک نسخہ کتاب مذکور کا عراق میں شائع ہونے سے پیشتر منگوا کر اپنے کتب خانہ میں رکھ لیا۔ ایسا ہی واقعہ قاضی ابوبکر ابہری مالکی کے ساتھ پیش آیا تھا جبکہ اسنے مختصر ابن عبد الحکیم کی شرح لکھی تھی۔ بڑے بڑے خوشنویسوں، خطاط اور عمدہ عمدہ جلد سازوں کا دارالخلافت قرطبہ میں جمگھٹا رہتا تھا جو کتاب بقیمت مل سکتی

تھی اسکی نقل کر لیجاتی تھی غرض اندلس میں اسقدر ذخیرہ کتابوں کا فراہم ہو گیا تھا کہ خلیفہ حکم سے پہلے اور نہ اسکے بعد نہیں جمع ہوا۔ البتہ خلیفہ ناصر عباسی ابن مستضی تاجدار سلطنت بغداد نے ایسا ہی ذخیرہ کتابوں کا جمع کیا تھا۔ اس زمانہ سے یہ کتابیں برابر مجلسرائے شاہی قرطبہ میں رہیں تا آنکہ زمانہ محاصرہ بربر میں بہ اجازت و حکم واضح حاجب اکثر کتابیں فروخت کر ڈالی گئیں واضح حاجب منصور بن ابی عامر کا خادم خاص تھا۔ باقی کتابیں جسوقت بربر نے قرطبہ میں قدم رکھا اور بزور تیغ اس پر قابض ہوئے پھر جلادی گئیں اور زیادہ لٹ گئیں جیسا کہ آئندہ ہم تحریر کرینگے۔

خلیفہ حکم کے عہد حکومت میں اسکی فوجیں بلاد سرحدی المغرب الاقصی اور المغرب الاوسط کو برابر پامال اور تاراج کرتی رہیں۔ ملوک زناتہ (مغراوہ) اور مکناسہ نے نہایت خوشی سے اسکی حکومت اور شاہی اقتدار کو تسلیم کیا اسکے نام کا خطبہ اپنے ہاں کے منبروں اور مسجدوں میں پڑھا یہی وجہ تھی کہ حکم نے حکومت شیعہ سے جو کہ ان دنوں اسکے گرد و نواح میں پھیلی ہوئی تھی مقابلہ کیا۔ انکے ملوک و سلاطین آل خزر اور بنی ابی العافیہ بطور وفد اسکے دربار میں آئے اسنے ان لوگوں کے وفد کی بیحد عزت کی اور معقول جائزے عنایت کئے۔

ہشام مؤید کی حکومت

بعد اسکے خلیفہ حکم المستنصر باللہ اموی تاجدار اندلس مرض فالج میں مبتلا ہوا رفتہ رفتہ مرض نے اسقدر ترقی کی کہ صاحب فراش ہو گیا اور سولہ برس حکومت کر کے گوشہ قبر میں جا چھپا بعد اسکے ہشام اسکے بیٹے نے سریر خلافت پر قدم رکھا

۱؎ خلیفہ حکم کی سوانح پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ حکم اس شان و شوکت اور رعب و داب کا حکمراں نہ تھا جیسا کہ اس کا باپ خلیفہ ناصر تھا مگر پھر بھی اسکے جلال سے یورپ کے سلاطین مرعوب ہو رہے تھے۔ اور اس سے مراسم اتحاد قائم رکھنے کو باعث فخر و عزت سمجھتے تھے۔

خلیفہ حکم نے اپنے باپ کے انتقال کے دوسرے دن یوم پنجشنبہ کو سریر حکومت پر قدم رکھا تھا تمام ملک میں اپنی بادشاہی و تخت نشینی کے فرامین اور خطوط روانہ کئے۔ عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی نظام حکومت کے درست کرنے، شیرازہ سلطنت کو مستحکم و مضبوط بنانے تعمیرات عامہ اور ترتیب افواج کی جانب توجہ کی

یہ اسوقت کم سن تھا قریب بلوغ پہونچ گیا تھا۔ خلیفہ حکم نے ہشام کے زمانہ ولیعہدی میں محمد بن ابی عامر کو ہشام کی وزارت پر متعین کیا تھا۔

ناصر کی وفات اور حکم کی تخت نشینی سے سرحدی عیسائی سلاطین اور امراء نے ممالک اسلامیہ کی طرف پیش قدمی شروع کی اور یہ خیال کر کے کہ خلیفہ ناصر کا تو انتقال ہو ہی چکا ہے اور اسکا جانشین محض کتابی کیڑا ہے عہد شکنی پر آمادہ ہو گئے۔ خلیفہ حکم نے انکے مقابلہ پر فوجیں بھیجیں، ان فوجوں کی سپہ سالاری کبھی تو وہ خود کرتا تھا اور گاہے اپنے نامور سورما اور جنگ آزما امراء و وزراء کو اپسر لشکر مقرر کر کے روانہ کرتا تھا اور اس فوج کشی میں کامیابیاں حاصل کرتا تھا۔ انگریزی مورخوں کا یہ خیال ہے کہ خلیفہ حکم کتابی کیڑا تھا اسکو مخالفین کے مقابلہ پر خلیفہ اعظم عبدالرحمن ثالث الناصر لدین اللہ کا بیٹا ہونا فتحیاب کرتا تھا کیونکہ مخالفین کے دلوں پر اسکے باپ کے رعب و داب کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ اگر انکا یہ خیال صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کسی طرح یہ نہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ سرحدی عیسائیوں کو عہد شکنی پر تحریک کون کرتا تھا اصل حقیقت یہ ہے کہ ان احسان فراموشوں کو خلیفہ ناصر کی کفش برداری اور قتل و غارتگری بھول گئی تھی اور اس اتفاقی تبدیلی حکومت سے انہوں نے فائدہ حاصل کرنیکی کوشش کی مگر ناکامیاب رہے نتیجہ یہ ہوا کہ سبھوں نے حاضر ہو کر پھر مصالحت کی درخواست کی اور اس کے شاہی اقتدار کو تسلیم کیا۔ جیسا کہ تم اصل ترجمہ تاریخ میں ابھی پڑھ چکے ہو۔

آخری ماہ صفر ۳۹۱ھ میں اردون (اردڈونو) بن ادفونش مع اپنے بیس مصاحبوں کے بطور وفد ملک اندلس میں داخل ہوا۔ غالب ناصری اسکو اپنے ہمراہ لئے ہوئے قرطبہ کی جانب روانہ ہوا، اثناء راہ میں محمد و زیاد پسران افلح ناصری عظیم فوج لئے ہوئے ملے، اگلے دن یہ دونوں مع اردون کے قرطبہ کی طرف روانہ ہوئے خلیفہ حکم نے اس سے مطلع ہو کر ہشام مصحفی کو بہت بڑی فوج باضابطہ کے ساتھ اردون کے استقبال کا حکم دیا چنانچہ غالب، محمد، زیاد اور ہشام مصحفی اردون کو مع اسکے بیس ہمراہیوں کے قرطبہ کے شہر پناہ کے اندر داخل ہوئے اردون نے ما بین باب سدہ و باب جنان پہونچ کے دریافت کیا کہ مرحوم خلیفہ ناصر کس جگہ مدفون ہوئے ہیں بہ اشارہ سے بتلایا گیا کہ قصر خلافت کے اس حصہ میں

محمد بن ابی عامر پہلے دفتر قضاء میں ملازم تھا، خلیفہ حکم نے اسکی ملازمت کو محکمہ وزارت میں تبدیل کر لیا رفتہ رفتہ کل امور کا انصرام اسکے سپرد کر دیا گیا آدمی ہوشیار کفایت شعار تھا

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۷۰ مدفون ہیں۔ اردون نے سنتے ہی سر سے ٹوپی اتار لی مکان قبر کی طرف ذرا جھکا اور دعا کی، بعد ازاں سر پر پھر ٹوپی رکھ لی۔ خلیفہ حکم نے دار ناعورہ میں ٹھہرانے کا حکم دیا۔ اس مکان کو پہلے ہی سے فرش فروش اور فرنیچر سے آراستہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ کمال عزت و احترام سے اردون اس مکان میں ٹھہرایا گیا۔ پنجشنبہ اور جمعہ دو دن بغرض آرام مقیم رہا تیسرے روز یوم شنبہ کو خلیفہ حکم نے اردون کو دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔ جس طرح خلیفہ ناصر نے سفراء سلاطین کے حاضر ہونے پر دربار کو آراستہ کیا اور سجایا تھا اسی طرح خلیفہ حکم نے دربار کی آرائش میں اپنی توجہ صرف کی۔ قصر الزہراء کے مجلس شرقی میں تخت رکھا گیا اخوان الریاست اور انکے بیٹے بعدہ وزراء اور انکے بیٹے پھر قاضی منذر بن سعید، حکام، فقہاء، ترتیب وار علی قدر مراتب اپنے اپنے جگہوں پر بیٹھے، باڈی گارڈ کا رسالہ اور فوج نظام دو رویہ صف بستہ کھڑی ہوئی۔ محمد بن قاسم بن طملس بادشاہ اردون کو لئے ہوئے قصر الزہراء میں داخل ہوا۔ اندلس کے ذمی عیسائی روساء کا ایک گروہ بھی اسکے ہمراہ تھا۔ انہیں لوگوں میں ولید بن خیزران قاضی نصاریٰ قرطبہ اور عبید اللہ بن قاسم مطران طلیطلہ وغیرہما بھی تھے۔ اردون دونوں صفوں کے درمیان ہو کر گذرا صفوں کی ترتیب، زرق برق وردیاں، ہتھیاروں کی چمک دمک اور کثرت فوج سے ایسا متحیر ہو گیا کہ آنکھیں اوپر نہیں اٹھ سکتی تھیں رفتہ رفتہ باب الاقباء تک پہونچا جو قصر الزہراء کا پہلا دروازہ تھا۔ جو امراء و اراکین اردون کو لانے گئے تھے سواریوں سے اتر پڑے بادشاہ اردون اور اسکے خاص خاص سردار سواری ہی پر رہے تا آنکہ باب السدہ پر پہونچے اسوقت اردون کے سرداروں کو پیادہ پا چلنے کا شاہی ملازمین نے اشارہ کیا پس وہ سب کے سب پیادہ پا ہو گئے، صرف اردون اپنے گھوڑے پر سوار رہا محمد بن قاسم بن طملس کے ہمراہ چلا جا رہا تھا۔ باڈی گارڈ کے مکان میں پہونچ کے قبلہ دالانوں میں سے بیچ کے ہال میں اتارا گیا وسط ہال میں ایک سنگی چبوترہ تھا جس پر کرسی نقرئی رکھی تھی اردون اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسکے ہمراہی بھی اسکے

مستقل طور سے وزارت کا کام کرنے لگا اور خلیفہ حکم کی آنکھوں میں بھی عزیز اور موقر ہو گیا۔ پس جب خلیفہ حکم نے اپنا سفر دنیا تمام کیا اور ہشام کی حکومت کی بیعت لی گئی اور "المؤید"

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۷۲ گرد وپیش بیٹھ گئے۔ یہ وہی مکان تھا جہاں پر اس سے پہلے اسکار تیب سلطنت، شانجہ بن ردمیر جبکہ وہ بطور وفد خلیفہ ناصر کے دربار میں حاضر ہوا تھا بٹھلایا گیا تھا تھوڑی دیر کے بعد خلافت مآب کے پیش گاہ سے اردون کی حاضری کی اجازت ہوئی اردون باادب تمام خاص دربار کے کمرہ کی طرف چلا اسکے پیچھے پیچھے اسکے کل ہمراہی آہستہ آہستہ چلے، جوں ہی اس صحن میں پہونچا جو کہ مجلس شرقی کے مقابل تھا جہانکہ شاہی تخت رکھا ہوا تھا اور خلیفہ حکم رونق افروز تھا اردون کھڑا ہو گیا، سر سے ٹوپی اُتار لی گھٹنوں کے بل دونوں صفوں کے درمیان جو کہ دورویہ صحن میں تھیں چلنے لگا یہاں تک کہ صحن کو طے کر کے اس ہال (کمرہ) کے دروازہ پر پہونچا جسمیں شاہی تخت رکھا ہوا تھا بے تامل سجدہ میں گر پڑا پھر سر اُٹھایا اور چند قدم چل کے پھر سجدہ کیا مکرر سہ کرر سجدے کرتا ہوا قریب سریر خلافت پہونچا خلیفہ حکم نے ہاتھ بڑھایا اردون دست بوسی کر کے الٹے پاؤں لوٹ کر اس گدے پر آیا جو سریر خلافت سے دس گز کے فاصلہ پر بچھا ہوا تھا یہ گدا دیبا کا تھا سنہرے کام سے بالکل لپا ہوا تھا، اردون، خلافت مآب کے اشارہ پر اس گدی پر بیٹھ گیا بعد ازاں اسکے اور ہمراہیوں نے اسیطرح خلافت مآب کی دست بوسی کی اور اُلٹے پاؤں لوٹ کر اردون کے پیچھے آکر دست بستہ کھڑے ہو گئے، ولید بن خیزران قاضی نصاریٰ قرطبہ کو ترجمانی کی خدمت کے انجام دینے کا اشارہ ہوا، تھوڑی دیر کے بعد جب اردون کے چہرا سے شاہی اجلال سے مرعوب ہونے کا اثر کم ہوا تو خلیفہ حکم نے ارشاد کیا "ہمکو تمہارے آنے سے بہت بڑی مسرت ہوئی، تمہاری اقبال مندی کی قوی دلیل یہ ہے کہ تمہاری نسبت ہمارے خیالات نہایت اچھے ہیں اور تم تمہاری امید سے زیادہ تمہارے مقصد برآری میں مدد کرینگے" اردون کا چہرہ ان فقروں کے سننے سے فرط مسرت سے چمکنے لگا جوش میں آکے فرش کو چوم لیا جو شاہی تخت کے نیچے بچھا ہوا تھا اور عجز و الحاح سے عرض پرداز ہوا "میں امیر المومنین کا غلام ہوں اور امیر المومنین کے فضل و احسانات سے امید رکھتا ہوں کہ جہاں پر اور جس خدمت پر امیر المومنین اپنے احسانات و افضال سے اس بندہ

کا مبارک خطاب قبول کیا اسوقت محمد بن ابی عامر نے خلیفہ کے بھائی کو جو کہ وجو بدار خلافت وامارت تھا بڑی بڑی چالوں سے قتل کیا بعدہ جعفر بن عثمان مصحفی (خلیفہ حکم کے حاجب) غالب والی مدینہ سالم

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۷۳ درگاہ کو مامور کرینگے نہایت سچائی اور ارادت مندی سے اس خدمت کو انجام دیگا'' خلیفہ حکم نے جواب دیا ''تم ہمارے خیال کے نزدیک اس مرتبہ وعزت کے لائق ہو جس پر ہماری عنایات بندول ہو سکتی ہے عنقریب ہمارے احسانات اور افضال تم پر اسقدر ہونگے کہ تمہارے اہل ملت اور اہل خاندان تم پر رشک کرینگے اور تم دیکھ لوگے کہ ہمارے ظل عاطفت میں آجانے سے کسقدر آرام اور آسائش پاؤ گے'' اردون یہ سنکر فرط مسرت سے سجدہ میں گر پڑا تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کے گذارش کی شاہ نجہ میرا چچا زاد بھائی خلیفہ سابق کی خدمت میں فریادی بنکر حاضر ہوا تھا اسکی بڑی عزت افزائی ہوئی تھی وہ حقیقت میں مضطرب حاضر ہوا تھا اسکو اسکی رعیت نے بوجہ ظلم وبداخلاقی معزول کر دیا تھا اور بجائے اسکے مجھے سرداری کے لئے منتخب کیا تھا حالانکہ میں نے اسکی کوئی کوشش نہیں کی تھی چنانچہ میں نے اُسکو سریر حکومت سے اُتار دیا اور وہ مضطرب بحال پریشان مرحوم خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا مرحوم خلیفہ نے اسکی عزت وتوقیر کی اور اسکی خواہش کے مطابق اسکی مدد کی مگر اس نے اپنے منصبی فرائض نہ ادا کئے اور نہ احسانات شاہی کا شکریہ ادا کیا اور نہ اُن حقوق کی نگہداشت کی جو اسپر مرحوم خلیفہ اور بعدہ امیر المومنین کے تھے۔ یہ اردون بلا کسی ضرورت اور حاجت کے دردولت کی آستانہ بوسی کو حاضر ہوا ہے محض شاہی عنایت کا امیدوار اور خلافت پناہی کے لطف وکرم کا خواستگار ہے۔ اسوقت تک میری جانب سے میری رعایا کے خیالات اچھے ہیں اور وہ بدل وجان میری حکومت کے خواہاں ہیں'' خلیفہ حکم نے ارشاد کیا ''ہم تمہارا مطلب سمجھ گئے عنقریب تم ہمارے احسانات اور عنایات کا دوچند اس سے ثمرہ حاصل کروگے جسقدر کہ ہمارے نامور باپ نے تمہارے ہچشم پر کئے تھے اگرچہ اسکو فضیلت سبقت کی حاصل ہے مگر یہ فضیلت ایسی نہیں ہے کہ تمہارے کسی قسم کے حقوق نظر انداز کئے جائیں انشاء اللہ تعالیٰ تم ہمارے حضور سے محسود اور مغبوط اپنے ملک واپس جاؤ گے ہم تمہارے ملک تمہاری حکومت کی بنیاد مستحکم کردینگے جو لوگ تمہاری مخالفت کرینگے ہم انکو اس مخالفت کا مزہ چکھا دینگے ہم اپنے احسان اور فضل عام سے تمکو اسی رتبہ پر پہونچا دینگے

(زیبہ، سلی) خواجہ سرایان محلسرا ے شاہی اور انکے سرداروں فائق اور جوذر سے سازش کی اور اس معاملہ میں ان لوگوں کو شریک کرکے مغیرہ کو قتل کیا اور کامیابی کے ساتھ ہشام کی خلافت کا اقرار

بقیہ نوٹ صفحہ ۶۷۴ - جسپر کہ تم پہلے تھے اور جو بلاد تم سے چھین لئے گئے ہیں ہم اسکو پھر تمکو واپس دینگے۔ بوقت مراجعت اسی مضمون کا فرمان لکھکر ہم تم کو عطا کرینگے تاکہ وہ تمہارے اور تمہارے چچا زاد بھائی کے حقوق کی نگہداشت اور تمہاری تقرری پر دلالت کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ، ہم تمکو تمہاری امید سے زیادہ اپنی عنایتوں سے محفوظ اور مسرور کرینگے واللہ علی مانقول وکیل" اردون نے یہ سنکر شکرانہ کا دوبارہ سجدہ کیا اور اجازت حاصل کرکے اُلٹے پاؤں دربار سے لوٹا تاکہ خلافت مآب کی طرف پشت نہ ہو۔ وہ خواجہ سرا، اردون کے دونوں بازو پکڑے مجلس غربی کے صحن میں لائے اب اس وقت اردون کے ہوش وحواس درست ہو گئے تھے آنکھیں اُٹھا کے پھر مجلس شرقی کی طرف دیکھا تو تخت شاہی کو خالی پایا۔ شاہی تخت کی طرف سجدہ کیا بعد ازاں وہی دونوں خواجہ سرا، اردون کو اس ہال (کمرہ) میں لائے جو مجلس غربی سے ملا ہوا تھا اور اسکو ایک مخملی گدے پر جسپر طلائی کام بنا ہوا تھا بٹھایا اتنے میں جعفر حاجب (لارڈ چیمبرلین) آپہنچا اردون دیکھکر اُٹھ کھڑا ہوا براہ عجز و الحاح دست بوسی کو بڑھا جعفر نے دست بوسی سے روک کر معانقہ کیا اور اسکے پاس بیٹھکر باتیں کرنے لگا اور اسکو خلافت مآب کے ایفاء وعدہ کا اچھی طرح سے یقین دلایا اس سے اردون کی مسرت اور خوشی دوچند ہو گئی۔ بعد ازاں حاجب نے اردون اور اسکے کل ہمراہیوں کو علی قدر مراتب خلعتیں دیں چنانچہ اردون کامیابی کے ساتھ اپنے ملک واپس گیا۔

اس موقع پر بھی اہل علم نے خطبہ دیئے شعراء نے قصاید پڑھے۔ تمام دار الخلافت قرطبہ میں مسرت کا اظہار کیا گیا۔ (دیکھو المقاری مطبوعہ لیدن جلد اول صفحات ۲۵۰ لغایتہ ۲۵۶)

مورخین لکھتے ہیں کہ خلیفہ حکم کثیر الاخلاق نفیس مزاج، عالم، علوم وفنون کا شائق، علماء اور اہل ہنر کا قدردان تھا۔ جو لوگ اس سے ملنے آتے تھے انکی کمال عزت کرتا تھا۔ کتابوں کے جمع کرنے کا بیحد شوق تھا۔ اسکے کتب خانہ میں چار لاکھ جلدیں مختلف علوم وفنون کی تھیں۔ ابن فرضی اور ابن بشکوال تحریر کرتے ہیں کہ

کی سبھوں سے بیعت عامہ لے لی۔

حالات منصور بن ابی عامر

محمد بن ابی عامر کے اختیارات جو کہ ہشام کی کم سنی کی وجہ سے امور سیاسی میں پیش پیش ہو رہا تھا اور سلطنت و دولت کے سیاہ و سفید کرنے کا مختار ہو گیا تھا بعد وفات خلیفہ حکم بیحد بڑھ گئے۔ اہل دولت، اراکین سلطنت کے ساتھ چالیں چلنے لگا ایک کو دوسرے سے لڑا دیا۔ بعض کو بعض کے ذریعہ سے قتل کرایا۔

منصور بن ابی عامر قبیلہ یمنیہ خاندان معافر سے تھا اسکا نام محمد تھا عبداللہ بن ابی عامر بن محمد بن عبداللہ بن عامر محمد بن ولید بن یزید بن عبدالملک معافری کا بیٹا تھا عبدالملک معافری (منصور کا جداعلی) طارق فاتح اندلس کے ہمراہ اندلس آیا تھا۔ فتح اندلس میں اسنے بہت بڑا حصہ لیا تھا اور بڑے بڑے نمایاں کام کئے تھے منصور ابن ابی عامر بھی بہت بڑا با اقبال شخص تھا، ایک چھوٹے عہدہ سے وزارت کے مرتبہ تک پہونچا، خلیفہ حکم جیسے شخص نے اپنے بیٹے ہشام کا قلمدان وزارت اسکے سپرد کیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۷۵ خلیفہ حکم کے کتب خانہ میں کم ایسی کتابیں تھیں جسپر اس نے حاشیہ یا نوٹ نہ لکھا ہو۔ کم از کم اس نے ہر کتاب پر اسقدر ضرور لکھدیا تھا کہ یہ کتاب فلاں فن کی ہے فلاں شخص اسکا مولف ہے مولف کی جائے ولادت اگر مر چکا ہے تو تاریخ وفات بھی لکھدیتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ حکم محض کتابوں کے جمع کرنے کا شائق اور کتابی کیڑا نہ تھا بلکہ اسکا وقت کتب بینی میں بھی صرف ہوتا تھا افسوس ہے کہ حکم کی اس قدردانی علوم وفنون کو غیر قومیں براہ حسد ورشک عیب کی نگاہوں سے دیکھتی ہیں سچ ہے ۔ عیب نماید ہنرش درنظر یہ تھے سلاطین اندلس جنکے آگے بادشاہان یورپ زانوے ادب تہ کرتے تھے اور اپنی نزاعوں اور قضایا اور خصومتوں کو فیصل کرانیکی غرض سے ان کے حضور میں بہ کمال ادب پیش کرتے تھے اور اسکو باعث فخر سمجھتے تھے مگر افسوس ہے کہ ان میں خلاف شریعت کا رواج چل نکلا تھا جسکا احساس ان کو نہیں ہوا اور آخر میں یہی باعث زوال سلطنت ہوا والبقاء للہ وحدہ۔ مرحوم نے قصر قرطبہ میں دوسری صفر ۳۶۶ھ کو سولہ سال حکومت کرکے بعارضہ فالج انتقال کیا۔

خلیفہ حکم کے انتقال کر جانے پر خلیفہ ہشام نے محمد ابن ابی عامر کو حجابت کا عہدہ عنایت کیا۔ محمد نے اپنی مدبرانہ چالوں اور حکمت عملیوں سے خلیفہ ہشام کو ایسا کچھ دبا لیا کہ وزیروں کو بھی باریاب ہونا دشوار ہو گیا کبھی اتفاق سے ان لوگوں کو ایسا دن نصیب ہوتا تھا کہ جسمیں یہ لوگ دربار شاہی میں حاضر ہو کر سلام اور پھر الٹے پاؤں واپس آتے تھے، شاہی فوجوں کی تنخواہوں میں معقول اضافہ کیا۔ علماء کے مراتب بڑھائے، اہل علم کی قدر افزائی کی۔ اہل بدعات کا قلع قمع کیا۔ نہایت دانشمند صائب الرائے، شجاع، فنون جنگ سے واقف اور مذہب کا بیحد پابند تھا، اراکین دولت اور روساء سلطنت میں سے جن لوگوں نے اسکی مخالفت اور اسکے کاموں میں مزاحمت کی ان لوگوں میں سے کسی کو بحکمت عملی معزول کیا، کسی کا درجہ توڑ دیا اور کسی کو کسی کے ذریعہ سے قتل کرا دیا، یہ کل امور خلیفہ ہشام کے حکم اور شاہی فرمان کے ذریعہ سے سرانجام پاتے تھے۔ رفتہ رفتہ محمد بن ابی عامر نے اپنے کل مخالفوں کا استیصال کر دیا انکی جماعت کو منتشر کر دیا۔ سب کے پہلے قصر خلافت کے صقالبہ خدام اور خواجہ سراؤں کو نکالنے کی فکر کی چنانچہ حاجب مصحفی کو انکے نکالنے اور بارگاہ خلافت سے مردود کرنے پر ابھار دیا، حاجب مصحفی نے ان لوگوں کو ذلیل کر کے قصر خلافت سے نکال دیا، یہ لوگ تعداد میں آٹھ سو یا اس سے زاید تھے۔ بعد اسکے محمد بن ابی عامر نے غالب (حکم کے مولی اور سپہ سالار افواج سرحدی) کی بیٹی سے عقد کر لیا اور حد درجہ کی اسکی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا رہا اسکے ذریعہ سے اپنے مصحفی کے اقتدار کو گھٹایا اور اسکے اثر کو امور سلطنت سے محو و نیست و نابود کر کے معزول کر دیا۔ بعد ازاں غالب سپہ سالار افواج سرحدی کی اوکھاڑ پچھاڑ جعفر بن علی بن حمدون والی مسیلہ کے ذریعہ سے کی۔ یہ جعفر وہی ہے جو شروع عہد حکومت حکم میں زناتہ اور بربریوں کو لیکے حکم سے لڑا تھا۔ غالب کی برخاستگی کے بعد اسنے جعفر پر بھی اپنا ہاتھ صاف کیا، عبدالودود ابن جوہر اور ابن ذی النون وغیرہما جیسے سرداران عرب سے سازش کر کے جعفر کی زندگانی کا بھی خاتمہ کر دیا۔ الغرض محمد بن ابی عامر نے اراکین سلطنت اور سرداران دولت کی اوکھاڑ پچھاڑ سے فارغ ہو کر لشکر کی آراستگی کی جانب توجہ کی سرحدی باشندوں زناتہ اور بربر سے شاہی لشکر مرتب کیا۔

صنہاجہ، مغراوہ، بنی یفرن، بنی برزال اور مکناسہ وغیرہم کو حکومت و سلطنت کے اہم اور ذمہ داری کے کام سپرد کئے، انہیں لوگوں کو افواج شاہی کی سرداری عطا کی۔ محمد بن ابی عامر نے انہیں چالوں اور حکمت عملیوں سے نو عمر خلیفہ ہشام کو شاہ شطرنج بنا کے قصر خلافت کے بساط پر بٹھا دیا اور خود حکمرانی کی عبا پہن کے حکومت کرنے لگا۔ خلیفہ ہشام اپنی شان خلافت لئے ہوئے محلسرائے خلافت کی چار دیواری کے اندر بیٹھا رہا اور محمد بن ابی عامر نے بلاد اسپانیہ میں اپنی حکومت اور رعب و داب کا سکہ چلا دیا، کل امور سلطنت کا نظم و نسق خود کرتا تھا، سرحدی عیسائی شہزادوں پر ہمیشہ فوج کشی اور جہاد کرتا تھا اہل بربر اور زناتہ کو لشکر کی سرداری اور بڑے بڑے مراتب دیتا تھا اور عرب نژادوں کے اثر کو آہستہ آہستہ گھٹاتا جاتا تھا تا آنکہ کمال استقلال اور استحکام کے ساتھ حکومت و دولت پر مستولی ہو گیا جو اراکین دولت اسکے سد راہ تھے انکے نام و نشان کو مٹا دیا۔ خاص اپنی سکونت کے لئے ایک شہر موسوم بہ زاہرہ آباد کرایا۔ شاہی خزاین، میگزین اور ہر قسم کے اسباب وہیں اوٹھا لے گیا۔ اور وہیں تخت حکومت پر بیٹھکر حکمرانی کرنے لگا، محمد بن ابی عامر نے اس پر فقط اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ یہ حکم بھی صادر کیا تھا کہ بادشاہوں کی طرح میری تعظیم و تکریم کی جائے اور انہیں کی طرح مجھے آداب و القاب لکھے جائیں "بایں ہمہ الحاجب المنصور" کے لقب سے اپنے کو ملقب کرتا تھا۔ خطوط، فرامین اور شقے اسی کے نام سے جاری کئے جاتے تھے۔ منبروں پر اسکے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ سکہ بھی اسی کے نام کا مسکوک کرایا گیا، پھریروں اور جھنڈوں پر بھی اس کا نام لکھوایا گیا۔ اس کا خاص دفتر علیحدہ تھا۔ اسکی فوج بربریوں اور آزاد غلاموں سے مرتب تھی۔ نومسلموں اور غلاموں کو بڑے بڑے عہدے دیئے جاتے تھے ان چالوں اور حکمت عملیوں سے جسکو چاہا دبا لیا جو چاہا کر گذرا، جوانمرد اور دلیر تھا، جہاد اور جنگ کفار پر اکثر بذاتہ جاتا تھا۔ اپنے زمانہ حکومت میں باون جہاد کئے، ایک جہاد میں بھی اسکا جھنڈا سرنگوں نہیں ہوا، اور نہ اسکی فوج برداشتہ خاطر اور بددل ہوئی، نہ تو اسکی فوج کو کوئی صدمہ پہونچا اور نہ اسکے کسی سریہ[1] کو ہلاکت کا سامنا ہوا، اسکی فوج ظفر موج سرحدی بلاد

[1] سریہ اس فوج کو کہتے ہیں جو شبخون مارنے کی غرض سے شب میں حملہ آور ہوتی ہے۔

سے تجاوز ہوکر سواحل بربر تک پہونچ گئی تھی۔ مدبرانہ چالوں سے ملوک بربر کو باہم لڑا کر انکی قوت کو فنا کر دیتا تھا۔ یہی اسباب تھے جن سے اسکی حکومت کا سکہ تمام ملک مغرب میں کامیابی کے ساتھ چلا۔ ملوک زناتہ نے اپنی بداقبالی کا یقین کر کے اسکی اطاعت قبول کر لی تھی اس کے شاہی اقتدار کو بخوشی خاطر تسلیم وقبول کر لیا تھا، اسکا بیٹا عبدالملک ملوک مغراوہ آل خزر کی سرکوبی کو فاس پر چڑھ گیا تھا اس فوج کشی کا سبب یہ ہوا تھا کہ زیری بن عطیہ بادشاہ مغراوہ نے خلیفہ ہشام کو ناتجربہ کار حکمراں تصور کر کے خلیفہ ہشام کے ممالک محروسہ کو اپنے حدود مملکت میں ملا لیا تھا، عبدالملک نے ۳۵۶ھ میں زیری پر فوج کشی کی اور پہونچتے ہی فاس پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا، بعد کامیابی اپنی طرف سے ملوک زناتہ کو ملک مغرب اور اسکے صوبجات بجلماسہ وغیرہا پر مامور کیا جیسا کہ آئندہ ہم تحریر کریں گے۔ زیری بن عطیہ نے تاہرت میں جا کے پناہ لی چنانچہ اسی زمانہ فراری میں مرگیا۔ بعدازاں عبدالملک نے واضح کو ملک مغرب کی حکومت پر مامور کر کے قرطبہ کی جانب مراجعت کی۔

محمد ؒ بن ابی عامر ملقب بہ منصور اعظم جو درحقیقت اسم بامسمیٰ تھا ایسے غلبہ اور رعب وداب

۱ مؤلف کتاب نفح الطیب تحریر کرتا ہے کہ منصور اعظم کے حالات میں ابن سعید نے لکھا ہے کہ محمد بن عامر ملقب بہ منصور اعظم قریہ ترکش کا رہنے والا تھا اسکا مورث اعلیٰ عبدالملک طارق فاتح اندلس کے ساتھ اندلس آیا تھا ابن حیان نے اپنی کتاب مخصوص دولت عامریہ میں فتح نے مطمح میں، حجازی نے سہب بن شرقندی نے طرف میں بالاتفاق تحریر کیا ہے کہ منصور اعظم قریہ ترکش کا اصلی باشندہ تھا۔ لڑکپن ہی سے قرطبہ چلا آیا تھا اور یہیں تعلیم اور تربیت حاصل کی بعدازاں محلسرائے خلافت کے قریب ایک دوکان لیکر خطوط نویسی کرنے لگا خدام قصر خلافت کے خطوط اور اہل غرض وحاجتمندوں کی عرضیاں لکھکر اپنی اوقات بسر کرتا تھا۔ اتفاق سے سیدہ صبیح مادر موید (ہشام) نے حساب کے لکھوانے کے لئے منصور اعظم کو بلا بھیجا۔ منصور اعظم نے دیانت داری اور مستعدی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ بعض خواجہ سراؤں نے بھی سلطانہ بیگم سے منصور اعظم کی تقریب اور توصیف کی، سلطانہ بیگم اسکی خدمت سے اس درجہ خوش ہوئیں کہ اسکو بعض ضیاع

کی ستائیس سال حکومت کرکے جہاد سے واپس آتے ہوئے مدینہ سالم میں پہونچ کے ۳۹۲ھ ۱۰۰۲ء میں رہگرائے ملک آخرت ہوا۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۷۹ کا قاضی مقرر کر دیا۔ آدمی ہوشیار اور زمانہ کی رفتار سے آگاہ تھا نہایت دانائی سے اس خدمت کو انجام دیا تھوڑے دنوں میں اشبیلیہ کی زکوۃ اور وراثت کا سرد فتر مقرر کیا گیا۔ اس نے اپنی خداداد قابلیت اور نیز تحائف و ہدایا سے سلطانہ بیگم کو اپنے اوپر اسقدر مہربان بنا لیا اور اسقدر رسوخ بڑھا لیا کہ کسی غیر کو خواب میں بھی اس زمانہ میں یہ مرتبہ نہیں حاصل ہوا تھا بایں ہمہ اسنے مصحفی کی اطاعت اور فرمانبرداری میں بھی ذرہ بھر بھی کوتاہی نہ کی۔ تاآنکہ ہشام تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا ہشام کی عمر اسوقت بارہ برس کی تھی سلطانہ بیگم کو امور سلطنت میں پوری پوری مداخلت تھی اور محمد بن ابی عامر اپنے شریفانہ طرز عمل اور عاملانہ تدابیر سے اسکا پیش دست تھا۔ اتفاق اسی زمانہ میں عیسائیوں نے ممالک اسلامیہ پر فوج کشی کی مصحفی نے انکی مدافعت پر محمد بن ابی عامر کو مامور کیا محمد بن ابی عامر نے بعنایت اللہ جل شانہ عیسائیوں کو ہزیمت دے دی اس سے اسکی مقبولیت اور بڑھ گئی خواص و عوام اسکو محبت کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ داد و دہش کا مادہ بھی اسمیں موجود تھا کچھ لوگوں کو گرویدگی اس سے ہوئی غرض کسی کو اپنی مردانگی اور دلاوری سے کسی کو اپنی داد و دہش سے کسی کو پابندی شریعت اور قانون سے کسی کو اپنی عاملانہ تدابیر سے اپنا ہمدرد اور بہی خواہ بنا لیا اور جن لوگوں نے اسکی ذرا بھی مخالفت کی یا اسکو انکی جانب سے خطرہ ہوا بہ حکمت عملی حرف غلط کی طرح سے نکال کر پھینکدیا۔ مصحفی کے ذریعہ سے صقالبہ (محلسرائے خلافت کی متعلقہ فوج خواجہ سرایان صقالبہ یعنی سلیو) کو نکلوا دیا بعد ازاں مصحفی کو جوڑ توڑ لگا کر غالب کے ذریعہ سے معزول کیا۔ پھر غالب کو جعفر کے آڑ سے اپنے تیر مقصود کا نشانہ بنایا بعد چندے جعفر کو عبدالرحمن بن محمد ہاشم تجیبی کے ہاتھوں ذلیل اور خوار کیا حقیقت یہ ہے کہ منصور اعظم اپنے ارادوں میں حد درجہ کا مستقل اور انکے پورے کرنے میں نہایت مضبوط تھا۔ ان اشخاص کی معزولی و برطرفی اسوجہ سے نہیں ہوئی کہ یہ لوگ منصور اعظم کی ترقی کے سد راہ تھے بلکہ ملکی و سیاسی مصلحتوں نے منصور کو ان لوگوں کی معزولی اور برطرفی پر مائل اور آمادہ کیا تھا۔ ان لوگوں نے اپنی غرضوں کا ملک

عبدالرحمٰن بن منصور

مظفر کے انتقال کے بعد عبدالرحمٰن مظفر کا بھائی منصور کا دوسرا بیٹا جانشین ہوا الناصر لدین اللہ کا بزرگ لقب اختیار کیا۔ اس نے امن و امان قائم رکھنے، ملک و حکومت کے

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸۰ وہ دولت ہسپانیہ کو نشانہ بنا رکھا تھا اور منصور اعظم کو یہ باتیں پسند نہ آتی تھیں۔ اسکے زمانہ کو مورخین مغرب نے اندلس کے لئے نمونہ رحمت الٰہی شمار کیا تھا۔ اس نے اندلس کے خود غرض قبائل عرب کو بربریوں اور اجنبیوں کے ذریعہ سے زیر و زبر کر کے اندلس کو پُرامن اور مہذب حکومت بنایا تھا۔ اس کے کارنامے ایسے ہیں جو آب زر سے لکھے جانیکے قابل ہیں اسنے اپنے زمانہ حکومت میں ۵۶ جہاد سرحدی کفار پر کئے اور کسی میں بھی ناکامی نہ ہوئی۔ بنفس نفیس لڑائیوں میں جاتا تھا عیسائی سرحدی سلاطین کو ایک دوسرے سے لڑا کر کمزور کر رکھا تھا۔ اسکی نسبت مطمح میں فتح تحریر کرتا ہے کانت ایامہ اعیاد ایام وسہام باسہ اشد سہام غزا الروم شاتیا وصائفا ومضی فیما یرومہ زاجرا وعائفا۔ بایں ہمہ عروج وسطوت اسنے اپنے نام سے "حاجب" کے لقب کو متروک نہیں کیا تھا۔ نسباً باپ کی جانب سے معافری تھا اور ماں کی طرف سے تمیمی۔ لہذا دونوں جانب سے اسکو شرافت نسبی حاصل ہوئی تھی

منصور اعظم نے اپنے زمانہ حکمرانی میں رفاہ عام کے بھی بہت سے کام کئے تھے جس سے اسکی نیک نیتی اور نفع رسانی خلائق کا ثبوت ملتا ہے ازانجملہ قرطبہ کے نہر اعظم کا پل ہے۔ ابتدائے ۳۷۸ھ میں اس پل کا بنیادی پتھر رکھا گیا ۳۷۹ھ کے نصف میں بنکر تیار ہوا۔ ایک لاکھ چالیس ہزار دینار (ایک دینار تقریباً نو روپیہ کا ہوتا تھا) صرف ہوئے تھے ایسا ہی ایک دوسرا پل نہر استجہ پر بغرض رفاہ خلائق تعمیر کرایا تھا، جامع مسجد قرطبہ کی عمارت میں بھی معقول اضافہ کیا تھا تمام ملک اندلس میں سڑکیں بنوائیں دشوار گزار پہاڑیوں کو کاٹ کر راستے بنوائے جس پر ہر کہ و مہ بآسانی سفر کر سکتا تھا۔

منصور اعظم کی واقف کاری، سیاست اور بیدار مغزی غیر معمولی تھی اسکو ذرہ ذرہ حالات ملک کے معلوم ہوتے رہتے تھے ابن حیان تحریر کرتا ہے کہ ایک روز شب کے وقت منصور اعظم اپنے محل میں بیٹھا ہوا تھا شدت کی بارش ہو رہی تھی، تند اور تیز ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی چل رہی تھی تاریکی ایسی تھی کہ اپنا ہاتھ نظر نہ آتا تھا منصور نے دستہ فوج سواران میں سے ایک سوار کو طلب کر کے حکم دیا کہ اسیوقت طلیارش کے راستہ پر جاکر

متغلب و متصرف رہنے اور خلیفہ ہشام کو بزور حکمت عملی و تدابیر مناسب دبائے رکھنے میں وہی رویہ اختیار کیا جو اسکے باپ اور بھائی کا تھا۔ بعد چندے اسکے دماغ میں رتبہ خلافت حاصل کرنیکی ہوس

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸۱: کھڑے رہو جو شخص سب کے پہلے تمہاری طرف سے ہو کر گزرے اسکو میرے پاس لے آؤ چنانچہ یہ سوار گھوڑے پر سوار ہو کر طلیارش کے راستہ پر جا کر اسی ابر، بارش، برف اور طوفان میں کھڑا ہوا قریب فجر ایک ضعیف اور معمر شخص گدھے پر سوار آتا ہوا نظر آیا اس بوڑھے کے پاس لکڑی کاٹنے کے چند اوزار بھی تھے سوار نے دریافت کیا "اے بوڑھے! تو ایسے وقت میں کہاں جاتا ہے؟" بوڑھے نے جواب دیا لکڑیوں کے لئے جاتا ہوں" سوار نے اپنے دل میں یہ خیال کر کے کہ یہ بوڑھا غریب لکڑیوں کے کاٹنے کو پہاڑ کی طرف جا رہا ہے اس سے منصور کی کیا غرض ہوگی کچھ تعرض نہ کیا بوڑھا آگے بڑھ گیا پھر یہ سوار دل ہی دل میں سوچ کر منصور کی سطوت اور جبروت سے ڈرا اور لپک کر اس بوڑھے کو جھٹ پٹ گرفتار کر لیا، بوڑھے نے منت و سماجت کی کہ مجھے چھوڑ دو منصور کی کوئی غرض مجھ سے نہ نکلے گی میں اپنے پیٹ کے دھندے میں جا رہا ہوں، سوار نے ایک بھی نہ سنی کشاں کشاں منصور کی خدمت میں لایا، منصور اسوقت تک بیٹھا ہوا اس سوار کے آنے کا انتظار کر رہا تھا، ایک ساعت کو آنکھیں نہیں جھپکائی تھیں منصور نے بوڑھے کو دیکھتے ہی خدام کو خانہ تلاشی کا اشارہ کیا۔ خادم نے تلاشی لی، مگر کچھ برآمد نہ ہوا، منصور نے کہا اچھا اسکے گدھے کے پالان کی تلاشی لو" خدام نے پالان کی تلاشی لی، تو اسمیں سے ایک خط برآمد ہوا یہ خط عیسائی جلاوطنوں نے اُن عیسائیوں کو تحریر کیا تھا جو منصور کے یہاں فوجی خدمات پر مامور تھے۔ مضمون یہ تھا کہ "موقع پا کے منصور کا کام تمام کر دو" منصور نے اس سے مطلع ہو کر کل عیسائیوں کے قتل کا حکم دیدیا انہیں عیسائیوں کے ساتھ اس بوڑھے شخص کی بھی گردن مار دی گئی۔

منصور اعظم میں فروگذاشت، فیاضی اور رحمدلی کا مادہ بھی موجود تھا کتاب الازہار المنثورہ فی الاخبار الماثورہ کے زہرہ چالیسویں میں لکھا ہوا ہے کہ ایک مرتبہ منصور اعظم نے خزانہ شاہی کی جانچ کی تو اتفاق سے افسر خزانہ کے ذمہ تین ہزار دینار کا تغلب و تصرف نکلا، منصور نے افسر خزانہ کو اپنے روبرو طلب کر کے بیان لیا، افسر خزانہ نے غبن کا اقرار کیا، منصور بولا کیوں فاسق تجھ ایسے شخص کی کیا سزا ہے جس نے مسلمانوں کے مال کو غصب کیا ہو" افسر خزانہ نے گذارش کی یہ ایک ہونہار تقدیری امر تھا جو عقل پر غالب آگیا، تہیدستی تھی جس نے امانت اور

سمائی چنانچہ خلیفہ ہشام سے جو کہ برائے نام حکومت و سلطنت کا مالک تھا یہ درخواست پیش کی کہ مجھے آپ اپنا ولی عہد مقرر فرمائے خلیفہ ہشام نے اس درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸۲ دیانت کو فاسد کر دیا منصور نے قسم کھا کر کہا "میں تجھکو بیحد سزا دونگا تاکہ دوسروں کو عبرت ہو" منصور نے یہ کہکر لوہار اور داروغہ جیل کو طلب کر کے حکم دیا کہ "اس خاین کے پاؤں میں بھاری بیڑیاں ڈالدو اور جیل میں پہونچا دو" چنانچہ اسکی تعمیل کر دیگئی اور سرہنگ کشاں کشاں لے چلے۔ افسر خزانہ نے چلتے وقت دو شعر پڑہے جسکا ترجمہ یہ ہے۔ افسوس صد افسوس میں نے اکثر دیکھا ہے + کہ جو ہونہار امر ہوتا ہے اسمیں عقل جاتی رہتی ہے + اصل یہ ہے کہ کسی شخص میں کچھ قوت ہے اور نہ طاقت ہے + جو قوت یا طاقت ہے وہ اللہ کی ہے + منصور نے یہ سنکر ارشاد کیا "لوٹا لاؤ" جب وہ لوٹا لایا گیا تو اس سے دریافت کیا "تو نے تمثیلاً یہ کہا ہے یا کہ اعتقاداً اور قولاً" افسر خزانہ نے عرض کیا میں نے اعتقاداً کہا ہے تمثیلاً نہیں کہا" منصور نے سرہنگوں کو حکم دیا کہ اسکی بیڑیاں کٹوا دو فوراً بیڑیاں کاٹ ڈالی گیں افسر خزانہ نے خوش ہو کر دو شعر اور پڑہے جسکا مضمون یہ تھا "یا تم نے ابن ابی عامر کی فروگذاشت نہیں دیکھی + بالفرض اسکا احسان سب کی گردن پر ہے + ایسا ہی اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے درگذر کرتا ہے + تو اسکو جنت میں داخل کرتا ہے + منصور نے خوش ہو کر حکم دیا اسکو رہا کر دو اور جسقدر اس نے روپیہ غبن کیا ہے اسکو میرے مال سے پورا کر کے داخل خزانہ کر دو۔

منصور اعظم کے مزاج میں جہاں اسقدر فروگذاشت تھی وہاں وہ قوانیں اور احکام شرعیہ کا بیحد پابند بھی تھا ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی جرم میں اسکا بیٹا ماخوذ ہو کر قاضی کے دربار میں پیش کیا گیا قاضی نے حد شرع کے جاری کئے جانے کا حکم دیا۔ منصور کا بیٹا یہ سمجھکر کہ میرا باپ حکومت و سلطنت کے سیاہ و سفید کرنیکا مختار ہے مجلس قضا سے اپنے مکان میں چلا آیا۔ منصور کو اسکی خبر لگی تو اس نے بیحد ناراضی ظاہر کی اور اسیوقت گرفتار کر کے قاضی کی خدمت میں بھیجدیا قاضی نے شرعی حد کا نفاذ کیا چنانچہ اسی حد میں وہ مر بھی گیا۔ اور منصور نے اُف تک نہ کی۔ منصور اعظم جسوقت فوج کا جائزہ لیتا اور قواعد پریڈ کے میدان میں ہوتا اسوقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ ایک غیر معمولی جنرل ہے جس سوار کی تلوار یا دری غلاف

ارباب حل وعقد و اصحاب شوریٰ کو مجتمع کرکے ابوحفص بن برد کو عہد نامہ لکھنے کا حکم دیا۔ یہ دن بجے چہل پہل کا تھا تمام شہر چراغان کیا گیا تھا غرض ابوحفص نے حسب حکم ہشام ناصر

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸۳ قاعدہ ہوتی اُسی تلوار سے اُسکا سر اُتار لیا جاتا ذرا بھی فروگذاشت نہ کرتا غرض منصور اعظم عفو وکرم اور پابندی قوانین کا ایک مجسم پتلا تھا جسمیں دونوں رُخ نظر آتے تھے۔

منصور اعظم اپنے ارادہ میں مستقل اور مضبوط بھی تھا جس کام کو شروع کرتا اسکو بغیر تمام کئے ہوئے نہ چھوڑتا تھا اس سے اسکی علو حوصلگی پر کافی طور سے روشنی پڑتی ہے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ وہ مجلس مشیران میں کسی مہم سلطنت پر بحث کر رہا تھا۔ اثنار بحث میں دفعۃً گوشت کے جلنے کی بو آئی رفتہ رفتہ اسقدر بڑھی کہ تمام ایوان میں پھیل کر حاضرین کو پریشان کر دیا ختم بحث کے بعد دریافت سے معلوم ہوا کہ منصور کے پاؤں میں کوئی بیماری تھی اور اسپر داغ دیا جاتا تھا۔ اللہ رے منصور کا استقلال اور مستقل مزاجی کہ اسنے اُف تک نہ کی اور اُف کرنا تو درکنار پوری دلجمعی سے مسئلہ مبحوثہ میں بحث کی اور کامل طور سے اسپر وہ قدح کرنے میں مصروف رہا ایسے مستقل مزاج شخص کے آگے کسی مزاحم کی مزاحمت کہاں تک چل سکتی ہے اسکا تم خود اندازہ کر سکتے ہو۔

منصور اعظم درحقیقت منصور اعظم اور اسی مبارک لقب سے ملقب کئے جانے کا مستحق تھا جب تک اسکی فوج ظفر موج شاہی یلغار پر رہتی تھی اسوقت تک تمام سرحد اندلس کے مسیحی علاقہ جات میں تہلکہ پڑا رہتا تھا اور عیسائی امراء کے آگے مجسم تصویر مرگ کھڑی رہتی تھی لیون کو معہ اردگرد کی ریاستوں کے تخت قرطبہ کا باجگذار صوبہ بنا لیا تھا کیسٹائل و بارسلونا اور کو متواتر و پیہم ہزیمتوں سے جان بلب کر رکھا تھا۔ بلکہ پامپلونا اور بارسلونا کے شہروں پر قبضہ بھی کر لیا تھا صاحب مطمح لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ اسکا ایک سفیر غرسیہ والی گشکنس کے پاس کسی ضرورت سے گیا ہوا تھا غرسیہ نے اسکی بیحد خاطر اور مدارات کی بڑے دھوم دھام سے دعوت کی اپنے تمام مقبوضہ علاقہ کی سیر کرائی۔ مدتوں اسکے ملک میں یہ سفیر سفر کرتا رہا۔ کوئی مقام ایسا نہ تھا جہاں یہ نہ گیا ہو۔ اتفاق سے ایک روز اسکا گذر ایک کلیسہ کی طرف ہوا۔ گوشہ کلیسہ میں ایک عورت قید نظر آئی دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ مسلمان عورت ہے اور ایک مدت دراز سے عیسائی راہبوں نے قید کر رکھا ہے سفیر نے

کی ولیعہدی کا فرمان بایں مضمون تحریر کیا:۔

ہشام موید باللہ امیر المومنین نے بالعموم کل آدمیوں سے اور بالخصوص بذات خاص

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸۴ بعد واپسی اس واقعہ کو منصور سے بیان کیا منصور نے اسیوقت فوج کو تیاری کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے فوجیں مرتب کرکے غرسیہ کے ملک پر جا پڑا غرسیہ گھبرا کر منصور کی خدمت میں حاضر ہوا دست بستہ ادب کے ساتھ فوج کشی اور ناراضی کا سبب دریافت کیا منصور نے تیور چڑھا کر کہا "تو نے تو مجھ سے وعدہ و اقرار کیا تھا کہ میں اپنے ملک میں کسی مسلمان کو قید نہ رکھونگا مگر دریافت سے معلوم ہوا کہ تو نے خلاف عہد نامہ فلاں کلیسہ میں ایک عورت کو قید کر رکھا ہے۔ واللہ میں اسوقت تک تیرے ملک سے نہ جاؤنگا جب تک اس کلیسہ کو منہدم کرکے اس عورت کو رہا نہ کر لونگا"۔ غرسیہ نے قسم کھا کر منت و سماجت سے اپنی ناواقفی ظاہر کی اور اسی وقت منصور کی مرضی کے مطابق کلیسہ کو منہدم کرا کے اس عورت کو منصور کے لشکر گاہ میں پہونچا دیا۔

منصور اعظم کے نمایاں فتوحات اور اسکی زندگانی کے عمدہ کارناموں سے اندلس کے شمالی عیسائیوں کا سرکرنا ہے پہلے اسنے لیون کو زیر و زبر کیا اور اسکے تو بالاٹ فصیلوں اور سنگین برجوں کو مسمار و منہدم کرکے بارلونا کی دیواریں ڈھا دیں اور اسپر بھی قابض ہوکر گالیشیا پر جا پہونچا اور اسکو بھی زیر تیغ کرکے سینٹ یاقو کے مشہور اور عظیم الشان گرجا کو بالکل زمین دوز کر دیا، یہ گرجا بلاد اندلس میں بہت بڑا اور عظیم الشان تھا دور دراز ملکوں سے عیسائی راہب اسکی زیارت کو آتے تھے ہزاروں تارک الدنیا اور خداپرست مسیحیوں کا یہ ملجا و ماوا اور تمام یورپ کا قبلہ بنا ہوا تھا۔ عیسائیوں کا یہ خیال تھا کہ اس کلیسہ میں یعقوب حواری مسیح کی قبر ہے مسیح علیہ و علی نبینا الصلوٰۃ والسلام کی نظر توجہ اسپر خاص طور سے تھی یہ بیت المقدس کا اسقف مجاور تھا۔ تلقین دین عیسائیت کی غرض سے اس مقام تک پہونچکر پھر سرزمین شام کو واپس گیا تھا اور غالباً سنہ ۱۲۰ شمسی میں وہیں مر بھی گیا تھا اسکے ہمراہیوں نے اس کلیسہ میں لاکے دفن کیا جو اسکے سفر کا منتہا تھا۔ اسوقت تک ملوک اسلامیہ میں سے کسی نے صعوبت راہ، مشکلات سفر اور نیز دوری کی وجہ سے اس کلیسہ کا قصد تک نہیں کیا تھا۔ یہ شرف و عزت منصور کے لئے ازل سے مخزون تھے چنانچہ یوم شنبہ ماہ جمادی الآخر سنہ ۳۸۷ھ کی چوبیسویں تاریخ کو لشکر صائفہ کے ساتھ قرطبہ سے منصور نے کوچ کیا منصور کا یہ اڑتالیسواں جہاد

بڑے غور و فکر اور مدتوں استخارہ کرنیکے بعد اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ کس کو میرے بعد منصب امامت و خلافت دیا جائے اور کون شخص اس جلیل القدر عظیم الشان رتبہ کے لائق ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸۵) تھا کوچ و قیام کرتا ہوا شہر قوریہ میں داخل ہوا اور اسکو مفتوح کرکے غلیسیہ (گالیشیا) کی طرف بڑھا یہاں پر ایک گروہ عظیم عیسائی سرداروں کا بغرض اظہار اطاعت علم حکومت حاضر ہوا اور عساکر سلیا اُکے ہمراہ شمالی عیسائیوں کے سر کرنے کو روانہ ہوا منصور نے پہلے ہی سے دریائی سفر اور فوج کا انتظام کر لیا تھا کئی بڑے بڑے جنگی جہازوں کے مقام قصر ابی دانس ساحل غربی اندلس میں لنگر زن تھے جسمیں بڑے بڑے ماہر بحری جنگ کے موجود تھے۔ آلات حرب بھی کافی تھے، کمسریٹ کا انتظام بھی معقول تھا۔ فوج کی تعداد بھی کثیر اور معتدبہ تھی یہاں سے روانہ ہوکر مقام برتقال کی طرف بڑھا اور نہر دویرہ کو عبور کرکے ایک بڑی نہر کو بذریعہ پل کے عبور کیا جو منصور کے حکم سے بیڑہ جنگی جہازات نے پیشتر سے تعمیر کر رکھا تھا۔ یہ پل اس نہر کے مقابلہ پر بنایا گیا تھا جو اس مقام پر عیسائیوں کا تھا منصور نے قلعہ سے جسقدر سامان جنگ اور رسد وغیرہ کا ذخیرہ ملا، لیکر دشمنان اسلام کے ملک میں قدم رکھا اور نہایت تیزی سے کئی دشوار گذار راستوں اور متعدد دریاؤں اور پہاڑی دروں کو طے کرکے ایک بہت بڑے کشادہ میدان میں پہونچا جو بلاد قطارش میں واقع تھا پھر اس میدان سے ایک دشوار گذار پہاڑ کے قریب پہونچا جسکا صرف ایک ہی راستہ اور حد چھوٹا اور تنگ تھا منصور نے سیپرس مائرس پلٹن کو راستہ ہموار اور کشادہ کرنیکا حکم دیا چنانچہ شاہی پلٹن نے نہایت تیزی سے سڑک درست کردی۔ منصور نے اس مصیبت سے بہ آسانی تمام نجات پائی اور نیز وادی بلیہ کو بھی عبور کرکے کھلے ہوئے اور وسیع میدان میں پہونچا اس میدان کو طے کرنیکے بعد دیر قسطان اور بلبنبو کے میدان میں وارد ہوا یہ مقام بحر محیط کے کنارہ پر واقع تھا۔ عیسائیوں سے مقابلہ ہوا کامیابی کا سہرہ منصور کے سر رہا شنت (سینٹ) بلایہ کو فتح کرکے بحر محیط کے اس جزیرہ کی جانب بڑھا جہاں پر کہ ان گرد و نواح کے ہزیمت یافتہ عیسائی بھاگ کر پناہ گزیں ہوئے تھے عیسائیوں نے جاتے وقت کشتیوں کو ہٹوا دیا تھا منصور کو اس دریا کے عبور کرنے میں بیحد پس و پیش ہوا مگر کچھ سوچ سمجھکر گھوڑے کو دریا میں ڈالدیا۔ اسکے ہمراہیوں نے بھی اپنے شیر دل افسر کو تیرتے ہوئے دیکھکر اپنے اپنے گھوڑوں کو دریا

امیر المومنین پر اللہ تعالیٰ کا خوف بیحد غالب ہوا ہے اور وہ اُن قضاء و قدر سے نہایت خائف و پریشان ہیں جو یک بیک نازل ہو جاتی ہیں اور پھر وہ کسی نوع ٹالے نہیں ٹلتیں ہنوز اس گروہ

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸۶] میں ڈالدیا رکاب سے رکاب ملائے ہوئے بات کی بات میں دریا عبور کر کے جزیرہ میں جا پہونچے۔ جسقدر عیسائیوں نے یہاں آکر پناہ لی تھی ان سب کو قید کر لیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا۔ بعد ازاں اسلامی لشکر بڑھتے بڑھتے کوہ مرابیہ تک پہونچا جسکو بحر محیط کئی طرف سے گھیرے ہوئے تھا مسلمانوں نے اسکو بھی ایک سرے سے چھان ڈالا، جسقدر عیسائی یہاں تھے، ان سب کو گرفتار کر کے اپنا حلقہ بگوش بنا لیا اور جسقدر مال و اسباب پایا، سب پر قبضہ کر لیا بعد اسکے بذریعہ دو رہبروں کے اسلامی لشکر نے دو پایاب مقام سے خلیج کو عبور کر کے نہر ایلہ کو بھی عبور کیا اور بہت بڑے سطح قطعہ زمین میں پہونچے جہاں پر عمدہ عمدہ عمارتیں بکثرت تھیں۔ قدرتی چشمے، خودرو سبزہ زار اور باغات تھے اس مقام سے یعقوب حواری کی قبر دکھائی دیتی تھی جسکی زیارت کو عیسائی دور و دراز ملکوں سے سفر کر کے آتے تھے۔ بلاد قبط، نوبہ، رومہ اور تمام یوروپ کے مسیحی راہب اور تارک الدنیا یہاں پر آکے مجتمع ہوتے تھے، یہاں کے قیام کو باعث نزول برکت و رحمت خداوند تصور کرتے تھے، منصور نے اس مقام سے کوچ کر کے شہر سینٹ یعقوب پر پہونچ کر پڑاؤ کیا، یہ دن چہارشنبہ کا تھا ماہ شعبان ۳۸۷ھ کی صرف دو راتیں گذر چکی تھیں عیسائیوں نے اس مقام کو پہلے ہی سے خالی کر دیا تھا عساکر اسلامیہ نے سوائے عمارتوں اور کلیسوں کے اور کسی کو نہ پایا، عمارتوں اور گرجاؤں کو منہدم و مسمار کر دیا، مال و اسباب جسقدر پایا لے لیا بڑے گرجا کے قریب جب تک منصور پہونچا ایک بوڑھا راہب یعقوب حواری کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا نظر آیا منصور نے دریافت کیا تم یہاں کیوں ٹھہرے ہو؟ اور کیا کرتے ہو؟ بوڑھے راہب نے نہایت بیپروائی سے جواب دیا، یعقوب حواری کی تنہائی کے خیال سے یہاں ٹھہرا ہوا اپنے خداوند کو یاد کرتا ہوں منصور کے دل میں اس استغنائی کا بہت بڑا اثر پڑا، صرف اوسکی جان بخشی نہیں کی بلکہ ایک گارد زائر اور مزار کی حفاظت پر مقرر کر دیا تاکہ سپاہ جو شہر کو تاخت و تاراج کر رہی ہے اس مقام کے لوٹنے کی جرأت نہ کر سکے اور فتحمند گروہ کی غارتگری سے یہ محفوظ رہے۔ اس مقام کے قبضہ حاصل کرنے کے

سے علماء کا وجود مفقود نہیں ہوا کہ جنکے معدوم ہو جانے سے جہل و تاریکی کی گھنگور گھٹا چھا جائیگی اور اللہ تعالیٰ کے روبرو جاتے ہوئے ایسی حالت میں کہ ادائے فرائض منصبی سے قاصر رہے ہیں شرم آئیگی۔ میں نے قبائل قریش وغیرہ کی خوب خوب جانچ و پڑتال کی کہ ان میں سے کون شخص ایسے امر عظیم الشان کے لائق ہے اور ایسے بار گران کے اٹھانیکا کون شخص متحمل ہو گا جسکی دیانت و امانت پر بھروسہ کرکے اللہ کے بندے اسکے سپرد کئے جائیں اور وہ اپنی ہوائے نفسانی اور خواہشات بیجا سے کنارہ کر کے اللہ تعالیٰ کی مرضی کا جویاں اور خواہاں ہے میں نے نزدیک و دور نظر دوڑائی مگر میرے نظر میں ایسا کوئی شخص نظر نہ آیا جسکے سپرد میرے بعد خلافت و امارت مسلمین کی جائے باستثنار ایک شخص کے جو کہ باعتبار نسب کے بہترین اشخاص سے ہے، بلحاظ رتبہ کے عالی، بنظر منصب کے سب سے برتر ہے۔ تقوی اللہ کا مادہ بھی اسمیں ہے۔ فروگذاشت بھی اسکے مزاج

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸۷ بعد منصور نے اپنی فوج ظفر موج کو تمام جزیرہ میں پھیلا دیا بڑھتے بڑھتے اسکی فوج جزیرہ سینٹ مکس تک پہونچ گئی جو اس سرزمین کا منتہا تھا جس سے بحر محیط کی لہریں ٹکرا رہی تھیں اور جسکے آگے نہ تو سوار جا سکتا تھا اور نہ اس سے کوئی پیادہ بآسانی عبور کر سکتا تھا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پر منصور کے پہلے کسی مسلم کا گذر نہیں ہوا۔ چونکہ منصور نے جاتے وقت بیحد دقت اٹھائی تھی اسوجہ سے مراجعت کرتے ہوئے برمند بن اردون کے ملک کا راستہ اختیار کیا اور اپنے ہمراہیوں کو اسکے ملک کے تاخت و تاراج کرنیکی ممانعت کر دی رفتہ رفتہ قلعہ بلیقیہ کے قریب پہونچا یہاں سے منصور نے ان عیسائی امراء کو انکے بلاد کی جانب واپس جانیکا حکم دیا جو اس جہاد میں اسکے ہمرکاب تھے اور نامہ بشارت فتح دار الحکومت قرطبہ روانہ کیا واپسی کے وقت عیسائی امراء کو انعامات جائزے اور صلے مرحمت فرمائے جس سے منصور کی عالی حوصلگی بلند ہمتی کا ثبوت ملتا ہے

اسی معرکہ یا اسکے کسی اور معرکہ کے بعد محمد بن ابی عامر نے "المنصور" کا خطاب اختیار کیا اور درحقیقت وہ اسی خطاب کا سزاوار تھا۔ افسوس ہے کہ ایسا اولو العزم عالی حوصلہ شخص جو انسانی حملوں سے ہمیشہ بچتا اور کامیاب ہوتا رہا موت کے پنجے سے نہ بچ سکا کشائیل پر آخری جہاد کر کے بوقت واپسی دفعۃً بیمار ہو کر ۳۹۲ ہجری میں مر گیا اور بمقام مدینہ سالم (میڈینا سلی) مدفون ہوا۔ نفح الطیب جلد اول مطبوعہ لیدن صفحہ ۲۷۵ لغایتہ ۲۷۶

میں ہے مردم شناسی اسکا خاص جوہر ہے اپنے ارادوں میں وہ مضبوط ہے اخلاق حسنہ سے آراستہ ہے ذمائم عادات سے کوسوں بلکہ منزلوں دور ہے وہ کون شخص ہے وہ میرا دوست میرا ناصح مہربان ابو المظفر عبدالرحمٰن بن منصور بن ابی عامر اللہ تعالیٰ اسکو توفیق خیر عطا فرمائے امیر المومنین نے اسکو مختلف مواقع پر جانچا ہے اور اکثر اوقات اسکا امتحان لیا ہے اسکی حالت پر غائر نظر کی ہے اسکی اخلاق اور عادات پر بھی غور و فکر کی ہے امیر المومنین کے خیال میں یہ نیک کاموں میں جلدی کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا بیحد شائق ہے اپنے مقاصد اور ارادوں کے پورے کرنے پر چیرہ دست ہے او کل خوبیوں اور محاسن کا جامع ہے وہ ایسا شخص ہے کہ منصور جیسا اس کا باپ ہے او اور مظفر جیسا اسکا بھائی ہے۔ ایسی صورت میں کوئی ہرج نہیں ہے اگر وہ کل ترقی کے زینوں کو دفعۃً طے کر جائے اور خیر و برکت کے مدارج ایکبارگی حاصل کرلے امیر المومنین نے (اللہ تعالیٰ اسکی تائید کرے) اسوجہ سے کہ اس میں علم کے بڑے بڑے اسرار مخفیہ اور غیب کے بہت سے راز سربستہ کا ظہور ہوتا ہے یہ قصد فرمایا ہے کہ انکا ولیعہد ایک قحطانی نسل کا شخص ہو جسکی نسبت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ابو ہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا ہے لا تقوم الساعۃ حتی یخرج رجل من قحطان یسوق الناس بعصاہ پس جبکہ انتخاب خلیفہ کی بابت اختیار حاصل ہو گیا اور آثار سے اسکا ثبوت ملگیا اور کوئی دوسرا شخص اسکے سوا اس اہلیت کا نظر نہیں آتا ہے تو امیر المومنین اپنے حیات میں امور سلطنت کو اسکے سپرد کرتے ہیں اور بعد وفات یہ حکم دیتے ہیں کہ یہی میرا جانشین تخت خلافت ہو، امیر المومنین کا یہ فعل بطیب خاطر بلا جبر و اکراہ اور اختیاراً ہے امیر المومنین نے اس ولیعہدی کو بلا کسی شرط اور قید کے جائز اور نافذ فرمایا ہے اور اس عہدنامہ کے ایفاء پر خفیۃً علانیۃً، قولاً او فعلاً اللہ اور اسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کو جو کہ امیر المومنین کے آباء و اجداد سے ہیں اور نیز اپنے آپ کو ذمہ دار

کیا ہے کہ آیندہ نہ تو اسمیں کچھ تبدیلی کی جائیگی اور نہ کچھ تغیر پیدا کیا جائیگا اور نہ یہ عہد نامہ کالعدم کیا جائیگا اور نہ کسی امر پر محمول کیا جائیگا۔ اس امر پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی گواہی کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ شہادت کے لئے کافی ہے اور نیز اسپر اسکی گواہی بھی کیجاتی ہے جسکا نام اس عہدنامہ میں آگیا ہے اور وہ آج سے صاحب الامر قولاً و فعلاً مختار اور میرا ولیعہد موسوم بمامون ابوالمطرف عبدالرحمن بن منصور ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو توفیق خیر عطا فرمائے اور جس امر کا بار اسکے گردن پر رکھا گیا ہے اسکو پورا کرنے کی اسکو قوت عطا کرے اور اسکو اسکے فرائض منصبی کے ادا کرنے پر قدرت عنایت کرے۔ تحریر ماہ ربیع الثانی ۳۹۸ھ۔

تحریر عہد نامہ کے بعد وزراء، قضاۃ اور کل اراکین دولت نے بدست خاص اپنا اپنا دستخط کیا اور اس روز سے یہ ولیعہد کہلایا جانے لگا۔ اس سے اہل دولت امویہ کو جوش پیدا ہوا اور وہ سب کے سب اس سے معاندانہ پیش آنے لگے اسی سبب سے اسکی اور اسکی قوم کی دولت منقرض ہوگئی واللہ وارث الارض ومن علیہا۔

بنو عامر کا زوال مہدی کی بیعت

عبدالرحمن ملقب بہ ناصر لدین اللہ بن منصور اعظم کی ولیعہدی کی تقریب درجہ تکمیل پر پہونچنے کے بعد امویوں اور قریشیوں کو اس سے بیحد ناراضگی اور برافروختگی پیدا ہوئی، عبدالرحمان ناصر کو گرانے کی فکریں کرنے لگے اور سب کے سب اس امر پر متفق ہوئے کہ عنان حکومت مغربیہ کے قبضہ اقتدار سے نکالکر یمینہ کے ہاتھ میں دیجائے چنانچہ ہر طبقہ کے لوگوں میں باہم سرگوشیاں ہونے لگیں، اتفاق سے اسی زمانہ میں عبدالرحمن ناصر لشکر صوائف کے ساتھ جلالقہ کے جہاد پر چلا گیا مخالفین کو موقع مل گیا ایک روز سب کے سب مجتمع ہوکر افسر اعلیٰ پولیس پر قرطبہ میں قصر خلافت کے دروازہ پر جہاں کہ اسکا مقر تھا ۳۹۹ھ میں ٹوٹ پڑے اور ہشام موید کو منصب خلافت سے معزول کرکے محمد بن ہشام بن عبدالجبار بن امیرالمومنین الناصر لدین اللہ کو سریر خلافت پر جلوہ افروز کیا اور اس کی خلافت وامارت کی بیعت کرلی۔ محمد بن ہشام اسی شاہی خاندان کا ایک ممبر اور

خلفاء گذشتہ کا یادگار تھا۔ ارکین دولت نے محمد کو سریر خلافت پر متمکن کرنیکے بعد المہدی باللہ کا لقب دیا، اس واقعہ کی خبر شدہ شدہ عبدالرحمن حاجب کو سرحد پر جہاں کہ وہ تھا پہونچ گئی۔ ہمراہیوں میں پھوٹ پڑگئی۔ عبدالرحمن نے اس زعم سے کہ امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنیکا مالک تو میں ہوں اور میری موجودگی میں کسی کی کچھ پیش نہ جائیگی، قرطبہ کی جانب مراجعت کی، جوں ہی دارالخلافت کے قریب پہونچا فوج کا حصہ کثیر اور سرداران بربر عبدالرحمن کے لشکر گاہ سے علیحدہ اور جدا ہو کر قرطبہ چلے آئے، اور مہدی کے ہاتھ پر بیعت کرلی جو اسوقت قرطبہ میں حکمرانی کر رہا تھا۔ ان لوگوں نے لگا بجھا کے مہدی کو عبدالرحمن ناصر کی مخالفت پر ابھار دیا چنانچہ مہدی کے اشارہ سے چند لوگ عبدالرحمن ناصر پر حملہ آور ہوئے اور اسکا سر اتار کر مہدی اور مخالفین عبدالرحمن کے پاس لے آئے عبدالرحمن کے مارے جانے سے عامریوں کی حکومت و دولت کا خاتمہ ہو گیا گویا کہ یہ نہ تھی۔

بربر کی بغاوت اور مستعین کی بیعت

اس سے بیشتر بربریوں اور زناتہ کی فوجوں نے منصور کا حکمرانی اور سیاست میں ہاتھ بٹایا تھا بعدہ اس کے بیٹے کے بھی ہوا خواہ رہے۔ ان دنوں ان لوگوں کے رؤسا اور امراء زاوی بن منا، صنہاجی، بنو ماکیر ابن زیری، محمد بن عبداللہ برزالی، نعیل بن حمید مکناسی (اسکا باپ عبیدیوں سے عہد خلافت ناصر میں لڑا تھا) زیری بن غزانہ مغیلی، ابو یزید بن ووناس یفرنی، عبدالرحمن بن عطاف یفرنی، ابو تور بن ابی قرہ یفرنی، ابو الفتوح بن ناصر، حزرون بن محصن مغراوی، مکساس بن سید الناس اور محمد بن عیسی مغراوی وغیرہم معہ اپنے قبائل اور خاندان کے تھے۔ یہ لوگ عبدالرحمن ناصر کی چیرہ دستی اور امور سلطنت پر مستولی ہونے سے ناراض ہو کر محمد بن ہشام سے جا ملے تھے باقی رہے امویہ وہ پہلے ہی سے خار کھائے بیٹھے تھے انکو دولت و حکومت پر عامریوں کا تسلط کب پسند آسکتا تھا انہوں نے نہایت خوش دلی سے محمد بن ہشام کی حکومت کا خیر مقدم کیا اہل شہر کے قلوب بھی عامریوں سے صاف نہ تھے۔ عامری عام طور سے آنکھوں میں کانٹا سا کھٹکتے تھے

تھوڑے دنوں میں اس حد تک یہ قضیہ بڑھا کہ عوام الناس ان لوگوں سے پریشان ہو کر اراکین دولت سے فریادیں کرنے لگے، ہر کہ مہ کے زبان پر انہیں لوگوں کا چرچا رہنے لگا۔ محمد بن ہشام نے ان سب واقعات سے مطلع ہو کر حکم دے دیا کہ کوئی عامری سوار ہو کر نہ نکلے اور نہ آلات حرب سے مسلح ہو۔ اسی زمانہ میں انکے بعض رؤسا دروازہ محلسرائے شاہی بار حضوری واپس کر دیئے گئے تھے، بازاریوں نے انکے مکانات کو لوٹ لیا۔ زاوی، ابوالفتوح نامسر اور اسکے چچازاد بھائی حسامہ نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر محمد بن ہشام مہدی سے شکایت کی کہ بازاریوں نے ہم لوگوں کے مکانات کو لوٹ لیا ہے۔ مہدی نے انکی فریادیں سنیں اور جن لوگوں نے ان کے گھروں کو لوٹ لیا تھا انکو سزائیں دیں مہدی کا سینہ ان لوگوں کی عداوت سے بھرا ہوا اور انکی ذمائم عادات سے اسکا دل بیزار تھا۔ بعد اسکے سچ یا جھوٹ کسی ذریعہ سے ان لوگوں تک یہ خبر پہونچی کہ مہدی ان لوگوں کے ساتھ بد عہدی کیا چاہتا ہے۔ پس یہ لوگ باہم ملنے جلنے لگے۔ در پردہ مشورہ ہونے لگا کہ مہدی کو معزول کر کے ہشام بن سلیمان ابن امیر المومنین ناصر لدین اللہ کو عباے خلافت پہنانا چاہیئے۔ اس واقعہ سے اراکین دولت کے کان آشنا ہو گئے۔ بہ کمال استعجال اسکے روک تھام کی طرف متوجہ ہوئے، پہلے تو ان لوگوں کو بحکمت عملی شہر قرطبہ سے نکال باہر کیا بعد ازاں ہشام بن سلیمان اور اسکے بھائی ابو بکر کو مہدی کے پاس گرفتار کر لائے۔ چنانچہ مہدی کے حکم سے ان دونوں ناکردہ گناہوں کی گردن ماری گئی۔ اور سلیمان بن حکم بخوف جان بھاگ کر بربرا اور زناتہ کے لشکر میں پہونچا، اس وقت یہ سب کے سب قرطبہ کے باہر جمع ہو رہے تھے اور شاہی خاندان میں سے کسی ایک شاہزادے کو تخت نشین کرنیکی فکریں کر رہے تھے۔ سلیمان کو دیکھتے ہی اسکے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی المستعین باللہ کے مبارک خطاب سے مخاطب کیا اور اسکے ہمرکاب طلیطلہ کے سرحد کی طرف گئے، ابن اذفونش کی پشت گرمی سے فوجیں آراستہ کر کے قرطبہ کے محاصرہ کو کوچ کیا اس فوج میں یا تو بربری تھے یا عیسائی۔ مہدی بھی یہ خبر پا کے بقصد جنگ قرطبہ کے باہر آیا اہل شہر اور اکثر

دولت اور فوج نظام سینہ سپر ہو کر اپنے جدید خلیفہ کے ساتھ لڑنے کو نکلی گھمسان لڑائی ہوئی بالآخر قرطبہ کی فوج میدان جنگ سے گھونگھٹ کھا گئی۔ فتح مستعین کے ہاتھ رہا تقریباً بیس ہزار اہل قرطبہ اس معرکہ میں کام آئے۔ ائمہ مساجد، دربان، موذن، اور علماء مشائخین قتل کیے گئے۔ آخری چوتھی صدی میں مستعین فتحمندی کا جھنڈا لیے ہوئے قرطبہ میں داخل ہوا، محمد بن ہشام بن عبدالجبار ملقب بہ مہدی بامشد بھاگ کر طلیطلہ پہونچا۔

مہدی پھر قرطبہ میں جسوقت مستعین نے بزور تیغ قرطبہ پر قبضہ حاصل کرلیا محمد بن ہشام مہدی ہزیمت اٹھا کر طلیطلہ چلا گیا۔ ابن اودونش نے اسکو بھی فوجی مدد دی پس یہ بھی اسکی اعانت اور پشت گرمی پر فوجیں آراستہ کرکے قرطبہ کی جانب بڑھا مستعین سے معرکہ آرا ہوا، چنانچہ قرطبہ کے باہر مقام عقبتہ البقر آخری دروازہ سبتہ پر مستعین کو ہزیمت ہوئی، مہدی مظفر ومنصور قرطبہ میں داخل ہوا اور کامیابی کے ساتھ قابض ومتصرف ہوگیا

ہزیمت مہدی و بیعت ہشام جوں ہی مہدی مظفر ومنصور قرطبہ میں داخل ہوا مستعین نے معہ فوج بربر قرطبہ سے نکلکر تمام ملک میں غارتگری کا بازار گرم کرکے مارڈھاڑ شروع کردی۔ نیک و بد کا امتیاز چھوڑ دیا۔ ایک مدت تک یہی کیفیت رہی بعد ازاں جزیرہ خضرا کی جانب چلا گیا مہدی اور ابن اودونش تعاقب میں روانہ ہوا مستعین اور بربری فوج ٹوٹ پڑی مہدی اور ابن اودونش پسپا ہو کر قرطبہ کی جانب بھاگے، مستعین نے تعاقب کیا تا آنکہ مہدی اور ابن اودونش نے معہ اپنی رکاب کی فوج کے قرطبہ میں داخل ہو کر شہر پناہ کا دروازہ بند کرلیا، مستعین نے محاصرہ ڈالدیا اہل قرطبہ کو بربریوں کے طول وشدت محاصرہ سے اضطراب پیدا ہوا، خادمان قصر خلافت اور ہشام کے حاشیہ نشینوں سے ملے اور یہ کہا کہ یہ سب مصیبتیں محمد بن ہشام کی بددولت ہم لوگوں کے سروں پر نازل ہوئی ہیں اگر تم لوگ بھی ہمارے اس خیال سے متفق ہو تو آؤ محمد بن ہشام کا کام تمام کرکے ہشام کی خلافت کی دوبارہ بیعت کرلیں اور بربریوں کے ظلم وستم سے اپنے کو نجات دیں۔ خادم خلافت اور ہوا خواہان ہشام نے امین ارادے سے اتفاق کیا چنانچہ

لوگوں نے محمد بن ہشام کو قتل کر کے بالاتفاق ہشام موید کی خلافت کی دوبارہ بیعت کی۔ اس کام کا بانی مبانی واضح عامری نامی ایک شخص تھا جو ہشام موید کی بحالی کے بعد اسکا حاجب بنایا گیا تھا۔ یہ شخص منصور بن ابی عامر کا آزاد غلام تھا۔

حصار قرطبہ و قتل ہشام

اہل قرطبہ کو اس کارروائی سے کچھ بھی فائدہ نہ پہونچا بربری فوجیں محاصرہ پر اڑی رہیں اور مستعین دعویدار خلافت انہیں لوگوں میں گل چھرے اڑاتا رہا رفتہ رفتہ سارے قصبات اور دیہات خراب اور ویران ہو گئے کبھی تو ہشام قرطبہ سے نکل کر بربریوں اور مستعین کا تعاقب کرتا تھا اور گاہے بربری اور مستعین ہشام اور اہل قرطبہ کو مارتے مارتے قرطبہ میں داخل کر دیتے، اس روزانہ جنگ اور آے دن کی ہزیمت سے اہل قرطبہ تنگ آگئے اور رسد وغلہ کا ذخیرہ بھی ختم ہو چلا۔ مستعین اور بربری اسوجہ سے کہ مضافات قرطبہ پہلے ہی سے ویران ہو گئے تھے کھیتیاں خراب ہو گئیں تھیں، کمی رسد وغلہ سے پریشان ہو رہے تھے نہ تو محاصرہ اٹھا کے واپس آتے بنتا تھا اور نہ قرطبہ فتح ہوتا تھا کچھ سوچ سمجھکر مستعین اور بربریوں نے ابن ادفونش کو اپنی کمک کی غرض سے طلب کیا، ہشام موید اور اسکے حاجب واضح کو اسکی خبر لگ گئی انھوں نے ابن ادفونش کو صوبہ قشتالہ دیکر مستعین کی مدد کرنے سے روک دیا، اس صوبہ کو منصور نے عیسائیوں سے فتح کیا تھا۔ بالآخر بربریوں اور مستعین نے بزور تیغ ۴۰۳ھ میں قرطبہ کو مفتوح کر لیا ہشام موید مارا گیا اور مستعین معہ اپنی بربری فوج کے قرطبہ میں داخل ہوا۔ سب اپنی عورتوں، لڑکوں، اور بچوں سے ملے۔ ایک مدت کے بچھڑے ہوئے اپنے اپنے مکانات میں آکر آباد ہوئے۔

اس واقعہ سے مستعین کے دماغ میں اپنی حکومت کے مستقل ومضبوط ہوجانیکا خیال جم گیا، بربریوں اور غلاموں کو بڑے بڑے شہروں کی حکومت پر مامور کیا، وسیع اور زرخیز صوبوں کی حکمرانی انکو دی، چنانچہ بادیس بن حبوس کو غرناطہ کی، محمد بن عبداللہ برزالی کو قرمونہ کی اور ابو نور بن ابی قرہ کو شریش کی حکومت عطا کی۔ اراکین دولت کا شیرازہ منتشر ہو گیا تمام بلاد اندلس میں پریشان ہو کر نکل گئے اور آخرکار اسی زمانہ سے طوائف الملوکی بھی شروع ہو گئی ابن عباد نے اشبیلیہ میں،

ابن افطس نے بطلیوس میں ابن ذی النون نے طلیطلہ میں ابن ابی عامر بلنسیہ و مرسیہ میں ابن ہود نے سرقسطہ میں اور مجاہد عامری نے دانیہ اور جزائر میں خود مختاری حکومت کا اعلان کر دیا جیسا کہ ہم انکے حالات کے ضمن میں بیان کرینگے۔

ابن حمود کا قرطبہ پر قبضہ

جس وقت اراکین دولت قرطبہ منتشر اور متفرق ہو گئے بربریوں نے حکومت وسلطنت پر قبضہ کر لیا، علی بن حمود اور اسکا بھائی قاسم (جو کہ ادریس کے پس ماندگان خاندان سے تھے اور بربریوں کے ساتھ سرحد سے آیا تھا) دعویدار حکومت ہو گیا اور زیادہ تر بربریوں کی حمایت اور اعانت سے ۴۰۷ھ میں قرطبہ پر قبضہ حاصل کر لیا مستعین کو قتل کر کے بنو امیہ کی بادشاہت کے آثار معدوم اور نیست و نابود کر دیئے سات برس تک اسی صورت سے قرطبہ کی حکومت کا سلسلہ جاری رہا، بعدازاں پھر بنی امیہ اسٹھے اور اولاد ناصر میں سے ایک شخص حکومت و امارت کی عبا پہن کر سریر خلافت پر متمکن ہوا پھر تھوڑے دنوں بعد عنان حکومت ان کے قبضہ سے نکل گئی اور حکومت وسلطنت پر عرب غلاموں اور بربریوں نے قبضہ کر لیا۔ ملک اندلس چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر منقسم ہو گیا۔ ان لوگوں نے علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی خود سر حکومتیں قائم کر کے وہی القاب اور خطابات اختیار کئے جو خلفاء کے تھے جیسا کہ ہم اسکو کامل طور سے ان کے اخبار میں بیان کرینگے۔

بنو امیہ کی دوبارہ حکومت

اہل قرطبہ نے بعد سات سال کے حمودیوں کو کرسی امارت سے اتار دیا، قاسم بن حمود نے بربری فوج لیکر قرطبہ پر فوج کشی کی، اہل قرطبہ نے متفقہ قوت سے قاسم کو شکست دیدی اسوقت اہل قرطبہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ عنان حکومت اندلس بنو امیہ کے قبضہ اقتدار میں دیجائے وہی اسکے مستحق اور لائق ہیں چنانچہ عبدالرحمن بن ہشام بن عبدالجبار (برادر مہدی) کو شاہی کے لئے منتخب کیا اور ماہ رمضان ۴۱۴ھ میں خلافت و امارت کی اسکے ہاتھ پر بیعت کی۔ المستظہر کا خطاب دیا۔ ابھی اسکی حکومت وخلافت کو دو ماہ بھی نہیں گذرے تھے کہ محمد بن عبدالرحمن بن عبید اللہ بن خلیفہ ناصر مدعی دار خلافت

مستظہر کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اسکے باپ کو منصور نے بوجہ مخالفت قتل کروایا تھا اسوقت سے یہ دبا دبایا موقع اور وقت کا منتظر رہا' اب جبکہ مدبروں سے دولت وحکومت خالی ہوگئی تو اس نے علم مخالفت بلند کردیا عوام الناس اور بازاریوں کا جم غفیر ساتھ ہولیا، مستظہر کو اسکے روکتھام میں ناکامی ہوئی۔ محمد بن عبدالرحمٰن نے قرطبہ پر قبضہ حاصل کرکے "مستکفی" کا خطاب اختیار کیا اور بالاستقلال سریر حکومت پر بیٹھکر قرطبہ میں حکمرانی کرنے لگا۔

بنی حمود کی دوبارہ حکومت

مستکفی کی بیعت خلافت کے چھ مہینے بعد' قرطبہ کی عنان حکومت (سنہ ۴۱۶ھ میں) یحییٰ بن علی بن حمود یعنی معتلی کے قبضہ میں چلی گئی جیسا کہ انکے حالات میں بیان کیا جائیگا اور مستکفی بحال پریشان سرحدی بلاد کی طرف بھاگ گیا اور اسی زمانہ فراری میں سفر آخرت اختیار کیا۔

معتمد اموی کی حکومت

بعد چند دنوں کے اہل قرطبہ نے معتلی بن حمود کو ۴۱۷ھ میں سریر خلافت سے اُتار دیا' وزیر السلطنت ابو محمد جہور ابن محمد بن جہور اور سرداران قرطبہ نے ہشام بن محمد برادر مرتضیٰ کی خلافت کی بیعت کرلی۔ ہشام بن محمد ان دنوں سرحد پر مقام لاردہ میں ابن ہود کے پاس مقیم تھا جب اسکو یہ خبر لگی کہ میری خلافت کی بیعت لی گئی ہے تو ۴۱۸ھ میں لاردہ سے برنث چلا آیا اور "المعتمد باللہ" کا خطاب اختیار کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ محمد بن عبداللہ بن قاسم برنث پر متصرف ہوگیا تھا پس ہشام نے یہیں قیام اختیار کیا، تین برس تک سرحد ہی پر مارا مارا پھرا ادھر وساطوائف میں باہم اختلاف پڑا ہوا تھا۔ فتنہ وفساد کی گرم بازاری تھی بالآخر اس امر پر متفق ہوئے کہ ہشام (معتمد) کو قرطبہ میں لاکے ٹھہرانا چاہئے چنانچہ وزیر السلطنت ابو محمد جہور معہ ایک گروہ اراکین دولت کے ہشام کے پاس گیا اور ۴۲۰ھ میں قرطبہ لے آیا، تھوڑا ہی زمانہ منقضی ہونے پایا تھا کہ ۴۲۲ھ میں لشکریوں نے اسکو معزول کردیا، غریب معتمد نے لاردہ کا راستہ لیا اور وہیں ۴۲۸ھ میں مرگیا۔ اسکے مرنے سے خلافت امویہ کا دور ختم ہوگیا اور اس کی

حکومت و سلطنت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہو گیا واللہ غالب علی امرہٖ

اخبار دولت بنی حمود جنھوں نے بنوامیہ سے عنان حکومت لی اور سرزمین اندلس پر حکمرانی کی

بربریوں اور مغاربہ کے ساتھ جو کہ مستعین کے ہواخواہ تھے دو بھائی عمر بن ادریس

ملک اندلس جسکو طارق وطریف سپہ سالاران لشکر اسلام نے بزمانہ گورنری موسیٰ بن نصیر گورنر افریقہ عہد خلافت ولید اموی ۹۲ھ میں مفتوح کیا تھا تقریباً پچاس برس تک بطور ایک صوبہ کے خلافت دمشق کا ماتحت رہا اس زمانہ میں اکثر دربار خلافت سے اس صوبہ کا گورنر مقرر ہو کر آتا تھا اور گاہے گورنر افریقہ اپنی جانب سے کسی شخص کو اس صوبہ پر مامور کر دیتا تھا۔ اس پچاس سال کے آخر میں طوائف الملوکی اور خود سری بھی شروع ہو گئی تھی۔ قبائل عرب آپس میں لڑنے بھڑنے لگے تھے ایک دوسرے کو پھاڑے کھاتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ خلافت دمشق کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا تھا سریر خلافت پر عباسیہ کا قبضہ ہو گیا تھا۔ عبدالرحمٰن نامی ایک شخص شاہزادگان بنوامیہ سے کسی نہ کسی طرح اپنی جان اس عام خونریزی سے بچا کر اندلس پہونچا اور اپنی مدبرانہ کارروائیوں اور پولیٹیکل چالوں سے اندلس پر قابض ہو گیا ان سب واقعات کو تم اوپر پڑھتے آئے ہو۔ اس وجہ سے ہم اعادہ نہیں کیا چاہتے۔

عبدالرحمٰن داخل بنوامیہ میں سے سب کے پہلے ۱۳۸ھ میں اندلس آیا تھا اور بنوامیہ کی مردہ شان و شوکت کو از سر نو زندہ کیا تھا بہت بڑے حوصلہ اور دماغ کا آدمی تھا۔ اندلس کی متعدد اور خود سر حکومتوں اور ریاستوں کو سر کر کے اسی نے ایک مہذب اور شایستہ گورنمنٹ بنایا تھا اسی نے کل خود مختار اور جنگجو امراء کو زیر و زبر کر کے اندلس کو پر امن و انصاف پسند حکومت کا خطاب دیا تھا اسکے بعد اسکے خاندان سے ۴۲۲ھ تک تیرہ اشخاص اور جانشین ہوئے جنکے زمانہ حکومت کے حالات علیحدہ علیحدہ تحریر کئے گئے۔ ان تیرہ اشخاص میں سے گنتی کے چند اشخاص ایسے گذرے ہیں جنکو جہانداری اور حکومت کا سلیقہ تھا اور نہ سب کے سب نہیں تو ان میں سے اکثر ایسے تھے جو کہ امراء دولت اور افسران فوج کے ہاتھ کی کٹھ پتلی یا موم کی ناک تھے۔ مگر وہ چند

کی اولاد سے تھے ان میں سے ایک کا نام قاسم تھا دوسرے کا نام علی۔ یہ دونوں بیٹے تھے حمود بن میمون بن احمد بن علی بن عبید اللہ بن عمر بن ادریس کے یہ لوگ بربریوں کے گروہ کے ساتھ بلاد غمارہ میں تھے۔ اور انہیں کے ذریعہ سے انہوں نے ریاست و امارت حاصل

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۹۷ چند اشخاص ایسے تھے کہ جن کی ذات سے اندلس کا نام روشن ہو گیا تھا تمام یورپ نے اسکا لوہا مان لیا تھا۔ علم و ہنر اور فنون کی قدر دانی میں شہرہ آفاق تھے تقریباً دو سو نوے برس بنو امیہ نے اس ملک پر حکمرانی کی اور اس مدت میں ان تاجداروں نے اندلس کو دلہن کی طرح آراستہ کر دیا۔ قرطبہ کیا تھا تمام جہان کے علوم و فنون کا مرکز بنا ہوا تھا۔ دور دراز ملکوں سے طلبا علوم یہاں کی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کو آتے تھے۔ یورپ نے اسی کی شاگردی میں زانوے ادب تہ کیا تھا۔ ان بادیہ نشینان عرب نے ملک اندلس میں جو نمایاں کام کئے تھے وہ آج بڑے سے بڑے سائنس اور طبیعات دان اور فرزانہ روزگار فلاسفر سے نہیں بن پڑتا۔ بزم اور رزم دونوں کے وہ مالک تھے ان کے ایک ہاتھ میں قلم ہوتا تھا تو دوسرے ہاتھ میں تلوار۔ تعمیرات کی طرف آنکھیں اٹھتی ہیں تو اس وقت تک وہ زبان حال سے اپنے بانیوں کی عظمت و جلال کا افسانہ کہہ رہی ہیں ؎

از نقش و نگارے در و دیوار شکستہ آثار پدید است صنادید عجم (نہیں، عرب)

وجہ تسمیہ اندلس بنو امیہ کا دور حکومت تمام ہوتا ہے اور اسکے بعد سے طوائف الملوکی کا سلسلہ اور خود مختار ریاستوں کا آغاز ہوتا ہے لہذا اس موقع پر ہم سرزمین اندلس کے کچھ اوصاف بیان کیا چاہتے ہیں اور نیز مدینۃ الخلفاء قرطبہ کی بعض تعمیرات پر ایک سرسری نظر ڈالا چاہتے ہیں ؎

از دید دوست چہ گویم بچہ عنوان رفتم ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم

مؤلف کتاب نفح الطیب تحریر کرتا ہے سرزمین اندلس کے اوصاف کسی عبارت میں کامل طور سے بیان نہیں کئے جا سکتے اور نہ اسکی خوبی و لطافت پر کسی قسم کا غبار پڑ سکتا ہے۔ ابن سعید کہتا ہے کہ یہ ملک اندلس بن طوبال بن یافث بن نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہوا کیونکہ اندلس نے اپنی سکونت کے لئے اس سرزمین کو منتخب کیا تھا جیسا کہ طوبال کے بھائی سبت بن یافث کے نام سے اندلس

کی تھی جو محمد اور عمر، اولاد ادریس کے پس ماندگان خاندان میں ایک زمانہ تک قائم رہی۔ اسی وجہ سے بربریوں کی ان لوگوں کے ساتھ اختلاط اور آمیزش تھی اور یہی امر ان لوگوں کے فخر و مباہات کا باعث ہوا پس یہ لوگ بربریوں کے ساتھ بلاد غمارہ سے سرزمین اندلس میں آئے اور مستعین

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۹۸۔ کے سامنے کا سرحد بوجہ سکونت سبتہ کہلایا گیا۔ ابن غالب کا بیان ہے کہ اندلس یافث بن نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا جسنے ابتدا اس سرزمین میں سکونت اختیار کی تھی۔

اوصاف اندلس ابو عامر سلمی نے اپنی کتاب بدر القلائد و غرر الفوائد میں تحریر کیا ہے ملک اندلس بہترین ملکوں سے ہے اسکی ہوا اور سرزمین نہایت معتدل، اسکا پانی بیحد شیریں، ہوا پاکیزہ، اور حیوانات و نباتات نفیس ہیں یہ ملک اوسط الاقالیم سے ہے اور خیر الامور اوسطہا ایک مشہور مثل ہے ابو عبید بکری تحریر کرتا ہے کہ ملک اندلس پاکیزگی میں شام ہے بلحاظ ہوا کے یمانی ہے۔ مسطح اور معتدل ہونیکے خیال سے ہندی ہے۔ عمدگی اور نظافت میں اہوازی ہے، زرخیزی میں چین ہے، اسکے سواحل اور اسکے معادن میں طرح طرح کے قیمتی جواہر مخزون ہیں۔ آثار قدیمہ بھی بکثرت ہیں۔ مسعودی نے مروج الذہب میں تحریر کیا ہے کہ بحر اندلس کے ساحل شنترین اور شذونہ میں عنبر بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ علاوہ بریں سونا، چاندی اور پارہ کی متعدد کانیں ہیں۔ زعفران بھی پیدا ہوتا ہے بعض مورخین کا بیان ہے کہ اندلس میں کل کانوں کے معادن ہیں جو سبعہ سیارہ کے تاثیرات سے پیدا ہوتے ہیں رانگ کو زحل سے تعلق ہے اسکی بھی اندلس میں کان ہے، قزدیر سفید (ایک قیمتی پتھر ہے) منسوب بہ مشتری ہے اسکی کان بھی اندلس میں ہے۔ لوہا مریخ کی طرف منسوب ہے یہ بھی اندلس کی کان سے برآمد ہوتا ہے سونا شمس کی جانب منسوب ہے، تانبا زہرہ کی جانب، پارہ عطارد کی جانب، اور چاندی قمر کی طرف اور ان سب چیزوں کی کانیں اندلس میں موجود ہیں۔ غرض کہ اندلس کیا ہے ایک زرخیز زرریز ملک ہے جسکی ہوا بھی معتدل اور سرزمین بھی شاداب ہے۔

جزیرہ نما، اندلس مثلثۃ الشکل ہے اور تین حصوں موسطی، شرقی اور غربی پر مشتمل ہے موسطی میں قرطبہ، طلیطلہ، جیان، غرناطہ، مریہ اور آلتہ وغیرہا تھے جو ظاہر یہ چھ شہر ہیں لیکن حقیقت میں ہر ایک

نے منجملہ اُن مغاربہ کے جنکو سند حکومت دی تھی ان لوگوں کو بھی سرواری وحکومت عطا کی ان میں سے علی کو طنجہ کی حکومت مرحمت فرمائی اور قاسم کو جزیرہ خضرا پر مامور کیا۔ قاسم علی بڑا تھا چونکہ مغاربہ اور بربریوں کے قلوب میں اولاد ادریس کی ہوا خواہی اسوجہ سے کہ انکی

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۹۹ مستقل مملکت کے حکم میں تھے۔

قرطبہ کے متعلقات سے استجہ، بلکونہ، قبرہ، رندہ، غافق، مدور، اسطبہ، بیانہ، جیانہ اور قصیر وغیرہ تھے طلیطلہ کے مضافات سے وادی الحجارہ، قلعہ رباح اور طلمنکہ وغیرہ تھے مضافات جیان سے ابذہ، بیاسہ اور قسطلہ وغیرہ تھے۔

متعلقات غرناطہ سے وادی آش، منکب اور بوشہ وغیرہ تھے۔ اعمال مریہ سے اندرش اور مضافات مالقہ سے بلش اور الحامہ وغیرہ تھے بلش میں بکثرت میوہ جات پیدا ہوتے تھے۔ الحامہ میں گرم پانی کا چشمہ وادی کی صورت میں تھا۔

شرقی اندلس میں صوبجات مُرسیہ، بلنسیہ، دانیہ، سہلہ اور ثغر اعلیٰ تھے، مرسیہ کے متعلقات سے ماربولہ، اَلقنت لورقہ وغیرہ شمار کیے جاتے تھے۔

بلنسیہ میں شاطبہ اور جزیرہ شقر تھا۔ دانیہ کے متعلق بھی چند شہر تھے جنکو گردش زمانہ نے ویران وخراب کر ڈالا۔

سہلہ میں بھی کئی شہر آباد تھے یہ صوبہ بلنسیہ اور سرقسطہ کے درمیان میں واقع تھا اسوجہ سے اسکو بعضوں نے ثغر اعلیٰ کے مضافات سے شمار کیا تھا اس صوبہ میں متعدد قلعات اور کئی شہر آباد تھے۔

ثغر اعلیٰ کے مضافات سے سرقسطہ، کورہ لاردہ، قلعہ بیضاء، کورہ تطیلہ (اسکا شہر طرسونہ تھا) کورہ وشقہ (اسکا شہر تمر لیطہ تھا) کورہ مدینہ سالم (میڈنا سلی) کورہ قلعہ ایوب (اسکا شہر ملیانہ تھا) کورہ برلطانیہ اور کورہ باروشہ تھا۔

غربی اندلس میں اشبیلیہ، ماردہ، اشبونہ اور شلب شمار کیے جاتے تھے مضافات اشبیلیہ سے سرش، خضراء اور لبلہ تھا۔

حکومت اس طرف بھی پہلے سے متمکن تھی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اسوجہ سے علی بن حمود کی حکومت میں کسی قسم کا زوال و تزلزل پیدا نہوا اور اسکے رعب و داب کا سکہ چلنے لگا۔ دو برس تک اسنے حکمرانی کی تاآنکہ خود اسکے باڈی گارڈ نے اسکو حمام میں سنہ ۴۰۸ھ میں قتل کر ڈالا ۔ ب

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۰۰ ماردہ کے مضافات سے بطلیوس، بابر وغیرہ تھے

اعمال اشبونہ میں شنتیرین سب سے بہتر اور عمدہ مقام تھا۔

صوبجات شلب سے سنیٹ مریہ وغیرہ تھے

علاوہ ان کے جزیرہ نما اندلس میں بہت سے چھوٹے چھوٹے جزائر ہیں جنکے ذکر سے ہم طول کلام نہیں کیا چاہتے اور نہ ان مقامات و بلاد مذکورہ بالا کے تفصیلی حالات لکھا چاہتے ہیں۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ طول اندلس کا تیس یوم کی مسافت کا تھا اور عرض نو ایام کے سفر کا تھا۔ جسکو چالیس بڑی نہریں چند حصوں پر منقسم کرتی تھیں۔ علاوہ نہروں کے بہت سے قدرتی چشمے تھے، معادن کی کوئی حد نہ تھی اسی شہر دار الحکومت کے تھے دیہاتوں اور قصبات کا شمار حد سے باہر تھا صرف نہر اشبیلیہ کے کنارہ بارہ سو گانوں آباد تھے اندلس کی آبادی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ قدم قدم پر مسافروں کو بازار، سرائیں اور مسافر خانے ملتے تھے۔ مسافر دو کوس بھی جنگل، پہاڑ اور ویرانہ میں نہیں چلنے پاتا تھا کہ اسکو مکانات آسایش کے مل جاتے تھے اور صاحب جغرافیہ نے تحریر کیا ہے کہ ملک اندلس کا طول چالیس یوم کی مسافت کا تھا اور عرض اٹھارہ یوم کی مسافت کا۔

قرطبہ کی بعض عمارت اور جامع مسجد

یوں تو قرطبہ اور بلاد اندلس کی کل عمارتیں قابل الذکر ہیں خاصکر اسوجہ سے کہ ان سے عرب کی صناعی کا ثبوت ملتا ہے اور ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عربوں نے ایک ہی صدی کے اندر کس قدر اور کس بلا کی ترقی کی تھی مگر اس موقع پر ہم صرف جامع مسجد قرطبہ اور اسکی بعض عمارات کا تذکرہ کر کے اپنے اس نوٹ کو ختم کرتے ہیں۔

جامع مسجد قرطبہ کا بنیادی پتھر عبدالرحمن داخل مجدد دولت امویہ اندلسیہ نے سنہ ۱۷۰ھ ۷۸۶ء میں رکھا تھا اسی ہزار دینار خرچ کر چکا تھا مگر تعمیر تکمیل کو نہیں پہونچی تھی بعدہ اسکے بیٹے ہشام نے سنہ ۱۶۹ھ ۷۹۳ء میں جامع مسجد

بجائے اسکے اسکا بھائی قاسم بن حمود حکمراں ہوا اس نے "المامون" کا خطاب اختیار کیا اس کی حکمرانی کے چار برس بعد یحییٰ بن علی نے سبتہ میں اس سے حکومت و ریاست کی بابت منازعت کی یحییٰ بن علی، عزبی اندلس میں امیر اور اپنے باپ کا ولیعہد تھا۔ قاسم نے اسکی سرکوبی کے لئے ۴۱۰ھ

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۰۱ کی تعمیر کی تکمیل کی۔ اسکے بعد ہر نئے حکمراں نے کسی نے نام اوری کی غرض سے کسی نے نمازیوں کی اسائش کے خیال سے کچھ نہ کچھ جدید عمارتیں اضافہ کیں، رفتہ رفتہ یہ مسجد مسلمانان عرب کے ابتدائی کمالات کا ایک عمدہ نمونہ بن گئی۔ اس مسجد میں گنبد یں سقف باڈاٹوں دار چھتوں کے درجوں کی تعداد شرقاً و غرباً ۱۹ اور شمالاً و جنوباً ۳۱ تھی۔ اکیس دروازہ پیتل کے منقش و مشجر لباس پہنے ہوئے نمازیوں کا انتظار کرتے تھے۔ بارہ سو ترانوے مطلا ستون مسجد کی مقدس سقف کو اٹھائے ہوئے تھے خاص درجہ میں نقرئی فرش تھا جا بجا پچی کاری کا نفیس اور عمدہ کام بنا ہوا تھا ستونوں میں سونے اور قیمتی قیمتی پتھروں سے خوشنما نقش و نگار بنائے گئے تھے منبر ہاتھی دانت اور ایک خاص قسم کی لکڑی کے ۳۶ ہزار ٹکڑوں سے بنایا گیا تھا جو بوقت ضرورت علیحدہ ہو سکتا تھا یہ ٹکڑے سونے کی کیلوں اور پتھروں سے باہم وصل کئے گئے تھے صحن مسجد میں چار وسیع اور خوبصورت حوض پانی سے لبریز رہا کرتے تھے ان حوضوں میں کلوں اور نلوں کے ذریعہ سے پانی قریب کی ایک پہاڑی سے لایا گیا تھا مسجد کے بازو پر بے تعداد کمرے اور حجرے بنے ہوئے تھے جنمیں طلبار اور مسافروں کی مہمانداری نہایت فراخ حوصلگی سے کی جاتی تھی۔ ایک سو پیتل کی لالٹینیں لگی ہوئی تھیں جنکے ذریعہ سے مسجد کی رات روز روشن ہو جاتی تھی۔ رمضان المبارک میں موم کی ایک بڑی بتی وزنی ۲۵ ثار تمام رات جلا کرتی تھی تین سو آدمی صرف اس غرض کے لئے ملازم تھے کہ عود و عنبر کے بخورات سے لالٹینوں میں جلانیکے لئے خوشبودار تیل بناتے رہیں۔ اللہ رے مسلمانوں کا عروج اور مسجد جامع کی شان و شوکت جسکو ان لوگوں نے خود اپنے ہاتھوں خاک میں ملا دیا اور اللہ تعالیٰ کے اس وعید کو ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم کو بھولا کر دینا اور جاہ پرستی میں مصروف ہو گئے تھے۔

قرطبہ کی مشہور عمارات میں قصر الازہار، قصر العاشقین، قصر السرور، اور قصر التاج، وغیرہا تھیں

میں اپنی بربری فوج کو حساکر اندلس کے ساتھ روانہ کیا۔ یحییٰ نے ماتقہ کی پشت گرمی سے مقابلہ کیا اور اپنے بھائی ادریس کو جو اپنے باپ کے زمانہ سے یہیں تھا۔ سبتہ کی جانب بھیجدیا اس اثناء میں یحییٰ کی کمک پر زاوی بن زیری غرناطہ سے آگیا جو کہ ان دونوں بربریوں کا دو سرا سردار

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۰۲ ایک محلسرا شاہی کا نام دمشق تھا اسکی چھتیں سنگ مرمر کے ستونوں پر کھڑی تھیں اور فرش پر نہایت کاریگری سے پچی کاری کی گئی تھی۔ دیواروں پر سرسبز باغات کے نقشے کھینچے گئے تھے دیکھنے والوں کو یہ تمیز نہیں ہوسکتی تھی کہ یہ اصلی باغات ہیں یا انکے نقشے ہیں مصنوعی جھیل، تالاب اور حوض متعدد اور بکثرت سنگ مرمر کے تراش تراش کر بنائے گئے تھے جو گریشیا کے پہاڑوں سے بنوا کر قرطبہ میں منگوائے گئے تھے اور انہیں پانی آ آ کر جمع ہوتا تھا جس سے سلطانی باغات اور تمام شہر کی آبپاشی کیجاتی تھی۔ اس مرحوم شہر میں ۷۷، ۳۰ مسجدیں اور ۹۱۱ حمام تھے جسمیں ہر خاص و عوام غسل کر سکتے تھے۔ اسکو آخر کار مہذب عیسائیوں نے جبکہ انکی دوبارہ سلطنت قائم ہوئی مسلمانوں کی زندہ یادگار سمجھ کے مسمار کرادیا۔

مدینۃ الزہرا ایک خوشنما شہر ہے جسکو خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث نے بطور سواد شہر قرطبہ کے پہلو میں اپنی محبوبہ بیوی زہرہ کے نام سے آباد کیا تھا۔ یہ شہر جبل العروس کے دامن میں جو شہر قرطبہ کے محاذ میں چند میل کے فاصلہ پر ہے آباد تھا۔ اسی شہر میں اسکا مشہور قصر قصر الزہرا تھا دس ہزار معمار و نجار اسکی تعمیر میں یومیہ کام کرتے تھے اور اینٹوں کے بجائے چھ ہزار سنگی تختیاں روزانہ تیار ہوا کرتی تھیں۔ تین ہزار جانور بار برداری عمارت کے ضروری سامان وغیرہ لے جانے کے لئے مقرر تھے۔ چار ہزار ستون اسمیں دو کھڑے کئے گئے تھے جنکو سلاطین قسطنطنیہ، روما، اور کارتھج نے بطور تحفہ کے بھیجے تھے، پندرہ ہزار دروازے تھے جنپر لوہے اور چمکدار پیتل کے غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ سلطانی کمرے کی چھت اور دیواریں بالکل مطلا تھیں اور اسمیں ایک نہایت عمدہ فوارہ نصب تھا یہ فوارہ پورے ایک ٹکڑے پتھر سے تراش کر کے بنایا گیا تھا اس فوارہ کو شاہ یونان نے ایک عدیم النظیر دریتیم کے ساتھ ہدیۃً بھیجا تھا، کمرے کے مین وسط میں ایک چھوٹا سا حوض پارہ سے لبریز بنایا گیا تھا اور ہر طرف آٹھ آٹھ دروازے تھے جنپر دندان فیل اور

تھا۔ یحیی نے اسکی اعانت اور پشت گرمی سے قرطبہ پر یلغار کیا اور ۴۱۲ھ میں قابض و متصرف ہوگیا۔ المعتلی کا مبارک خطاب اختیار کیا۔ ابوبکر بن ذکوان کو عہدۂ وزارت عطا فرمایا۔ ماموں نے جان بچانے کی غرض سے اشبیلیہ کا راستہ لیا۔ اشبیلیہ میں پہونچ کر پھر اپنی حکومت و ریاست کی بنا ڈالی، قاضی محمد بن اسمعیل بن عباد نے بیعت کر لی بعض بربری نوجوانوں کو بھی اپنی داد و دہش سے دوبارہ ملا لیا اور ان کو فوج کی صورت میں آراستہ کر کے اپنے برادر زادہ پر چڑھائی کر دی۔ چنانچہ ۴۱۳ھ میں قرطبہ پر دوبارہ قابض ہوگیا، معتلی بھاگ کر مالقہ پہونچا۔

زمانہ حکومت مستعین سے ماموں کے عمّال جزیرہ خضرا پر قابض ہوگئے تھے اور اسکا بھائی دریا کے اس پار طنجہ پر متصرف ہوگیا تھا۔ ماموں نے اسکو اپنے اور اپنے بیٹوں کے لئے ملجا و ماوا بنا رکھا تھا اپنے مال و اسباب کو یہیں محفوظ رکھتا تھا رفتہ رفتہ یہ خبر قرطبہ تک پہونچی کہ اس نے جزیرہ خضراء کے دار الحکومت اور نیز اسکے قلعات پر قبضہ کر لیا ہے بنوامیہ کے ساتھ تشدد اور سختی کا برتاؤ کرتا ہے۔ اہل قرطبہ نے متفق ہو کر اس پر حملہ کر دیا اور اسکی اطاعت و فرمانبرداری کے طوق کو اپنی گردن سے اتار کر پھینک دیا۔ بنوامیہ میں سے مستظہر کے بعد مستکفی کی خلافت کی بیعت کی گئی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ ماموں اور بربری فوج نے شہر سے نکل کر جدال و قتال کا بازار گرم کر دیا۔ پچاس دن تک شہر کا محاصرہ کئے رہے اہل قرطبہ متفق اور مجتمع ہو کر انکی مدافعت کو شہر سے باہر آئے اور نہایت مردانگی سے بزور تیغ انکے محاصرہ کو ۴۱۴ھ میں اٹھا دیا۔ ماموں بھاگ کر اشبیلیہ پہونچا۔ اسوقت اشبیلیہ میں اسکا بیٹا

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۰۳ آبنوس کی نہایت صنعت سے گلکاری کی گئی تھی اور طرح طرح کے قیمتی پتھروں سے اینٹ گل بوٹے بنائے گئے تھے جب آفتاب کی کرنیں ان دروازوں سے اندر داخل ہو کر اپنی حرارت سے ان کو متحرک کرتی تھیں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا بجلی کوند رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شہر کے عجائبات اور اسکی عمارتوں کی خوبیاں تحریر کرنے کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے ملتقط از نفح الطیب جلد اول صفحہ ۱۸ لغایتہ ۱۴۰-۲۹۷ لغایتہ ۳۰۴

محمد اور سرداران بربر سے محمد بن زیری موجود تھا۔ قاضی محمد بن اسماعیل بن عباد نے سوچا کہ موقع اچھا ہے شہر پر قبضہ کر لو اور مامون کو شہر میں داخل ہونے دو چنانچہ اہل اشبیلیہ نے محمد بن زیری کے اشارہ سے محمد بن قاسم مامون کو شہر سے نکال دیا اور مامون کو شہر کے اندر داخل ہونے دیا اور اپنے شہر کا آپ نگرانی محمد بن زیری انتظام کرنے لگے بعد چندے قاضی محمد بن اسماعیل نے محمد بن زیری کو بھی نکال باہر کیا۔

اس واقعہ کے بعد مامون سرش کی طرف چلا گیا۔ بربری فوجیں اسکی ہمراہی سے علیحدہ ہو کر یحییٰ معتلی (مامون کے بھتیجے) کے پاس چلی آئیں اور ۴۱۵ھ میں اسکی امارت و ریاست کی اسکے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ معتلی نے سامان جنگ درست کر کے اپنے چچا قاسم ملقب بہ مامون پر سرش میں چڑھائی کر دی اور کمال مردانگی سے سرش پر قبضہ کر کے مامون کو گرفتار کر لیا۔ اس زمانہ سے مامون اسکے پاس اور بعد اسکے اسکے بھائی ادریس کے پاس مالقہ میں برابر قید رہا تا آنکہ بحالت قید ۴۳۱ھ میں قید حیات سے ہمیشہ کے لئے سبکدوشی حاصل کر لی۔ اور یحییٰ معتلی استقلال و استحکام کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔ محمد اور حسن پسران قاسم ملقب بہ مامون نے اپنے عم زاد بھائیوں کو نظر بند کر کے جزیرہ روانہ کر دیا اور مغاربہ میں سے ابو الحجاج کو انکی نگرانی کا حکم دیا۔ ایک مدت تک یہ دونوں اسی حالت سے رہے بعد ازاں اہل قرطبہ نے مستکفی کو بار خلافت سے سبکدوش کر کے معتلی کے علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکا دی۔ معتلی نے اپنی طرف سے ان لوگوں پر سرداران بربر سے عبدالرحمن بن عطاف یفرنی کو متعین کیا۔ غریب مستکفی بحال پریشان سرحدی بلاد کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ چنانچہ اسی حالت فراری میں مقام مدینہ سالم (میڈنا سلی) میں پہنچ کے جان بحق تسلیم کر دی۔ پھر ۴۱۷ھ میں اہل قرطبہ نے معتلی کا غاشیہ اطاعت اپنے دوش سے اتار کر رکھ دیا۔ اسکے گورنر عبدالرحمن بن عطاف کو شہر سے نکال دیا۔ معتمد برادر مرتضیٰ کی امارت و خلافت کی بیعت کر لی اور بعد چندے معزول بھی کر دیا جیسا کہ ہم اسکے حالات کے ضمن میں بیان کر آئے ہیں۔ اس طوائف الملوکی اور آئے دن تبدیلی حکومت سے وزیر السلطنت ابو محمد بن جہور بن محمد بن جہور کی بن آئی۔ قرطبہ کی حکومت

سلطنت پر بلا تردد قبضہ کر لیا جیسا کہ آیندہ اخبار ملوک الطوائف میں ہم اسکو بیان کرینوالے ہیں معتلی اسی زمانہ سے جبکہ اہل قرطبہ نے اسکے گورنر کو نکالدیا تھا اہل قرطبہ کو اپنی غارتگری اور لڑائی کی دھمکی برابر دیتا چلا آتا اور متواتر فوجیں انکے محاصرہ کو بھیج رہا تھا آخر کار قرب وجوار کے کل حکام شہر اور قلعہ نے زمام حکومت کو معتلی کے سپرد کر دیا اس سے معتلی کا رعب وداب بڑھگیا حکومت وامارت کو ایک گونہ استقلال حاصل ہوگیا۔ محمد بن عبداللہ برزالی کو اسکا عروج پسند نہ آیا فوجیں آراستہ کر کے مخالفت پر اٹھ کھڑا ہوا اور قرمونہ میں پہونچ کے پڑاو کر دیا۔ اسی زمانہ میں معتلی اشبیلیہ میں قاضی محمد بن اسمعیل بن عباد کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اتفاق سے ابن عباد کا سنہ ۴۲۲ھ میں انتقال ہو گیا معتلی اپنے رکاب کی فوج لئے ہوئے برزالی کی مدافعت کو قرمونہ کی طرف روانہ ہوا برزالی نے متعدد گڑھے اثنار راہ میں کھدوا رکھے تھے اور ان کو گھاس پھوس سے پاٹ رکھا تھا جوں ہی معتلی کا گھوڑا اس موقع پر پہونچا منہ کے بل خندق میں گر پڑا معتلی کی فوج اس غیر متوقع واقعہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور بنی حمود کی دولت وحکومت شہر قرطبہ سے منقرض اور منقطع ہوگئی۔

احمد بن موسیٰ بن بقیہ اور خادم نجی صقلی شروع سے دولت بنو حمود کا ہوا خواہ تھا بعد اس سانحہ کے یہ لوگ مالقہ چلے گئے جو کہ بنی حمود کا مقر حکومت تھا اور معتلی کے بھائی ادریس بن علی حمود کو سبتہ اور طنجہ سے طلب کر کے سریر حکومت پر متمکن کیا۔ اس شرط سے اسکے ہاتھ پر بیعت کی کہ سبتہ کی حکومت پر حسن بن یحیٰی مامور کیا جائے چنانچہ ادریس نے مالقہ میں کرسی حکومت پر اجلاس کیا اور المتایید باللہ کے لقب سے ملقب ہوا۔ مریہ معہ مضافات ارند [illegible] اور حزیرہ [illegible] والے بخوشی خاطر مطیع و منقاد ہوگئے ادریس نے حسب قرارداد شرط بیعت حسن بن یحیٰی کو سبتہ کی حکومت عطا کی۔ خادم نجی اسکے ہمرکاب سبتہ گیا۔ اسکا اثر ملوک الطوائف پر بہت بڑا تھا۔ اسکے باپ قاسم بن عباد کے رعب وداب سے اس زمانہ کے امراء وحکمران تھراتے تھے بلوائیوں کے قبضہ سے اس نے بہت سے بلاد چھین لئے تھے شذونہ اور استجہ کو محمد بن عبداللہ برزالی کے قبضہ سے اسی نے نکالا تھا اور چند فوجیں بسر افسری اپنے بیٹے

اسمٰعیل کے قرمونہ کے محاصرہ پر روانہ کی تھیں محمد بن عبداللہ برزالی نے سپہ سالار قرمونہ اور زاوی سے امداد طلب کی۔ زاوی تو اپنی فوجیں آراستہ کر کے برزالی کی کمک پر آیا اور سپہ سالار قرمونہ نے اپنا لشکر ابن بقیہ کی ماتحتی میں برزالی کے مدد پر روانہ کیا۔ دونوں حریف نے قرمونہ کے باہر صف آرائی کی۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں بالآخر سخت اور خونریز جنگ کے بعد اسمٰعیل بن قاسم بن عباد کو ہزیمت ہوئی، اثناء دار و گیر میں مارا گیا، سر اتار کے ادریس متاید باللہ کے پاس بھیجا گیا۔ اس واقعہ سے دو دن بعد ۴۳۱ھ میں ادریس متاید مر گیا۔ ابن بقیہ وغیرہ سرداروں نے اسکے بیٹے یحییٰ ملقب بہ حیون کو حکمرانی کی کرسی پر متمکن کرنے کا قصد کیا۔ نجی خادم نے اس سے مخالفت کی اور سبتہ سے حسن بن یحییٰ معتلی کو لئے ہوئے مالقہ میں آیا۔ بربریوں نے اسکی امارت کی بیعت کر لی "مستنصر" کا لقب دیا اور ابن بقیہ کو بوجہ مخالفت بار حیات سے سبکدوش کر دیا۔ یحییٰ بن ادریس بھاگ کر قمارش پہونچا اور وہیں ۴۳۴ھ میں مر گیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ نجی نے اسکو قتل کر ڈالا تھا بعد ازاں نجی سبتہ کی جانب محافظت حدود کی غرض سے واپس آیا اسکے ہمراہ حسن بن یحییٰ بھی تھا۔ نجی نے سطیفی کو بوجہ اسکے ثقہ ہونیکے حسن کی وزارت پر مامور کیا، اہل غرناطہ اور بلاد اندلس کے ایک حصہ نے اسکی بیعت کی بعد ازاں ۴۳۸ھ میں اسکے چچا ادریس کی لڑکی نے حسن پر یلغار کیا اور اسنے حسن کو زہر دیکر مار ڈالا اُدھر سطیفی نے اسکے بھائی ادریس بن یحییٰ کو گرفتار کر لیا اور یحییٰ کو لکھ بھیجا کہ ابن حسن مستنصر تمہارے پاس سبتہ میں ہے اسکی امارت کی بیعت لے لو۔ نجی نے اس غریب کو براہ مکر و فریب مار کر مالقہ کی جانب کوچ کیا اور وہاں پہونچ کے خود دعویدار حکومت ہو گیا۔ بربریوں اور نیز فوج نے نجی کا اس ارادہ میں ساتھ دیا۔ بعدہ نجی بغرض استیصال و بیخ کنی حسن و محمد پسران قاسم بن حمود جزیرہ گیا مگر وہاں سے خائب و خاسر ہو کر بے نیل مرام واپس ہوا اثناء راہ میں قاسم کے کسی غلام نے نجی کو دھوکہ دیکے مار ڈالا۔ اس واقعہ کی خبر مالقہ میں پہونچی تو عوام الناس سطیفی پر ٹوٹ پڑے اور مار ڈالا، ادریس بن یحییٰ معتلی کو قید خانہ سے نکال کے تخت حکومت پر بٹھایا' یہ واقعہ ۴۳۸ھ کا ہے غرناطہ، قرمونہ اور کل ان شہر والوں نے جو انکے درمیان میں آباد تھے ادریس کے مطیع اور منقاد ہو گئے، ادریس نے عثان

حکومت اپنے ہاتھ میں لیکر "عالی" کا لقب اختیار کیا۔ سبتہ کی حکومت، سکوت اور رزق اللہ داپنے باپ کے غلاموں، کو دی بعد ازاں اپنے چچا ادریس کے لڑکوں محمد اور حسن کو بخیال آئندہ خطرات کے قتل کر ڈالا، اس سے سوڈانیوں میں شورش پیدا ہوئی اور ان لوگوں نے متفق ہو کر ان دونوں مقتولوں کے بھائی محمد ثانی کی حکومت کا اعلان کر دیا اگرچہ پہلے عوام الناس ادریس کا ساتھ دیئے ہوئے تھے مگر پھر ان لوگوں نے اسکو محمد کے حوالہ کر دیا۔ محمد نے مالقہ میں ۴۳۸ھ میں بیعت لی تھی اور "مہدی" کا لقب اختیار کیا تھا اور اپنے بھائی کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا اسے "سانی" کے خطاب سے اپنے کو مخاطب کیا تھوڑے دنوں بعد مہدی کو بعض وجوہات سے سانی سے کشیدگی پیدا ہوئی چنانچہ اسکو سرحد کی طرف جلاء وطن کر دیا سانی نے غمارہ میں جا کے قیام کیا۔ اور عالی قمارش چلا گیا اہل قمارش نے شہر میں داخل ہونے سے روکا عالی نے جا کے مالقہ پر محاصرہ ڈال دیا اتنے میں بادیس نے غرناطہ سے مہدی پر بوجہ اسکے کہ مہدی نے اپنے بھائی کے ساتھ بے عنوانی کی تھی چڑھائی کر دی، مگر مہدی کے حسن تدبیر سے بادیس نے مہدی کی بیعت کر کے غرناطہ کی جانب مراجعت کی اور مہدی اپنے مقبوضہ مالقہ میں ٹھہرا رہا، آہستہ آہستہ غرناطہ، جیان اور اسکے مضافات والے مہدی کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے، تا آنکہ مہدی نے ۴۴۹ھ میں وفات پائی، ادریس مخلوع بن یحییٰ بن معتلی کی قمارش اور مالقہ میں بیعت لی گئی، اسنے اپنے غلاموں کو اس درجہ آزاد اور مطلق العنان کر دیا کہ ایک گروہ کثیر اہل قمارش اور مالقہ کا ان غلاموں سے تنگ آکر بھاگ گیا۔ ۴۵۰ھ میں اس نے بھی سفر آخرت اختیار کیا تب محمد اصغر بن ادریس متاید تخت نشین ہوا اسے بھی حسب دستور حکمرانان قدیم اپنے کو ایک جدید خطاب سے مخاطب کیا مالقہ، مریہ اور رندہ میں اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا پھر بادیس دوبارہ مالقہ کی طرف آیا اور ۴۵۱ھ میں اسپر قبضہ حاصل کر لیا۔ محمد اصغر حکومت و ریاست سے بیدخل ہو کر مریہ چلا گیا۔ اہل ملیلہ نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر بلا بھیجا چنانچہ محمد اصغر بحال پریشان ان لوگوں کے پاس گیا ان لوگوں نے اسکی امارت و حکومت کی ۴۵۹ھ میں بیعت

کرلی: بنو ورقدی، قلوع جارہ اور اسکے قرب وجوار والوں نے اسکی حکومت کے اقتدار کو تسلیم کرلیا سنہ ...[1] میں مر گیا۔

باقی۔ امحمد بن قاسم جو مالقہ میں قید تھا سنہ ۴۱۲ھ میں جیل سے بھاگ کر جزیرہ خضراء پہنچا اور قبضہ حاصل کرکے معتصم کا خطاب اختیار کیا، سنہ ۴۴۲ھ میں اس نے وفات پائی پھر اسکا بیٹا قاسم ملقب بہ واثق حکمراں ہوا، سنہ ۴۵۰ھ میں یہ بھی بگڑ اسے ملک آخرت ہوا۔ اسوقت سے جزیرہ خضراء کی حکومت معتضد بن عباد کے قبضہ میں چلی گئی۔ سکوت برغواطی قاسم واثق کا حاجب یعنی کہتے ہیں یہ حجبی کا خادم انہیں لوگوں کی طرف سے سبتہ کا گورنر تھا پس جب معتضد بن عباد جزیرہ پر مستولی ہوا تو ادہر معتضد نے سکوت کو اطاعت و فرمانبرداری کا پیام دیا اُدہر سکوت جزیرہ خضراء کی حکومت اور قبضہ کا دعوی دار ہوا، دونوں میں کشیدگی بڑھی مدتوں لڑائی اور فساد کا سلسلہ قائم رہا یہانتک کہ مرابطین کا دور حکومت آگیا اور ان لوگوں نے سبتہ اور نیز اندلس پر قبضہ حاصل کرلیا جیساکہ آئندہ تم پڑھوگے والبقاء للہ وحدہ سبحانہ تعالیٰ۔

ھذا الجزء العاشر من ترجمة تاریخ الامام ابن خلدون ویلیہ الجزء الحادی عشر انشاء اللہ تعالیٰ اولہ انصار ملوک الطوائف

[1] اصل کتاب میں صرف سنہ لکھا ہے اور جگہ خالی ہے۔ من مترجم

با این ہمہ معمری و بمشقی ہفدہ سالہ ذرہ بیمقدار القلم ہیچ رقم کمترین محمد اسمعیل علوی

۱۲۸۵ھ (التمغا شاہی گورنمنٹ معافیدار) تحریر نمود. ابن غفران مآب عالیجناب حضرت

قبلہ حاجی حافظ مولانا عالم فاضل مولوی شیخ محمد ہادی علی صاحب خوشنویس ہفت قلم

البنارسی (مستفید التمغا معافی شاہی ۲۷- نومبر ۱۸۹۳ء مقیمی لکھنؤ محلہ توپ دارہ

کب ! مسلمانوں کا فاتحانہ قدم ہندوستان میں آیا ؟

کیسے ! محمود غزنوی وغیرہ نے ہندوستان پر جہاد کیا ؟

کس نے ! ہندوستان کی بڑی بڑی سورما راجاؤں کو شکست دی ؟

کیوں ! مسلمانوں نے ہندوستان پر چڑھائی کی ؟

یہ اور اسی قسم کے سیکڑوں دیگر سوالات کے جواب معلوم کرنا ہو تو تاریخ علامہ ابن خلدون مترجمہ علامہ حکیم احمد حسین صاحب الہ آبادی کی بارہویں جلد اور تیرہویں جلد کا مطالعہ کیجئے۔ ان دونوں جلدوں میں علاوہ اُن واقعات کے جو پچھلی جلدوں کے سلسلہ میں بیان کئے گئے ہیں امیر سبکتگین، سلطان محمود غزنوی اور سلطان شہاب الدین غوری کے حالات اور انساب نہایت تشریح اور تحقیق سے درج کئے گئے ہیں۔ ہندو راجاؤں کی جتھہ بندی، راجہ جیپال کا افغانستان پر حملہ، امیر سبکتگین کا مقابلہ اسلامی فوج کی حیرت انگیز شجاعت، دہلی، قنوج، کالنجر اور اجمیر کے راجاؤں کا متفق ہو کر دوبارہ جنگ کی ابتدا، امیر سبکتگین کی مردانہ کوششیں، راجہ جیپال کی محمود غزنوی سے شکست، بھٹنیر، ملتان، گوالیار، کالنجر، بھیم نگر (نگرکوٹ) تھانیسر، کشمیر، قنوج، متھرا، مہابن، نہروالا (پٹن گجرات) میرٹھ اور سومنات جیسے خونریز معرکوں کے تفصیلی واقعات، بڑے بڑے سورما راجاؤں کی شکست اور بلاد ہندوستان کے فتح کی تاریخ صحیح صحیح حالات لکھے گئے ہیں۔ ہمتیں پست ہو رہی ہوں، قومی صفتیں فنا ہو گئی ہوں، زمانہ سے مرعوب ہو رہے ہو تو ضرور بالضرور ترجمہ تاریخ کی بارہویں اور تیرہویں جلدوں کا مطالعہ کیجئے۔ اسمیں ایسے ایسے حالات درج ہیں جنکو پڑھکر آپ اپنے اسلاف کی جوانمردی، ہمت، استقلال، دلیری، ایثار نفس اور شجاعت سے واقف ہو جائیں گے۔ محمود جیسے جلیل القدر فاتح پر جسکا سکہ تمام دنیا مانتی ہے مخالفوں نے جو اعتراضات کئے ہیں اونکا دنداں شکن جواب، شاہنامہ فردوسی کی تصنیف کا کچا چٹھا، اور اسکے علاوہ صدہا وہ تاریک واقعات جو ہمارے دلوں میں تازہ روح پھونکتے ہیں نہایت سلیس اردو زبان میں تحریر کئے گئے ہیں۔

سلطان شہاب الدین کے دلیرانہ حملے راجہ پتھورا والی دہلی، کھانڈے راے والی اجمیر اور جے چند والی بنارس

وغیرہ ڈیڑھ سو راجایان ہند کا مقابلہ تین ہزار کالی کالی پہاڑیوں (ہاتھیوں) کا دل بادل قلعہ اچہ (سندھ) کی مورچہ بندی، بھٹنڈہ کی خونریز لڑائی دریاے سرستی کے کنارہ پر لڑائی کا خوفناک منظر، فتوحات نہروالہ، اجمیر، دہلی، میرٹھ، علیگڈہ، قنوج اور بنارس کے واقعات پڑھنے پڑھانے، سُننے سنانے اور یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

علاوہ ان واقعات کے۔ بنو مزید حکمرانان عراق، بنوطولون حکمرانان مصر، بنو مروان و بنو حمدان حکمران دیار بکر، بنو صفار ملوک سجستان و خراسان، بنو سامان تاجداران ماوراء النہر (جسکا ہیرو امیر نوح سامانی ہے) دولت ترکیہ خانیہ، بنو بویہ دیلمی ملوک عراقین و فارس، بنو شاہین ملوک بطیحہ، مسافر دیلمی حکمران آذربایجان اور بنو حسنویہ کردی حکمرانان و بنو رود امغان کے حالات زندگی، طریقہ حکومت اور انکی سیاسات کے اچھوتے واقعات، آپس کی لڑائی جھگڑے جسکو اسوقت تک نہ فارسی داں یاروں اردو خواں کے کانوں نے سنا ہے اور نہ آنکھوں نے دیکھا ہے بحد تفصیل، نہایت تحقیق سے درج کئے گئے ہیں مسلمانوں کی ترقی اور تنزلی کی کہانیاں نہیں ہیں بلکہ سبق آموز، عبرت انگیز داستانیں ہیں۔ لکھائی عمدہ، چھپائی نفیس، کاغذ سفید چکنا، نیا اڈیشن، نئے مضامین اور نئی کتاب ہے۔

بارہویں جلد کی قیمت سے ۱۲، تیرہویں جلد کی قیمت سے ۱۲

مصارف ڈاک ذمہ خریدار

حیات سلطان نور الدین محمود زنگی

فاتح جزیرہ و مصر و شام۔ سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کا مربی اور چھٹی صدی ہجری کا نامور و فاتح ہے جسنے ملک شام، و مصر سے عیسائیوں کو شکست فاش دے کے نکال باہر کیا تھا اور فتح المقدس کی بنا ڈالی تھی۔ کیا امکان کہ ایک صفحہ پڑھئے اور کتاب بغیر ختم کئے ہوئے ہاتھ سے رکھئے۔ قیمت ایک روپیہ

المشتہر
منیجر دفتر الاسلام الہ آباد

بحولہٖ تعالےٰ

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

کتاب ثانی - جلد دہم

جسمیں

حاکم بامر اللہ کی خلافت سے بنوامیہ و بنی حمود کی دوبارہ حکومت قائم ہونے تک کے واقعات، شام پر ترکوں کا قبضہ، بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ، عیسائیوں اور مصریوں کا مقابلہ، بربر کی بغاوت، مستعین کی بیعت، حصار قرطبہ وغیرہ اور وجہ تسمیہ اندلس، قرطبہ کی بعض عمارات و جامع مسجد کی مفصل کیفیت کا پورا پورا خاکہ کھینچ کر دکھلایا گیا ہے

مترجمہ

عالیجناب علامہ حکیم احمد حسین صاحب ممبر بورڈ آف انڈین میڈین یو۔پی

مؤلف

سوانح عمری سلطان صلاح الدین یوسف فاتح بیت المقدس و حیات سلطان نور الدین محمود زنگی

سنہ ۱۳۴۶ھ
۱۹۲۷ء

باہتمام منشی حامد حسین صاحب یونانی دواخانہ پریس الہ آباد میں چھپکر شائع ہوا

طبع سوم

۱۰۰۰ جلد

قیمت فی جلد